نعت نمبر

سہ ماہی

ادبیات

اسلام آباد

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين

اکادمی ادبیات پاکستان

PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081

* * *

پی ڈی ایف (PDF) کتب حاصل کرنے اور واٹس ایپ گروپ «کتاب کارنر»
میں شمولیت کے لیے مندرجہ بالا نمبرز کے واٹس ایپ پہ رابطہ کیجیے۔ شکریہ

احمد انور

شمارے کا مصور

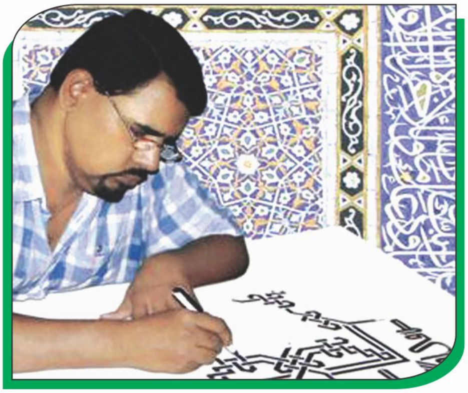

احمد انور نے 1980ء میں کراچی سینٹرل انسٹی ٹیوٹ آف آرٹ اینڈ کرافٹ سے فائن آرٹ میں ڈپلوما کی سند حاصل کی۔ سنگاپور سے ٹیکسٹائل ڈیزائننگ کا کورس بھی کیا۔ 1983ء میں پنجاب آرٹس کونسل لاہور میں ان کی سولو پینٹنگز جو زیادہ کیلی گرافی پر مشتمل تھیں کی نمائش ہوئی۔ دوسری نمائش 1983ء ہی میں کراچی میں پاکستان امریکن کلچرل میں گل جی کے ہاتھوں افتتاح کے بعد منعقد ہوئی۔ حال ہی میں احمد انور اپنی مختلف اقسام کی پینٹنگز کی نمائش ترکی، ایران، الجزائر، تائیوان میں کر کے واپس پلٹے اور انہوں نے لیکچر بھی دیے۔ مستقبل قریب میں فرانس، تیونس، الجزائر، ترکی، تائیوان میں نمائش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

احمد انور نے اپنی کیلی گرافک پینٹنگز میں انتہائی مہارت کے ساتھ محرابیں (Arches) دائرے، ہلال، کھجور کا درخت، دروازے، سورج، گنبد، کی اشکال کو ایک استعارے کی صورت استعمال کر کے اپنی پینٹنگز کو معنوی لحاظ سے ایک انفرادیت بخشنے کی کامیاب کوشش کی اس کے ساتھ ساتھ رنگوں کے انتہائی متناسب برجستہ استعمال نے اس کے ظاہری تاثر کو پرتاثیر کر دیا جو دیکھنے والے کی نظر پر بار نہیں گذرتا بلکہ خوبصورت تاثر چھوڑتا ہوا گذر جاتا ہے۔ احمد انور کی کیلی گرافک کا زیادہ تر کام خطِ کوفی میں کیا گیا ہے۔

احمد انور نے بھارت کے مصور ہاتکر HATKAR سے مجسمہ سازی (Sculpture) سیکھی تاہم اسلامی ماحول کی وجہ سے اسے ایک خاص دائرے تک محدود رکھا۔ احمد انور ”عبدالرحمان چغتائی“ ”مائیکل اینجلو“ اور ”ذہین احمد“ سے متاثر ہیں مگر خوش کن بات یہ ہے کہ ان کی پینٹنگز میں ان سے متاثر ہونے کا عمل نظر نہیں آتا۔ احمد انور نے اپنے تخلیقی وجدان سے اپنی پینٹنگز کے رنگ ابھارے ہیں اور یہی ان کی کامیابی اور جینوئن آرٹسٹ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔

(ا۔ج)

سہ ماہی

ادبیات

شمارہ نمبر 101، جنوری تا جون 2014

نعت نمبر

نگران: **شیراز لطیف**
منتظمِ اعلیٰ: **ندیم اقبال عباسی**

مدیر: **محمد عاصم بٹ**
مدیرِ معاون: **اختر رضا سلیمی**

اکادمی ادبیات پاکستان
پطرس بخاری روڈ، H-8/1، اسلام آباد

ضروری گزارشات

☆ مجلے میں غیر مطبوعہ تحریریں شامل کی جاتی ہیں جن کی اشاعت پر شکریے کے ساتھ اعزازیہ بھی اہلِ قلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

☆ شاملِ اشاعت نگارشات کے نفسِ مضمون کی تمام تر ذمہ داری لکھنے والوں پر ہے۔ ان کی آراء کو اکادمی ادبیات پاکستان کی آراء نہ سمجھا جائے۔

☆ نگارشات اِن پیج فارمیٹ میں بذریعہ ای میل اس ایڈریس پر بھیجی جا سکتی ہیں:

adabiyaat@pal.gov.pk

مجلس مشاورت: ڈاکٹر توصیف تبسم، احمد جاوید

قیمت فی شمارہ: -/100 روپے (اندرون ملک)　　40 امریکی ڈالر (بیرون ملک)
سالانہ (4 شماروں کے لیے) -/400 روپے (اندرون ملک) 160 امریکی ڈالر (بیرون ملک)
(رسالہ اندرون ملک بذریعہ رجسٹری اور بیرون ملک بذریعہ ہوائی ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ ڈاک خرچ ادارہ خود ادا کرتا ہے)

قیمت موجودہ شمارہ: -/200 روپے

طباعت: طارق شاہد 051-9250585
ترسیل: میر نواز سولنگی 051-9250578
مطبع: پاکستان پوسٹ فاؤنڈیشن پریس، اسلام آباد۔

ناشر: اکادمی ادبیات پاکستان، H-8/1، اسلام آباد
website: pal.gov.pk

فہرست

انتخاب

عربی نعت (انتخاب)

سیدنا حضرت عبدالمطلبؓ اوصیک یا عبد مناف بعدی 15
سیدنا حضرت ابو طالبؓ الم ترنی من بعدهم همته 17
سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ وقال النبی ولم یزل یوقرنی 20
سیدنا حضرت عمر فاروقؓ الم تران الله اظهر دینه 23
سیدنا حضرت عثمان غنیؓ فیا عینی ابکی ولا تسآمی 24
سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ أمن بعد تکفین النبی ودفنه 25
سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہؓ متیٰ یبدُ فی الداجی البهیم جبینه 27
سیّدہ حضرت صفیہ بن عبدالمطلبؓ ألایا رسول الله کنت رجائنا 28
سیّدہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ انا فقد ناک فقد الارض وابلها 30
سیدنا حضرت کعب بن مالکؓ سائل قریشا غداة السفح من أحد 31
سیدنا حضرت حسان بن ثابتؓ أغر علیه للنبوة خاتم 33
سیدنا حضرت کعب بن زہیرؓ تسعی الرشاة بجنبیها وقولهم 35
ابو بکر محی الدین ابن العربیؒ الا بابی من کان ملکًا و سیدًا 37
شرف الدین بوصیریؒ محمد سید الکونین و الثقلین 38

فارسی نعت (انتخاب)

امیر خسرو دہلویؒ زہے روشن ز رویت چشمِ بینش 39
جلال الدین رومیؒ سید و سرور محمد نورِ جاں 40
شیخ سعدی شیرازیؒ عرش است کمیں پایۂ ایوانِ محمدؐ 41
عبدالرحمٰن جامیؒ السلام اے قیمتی تر گوہر دریائے جود 42

عبدالقادر بیدلؒ	دل شکارِ تو یا رسولؐ اللہ	43
حافظ شمس الدین محمد شیرازی	یا صاحب الجمال و یا سید البشر	44
خواجہ میر درد دہلوی	خواہی کہ شود در دو جہانت بہبود	45
مرزا اسداللہ خاں غالب	حق جلوہ گر ز طرزِ بیانِ محمدؐ است	46

اردو نعت

قبل از قیامِ پاکستان (انتخاب)

احمد رضا خان بریلوی	واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا	47
اصغر گونڈوی	دل نثارِ مصطفیٰؐ، جاں پائمالِ مصطفیٰؐ	49
الطاف حسین حالی	بنے ہیں مدحتِ سلطانِ دو جہاںؐ کے لیے	50
امداداللہ مہاجر مکی	آپ کی فرقت نے مارا یا نبیؐ!	51
امیر مینائی	لے جائے اجل جان کی پروا نہیں مجھ کو	52
امجد حیدرآبادی	فرقت میں جاں بر باد ہے آیا ہے اب آنکھوں میں دم	53
بابا ذہین شاہ تاجی	تعبیرِ حسب غیب شبستانِ محمدؐ	54
بہزاد لکھنوی	مدینے دل و روح و جاں لے کے جاؤں	55
حمید صدیقی لکھنوی	پھر اہلِ حرم سے ملاقات ہوتی	56
خواجہ محمد اکبر خاں میرٹھی	پوری یارب یہ دعا کر، ہم درِ مولیٰ پہ جا کر	57
داغ دہلوی	کرو غم سے آزاد یا مصطفیٰؐ	58
سراج الدین ظفر	سبوئے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح	59
سراج اورنگ آبادی	رسولِ خدا سید المرسلیں	61
سید سلیمان ندوی	نامِ محمد صلِ علیٰ، نورِ محمد صلِ علیٰ	62
ظفر علی خان	دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہیں تو ہو	63
کافی شہید مرادآبادی	کوئی گل باقی رہے گا، نے چمن رہ جائے گا	64
محسن کاکوروی	نعتیہ رباعیات	65
محمد ابراہیم ذوق	ہو احمدِ خدا میں دل جو مصروفِ رقم میرا	67
مرزا سلامت علی دبیر	نعتیہ رباعیات	68
مرزا محمد رفیع سودا	ولا دریائے رحمت قطرہ ہے آبِ محمدؐ کا	69
مومن خان مومن	نہ کیونکر مطلعِ دیواں وہ مطلعِ مہرِ وحدت کا	70

میر انیس	مختارِ زمیں، باعثِ افلاک نبیؐ ہیں	71
میر تقی میر	جلوہ نہیں ہے نظم میں حسنِ قبول کا	73
میر حسن دہلوی	نبیؐ کون یعنی رسولِ کریم	74
میر کرامت علی خان شہیدی	ہے سُورۂ والشمس اگر روئے محمدؐ	75
نظیر اکبر آبادی	تم ظہورِ اولیں ہو یا محمد مصطفٰے	76

پاکستانی نعت (انتخاب)

محمد اقبال، علامہ	لوح بھی تُو، قلم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب	77
احسان دانش	افضل ہے مرسلوں میں رسالت حضورؐ کی	78
احمد راہی	راہِ گم کردہ کو منزل کا پتا دے شاہا	79
احمد فراز	نہ ہوا معجزۂ حق کا ظہور آپؐ کے بعد	80
احمد ندیم قاسمی	کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا	81
اختر شیرانی	لٹائے سجدے نہ کیوں آسماں مدینے میں	83
ازہر درانی	جو فردوسِ تصور ہیں وہ منظر یاد آتے ہیں	84
اسد ملتانی	ہیچ ہیں دونوں جہاں میری نظر کے سامنے	85
اقبال عظیم	مدینے کا سفر ہے اور میں نم دیدہ نم دیدہ	86
بشیر حسین ناظم	مجھ کو توصیفِ پیمبر پہ مقرر رکھا	87
جامی بدایوانی	خدا کرتا ہے نازل رحمتیں اُن مدح خوانوں پر	89
حافظ لدھیانوی	دل کی دھڑکن میں ہے مقام ترا	90
حافظ محمد افضل فقیر	مولائے کائنات کی بے کس نوازیاں	91
حافظ مظہر الدین	آؤ کہ ذکرِ حُسنِ شہِ بحر و بر کریں	92
حبیب جالب	یہ کس عذاب میں جاں ہے محمدِؐ عربی	93
حسرت موہانی	مظہرِ شانِ کبریا صلِّ علیٰ محمدؐ	94
حفیظ تائب	دے تبسم کی خیرات ماحول کو، ہم کو درکار ہے روشنی یا نبیؐ	95
حفیظ جالندھری	سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبِ سبحانی	96
حنیف اسعدی	سارے احکامِ خُدا جنؐ کی زباں میں آئے	97
خاطر غزنوی	جو نامِ صفِ پاک رسولاں میں جلی ہے	98
خالد احمد	تو نے ہر شخص کی تقدیر میں عزت لکھی	99
راسخ عرفانی	امیرِ خلد کا اعجاز دیکھوں	100
راغب مراد آبادی	پہنچ ہی جائیں گے اک دن کسی قرینے سے	101

رئیس امروہوی	جمالِ ذات ہے نورِ محمدؐ عربی	102
ساغر صدیقی	بزمِ کونین سجانے کے لیے آپؐ آئے	103
سید سلمان رضوی	محفل سجی ہوئی ہے درود و سلام کی	104
سید محمد ضمیر جعفری	محمد مصطفٰےؐ صلِ علیٰ محبوب ربانی	105
سیماب اکبر آبادی	پیام لائی ہے بادِ صبا مدینے سے	106
شان الحق حقی	مجھے تو صرف اتنا ہی یقیں ہے	107
شورش کاشمیری	خود ربِ دو جہاں ہے خریدارِ مصطفٰےؐ	108
عارف عبدالمتین	زمانہ تیرے لیے ہے، ازل ابد تیرےؐ	109
عاصی کرنالی	رہبرِ ہستی نے واضح کر دیا خط کھینچ کر	110
عبدالستار خان نیازی	محبوبؐ کی محفل کو محبوبؐ سجاتے ہیں	111
عبدالعزیز خالد	خدا کے بعد صاحب سب زمانوں سب جہانوں کا	112
عزیز لدھیانوی	مرسلوں میں کوئی بھی خیر البشرؐ ایسا نہ تھا	113
غلام محمد قاصر	جہاں پیوندِ ظلمت بن گئے روزن مکانوں کے	114
فارغ بخاری	حضورؐ اقدس زمانے بھر سے گئے تھے جو تیرگی مٹا کر	115
قتیل شفائی	جو دل کو چین دے وہ کسک چاہتا ہوں میں	116
قیوم نظر	ہر ذرہ کائنات کا گرداں ہے اس لیے	117
کلیم عثمانی	ہو جو توفیق تو بس نعت پیمبرؐ لکھوں	118
کوثر نیازی	آدمیت کی علامت ہے ولائے مصطفٰےؐ	119
ماہر القادری	رسولِ مجتبٰیؐ کہیے محمد مصطفٰےؐ کہیے	120
مجید امجد	کاش وہ خاک مجھ کو مل جائے	121
محبوب عزمی	جب میرے دل کا درد، الم تک پہنچ گیا	123
محسن احسان	شفاعتوں کے فلک پر عجب سحاب کھلے	124
محشر بدایونی	آپؐ کی مدح ہے کس کے امکان میں	125
محشر رسول نگری	شعورِ عشق مدینے کی سرزمیں سے ملا	126
محمد اعظم چشتی	سمجھا نہیں ہنوز مرا عشقِ بے ثبات	127
مسرور کیفی	خوابوں میں مدینے کی فضا دیکھنے والا	128
ناصر کاظمی	شجر حجر تمہیں جھک کر سلام کرتے ہیں	129
نصیر الدین نصیر	چاند تارے ہی کیا دیکھتے رہ گئے	130
نعیم صدیقی	پُر کیف کس قدر غمِ پنہاں ہے اے حضورؐ	131
یزدانی جالندھری	کوہِ فاراں پہ خورشیدِ غارِ حرا	132

پاکستانی نعت (کلامِ تازہ)

آصف اکبر	جو کسی عطا نے خطا کے داغ تمام عمر کے دھو دیے	133
آصف ثاقب	صدا میں ستارہ ستارہ کروں	134
آفتاب ضیا	دل میں اگر خُدا ہے رسولِ خدا بھی ہے	135
ابرار حسین باری	وہ آپؐ کی محفل میں ادب دیکھا گیا ہے	136
ابصار عبدالعلی	جو حرف و ہنر سارے زمانوں کو ملے ہیں	137
احسان اکبر، ڈاکٹر	ستارہ استعارہ	138
احمد ادریس	ترؐی پناہ میں روزِ جزا کا خوف نہیں	140
احمد صغیر صدیقی	نظروں میں بسی ہے کسی مہتاب کی صورت	141
اختر عثمان	یہ اہتمام اندھیروں کے رد میں رکھا گیا	142
اخلاق عاطف	نعت گوئی سے مجھے گرچہ بہت رغبت رہی	144
ارشد محمود ارشد	بے کسوں کو بھلا اور کیا چاہیے	145
اسد اعوان	ہے میرے سینے میں شوقِ وصال سب سے الگ	146
اسلم راہی	نظر آ رہا ہے وہ در اللہ اللہ	147
اسلم فرخی، ڈاکٹر	سکونِ قلب ہے خُلدِ نظر مدینہ ہے	148
اعجاز رضوی	اے ہوا	149
اعجاز کنور راجہ	میں: کہ ہر صاحبِ ایمان کے قدموں کی خاک	150
افضل خان	یہ بھی سفر عجیب تھا کیسی شعاع دی گئی	151
امتیاز الحق امتیاز	دنیا کو بدلنے آپؐ آئے	152
امین راحت چغتائی	سمجھے گا کون، کیا ہے یہ رمزِ جہانِ شوق	153
انور سدید، ڈاکٹر	زمانے میں پھیلا ہے نور آپؐ سے	154
انور شعور	یہ التماس ہے یا رب! حضورؐ سے اپنے	155
بشریٰ اعجاز	میری مُندری ذات نبیؐ جی	156
پرتو روہیلہ	در پہ روتا ہوا آیا ہے یہ شیدا تیرا	158
تاج الدین تاج	کاش ہوتا مدینے میں گھر یا نبی	159
تبسم نواز وڑائچ	آئینۂ جمالِ الٰہی کی بات ہے	160
جلیل عالی	بے رحمتِ شہؐ بلخ بخارے کہاں ہوتے	161
حافظ نور احمد قادری	اے کاش! ثنا معرضِ اظہار میں آئے	162
حسن عباس رضا	اک تمنا ہے، کہ وہ خواب تمنا دیکھوں	163

حمید اللہ افسر	نعتیہ دوہے	164
خاور اعجاز	جمالِ حق سے ہویدا ہُوا جمال انؐ کا	165
خورشید ربانی	لب پہ جب نعت آ گئی ہے	166
خورشید رضوی	پادشاہا ترے دروازے پہ آیا ہے فقیر	167
رابعہ بصری	ہے دُعا میری یہی ہر آن، یا خیرالوریٰ	168
راحت نذیر راحت	رہنمائے دینِ فطرت آپؐ ہیں	169
رانا سعید دوشی	گنبدِ خضرا تک آہوں کو رسائی مل جائے	170
رحمان حفیظ	میں نعتِ نبیؐ کے باب میں تھا	171
رستم نامی	تو اُس کے نصیبوں میں جنت نہیں	172
رشید ساقی	معراجِ بشر، نُورِ خدا ہیں مرے آقاؐ	173
ریاض ندیم نیازی	یا رحمۃ للعالمینؐ	175
زاہد مسعود	حریمِ جاں میں یہ کس کا ذکرِ قرار آور	176
سائل نظامی	آج کچھ اور نظر آتی ہے چھب رحمت کی	177
سجاد بلوچ	وفورِ عشق سے سینوں میں اضطراب رہے	178
سحر فارانی	خُدا نے جب سجائی بزمِ کُن صدقہ محمدؐ کا	179
سرفراز شاہد	دے کے روضے پہ حاضری میں نے	180
سعود عثمانی	کچھ بھی ہو، خوئے یار سے ہٹنے کی خو نہ ہو	181
سلطان سکون	مجھ سے کیا ہو بیاں حضورؐ کی شان	182
سید انوار حسین انجم نقوی	ہر طرف شور تھا روشنی روشنی	184
سید تابش الوریٰ	سُرور سے دل لہک رہا ہے درود سے روح کھِل اُٹھی ہے	185
سید ریاض حسین زیدی	زباں کو لذتِ اظہار کا مزہ آئے	186
سید ضیاء الدین نعیم	یہ خانۂ ہستی ہے، یہاں زر نہ مال ہے	187
سید عارف	حضور آپ کی مدحت کروں رقم کیسے	188
سید نصرت زیدی	وہ سرورِ کونین مُدثّر بہ لقب ہے	190
سیدہ دُرِ نجف زیبی	چاند سورج کی بھلا اس کو ضرورت کیا ہے	191
شاکر کنڈان	نم نگاہوں سے وضو کرتا ہوں میں	192
شاہد کوثری	نعتِ رسولؐ میرا اثاثہ بنا رہے	193
شاہدہ حسن	حُکمِ یزداں سے ملا، اذنِ پیمبر سے ملا	194
شاہین عباس	مدینہ منورہ حاضری پر	196
شفیق احمد خان	روشنی خواب ہے تعبیر ترے دم سے ہے	197

شکیل اختر	ہنر کے چاند پس آفتاب روشن ہیں	198
شیدا چشتی	پروردگار ذکرِ محمدؐ نصیب کر	199
ضیاالحسن، ڈاکٹر	وہ نورِ آسمانی جب کیا اُس نے زمینی	200
طالب انصاری	یہ ہے دیارِ پیمبر یہیں ٹھہر جائیں	201
طاہر شیرازی	اذنِ معراج مل گیا ہے اسے	202
عائشہ مسعود ملک	گر اجازت ہو محمدؐ کی تو میں نعت کہوں	203
عباس رضوی	آغازِ نعت ہم نے کیا اس دعا کے ساتھ	204
عرش ہاشمی	مدحت کی ہے توفیق، صلہ مدحِ نبی کا	205
عرفان الحق صائم	سَند میری غلامی کی رقم کر دیجیے آقاؐ	206
عرفان صادق	ہزار پیش کروں تجھ کو میں سلام ہوا	207
عقیل عباس جعفری	ذرہ کرے خورشید کی مدحت تو عجب کیا	208
علی اکبر عباس	صدقے میں آپؐ ہی کے بنی کائنات ہے	209
علی بابا تاج	بارگاہِ رحمت میں	210
علی یاسر	ایسا کرم کیا گیا بختِ شکستہ حال پر	211
غلام رسول زاہد	محبتوں کا اجالا اگر کہیں پر ہے	212
قاسم یعقوب	خزاں رتوں میں کھلے ہیں کھجور کے پتے	213
قائم نقوی	زندگی کا ہے سارا فُسوں آپؐ سے	214
کرامت بخاری	ماورائے فکرِ انساں ہے ثنائے مصطفیٰؐ	215
ماجد صدیقی	پیامِ ابدی	216
مجتبیٰ حیدر شیرازی	تمہارا ذکر جب کیا ہنر کمال ہو گیا	218
محسن شیخ	رب نے فریاد کو پُر اثر کر دیا	219
محمد حنیف	آپؐ کی بات کیا کہ ہیں دونوں جہاں کے بادشاہ	220
محمد سبطین شاہجہانی، پروفیسر	مُخلِ فن ہے نہ پات کی خوشبو	221
محمد سلیم احسن	میرے زخموں کی دنیا میں مرہم نہیں	223
محمد عبدالقادر تاباں	بول اے سوختہ جاں راحتِ جاں ہے کہ نہیں	224
مرتضیٰ برلاس	آنکھیں حضورؐ سے میں ملاؤں گا کس طرح	225
منظر نقوی	نور ہی نور کی برسات ہوئی جاتی ہے	226
ناصر بشیر	سیرت کروں بیان، صفاتِ نبیؐ لکھوں	227
ناصر زیدی	نہ مال و زر کی ہوس اور نہ خُو گدائی کی	228
نثار ناسک	تجھ پہ پورے کبھی اُترے نہیں معیار مرے	229

نجیب احمد	تُو نے وہ دیا جلا دیا ہے	230
نسیم سحر	ہادی و رہ نُما آپؐ کا نقشِ پا	231
نصرت صدیقی	دلوں سے ہو کے گزرتا ہوا مدینے کو	233
نصیر احمر	اے نگاہِ شوق کھل کر دیکھ لے دلکش سماں	234
نوید حیدر ہاشمی	دُرود پڑھتے رہے قریۂ حضورؐ کے بیچ	235
نورین طلعت عروبہ	خموشیوں میں سلیقے بصدا کے رکھے ہیں	236
نوشابہ عدنان	نبیؐ کی یاد میں مہکے چمن آہستہ آہستہ	237
وفا چشتی	سیاہ دفترِ اعمال کیسے رُسوا ہو	238

نثر

عزیز احسن، ڈاکٹر	پاکستان میں اردو نعت (نصف صدی کا سفر)	239
احسان اکبر، ڈاکٹر	برصغیر اور زبانِ اردو تک سیرت نگاری کا سفر	314
اقبال آفاقی، ڈاکٹر	نعت: ایک روحانی تجربہ	317
جاذب قریشی	قرطاس وقلم کی روشنیاں	322
ارشاد شاکر اعوان، پروفیسر ڈاکٹر	ممدوحِ کائناتؐ	327
شاکر کنڈان	کتابیاتِ پاکستانی نعت	351
نثار ترابی، ڈاکٹر	غزل پر نعت کے اثرات	380
عارف منصور	اردو نعت پر غزل کے اثرات	384
زاہد منیر عامر، ڈاکٹر	مولانا ظفر علی خان کی نعتوں میں مستقبل کی جھلک	390
انجم جاوید	احمد انور کی اسلامی خطاطی	398

پاکستانی زبانوں میں نعت گوئی

عبداللطیف بنگلوئی	براہوی ادب میں نعت نگاری	401
واحد بخش بزدار	بلوچی شاعری میں نعت گوئی	408
جاوید احساس	پشتو نعت ۔۔۔ ایک جائزہ	414
سلطان فریدی	پشتو میں نعت گوئی	425
صفدر واثق	پنجابی شاعری میں نعت گوئی	429
وفا چشتی	سرائیکی نعت گوئی کی تاریخ	452
خورشید ربانی	سرائیکی نعت کا ارتقا: اجمالی تاثر	466

سید گل محمد شاہ بخاری	سندھی میں نعتیہ شاعری	479
عبدالجبار عابد لغاری، ڈاکٹر	سندھی زبان میں نعت گوئی رنعتیہ شاعری	482
ش شوکت	ہندکو نعت	492

تراجم

براہوی

عبدالعزیز قلندرانی	حضرت محمدؐ جیسی ہستی نہ کبھی پیدا ہوئی اور	499
عبداللہ جان درخانی	حضرت محمدؐ نورِ خداوندی ہیں	499
جوہر براہوی رافضل مراد	محبوب دلربا ہیں صلِ علیٰ محمدؐ	500
عبدالرزاق صابر رافضل مراد	مظلوموں بے بسوں کے درد کی دوا	501
عبدالرحمٰن کرد رافضل مراد	صد سلام اے گل زمیں کے بادشاہ	501
غلام قادر بزدار رغلام قادر بزدار	محمدؐ ہے خالق کا محبوب پیارا	502
نور احمد نظامی ملنگ رظہور احمد فاتح	مجھے معلوم ہے پختہ یقیں ہے	503

بلوچی

ملا بہادر	اے نورِ پاکؐ میں تیرے زیرِ سایہ آ گیا ہوں	505
قاضی عبدالرحیم صابر رواحد بخش بزدار	میرا گلستاں ہو آباد یا مصطفیٰؐ	506
منظور بلوچ رواحد بخش بزدار	رنج والم کی تمہی ہو دوا یا رسول اللہؐ	507
پیر محمد زبیرانی رواحد بخش بزدار	راحتِ قلب و جاں ہے نامِ محمدؐ	508
محمد اسحاق ساجد بزدار رواحد بخش بزدار	تیری شان خیر الامم اللہ اللہ	509

پشتو

خوشحال خان خٹک رسلطان فریدی	کھلا ہم پر ثنا خوانِ محمدؐ سے	510
رحمان بابا رپروفیسر داور خان داؤد	صورت محمدؐ گر نہ ہوتی جلوہ نما	511
حمزہ خان شنواری رپروفیسر داور خان داؤد	یہ اک سلام لے جا	512
حافظ محمد ابراہیم فانی رسلطان فریدی	ہے ہدایت آپ کی گویا عطا کی روشنی	513
محمد ہمایوں ھُما	وہ میرا پیغمبر ہے	514
محور ایاز رپروفیسر اسیر منگل	اے سرتاج دارِ یثرب و بطحا!	516
استاد عبداللہ نوخار رپروفیسر اسیر منگل	عید وہاں ہوتی ہے جہاں محبوب کبریاؐ ہوتا ہے	517
محمد جان عاطف رمحمد جان عاطف	میں اگرچہ ایک خطاکار اور گنہگار انسان ہوں	518

حسینہ گل/محمد کامران خان میں نے بہت ساری محبتیں کی ہیں 519
قمر راہی/سید ولی خیال مومند حضورؐ: میری اتنی توفیق نہیں 520
غازی سیال/جاوید احساس ظلم و ظلم کی حکومت تھی 521

پنجابی

وارث شاہ پھر رسول مقبول کی نعت کہیے، 522
میاں محمد بخشؒ/زاہد حسن واہ کریم اُمت کا والی، ہے مہر شفاعت کرنا 523
سلطان باہوؒ/زاہد حسن م من اندر رنماز ہماری اک جانیت کرتے ہیں 523
اختر شیخ/علی یاسر جسے لفظ خدا کے یاد تھے، فرمان اس کا قرآن 524
زاہد نواز/زاہد حسن مہکتا ہے مقدر بھی محمدؐ کے غلاموں کا 525

سرائیکی

خواجہ غلام فرید میں قسمت کی ماری ہجر و فراق میں جاں بلب ہوں 526
حمید الفت ملغانی/سونا خان صادق اُمیؐ 527
سید حسن رضا گردیزی کون و مکان کی تخلیق کا باعث 528
محمد اعظم خان چانڈیو میرے نبی کا جمال دیکھ کر چاند اور سورج شرمائیں 530
عبداللہ یزدانی/حمزہ حسن شیخ جب آپ کی یاد کا چاند طلوع ہوتا ہے 531
ڈاکٹر گل عباس اعوان چلا ہے اب تو ذرا، دل کو بھی سنبھال کے چل 532
ڈاکٹر سید قاسم جلال/ڈاکٹر گل عباس اعوان ہے ہر نبی کے لب پہ بشارت حضورؐ کی 533
امان اللہ کاظم/ڈاکٹر گل عباس اعوان جہان سارا ہوا منور، جو اب سراج المنیر آئے 534

سندھی

شاہ عبداللطیف بھٹائی مجھے اللہ سے امید ہے کہ سید میری خبر گیری کریں گے 535
مخدوم غلام محمد بگائی مجھ لاچار پر دستِ شفقت رکھیے، یا رسول اللہ 536
احمد خان مدہوش/مرید سندھی خوش نصیبی کا ہُوا سورج طلوع 537
حاجی مراد خان چانڈیو/فہیم شناس کاظمی الصلواۃ رب نے کہا تم کو رحیم 538
دادن فقیر/مرید سندھی میری ہو جائے مدد رہبر مصطفیٰؐ 540
سید مقبول حسین مقبول عابدی دل فائدے میں ہے یہ نظر فائدے میں ہے 541
محمد عرس گُل/فہیم شناس کاظمی تو ئی سرتاج سجائی 542
مرزا فتح علی بیگ فتح/فہیم شناس کاظمی کس درجہ یہ ہشیار ہیں رندانِ محمدؐ 543

گوجری

رانا غلام سرور/رانا غلام سرور معاشرہ کی حالت بگڑ چکی تھی 544
رانا فضل حسین/رانا فضل حسین احد کے گنج شہیداں کی رسم وفا سے 545
شاہ محمد شہباز ناز ش صبا نبی کریمؐ ہماری شہر پناہ ہیں 546
منیر حسین چوہدری/مہوش منیر آپؐ کی شان سب سے اعلیٰ وارفع ہے 547

ہندکو

احمد علی سائیں اے ساقی کوثر تو عالم الغیب ہے 548
احمد حسین مجاہد/احمد حسین مجاہد میرا کسی اور سے کوئی تعلق نہیں 549
ارشاد شاکر اعوان/ارشاد شاکر اعوان حضورؐ کی بعثت کو مومنوں پر اپنا احسان فرما کر 550
بشیر احمد سوز تیری ذات سے نُور دھ پھُوٹا، سارے جگ اُجالے 551
سلطان سکون/انجم جاوید جب عرب کا چاند طلوع ہوا 552

☆☆☆☆

خالی

سیّدنا حضرت عبدالمطلبؓ

اوصیک یا عبد مناف بعدی
بموحد بعد ابیه فرد
فارقه وهو ضجیع المهد
وکنت کا لام له فی الوجد
تدنیه من احشائها و الکبد
حتی اذا خفت مدادا الوعد
اوصیت ارجی اهلنا للتوفد
بابن الذی غیبته فی اللحد
بالکره منی ثم لا بالعمد
فقال لی والقول ذو مرد
ما ابن اخی ماعشت فی معد
الاکادنی ولدی فی العود
عندی اری ذلک باب الرشد
بل احمد قد یرتجی للرشد
وکل امر فی الامور ود
قد علمت علام اهل العهد
ان ابنی سید اهل النجد
یعلو علی ذی البدن الاشد

ترجمہ:

۱۔ اے عبدمناف (ابوطالب) میں اپنے بعد اس موحد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں جو اپنے باپ کی وفات کے بعد اکیلا رہ گیا ہے۔

۲۔ اس کا باپ اس حال میں اسے داغ مفارقت دے گیا کہ وہ ابھی گہوارے میں سونے والا تھا اور میں نے اس حالت میں اس کی سرپرستی کی کہ میں اس کے لیے بمنزلہ ماں کے تھا۔

۳۔ جو اپنے جسم و جان سے زیادہ بچے کو عزیز رکھتی ہے یہاں تک کہ میں اجل کے وعدہ کی سیاہی سے خائف اور بے بس ہو گیا۔

۴۔ اور میں نے اس بارہ میں اپنے اہل بیت کو وصیت کی اس بیٹے کی وجہ سے جو مجھ سے قبل ہی قبر میں چھپ گیا ہے۔

۵۔ میں نے ایسا عمداً نہیں کیا بلکہ مجبوری کی بنا پر کیا ہے۔ عبد مناف نے اس وصیت کو قبول کیا اور قول وقرار پختہ ہی ہوا کرتا ہے۔

۶۔ اس نے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں میرے بھائی کے بیٹے کو کوئی اچک کر نہیں لے جا سکے گا بلکہ میں اس کے ساتھ بیٹے کی طرح محبت کروں گا۔

۷۔ میں اسے اپنے پاس رشد وہدایت کا دروازہ سمجھتا ہوں بلکہ ہدایت ورہنمائی حاصل کرنے کے لیے احمدؐ سے امیدیں وابستہ کی جائیں گی۔

۸۔ عہدو پیمان کرنے والے جانتے ہیں کہ محبت تو سب امور میں سے بہترین ہے۔

۹۔ بیشک میرا بیٹا اہل نجد کا سردار ہے وہ بہادر نوجوانوں پر غلبہ حاصل کرے گا۔

☆☆☆☆

سیّدنا حضرت ابو طالبؓ

الم ترنی من بعدهم همته
بفرقة حر الوالدین کرام
باحمد لما ان شدت مطیتی
برحلی وقد و دعته بسلام
بکی حزنا والعیس قد فصلت بنا
واخذت بالکفین فضل زمام
ذکرت اباه ثم رقرقت عبرة
تجود من العینین ذات سجام
فقلت تروح راشداً فی عمومة
مواسین فی الباساء غیر لئام
فرحنا مع العیر التی راح اهلها
شامی الهوی والاصل غیر شامی
فلما هبطنا ارض بصریٰ تشرفوا
لنا فوق دور ینظرون جسام
فجاء بحیرا عند ذالک حاشدا
لنا بشراب طیب و طعام
فقال اجمعوا اصحابکم لطعامنا
فقلنا جمعنا القوم غیر غلام
یتیم، فقال ادعوه ان طعامنا
کثیر، علیه الیوم غیر حرام
فلما راه مقبلا نحو داره
یوقیه حر الشمس ظل غمام
حنا راسه شبه السجود و ضمه
الی نحره والصدر ای ضمام

واقبل رکب یطلبون الذی رای
بحیرا من الاعلام وسط خیام
فثار الیهم خشیة العرامهم
وکانواذوی دهی معاد عرام
دریسا و تماما وقد کان فیهم
زبیرا وکل القوم غیر نیام
فجاؤوا وقد هموا بقتل محمدؐ
فردهم عنه بحسن خصام
بتاویله التوراة حتی تفرقوا
وقال لهم ما انتم بطغمام
فذالک من اعلامه وبیانه
ولیس نهار واضح کظلام

ترجمہ:

۱۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ میں نے شریف والدین کے برگزیدہ لڑکے سے جدائی کا قصد کیا ہوا تھا۔

۲۔ یعنی احمدؐ سے جب میں نے اپنی سواری پر کجاوہ باندھا اور اسے سفر کے لیے تیار کیا میں نے سلامتی کے ساتھ احمدؐ کو الوداع کہا۔

۳۔ وہ غم سے رو پڑا اس حال میں کہ سرخی مائل سفید اونٹوں کا قافلہ روانہ ہوا اور دونوں ہتھیلیوں سے میری ناقہ کی مہار پکڑ لی گئی۔

۴۔ مجھے اس کا باپ یاد آ گیا، میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور میں زار و قطار رونے لگا۔

۵۔ میں نے اس سے کہا، راحت و آرام کے ساتھ اپنے چچاؤں کے ساتھ چلو جو مصائب و آلام میں غمخواری کرنے والے ہیں اور ملامت زدہ نہیں ہیں۔

۶۔ ہم اس قافلے کے ساتھ نکلے جس نے اس حال میں کوچ کیا کہ قافلہ والے محبت و شفقت کو بدفالی خیال کرتے تھے حالانکہ درحقیقت بدشگونی کا کوئی وجود نہیں ہے۔

۷۔ جس وقت ہم نے سرزمین بُصریٰ میں ڈیرہ ڈالا تو ہماری وجہ سے قافلہ والوں کی عزت افزائی ہوئی اور وہ

تناور معلوم ہوتے تھے ۔

۸۔ اس وقت بحیرا (راہب) آیا اور اس نے ہمیں پاک مشروبات اور کھانے کی پیشکش کی ۔

۹۔ اس نے کہا ہمارے کھانے میں اپنے سب ساتھیوں کو لے آؤ اور ہم نے کہا ہم سب موجود ہیں ماسوائے ایک لڑکے کے ۔

۱۰۔ جو یتیم ہے اس نے کہا اس لڑکے کو بھی بلا لاؤ کیونکہ کھانا کافی مقدار میں ہے اور لڑکے کے لیے بھی حلال ہے ۔

۱۱۔ جب بحیرا نے اپنے گھر کی طرف اس لڑکے کو اس حال میں آتے دیکھا کہ بادل کا سایہ دھوپ سے اس کا بچاؤ کیے ہوئے تھا ۔

۱۲۔ اس نے اپنے سر کو احتراماً سجدہ کی طرح نیچے جھکا دیا اور آپؐ کو اپنے گلے اور سینے سے لگا لیا ۔

۱۳۔ اور یہود کا ایک وفد بھی آ پہنچا جو ان ہی نشانات کے درپے تھے جن کو بحیرا نے خیموں کے درمیان دیکھا تھا ۔

۱۴۔ ان کی بدخوئی کے ڈر سے بحیرا نے ان کو دوست بنایا ۔ وہ چالباز اور کثیر التعداد تھے ۔

۱۵۔ ان میں دریس، تمام اور زبیر تھے اور وہ سب کے سب ہوشیار اور غفلت نہ کرنے والے تھے ۔

۱۶۔ وہ سب کے سب محمدؐ کو قتل کرنے کی غرض سے آئے لیکن بحیرا نے حسن تدبیر سے ان کو اس اقدام سے باز رکھا ۔

۱۷۔ بحیرا نے انہیں توراۃ پڑھ کر نصیحت کی یہاں تک کہ وہ منتشر ہو گئے ۔ اور بحیرا نے انہیں کہا کہ تم نااہل اور کمینے لوگ نہیں ہو ۔

۱۸۔ پس یہ اس کے نشانات اور علامات میں سے ہے اور روشن دن تاریکی کی طرح نہیں ہوتا ۔

☆☆☆☆

سیّدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ

وقال النبی ولم یزل یوقرنی
ونحن فی سدف من ظلمة الغار
لاتخشی شیئا فان الله ثالثنا
وقد توکل لی منه باظهار
وانما کید من تخشی بوادره
کید الشیطین کادته لکفار
والله مهلکهم طرا بما کسبوا
وجاعل المنتهی منهم الی النار
وأنت مرتحل عنهم وتارکهم
أما غدوا واما مدلج سار
وهاجر أرضهم حتی یکون لنا
قوم علیهم ذووا عز وأنصار
حتی اذا اللیل وارتنا جوانبه
وسد من دون من تخشی بأستار
سار الأریقط یهدینا وأینقه
ینعبن بالقوم تعباتحت اکوار
یعسفن عرض الثنایا بعد أطولها
وکل سهب رقاق الترب موار
حتی اذا قدانجدن عارضها
من مدلج فارس فی منصب وار
یردی به مشرف الاقطار محترم
کالسید ذی اللبدة المستأسد الضاری
فقال کروا فقلت ان کرتنا
من دونهالک نصر الخالق الباری

ان يخسف الارض بالأحوى وفارسه
فانظر الى اربع فى الارض غوار
فهيل لمارائى أن ارساغ مغربه
قد سخن فى الارض لم يحفر بمحفار
فقال هل لكم ان تطلقوا فرسى
تاخذون موثقى فى نصح أسرار
وأصرف الحى عنكم ان لقيتهم
وأن اغور منهم عين غوار
فادعوا الذى هو عنكم كف عورتنا
يطلق جوادى و أنتم خير أبرار
فقال قولا رسول الله مبتهلاً
يارب ان كان منه غير اخفار
فنجه سالما من شر دعوتنا
و مهره مطلقا من كلم آثار
فاظهر الله اذ يدعو حوافره
وفاز فرسه من هول أخطار

ترجمہ:

۱۔ نبی کریمؐ نے فرمایا، اور آپؐ ہمیشہ میری عزت فرماتے تھے، اور ہم غار کی تاریکی میں تھے۔
۲۔ تم کسی چیز سے نہ ڈرو، بے شک اللہ ہمارے تیسرے ہیں اور وہ ہمارے وکیل ہیں۔
۳۔ اور بے شک ان لوگوں کا مکر وفریب جن کے حملوں سے ڈرا جاتا ہے۔ وہ شیطانوں کے حیلے اور مکر ہیں جو کافروں کے لیے کیے جاتے ہیں۔
۴۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو اپنے اعمال کے سبب ہلاک کرنے والے ہیں اور ان کا انجام آگ بنانے والے ہیں۔
۵۔ اور آپؐ ان کو چھوڑنے والے اور ان سے جانے والے ہیں، صبح کے وقت یا رات کے وقت چلنے والے ہیں۔
۶۔ اور آپؐ ان کی زمین سے ہجرت کرنے والے ہیں، یہاں تک کہ ان کے مقابلے ہمارے لیے ایک ایسی قوم ہوگی جو عزت والی اور مدد کرنے والی ہوگی۔

۷۔ یہاں تک کہ جب رات نے ہم کو چھپایا، اور جن سے ہم ڈرتے تھے، رات نے ان کے درمیان اور ہمارے درمیان پردے لٹکائے۔

۸۔ اریقط ہمیں راستہ دکھاتے تھے، اور اس کی اونٹنیاں پالان کے نیچے گردنیں لمبی کرتی ہوئی چل رہی تھیں۔

۹۔ لمبے لمبے پہاڑوں میں چلنے کے بعد چوڑے چوڑے پہاڑوں اور تمام باریک مٹی والے بیابانوں میں چلتی تھیں۔

۱۰۔ یہاں تک کہ وہ اونٹنیاں نجد کے علاقے میں چل رہی تھیں، کہ تاریکی میں چلنے والا ایک سوار نمودار ہوا۔

۱۱۔ وہ گھوڑا بلند مقامات پر دور دور قدم رکھتا ہوا دوڑتا تھا، اور وہ سوار شیر کی طرح آیال رکھنے والے سردار کی طرح تھا۔

۱۲۔ تو اس نے کہا کہ حملہ کرو، تو میں نے کہا ہمارا اس پر حملہ کرنا آپ کے لیے خالق و باری کی طرف سے مدد ہے۔

۱۳۔ ایک آواز کے ساتھ اس کا گھوڑا اور سوار زمین کے اندر دھنس گئے، دیکھو اس کی چاروں ٹانگیں زمین کے اندر دھنس گئی ہیں۔

۱۴۔ پس وہ گھبرا گیا کہ جب اس نے اپنے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں دھنستی ہوئی دیکھیں اور زمین میں سخت ہو گئی تھیں اور کسی کدال کے ذریعے نہیں نکالی جا سکتی تھیں۔

۱۵۔ تو اس سوار نے کہا کہ کیا آپ کو رغبت ہے، کہ میرے گھوڑے کو چھڑا لیں، اور اس کے بدلے میں خیر خواہی کا پکا عہد مجھ سے لے لیں۔

۱۶۔ اور آپؐ کی طرف آنے والے قبائل کو پھیر دوں، اگر میں ان سے مل لوں اور ان (میں سے حملہ کرنے والے) کی آنکھیں پھوڑ دوں۔

۱۷۔ پس آپؐ اس ذات سے دعا کیجئے، جس نے آپؐ سے ہمارے حملہ کو روکا ہے کہ وہ میرے گھوڑے کو آزاد کر دے اور آپؐ بہترین لوگ ہیں۔

۱۸۔ پس رسول اللہؐ نے خوش ہو کر دعا فرمائی کہ اے رب! اگر اس کی طرف سے بے وفائی نہ ہو۔

۱۹۔ تو اس کو ہماری بددعا سے صحیح و سالم طور پر نجات دو اور اس کے گھوڑے کو بھی زخمی ہونے سے آزاد فرما۔

۲۰۔ جب آپؐ دعا فرماتے تھے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کے کھر ظاہر فرمائے، اور اس کا گھوڑا خطروں کے خوف سے نجات پانے میں کامیاب ہو گیا۔

☆☆☆☆

سیّدنا حضرت عمر فاروقؓ

الم تران اللہ اظہر دینہ
علیٰ کل دینٍ قبل ذٰلک حائدٖ
و اسلبہ من اہل مکۃ بعد ما
تداعوا الیٰ امرٍ من الغی فاسدٖ
غداۃ اجال الخیل فی عرصاتہا
مسومۃً بین الزبیر و خالدٖ
فامسٰی رسول اللہ قد عزز نصرہ
و امسٰی عداہ من قتیلٍ و شاردٖ

ترجمہ:

۱۔ کیا نہیں دیکھا تم نے کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا
۲۔ ہر اس دین پر جو اس سے پہلے تھا حق سے پھرا ہوا
۳۔ اور اللہ نے اہل مکہ کو محروم کر دیا حضورؐ سے جب
۴۔ ان لوگوں نے گمراہی کے خیالِ فاسد یعنی قتل پر کمر باندھی
۵۔ اور پھر وہ صبح، جب گھوڑے اس کے میدانوں میں جولانیاں دکھانے لگے
۶۔ جن کی باگیں چھوٹی ہوتی تھیں، زبیر و خالد کے درمیان
۷۔ پس رسول اللہؐ کو اللہ کی نصرت نے غلبہ بخشا
۸۔ اور ان کے دشمن مقتول ہوئے اور شکست کھا کے بھاگے

☆☆☆☆

سیّدنا حضرت عثمان غنیؓ

فیا عینی ابکی ولا تسآمی
وحق البکآءُ علی السید

ترجمہ:

تو اے میری آنکھ آنسو بہا اور نہ تھک
اپنے سردار پہ آنسو بہانا تو لازم آچکا

☆☆☆☆

سیّدنا حضرت علی المرتضیٰؓ

أمن بعد تکفین النبی ودفنه
باثواب اسی علی هالک سوی
رزأنا رسول الله فینا فلن نری
بذالک عدیلا ما حیینا من الردی
وکان لنا کالحصن من دون اهله
له معقل حرز حریز من المدی
وکنا بمرأة نری النور والهدی
صباحا مساء راح فینا او اغتدی
لقد غشیتنا ظلمة بعد موته
نهارا فقد زادت علی ظلمة الدجی
فیا خیر من ضم الجوانح والحشا
ویا خیر میت ضمه الترب والثری
کان امور الناس بعدک ضمنت
سفینة موج حین فی البحر قد سما
فضاق فضاء الارض عنهم برحبه
لفقد رسول الله اذقیل قد مضی

ترجمہ:

۱۔ کیا نبی کریمؐ کی تکفین وتدفین کے بعد کسی اور مرنے والے پر افسوس کروں گا؟

۲۔ نبی کریمؐ ہمیں داغِ مفارقت دے گئے، پس ہم جب تک جئیں گے، اس مصیبت کے برابر مصیبت کو نہیں دیکھیں گے۔

۳۔ آپؐ ہمارے لیے قلعے کی مانند تھے، جس میں پناہ لینے والے محفوظ ہوتے ہیں۔

۴۔ ہم ایک آئینے کے سامنے تھے، جب بھی آپ صبح وشام آتے جاتے، ہم نور اور ہدایت کو صبح وشام دیکھتے تھے۔

۵۔ آپؐ کی موت کے بعد ہم پر دن کے وقت تاریکی چھا گئی، اور اس تاریکی پہ مزید تاریکی کا اضافہ ہوا۔

۶۔ پس اے بہتریں ذات، جو پسلیوں کے درمیان رہی، اور اے بہترین میت جو مٹی کے اندر رہی۔

۷۔ گویا آپؐ کے تشریف لے جانے کے بعد لوگوں کے معاملات ایک ایسی کشتی میں ہو گئے جو سمندر میں بلند موجوں میں گھر گئی ہو۔

۸۔ پس زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہو گئی۔ جب یہ کہا گیا کہ رسولؐ نے پردہ فرمایا۔

☆☆☆☆

حضرت عائشہ صدیقہؓ

متیٰ یبدُ فی الداجی البهیم جبینه

یلح مثل مصباح الدجی المتوقدٖ

فمن کان او من قد یکون کا حمد

نظام لحقٍ او نکال لملحدٖ

ترجمہ:

۱۔ اندھیری رات میں ان کی پیشانی نظر آتی ہے
۲۔ تو اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ
۳۔ احمد مجتبیٰؐ کے جیسا کون تھا اور کون ہوگا
۴۔ حق کا نظام قائم کرنے والا اور ملحدوں کو سراپا عبرت بنا دینے والا

☆☆☆☆

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ

ألايا رسول الله كنت رجائنا
وكنت بنا برا ولم تک جافيا
وكنت رحيما هاديا ومعلما
ليبک عليک من كان باكيا
لعمرک ما أبكی النبی لفقده
ولكن أخشی من الهرج آتيا
كان علی قلبی لفكر محمد
وما خفت من بعد النبی المكاويا
أفاطم صلی الله رب محمد
علی جدث أمسی بيثرب ثاويا
فدی لرسول الله أمی وخالتی
وعمی وآبائی ونفسی وماليا
صدقت وبلغت الرسالة صادقا
ومت صليب العود أبلج صافيا
فلو أن رب الناس أبقی نبينا
سعدنا ولكن أمره كان ماضيا
عليک من السلام تحية
وأدخلت جنات من العدن راضيا
أری حسنا أيتمته وتركته
يبكی ويدعو جده اليوم نائيا

ترجمہ:

۱۔ اے رسول اللہؐ! آپؐ ہماری امید تھے، اور آپؐ ہمارے اوپر مہربان تھے، اور ظلم کرنے والے نہیں تھے۔

۲۔ آپؐ رحیم، ہادی، اور معلم تھے، جس کو رونا ہو تو آپؐ ہی پر روئے۔

۳۔ آپؐ کی عمر کی قسم میں نبی کریمؐ کی وفات کی وجہ سے نہیں روئی بلکہ آنے والے فتنہ وفساد سے ڈرتی ہوں۔

۴۔ میرے دل پر حضرت محمدؐ کی فکر ہے، اور نبیؐ کے بعد کسی مصیبت سے نہیں ڈرتی۔

۵۔ اے فاطمہؓ محمدؐ کا رب اس قبر پر رحمت فرمائے، جو یثرب (مدینہ منورہ) میں موجود ہے۔

۶۔ میری ماں، خالہ، عم اور میرے آباء واجداد اور نفس ومال رسول اللہؐ پر فدا ہوں۔

۷۔ آپؐ سچے ہیں، اور آپؐ نے پیغام کو سچائی کے ساتھ پہنچایا۔

۸۔ پس اگر لوگوں کا رب ہمارے نبی کو باقی رہنے دیتا، تو ہم خوش قسمت ہوتے، لیکن اس کا امر نافذ ہی رہتا ہے۔

۹۔ آپؐ پر سلام ہو، اور آپؐ ہمیشہ کی اقامت والی جنتوں میں خوش خوش داخل ہوں۔

۱۰۔ میں حسنؓ کو دیکھتی ہوں کہ آپؐ نے ان کو یتیم چھوڑا، روتے ہیں اور اپنے نانا کو پکارتے ہیں۔

☆☆☆☆

حضرت سیدہ فاطمہ الزہراؓ

انا فقدناک فقد الارض وابلها
وغاب مذغبت عنا الوحی والکتب
فلیت قبلک کان الموت صادفنا
لما نعیت و حالت دونک الکثب

ترجمہ:

۱۔ بے شک آپؐ کو ہم نے کھویا، ایسا کھونا جس طرح بارش زمین میں کھو جاتی ہے۔

۲۔ کاش! آپ سے پہلے موت ہمارے پاس آ جاتی، اور آپؐ کی موت کی اطلاع ہم تک نہ پہنچتی، اور آپؐ اور ہمارے درمیان مٹی حائل نہ ہوتی۔

☆☆☆☆

سیّدنا حضرت کعب بن مالکؓ

سائل قريشا غداة السفح من أحد
ما ذا لقينا ما لاقوأمن الهرب
كنا الاسود وكانوا النمر اذ رحفوا
ما ان تراقب من آل ولانسب
فكم تركنا بها من سيد بطل
حامى الذمار كريم الجد والحسب
فينا الرسول شهاب ثم يتبعه
نور مضئى له فضل على الشهب
الحق منطقه والعدل سيرته
فمن يجبه اليه ينج من تبب
نجد المقدم، ماضى السهم، معتزم
حين القلوب على رجف من الرعب
يمضى وينصرنا عن غير معصية
كأنه العبد لم يطبع على الكذب
بدا لنا فاتبعناه نصدقه
وكذبوه فكنا أسعد العرب

ترجمہ:

۱۔ قریش سے پوچھو، کہ احد (کے جہاد) کے دن ہم نے کیا حاصل کیا اور انہوں نے بھاگنے سے کیا حاصل کیا۔

۲۔ ہم شیر تھے اور وہ چیتے تھے، جب میدانِ جنگ میں آئے۔ اور ہم آل ونسب کی نگہبانی نہیں کرتے تھے۔

۳۔ ہم نے کتنے بہادر سرداراس (میدان احد) میں چھوڑے۔ جو قابل حفاظت چیز کی حفاظت کرنے والے اورنسل ونسب کے لحاظ سے بہت اچھے تھے۔

۴۔ ہم میں رسولؐ ہیں، جو شہاب ہیں، پھراس کے پیچھا یک روشن گر نور ہوتا ہے۔

۵۔ آپؐ کی بات حق اور آپ کی سیرت عدالت ہے پس جو بھی آپؐ کے نقش قدم پر چلے گا، ہلاکت سے نجات پائے گا۔

۶۔ ہم آپؐ کو آگے خوب تیر چلانے والا اور اولوالعزم پاتے ہیں، اس وقت جب کہ دل خوف ورعب کی وجہ سے لرزتے ہیں۔

۷۔ آپؐ اپنا کام کرتے جاتے ہیں۔ اور بغیر کسی گناہ کے ہماری حفاظت کرتے ہیں۔ گویا آپؐ بندے ہیں، جن کی سرشت میں جھوٹ نہیں ہے۔

۸۔ آپؐ ہمارے سامنے حاضر ہوئے۔ تو ہم نے آپ کی پیروی کی اور آپؐ کی تصدیق کی اورانہوں نے آپؐ کو جھٹلایا تو ہم عرب میں سب سے زیادہ سعادت مند تھے۔

☆☆☆☆

سیّدنا حضرت حسان بن ثابتؓ

أغر عليه للنبوة خاتم
من الله مشهود يلوح و يشهد
وضم الاله اسم النبى الى اسمه
اذ قال فى الخمس المؤذن أشهد
وشق له من اسمه ليجله
فذو العرش محمود وهذا احمد
نبى آتانا بعد يأس وفترة
من الرسل والأوثان فى الارض تبعد
فأمسى سراجا مستنيرا وهاديا
يلوح كما لاح الصقيل المهند
وأنذرنا نارا وبشر جنة
وعلمنا الاسلام فالله نحمد
وأنت اله الحق ربى وخالقى
بذلک ما عمرت فى الناس اشهد
تعاليت رب الناس عن قول من دعا
سواک الها أنت أعلى وأمجد
لک الخلق والنعاء والأمر كله
فاياک نستهدى واياک نعبد

ترجمہ:

۱۔ آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہرِ نبوت چمک رہا ہے، جس کی گواہی دی گئی ہے اور جو چمکتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کا نام اپنے نام کے ساتھ مربوط کیا ہے، جب بھی مؤذن پانچوں وقت (اذان دیتے وقت) ''اشہد'' کہتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے آپؐ کا نام نکالا تا کہ آپؐ کی عظمت ظاہر ہو۔ پس عرش والا محمود اور آپ محمدؐ ہیں۔

۴۔ ہمارے پاس نا امیدی اور سلسلہ نبوت کے طویل وقفے کے بعد رسولوں میں سے ایک نبی تشریف لائے۔ اور حال یہ تھا کہ زمین میں بتوں کی عبادت کی جاتی تھی۔

۵۔ آپؐ ایک روشن چراغ اور ھادی بن کر آئے، آپؐ ایسے درخشاں تھے، جیسے کہ ہندی تلوار چمکتی ہے۔

۶۔ آپؐ نے ہمیں آگ سے ڈرایا اور جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام سکھایا، پس ہم اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔

۷۔ اور تو لوگوں کا معبود، مرا رب اور خالق ہے اور تا دم زیست میں اس کی گواہی دیتا رہوں گا۔

۸۔ اے لوگوں کے رب! تو ہر اس شخص کے قول سے بہت بلند اور پاک ہے، جو تیرے سوا کسی دوسرے کو معبود ٹھہراتا ہے، تیری شان اعلیٰ اور بڑی ہے۔

۹۔ اے اللہ! تیرے قبضہ قدرت میں مخلوق، نعمتیں اور تمام امر ہیں اور ہم تجھ ہی سے ہدایت کی درخواست کرتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

☆☆☆☆

حضرت کعب بن زہیرؓ

تسعی الوشاۃ بجنبیها وقولهم
انک یا ابن أبی سلمی لمقتول
وقال کل خلیل کنت آمله
لا ألهینک انی عنک مشغول
فقلت خلوا سبیلی لا أبالکم
فکل ما قدرالرحمن مفعول
کل ابن أنثی وان طالت سلامته
یوما علی آلة الحدباء محمول
أنبئت ان رسول الله أوعدنی
والعفو عند رسول الله مأمول
مهلا هداک الله الذی أعطاک نافلة
القرآن فیها مواعیظ وتفصیل
لا تاخذنی بأقوال الوشاۃ ولم
أذنب وان کثرت فی الأقاویل
لقد أقوم مقاما لو یقوم به
أری وأسمع ما لو یسمع الفیل
لظل یرعد الا ان یکون له
من النبی باذن الله تنویل
ان الرسول لنور یستضاء به
وصارم من سیوف الله مسلول

ترجمہ:

۱۔ اس کے ساتھ بیٹھنے والے چغل خور چغلی کرنے میں کوشش کرتے ہیں اور ان کا یہ قول ہے کہ اے ابن ابی سلمی تم ضرور قتل کیے جاؤ گے۔

۲۔ اور ہر دوست نے جس کی دوستی کی میں امید رکھتا تھا کہا تجھے یہ بات غفلت میں نہ ڈالے کہ میں تجھ سے غافل ہوں۔

۳۔ تو میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ تمہارا باپ نہ رہے۔ (باپ مر جائے) کہ جو کچھ رحمان نے مقدر فرمایا ہے۔ ہو کر رہے گا۔

۴۔ ہر عورت کا بیٹا (ہر انسان) چاہے اس کی عافیت و سلامتی کتنی ہی لمبی ہو، ضرور ایک دن مر کر اس کی لاش کو لکڑیوں پر اٹھایا جائے گا۔ (یعنی قبر میں لے جایا جائے گا)۔

۵۔ مجھے خبر دی گئی کہ رسولؐ نے مجھے ڈرایا ہے، حالانکہ رسول اللہؐ کے ہاں عفو کی امید کی جاتی ہے۔

۶۔ ٹھہریئے! اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہدایت پر قائم رکھے جس نے آپؐ کو قرآن دیا، جس میں مواعظ اور تفصیل ہیں۔

۷۔ آپؐ میری چغل خوروں کی باتوں پر گرفت نہ فرمایئے، اور میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، اگرچہ میرے متعلق باتیں بہت کی گئی ہیں۔

۸۔ میں ایسے مقام میں کھڑا ہوں اور دیکھتا اور سنتا ہوں کہ اگر ہاتھی بھی سن لے تو لرز جائے۔

۹۔ مگر اس وقت کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریمؐ کی طرف سے بخشش اور عطیہ ملے۔

۱۰۔ بے شک رسولؐ ایک نور ہیں۔ جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اور آپؐ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک سونتی ہوئی تلوار ہیں۔

☆☆☆☆

ابوبکر محی الدین ابن العربیؒ

الا بابی من کان ملکًا و سیدًا
و ادم بین المآءِ والطین واقف
فذاک رسول الابطحی محمد
له فی العلا مجد تلید وطارف
اتی بزمان السعد فی اخر المدی
وکانت له فی کل عصرٍ مواقف
اتی لانکسار الدهر یجبر صدعه
فاثنت علیه السن وعوارف
اذا رام امرًا لایکون خلافه
و لیس لذاک الامر فی الکون صارف

ترجمہ:

۱۔ سنو میرے ماں باپ قربان، وہ فرماں روا اور سردار کون تھا
۲۔ جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے
۳۔ وہی رسول ابطحی محمدؐ
۴۔ جن کو رفعت میں ہر شرف حاصل ہے، قدیم بھی جدید بھی
۵۔ وہ آخری زمانے کی نیک گھڑی میں تشریف لائے
۶۔ حالانکہ ان کو تو ہر زمانے میں مقام و موقف حاصل تھا
۷۔ وہ آئے کہ ٹوٹے ہوئے زمانے کی شکستگی کو جوڑ دیں
۸۔ اور اس پر تو زبانیں ثنا خواں ہیں اور عطیات ربانی بھی
۹۔ جب وہ ارادہ کر لیتے کسی بات کا تو وہ بات ان کے خلاف نہ جاتی
۱۰۔ اور پھر اس بات کو اس کائنات میں کوئی پھیرنے والا نہ ہوتا

☆ ☆ ☆ ☆

شرف الدین بوصیریؒ

محمد سید الکونین والثقلین
والفریقین من عربٍ و من عجمِ
نبینا الأمر الناهی فلا احد
ابر فی قولٍ لا منه ولا نعمِ
هو الحبیب الذی ترجی شفاعته
لکل هولٍ من الاهوال مقتحمِ
دعا الی الله فالمستمسکون بهٖ
مستمسکون بحبلٍ غیر منفصمِ
وفاق النبین فی خلقٍ و فی خلقٍ
ولم یدانوه فی علمٍ ولا کرام
وکلهم من رسول الله ملتمس
غرفاً من البحر او رشفاً من الدیمِ

ترجمہ:

۱۔ محمدؐ سردار ہیں دونوں جہانوں کے، دونوں اہم مخلوق یعنی جن وانس کے
۲۔ اور عرب وعجم دونوں گروہوں کے
۳۔ آپ ہمارے نبی ہیں اچھائیوں کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے
۴۔ پس آپ کے مقابلے میں ہاں اور نہیں کے اعتبار سے زیادہ سچا کوئی دوسرا نہیں
۵۔ آپؐ ہی اللہ کے وہ حبیب ہیں جن کی شفاعت کی آس
۶۔ ہر خوف وہراس میں اور قیامت کی شدید گھڑیوں میں لگائی جائے
۷۔ آپؐ نے اللہ کی طرف دعوتِ عام دی پس جن لوگوں نے آپ کا دامن تھام لیا
۸۔ انہوں نے وہ رسی پکڑلی جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں
۹۔ آپ صورت وسیرت میں تمام پیغمبروں پر فوقیت رکھتے ہیں
۱۰۔ اور علم ہو یا کرم کسی میں بھی کوئی بھی آپ کی برابری کو نہ پہنچا
۱۱۔ اور سب کے سب خواہاں ہیں اللہ کے رسول مقبولؐ سے کہ
۱۲۔ اس دریائے کرم سے ایک چلو اور اس ابر رحمت سے ایک قطرہ مل جائے

امیر خسرو دہلویؒ

زہے روشن زرویت چشمِ بینش
وجودِ کیمیائے آفرینش

مبارک نامہء قرآں تو واری
کہ مرغِ نامہ شد روح الامینش

چہ بیند مردم اَر از خاک پایت
نبا شد سرمہء عین الیقینش

کہ وارو جز تو دستِ آنکہ باشد
کلیدِ نُہ فلک ور آستینش

رسل را ذاتِ تُست آں خاتم چست
کہ قرآں آمدہ نقشِ نگینش

لبش چوں انگبیں ریزد وراُفتد
ملائک چوں مگس ور انگبینش

دقائق بجہ خسروؔ ز نعتت
پس از آب خضر کردہ عجینش

☆☆☆☆

جلال الدین رومیؒ

سید و سرور محمدؐ نورِ جاں
بہتر و مہتر شفیع مذنباں
با محمدؐ نورِ عشقِ پاک جفت
بہرِ عشق او را "لولاک" گفت
گر نہ بودے بہرِ عشقِ پاک را
کے وجودے دادمے افلاک را
منتہی در عشق او چوں بود فرد
پس مر او را زانبیا تخصیص کرد
پس کرمہائے الٰہی بین کہ ما
آمدیم آخر زماں در انتہا
آخرِین قرنہا پیش از قرون
در حدیث است آخرون السابقون
تا ہلاک قومِ نوح و قومِ ہود
عارضِ رحمت بجانِ ما نمود
چند بت بشکست احمدؐ در جہاں
تا کہ یا رب گوئے گشتند اُمتاں
گر نہ بودے کوشش احمدؐ تو ہم
می پرستیدی چو اجدادت صنم
سر زشکرِ ایں ازاں برتافتی
کز پدر میراث منقش یافتی
گر بگوئی شکر ایں رستن بگو
کز بت باطن ہمت برہاند او
چوں بآزادی نبوت ہادی است
مومناں را زانبیا آزادی است
مکسل از پیغمبرؐ ایامِ خویش
تکیہ کم کن بر فن و بر کامِ خویش

شیخ سعدی شیرازیؒ

عرش است کمیں پایہ ز ایوانِ محمدؐ
جبریل امیں خادمِ دربانِ محمدؐ

آن ذاتِ خداوند کہ مخفی است بعالم
پیدا و عیان است بچشمانِ محمدؐ

توریت کہ بر موسیٰ و انجیل بر عیسیٰ
شد محو بیک نقطہء فرقانِ محمدؐ

از بہرِ شفاعت چہ اولوالعزم چہ مرسل
در حشر زند دست بدامانِ محمدؐ

یک جان چہ کند سعدیؔ مسکین کہ دو صد جان
سازیم فدائے سگِ دربانِ محمدؐ

☆☆☆☆

عبدالرحمٰن جامیؒ

السلام اے قیمتی تر گوہر دریائے جود
السلام اے تازہ تر گلبرگِ صحرائے وجود

السلام اے آنکہ تا از جبہ آدم علیہ السلام تافت
نورِ پاکش کس نبرد از قدسیاں او را سجود

السلام اے آنکہ زنگِ ظلمتِ کفر و نفاق
صیقلِ تیغ تو از آئینہء گیتی زدود

السلام اے آنکہ نامد درہمہ کون ومکاں
تیز بیناں را بجز نورِ تو در چشمِ شہود

السلام اے آنکہ بہر فرشِ راہت بافت دہر
اطلسے راکشِ زشب کردند تار از روز پود

السلام اے آنکہ ابواب شفاعت روزِ حشر
جز کلیدِ لطفِ تو بہ خلق نتواند کشود

السلام اے آنکہ تا بودم دریں محنت سرائے
در سرم سودائے و در جانم تمنائے تو بود

صد سلامت می فرستم ہر دم اے فخرِ کرام
بو کہ آید یک علیکم در جواب صد سلام

☆☆☆☆

عبدالقادر بیدلؒ

دل شکارِ تو یارسولؐ اللہ
جاں نثارِ تو یارسول اللہؐ

باغِ کونین تازگی دارد
از بہارِ تو یارسول اللہؐ

مژۂ ہر فرشتہ جاروبے ست
رہ گزارِ تو یارسول اللہؐ

عطر سایہ بجیب باد صبا
شد دو چار تو یارسول اللہؐ

رفتہ از خویش ہر کہ در عالم
یادگارِ تو یارسول اللہؐ

مصحف و اہلِ بیت را دانیم
چار یارِ تو یارسول اللہؐ

زینتِ چار بالش دین اند
راز دارِ تو یارسول اللہؐ

عاصیاں را خریدن از دوزخ
ہست کارِ تو یارسول اللہؐ

☆☆☆☆

حافظ شمس الدین محمد شیرازی

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر

لایمکن الثناءُ کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

☆☆☆☆

خواجہ میر درد دہلوی

خواہی کہ شود در دو جہانت بہبود
در بندگیء رسولؐ ہاشمی بہ سجود

گر فہم کنی و گر نہ فہمی بے شک
حق است ہماں ہرچہ پیمبرؐ فرمود

……………

اے بہر شفاعتِ دو عالم لائق
دارم ز جنابِ تو امیدِ واثق

بے شبہ زخورشید حقیقت بہ جہاں
تو مخبرِ صادقی چو صبحِ صادق

☆☆☆☆

مرزااسداللہ خاں غالب

حق جلوہ گر، زطرزِ بیانِ محمدؐ است
آرے کلامِ حق، بزبانِ محمدؐ است

آئینہ دارِ پرتوِ مہر است ماہتاب
شانِ حق آشکار، زشانِ محمدؐ است

تیرِ قضا ہر آئینہ در ترکشِ حق است
اما، کشاد آں زکمانِ محمدؐ است

ہر کس، قسم بہ آنچہ عزیز است می خورد
سو گندِ کردگار، بجانِ محمدؐ است

واعظ حدیث سایہء طوبیٰ فروگزار
کاینجا، سخن ز سرِو روانِ محمدؐ است

بنگر، دونیمہ، کشتنِ ماہِ تمام را
آں نیز نامور، زنشانِ محمدؐ است

غالب ثنائے خواجہؐ بہ یزدان گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است
☆☆☆☆

احمد رضا خاں بریلویؒ

واہ کیا جودوکرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرا تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرا تیرا
فیض ہے، یا شہِ تسنیمؔ نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
اَغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا جاتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا، عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
آسماں خوان و زمیں خوان و زمانہ مہماں
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا، تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا
چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا
آنکھیں ٹھنڈی ہوں، جگر تازہ ہوں جانیں سیراب
سچے سورج! وہ دل آرا ہے اجالا تیرا
دل عبث خوف سے پتہ سا اڑا جاتا ہے
پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسا تیرا

ایک میں کیا، مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے، غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقا تیرا
خوار و بیمار و خطاوار و گنہگار ہوں میں
رافع و دافع و شافع، لقب آقا تیرا
تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا
دور کیا جانئے بدکار پہ کیسی گزرے
تیرے ہی در پہ مرے، بیکس و تنہا تیرا
تیرے صدقے، مجھے اک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا
تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے، اور لاڈلا بیٹا تیرا

☆☆☆☆

اصغر گونڈوی

دل نثارِ مصطفیٰؐ، جاں پائمالِ مصطفیٰؐ
یہ اویسِ مصطفیٰؐ ہے وہ بلالِؓ مصطفیٰؐ

دونوں حاکم تھے مرے حرفِ دعا میں غرق و محو
میں خدا سے کررہا تھا جب سوالِ مصطفیٰؐ

سب سمجھتے ہیں اسے شمعِ شبستانِ حرم
نور ہے کونین کا لیکن جمالِ مصطفیٰؐ

عالمِ ناسوت میں اور عالمِ لاہوت میں
کوندتی ہے ہر طرف برقِ جمالِ مصطفیٰؐ

عظمتِ تنزیہہ دیکھی، شوکتِ تشبیہ بھی
ایک حالِ مصطفیٰؐ ہے، ایک قالِ مصطفیٰؐ

دیکھیے کیا حال کر ڈالے شبِ یلدائے غم
ہاں نظر آئے ذرا صبحِ جمالِ مصطفیٰؐ

ذرہ ذرہ بزمِ ہستی کا ہے اصغر، ضوفشاں
اللہ اللہ شوکت و شانِ جمالِ مصطفیٰؐ

☆☆☆☆

الطاف حسین حالی

بنے ہیں مدحتِ سلطانِ دو جہاںؐ کے لیے
سخن زباں کے لیے اور زباں دہاں کے لیے
وہ شاہ جس کا عدو جیتے جی جہنم میں
عداوت اس کی عذاب الیم جاں کے لیے
وہ شاہ جس کا محبّ امن و عافیت میں مدام
محبت اس کی حصارِ حصیں اماں کے لیے
وہ چاند جس سے ہوئی ظلمتِ جہاں معدوم
رہا نہ تفرقۂ روز و شب زماں کے لیے
وہ پھول جس سے ہوئی سعیِ باغباں مشکور
رہی نہ آمد و رفتِ چمن خزاں کے لیے
ہلال مکہ کا ماہِ دو ہفتہ یثرب کا
فروغ قوم کے اور شمع دودماں کے لیے
گھر اس کا موردِ قرآن و مہبطِ جبریل
در اس کا کعبۂ مقصود و انس و جاں کے لیے
سپہر گرمِ طواف اس کی بار گاہ کے گرد
زمین سر بسجود اس کے آستاں کے لیے
وہ لحظہ لحظہ تفقد وہ دم بہ دم الطاف
رضائے خاطرِ یارانِ جاں فشاں کے لیے
وہ گونہ گونہ مدارا وہ بات بات میں مہر
کشائشِ گرہ کین دشمناں کے لیے

☆☆☆☆

امداد اللہ مہاجر مکیؒ

آپؐ کی فرقت نے مارا یا نبیؐ!
دل ہوا غم سے دو پارا یا نبیؐ!

حق تعالی کے تمہی محبوبؐ ہو
کون ہے ہمسر تمہارا یا نبیؐ!

طالبِ دیدار ہوں، دکھلایئے
روئے نورانی خدارا یا نبیؐ!

باغِ جنت سے ہے افضل لاکھ بار
مجھ کو وہ کوچہ تمہارا یا نبیؐ!

لیجئے در پہ بلا کب تک پھروں
در بدر یوں مارا مارا یا نبیؐ!

چین آتا ہے میرے دل کو تمام
نام لیتے ہی تمہارا یا نبیؐ!

مرتے دم گر دیکھ لوں رُوئے شریف
زندگی ہووے دوبارا یا نبیؐ!

☆☆☆☆

امیر مینائی

دل میں ہے خیالِ رُخِ نیکوئے محمدؐ
اللہ کے گھر میں ہے لبی بُوئے محمدؐ

کیا رنگِ تصور ہے کہ ہر سانس سے مل کر
آتی ہے ہوائے چمنِ کوئے محمدؐ

لے جائے اجل جان کی پروا نہیں مجھ کو
ہے تارِ رگِ جاں مجھے ہر سوئے محمدؐ

آ جائے نظر راہ میں گر نقشِ کفِ پا
آنکھوں سے چلوں میں طرفِ کوئے محمدؐ

تولا ہے بہت جانچ کے اربابِ نظر نے
ہیں شمس و قمر سنگِ ترازوئے محمدؐ

دلبر ہے، دل آرام ہے، دلدار ہے وہ دل
جس دل میں ہے یادِ رخِ دلجوئے محمدؐ

سینے سے لگاؤں میں امیر آنکھوں میں رکھوں
ہیں پھول مجھے خار و خسِ کوئے محمدؐ

☆☆☆☆

امجد حیدرآبادی

فرقت میں جاں برباد ہے آیا ہے اب آنکھوں میں دم
جا کر سنائے کون انہیں افسانہ بیمارِ غم
پیغام بر ملتا نہیں بے چارہ و بے کس ہیں ہم
ان نلت یا ریح الصبا یوماً الیٰ ارض الحرم
بلغ سلامی روضةً فیه النبی المحترم
کیا شکل کھینچی واہ واہ، قرباں ترے دستِ قضا
پڑھتے ہیں جس کو دیکھ کر حور و ملک صل علیٰ
کیا رنگ ہے کیا روپ ہے کیا حسن ہے نام خدا
من وجهه شمس الضحی من خده بدرالدجی
من ذاته نور الهدیٰ من کفه بحرالهمم
کیا پوچھتے ہو ہمدمو! مجھ سے محبت کا مزا
دل چاک ہے ٹکڑے جگر، تن زخمیِ تیغ جفا
سننا دہانِ زخم سے رہ رہ کے آتی ہے صدا
اکبادنا مجروحة من سیف هجر المصطفیٰؐ
طوبیٰ لاهل بلدةٍ فیه النبی المحترم
پیراہنِ دل چاک ہے، ٹکڑے ہے جیب و آستیں
جینے سے جی بیزار ہے ہونٹوں پہ ہے جانِ حزیں
اچھے مسیحا بے رخی بیمار سے اچھی نہیں
یا رحمة للعالمین ادرک لزین العابدین
محبوس اید الظالمین فی الموکب و المزدحم

☆☆☆☆

بابا ذہین شاہ تاجی

تعبیرِ شبِ غیب شبستانِ محمدؐ
''والفجر'' طلوعِ رخِ تابانِ محمدؐ

ہے کوئی جو دیکھے رخِ تابانِ محمدؐ
ہر دم نگہِ حق ہے نگہبانِ محمدؐ

یہ مشک فشاں، پیکرِ جاں خلد بداماں
اللہ رے گلہائے گلستانِ محمدؐ

ہر آن نئی شان میں اللہ نمایاں
ہر شان ہے اللہ کی شایانِ محمدؐ

یہ وسعتِ کونین مری طرح ذہینؔ آج
حاضر ہے تہِ گوشۂ دامانِ محمدؐ

☆☆☆☆

بہزاد لکھنوی

مدینے دل و روح و جاں لے کے جاؤں
محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں

جو سرگرم رہتی ہے ان کی ثنا میں
وہ فکرِ سخن وہ زباں لے کے جاؤں

بھلا دوں جو کاذب ہے روداد میری
جو حق ہے وہی داستاں لے کے جاؤں

''محمدؐ محمدؐ'' ہو، ہونٹوں پہ میرے
میں ایماں کی گل کاریاں لے کے جاؤں

نہ چھوٹے کبھی یہ دیارِ مدینہ
یہ حسرت سرِ آستاں لے کے جاؤں

جو تڑپا رہا ہے مری زندگی کو
وہی دل کا دردِ نہاں لے کے جاؤں

نہیں لائقِ نذر بہزاؔد کچھ بھی
میں کیا پیشِ شاہِ شہاں لے کے جاؤں

☆☆☆☆

حمید صدیقی لکھنوی

پھر اہلِ حرم سے ملاقات ہوتی
پھر اشکوں سے کچھ شرح جذبات ہوتی
دمِ دید پھر جلوۂ نو بہ نو سے
مرے چشم و دل کی مدارات ہوتی
مدینے کی پُرنور دلکش فضا میں
نظر محو دیدِ مقامات ہوتی
اُدھر جلوہ گر قبہء نور ہوتا
دل افروز ادھر چاندنی رات ہوتی
مدینہ کے احباب ہمراہ ہوتے
شبِ ماہ میں سیرِ باغات ہوتی
نظر مستِ صہبائے دیدار رہتی
زباں وقفِ حرف و حکایات ہوتی
خبر کچھ نہ رہتی زمین و زماں کی
وہ محویتِ خاص دن رات ہوتی
پہنچ جائیں پائینِ اقدس کی جانب
یہی آرزو اکثر اوقات ہوتی
تصور میں وہ مصحفِ پاک ہوتا
نگاہوں میں تنویرِ آیات ہوتی
دعاؤں میں جامؔی کے اشعار پڑھتے
نظامؔی کی لب پہ مناجات ہوتی

☆☆☆☆

خواجہ محمد اکبر خاں میرٹھی

پوری یا رب یہ دعا کر، ہم در مولیٰ پہ جا کر
پہلے نعتیں کچھ سنا کر، یہ پڑھیں سر کو جھکا کر
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک
ہے یہ حسرت در پہ جائیں، اشک کے دریا بہائیں
داغ سینے کے دکھائیں، سامنے ہو کر سنائیں
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک
رحمتوں کے تاج والے، دو جہاں کے راج والے
عرش کے معراج والے، عاصیوں کی لاج والے
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک
جان کر کافی سہارا، لے لیا ہے در تمہارا
خلق کے وارث خدارا، لو سلام اب تو ہمارا
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک
بخش دو جو چیز چاہو، کیونکہ محبوبِ خدا ہو
اب تو باب جود وا ہو، ہاں جواب اس کا عطا ہو
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک

☆☆☆☆

داغ دہلوی

کرو غم سے آزاد یا مصطفیٰؐ
تمہیں سے ہے فریاد یا مصطفیٰؐ

نہ پامال مجھ کو زمانہ کرے
نہ مٹی ہو برباد یا مصطفیٰؐ

نہ چھوٹے کبھی مجھ سے راہِ صواب
نہ ہو ظلم و بیداد یا مصطفیٰؐ

عطا مجھ کو اللہ ہمت کرے
بجا لاؤں ارشاد یا مصطفیٰؐ

رہوں حشر میں آپؐ کی ذات سے
طلبگارِ امداد یا مصطفیٰؐ

عنایت کی ہو جائے اس پہ نظر
رہے داغ دل شاد یا مصطفیٰؐ

☆☆☆☆

سراج الدین ظفر

سبوئے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفیٰؐ کی طرح
قدح گسار ہیں اس کی اماں میں جس کا وجود
سفینہء دوسرا میں ہے ناخدا کی طرح
وہ جس کے لطف سے کھلتا ہے غنچہء ادراک
وہ جس کا نام نسیمِ گرہ کشا کی طرح
طلسمِ جاں میں وہ آئینہ دارِ محبوبی
حریمِ عرش میں وہ یارِ آشنا کی طرح
وہ جس کا جذب تھا بیداریء جہاں کا سبب
وہ جس کا عزم تھا دستورِ ارتقا کی طرح
وہ جس کا سلسلۂ جود ابرِ گوہر بار
وہ جس کا دستِ عطا مصدرِ عطا کی طرح
خزاں کے حجلہء ویراں میں وہ شگفتِ بہار
فنا کے دشت میں وہ روضہء بقا کی طرح
بسیط جس کی جلالت حمل سے میزاں تک
محیط جس کی سعادت خطِ سما کی طرح
سوادِ صبحِ ازل جس کے راستے کا غبار
طلسمِ لوحِ ابد جس کے نقشِ پا کی طرح
وہ عرش و فرش و زمان و مکاں کا نقشِ مراد
وہ ابتدا کے مقابل وہ انتہا کی طرح

شرف ملا بشریت کو اس کے قدموں میں
یہ مشتِ خاک بھی تاباں ہوئی سہا کی طرح
اسی کے حسنِ سماعت کی تھی کرامتِ خاص
وہ اک کتاب کہ ہے نسخہء شفا کی طرح
وہ نورِ لم یزلی تھا تہِ قبائے وجود
یہ راز ہم پہ کھلا رشتہء قبا کی طرح
بغیر عشقِ محمدؐ کسی سے کھل نہ سکے
رموزِ ذات کہ ہیں گیسوئے دوتا کی طرح
ریاضِ مدحِ رسالت میں راہوارِ غزل
چلا ہے رقص کناں آہوئے صبا کی طرح
نہ پوچھ معجزۂ مدحتِ شہِ کونینؐ
مرے قلم میں ہے جنبش پرِ ہما کی طرح
جمالِ روئے محمدؐ کی تابشوں سے ظفرؔ
دماغِ رند ہوا عرشِ کبریا کی طرح

☆☆☆☆

سراج اورنگ آبادی

رسولِ خُدا سید المرسلینؐ
قیامت کے دن شافعِ المذنبیں
نبوت کی مسند کا ہے جانشیں
کیا جس کی تعظیم روح الامیں
عجب روزِ محشر کا سردار ہے
صفِ اصفیا میں وہ سالار ہے
جگت میں اوسے سلطنت ہے مدام
جماعت میں ہے انبیا کی، امام
رہِ شرع کا ہادیٔ مستقیم
شریعت کے دریا کا دُرِ یتیم
حبیبِ خدا والیِ روزگار
دوعالم کی اقلیم کا تاجدار
شہِ انس و جاں سب کا مقبول ہے
نبوت کے گلزار کا پھول ہے
کہ جس واسطے خلق پیدا کیا
زمیں آسماں سب ہویدا کیا
کہا حق نے لولاک جس شان میں
شہنشاہ ہے ملکِ عرفان میں
سدا گم رہوں کا وہی رہنما
ہے خیرالورا احمدِ مجتبیٰ
عجب ذات مقبول کونین ہے
کہ کونین کا قرۃ العین ہے

☆☆☆☆

سید سلیمان ندوی

نامِ محمدؐ صلِ علیٰ، نورِ محمدؐ صلِ علیٰ
خدِ مورد صلِ علیٰ، قدِ ممدد صلِ علیٰ

رحمتِ عالم صلِ علیٰ، مفخرِ آدم صلِ علیٰ
مرسلِ اکرم صلِ علیٰ، اسمک احمد صلِ علیٰ

چہرۂ انور شمس الضحیٰ، زلفِ معنبر لیلِ سجی
قلبِ مطہر نورِ ہدیٰ، ذکرِ ممجد صلِ علیٰ

شاہدِ عالم شاہِ امم، ہادئ اعظمؐ شمعِ حرم
صاحبِ لطف و جود و کرم، حق سے مئوید صلِ علیٰ

شافعِ محشر نام ترا سب کی شفاعت کام ترا
عرشِ معظم بام ترا، خلق کا مقصد صلِ علیٰ

نورِ الٰہی نور ترا، غارِ حرا ہے طور ترا
ہوش میں ہر مخمور ترا اے نورِ محمد صلِ علیٰ

☆☆☆☆

ظفر علی خان

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو
پھوٹا جو سینہء شبِ تار الست سے
اس نورِ اولیں کا اجالا تمہی تو ہو
سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اولی تمہی تو ہو
اس محفلِ شہود کی رونق تمہی سے ہے
اس محملِ نمود کی لیلیٰ تمہی تو ہو
جلتے ہیں جبرئیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہی تو ہو
پیتے ہی جس کے زندگیء جاوداں ملی
اس جاں فزا زلال کے مینا تمہی تو ہو
دنیا میں رحمتِ دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمہی تو ہو
گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تمہی تو ہو
بپتا سنائیں جا کے تمہارے سوا کسے
ہم بے کسانِ ہند کے ملجا تمہی تو ہو

☆☆☆☆

کافی شہید مرادآبادی

کوئی گُل باقی رہے گا، نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہؐ کا دینِ حسن رہ جائے گا

ہم صفیرو باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اُڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں ہو تم
اس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا

جو پڑھے گا صاحبِ لولاک کے اوپر درود
آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافی و لیکن حشر تک
نعتِ حضرتؐ کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

☆☆☆☆

محسن کاکوروی

نعتیہ رباعیات

(۱)

مولا کی نوازشِ نہاں کھلتی ہے
عزت مری پیشِ قدسیاں کھلتی ہے
کہہ دو کہ ملک گوش بر آواز رہیں
مداحِ پیمبر کی زباں کھلتی ہے

(۲)

چھانی ہر چند سب خدائی میں نے
اور طبع کی فکر آزمائی میں نے
اوجِ تنزیہہ تک پہنچ کر لیکن
تشبیہ اچھی تری نہ پائی میں نے

(۳)

بندے کو نگاہِ لطفِ مولاؐ بس ہے
حضرتؐ کا مرے لیے وسیلا بس ہے
میں مشتِ غبار ہوں سہارا مجھ کو
دامانِ رسول مصطفیٰؐ کا بس ہے

(۴)

دنیا میں ہے بس مجھے بھروسا تیرا
کافی عقبیٰ میں ہے سہارا تیرا
دارین میں کعبہء مقاصد ہے مجھے
اے قبلہء عالم آستانہ تیرا

(۵)

حامی دارین میں ہمارا تو ہے
اللہ کے سامنے سہارا تو ہے
شمعِ سرِ کوہِ طور و قندیلِ حرم
خورشیدِ فلک عرش کا تارا تُو ہے

☆☆☆☆

محمد ابراہیم ذوق

ہوا حمدِ خدا میں دل جو مصروفِ رقم میرا
الف الحمد رب العالمیں کا ہے قلم میرا

رہے نامِ محمدؐ لب پہ یارب اول و آخر
الٹ جائے بوقتِ نزع جب سینے میں دم میرا

محبت اہلِ بیتِ مصطفیٰؐ کی نورِ برحق ہے
کہ روشن ہو گیا دل مثلِ قندیلِ حرم میرا

دکھائی مجھ کو راہِ شرع اصحابِ پیمبرؐ نے
چراغِ راہ ہے اکرامِ اصحاب کرم میرا

کہیں شاہِ نجف کے عشق میں دل میرا ڈوبا تھا
کہ ہے دُرِ نجف ہو کر چمکتا دُرِ یم میرا

شہِ بغداد کا خطِ غلامی ذوق رکھتا ہوں
نہ کیوں دل اس خطِ بغداد سے ہو جامِ جم میرا

☆☆☆☆

مرزا سلامت علی دبیر

نعتیہ رباعیات

(۱)

معراجِ نبیؐ میں جائے تشکیک نہیں
ہے نور کا تڑکا شب تاریک نہیں
قوسین کے قرب سے یہ صادق ہے دبیر
اتنا کوئی اللہ کے نزدیک نہیں

(۲)

یٰسین کو سُن کر جو قضا کرتے ہیں
حق الفتِ احمدؐ کا ادا کرتے ہیں
یٰسین ہے نبیؐ کا نام سو نزع کے وقت
اس نام پہ جان اپنی فدا کرتے ہیں

☆☆☆☆

مرزا محمد رفیع سودا

دلا دریائے رحمت قطرہ ہے آبِ محمدؐ کا
جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحابِ محمدؐ کا

قدِ رعنا جب اپنا خم کیا بہرِ نماز اس نے
ہوا اس وقت ساجد کعبہ محرابِ محمدؐ کا

کیا پیرِ خرد نے موجبِ خم پشت گردوں کو
یہ بخشی بارکش رہتا ہے اسبابِ محمدؐ کا

ادا کس کی زباں سے ہو سکے شکر اس کی نعمت کا
دو عالم ریزہ چینِ حق کیا قابِ محمدؐ کا

ہوا ہے کیا کچھ اہلِ بیت پہ سودا نہ دم مارا
خدا بن کون ہے آگاہ آدابِ محمدؐ کا

☆☆☆☆

مومن خان مومن

نہ کیونکر مطلعِ دیواں ہو مطلع مہرِ وحدت کا؟
کہ ہاتھ آیا ہے مصرعہ مجھ کو انگشتِ شہادت کا

غضب سے تیرے ڈرتا ہوں رضا کی تیری خواہش ہے
نہ میں بیزار دوزخ سے نہ میں مشتاق جنت کا

نہ پوچھو گرمیِ شوقِ ثنا کی آتش افروزی
بنا جاتا ہے دستِ عجز شعلہ شمعِ فکرت کا

فروغِ جلوۂ توحید کو وہ برقِ جولاں کر
کہ خرمن پھونک دیوے ہستیِ اہلِ ضلالت کا

مرا جوہر ہو سر تا پا صفائے مہرِ پیغمبرؐ
مرا حیرت زدہ دل آئینہ خانہ ہو سنت کا

امیرِ لشکرِ اسلام کا محکوم ہوں یعنی
اروہ ہے مرا فوجِ ملائک پہ حکومت کا

زمانہ مہدیِ موعود کا پایا اگر مومن
تو سب سے پہلے تو کہیو سلامِ پاک حضرت کا

☆☆☆☆

میرانیس

مختارِ زمیں، باعثِ افلاک نبیؐ ہیں
والا گہرِ قلزمِ لولاک نبیؐ ہیں
مصباحِ حریمِ حرم پاک نبیؐ ہیں
شیرازہِ مجموعہِ اُدراک نبیؐ ہیں
عالم میں وہ آیا تھا پہ دل سوئے خدا تھا
حق اس کا رضا جو وہ رضا جوئے خدا تھا

آدم ہے وجودِ شہہِ لولاکؐ سے آدم
عالم سب اسی شاہ کی ہستی سے ہے عالم
سر رشتہِ مہر اس کا اگر ہوتا نہ محکم
تو ہوتے نہ اضدادِ عناصر کبھی باہم
کیا کیا کہوں کیا کیا ہے عنایاتِ محمدؐ
ہے باعثِ ایجادِ جہاں ذاتِ محمدؐ

وہ پیش روِ خیلِ رسولانِ سلف ہے
آدم کو اسی نورِ الٰہی سے شرف ہے
یہ درِ یتیم اور وہ پاکیزہ صدف ہے
کرتا ہے پدر فخر زہے شانِ خلف ہے
پیغمبرِؐ برحق کی ہو کیا نعت کسی سے
خالق کو مباہات ہے ایجادِ نبیؐ سے

جز ذاتِ خدا سب پہ محمدؐ کے ہیں احساں
اس شاہ کے ہیں خوانِ کرم پہ سبھی مہماں
وہ اصل ہے اور فرع ہے سب عالمِ امکاں
تھا خلقِ دو عالم سے وہی مقصدِ یزداں

باطن میں بھی فیض اس کا ظاہر بھی وہی ہے
اول بھی سبھوں سے وہی آخر بھی وہی ہے

معراج سے اس کو جو ملا رتبۂ اعلا
یہ رتبہ کسی اور پیمبر نے نہ پایا
اللہ سے جو قرب محمدؐ تھا کہوں کیا
قوسین کا ہے فرق جہاں رتبۂ اولا
جبریلِ امیں کو بھی نہ واں دخل کی جا ہے
یا احمدِؐ مختار ہے یا ذاتِ خدا ہے

اللہ نے دی تھی اسے کونین کی شاہی
اُمی تھے پہ تھا دل میں بھرا رازِ الٰہی
دی سنگ نے اس شہ کی رسالت پہ گواہی
اشجار بھی اعجاز سے اس کے ہوئے راہی
دی مُردوں کو جاں، سبز کیا خشک شجر کو
دو کر دیا انگلی کے اشارے سے قمر کو

پہلے کیا اللہ نے جس چیز کو پیدا
لکھا ہے کہ وہ نورِ جنابِ نبوی تھا
دس سو برس اس دن سے وہ نورِ شبہ والا
استادہ رہا روبروئے خالقِ یکتا
گہ حمد و ثنا گہ صفتِ قدرتِ حق تھی
اس نور پہ ہر دم نظرِ رحمتِ حق تھی

☆☆☆☆

میر تقی میر

جلوہ نہیں ہے نظم میں حسنِ قبول کا
دیواں میں شعر گر نہیں نعتِ رسولؐ کا

حق کی طلب ہے کچھ، تو محمدؐ پرست ہو
ایسا وسیلہ ہے یہ خدا کے وصول کا

مطلوب ہے زمان و مکان و جہان سے
محبوب ہے خدا کا، فلک کا عقول کا

جن مرد ماں کو آنکھیں دیاں ہیں خدا نے وے
سرمہ کریں ہیں رہ کے تری خاک و دھول کا

مقصود ہے علی کا ولی کا، سبھی کا تو
ہے قصد سب کو تیری رضا کے حصول کا

☆☆☆☆

میر حسن دہلوی

نبیؐ کون یعنی رسولِ کریمؐ
نبوت کے دریا کا دُرِ یتیم
ہوا گو کہ ظاہر میں اُمی لقب
پہ علمِ لدنی کھلا دل پہ سب
بغیر از لکھے اور کئے بے رقم
چلے حکم پہ اس کے لوح و قلم
کیا حق نے نبیوں کا سردار اسے
بنایا نبوت کا حق دار اسے
نبوت جو کی حق نے اس پہ تمام
لکھا اشرف الناس خیر الانام
بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اسے
خدا نے کیا اپنا محبوب اسے
کروں اس کے رتبے کا کیا میں بیاں
کھڑے ہوں جہاں باندھ صف مرسلاں
محمدؐ کے مانند جگ میں نہیں
ہوا ہے نہ ایسا نہ ہو گا کہیں

☆☆☆☆

میر کرامت علی خان شہیدی

ہے سورۂ والشمس اگر روئے محمدؐ
واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمدؐ
جب روئے محمدؐ کی نظر آئی تجلّی
سمجھا میں شبِ قدر ہے گیسوئے محمدؐ
ماہِ نوِ شوال سے عاشق کو کہاں عید
جب تک نظر آجائے نہ ابروئے محمدؐ
کس وضع اٹھائے ہوئے ہیں بارِ دو عالم
ظاہر میں تو نازک سے ہیں بازوئے محمدؐ
تھا بیش بہا عشق کے بازار میں یوسف
پہ ہو نہ سکا سنگ ترازوئے محمدؐ
گلگشتِ گلستان پہ پڑھو صلِ علیٰ تم
ہر پھول کی پتی میں رچی بوئے محمدؐ
کعبے کی طرف منہ ہو نمازوں میں ہمارا
کعبے کا شب وروز ہے منہ سُوئے محمدؐ
ہر نخل بیابانِ عرب مجھ کو ہے طوبیٰ
ہوں شیفتہء قامتِ دلجوئے محمدؐ
رضواں کے لیے لے چلو سوغات شہیدیؔ
گر ہاتھ لگے خار و خسِ کوئے محمدؐ

☆☆☆☆

نظیر اکبرآبادی

تم ظہورِ اولیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ
ہم دمِ جاں آفریں ہو یا محمد مصطفیٰؐ
وجہِ قرآنِ مبیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ
نزہتِ بستانِ دیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ
زینتِ خلدِ بریں ہو یا محمد مصطفیٰؐ

احمدِ مختارؐ ہو تم یا شہِ ہر دوسرا
ہے تمہارے حکم کے تابع قدر بھی اور قضا
خلق میں خواہش سے تم جس امر کی رکھو بنا
دیر اک پل درمیاں آوے تو یہ امکان کیا
جس گھڑی چاہو وہیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ

مخبرِ صادق ہو تم اور حضرتِ خیرالورا
سرورِ ہر دوسرا اور شافعِ روزِ جزا
ہے تمہاری ذات والا منبعِ لطف و عطا
کیا نظیرؔ اک، اور بھی سب کی مدد کا آسرا
یاں بھی تم واں بھی تمہیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ

☆☆☆☆

علامہ محمد اقبال

لوح بھی تُو، قلم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب

عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و با یزید تیرا جمالِ بے نقاب

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل و غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب
☆☆☆☆

احسان دانش

افضل ہے مرسلوں میں رسالت حضورؐ کی
اکمل ہے انبیاؑ میں نبوت حضورؐ کی
ہے ذرہ ذرہ اُن کی تجلی کا اک سراغ
آتی ہے پھول پھول سے نکہت حضورؐ کی
پہچان لیں گے آپ وہ اپنوں کو حشر میں
غافل نہیں ہے چشمِ عنایت حضورؐ کی
آنکھیں نہ ہوں تو خاک نظر آئے آفتاب
صدیقؓ جانتے ہیں صداقت حضورؐ کی
میری نظر میں مرشدِ کامل ہے وہ بشر
تفویض کر سکے جو محبت حضورؐ کی
انجم مثالِ نقشِ قدم جا بجا ملے
لے کر کہاں چلی ہے محبت حضورؐ کی
میں ہوں زبانِ ماہ و ثریا سے آشنا
ہے کائناتِ دہر حکایت حضورؐ کی
آہستہ سانس لے کہ خلافِ ادب نہ ہو
ہے آئنہ کی طرح طبیعت حضورؐ کی
آنکھوں کو اپنی چومتا رکھ رکھ کے آئینہ
ہوتی اگر نصیب زیارت حضورؐ کی
چشمِ طلب میں کس کا اجالا؟ حضورؐ کا
دنیائے دل میں کس کی حکومت؟ حضورؐ کی
دانش میں خوفِ مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز
میں جانتا ہوں موت ہے سنت حضورؐ کی

☆☆☆☆

احمد راہی

راہ گم کردہ کو منزل کا پتا دے شاہا
میری بگڑی ہوئی تقدیر بنا دے شاہا

ریگِ صحرا کی طرح دل یہ مرا سوزاں ہے
اپنے دامن کی اسے ٹھنڈی ہوا دے شاہا

نہیں معلوم یہ افتاد پڑی ہے کیسی
باندھتا توڑتا رہتا ہوں ارادے شاہا

یہ کسی پل بھی مجھے لینے نہیں دیتے قرار
میرے بیمار ارادوں کو شفا دے شاہا

یہ مرا دل ہے وہ ناؤ کہ جو منجدھار میں ہے
ڈوبتی ناؤ کنارے پہ لگا دے شاہا

☆☆☆☆

احمد فراز

نہ ہوا معجزۂ حق کا ظہور آپؐ کے بعد
چپ ہے جبریل تو خاموش ہے طور آپؐ کے بعد

پھر کوئی شمع ہدایت نہ جلی ہے نہ جلے
ہو گیا جیسے جدا خاک سے نُور آپؐ کے بعد

آپؐ کی ذات ازل آپؐ کا پیغام ابد
نہ کوئی آپؐ سے پہلے نہ حضورؐ آپؐ کے بعد

☆☆☆☆

احمد ندیم قاسمی

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیراؔ
اس کی دولت ہے فقط نقشِ کفِ پا تیراؔ
تہ بہ تہ تیرگیاں ذہن پہ جب ٹوٹتی ہیں
نور ہو جاتا ہے کچھ اور ہویدا تیراؔ
کچھ نہیں سوجھتا جب پیاس کی شدت سے مجھے
چھلک اٹھتا ہے مری روح میں مینا تیرا
پورے قد سے میں کھڑا ہوں تو یہ تیراؔ ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیراؔ
دست گیری مری تنہائی کی تُوؔ نے ہی تو کی
میں تو مر جاتا اگر ساتھ نہ ہوتا تیراؔ
لوگ کہتے ہیں کہ سایہ ترےؔ پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں، جہاں بھر پہ ہے سایا تیراؔ
تو بشر بھی ہے مگر فخرِ بشر بھی تو ہے
مجھ کو تو یاد ہے بس اتنا سراپا تیراؔ
میں تجھے عالمِ اشیا میں بھی پا لیتا ہوں
لوگ کہتے ہیں کہ ہے عالمِ بالا تیراؔ
مری آنکھوں سے جو ڈھونڈیں، تجھے ہر سو دیکھیں
صرف خلوت میں جو کرتے ہیں نظارا تیراؔ
وہ اندھیروں سے بھی درانہ گزر جاتے ہیں
جن کے ماتھے پہ چمکتا ہے ستارا تیراؔ
ندیاں بن کے پہاڑوں میں تو سب گھومتے ہیں
ریگزاروں میں بھی بہتا رہا دریا تیراؔ

شرق اور غرب میں بکھرے ہوئے گلزاروں کو
نکہتیں بانٹتا ہے آج بھی صحرا تیراؐ
اب بھی ظلمات فروشوں کو گلہ ہے تجھ سے
رات باقی تھی کہ سورج نکل آیا تیراؐ
تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا، ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیراؐ
ایک بار اور بھی یثرب سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیراؐ

☆☆☆☆

اختر شیرانی

لٹائے سجدے نہ کیوں آسماں مدینے میں
رسولِؐ پاک کا ہے آستاں مدینے میں

قدم بڑھائے چلو رہروانِ منزلِ شوق
ہے ابرِ رحمتِ حق گل فشاں مدینے میں

درِ رسولؐ کے ذروں کی گر تلاش نہیں
تو کس کو ڈھونڈتی ہے کہکشاں مدینے میں

بہشت چیز ہی کیا ہے کہ ایک سجدے میں
ہمیں تو مل گئے دونوں جہاں مدینے میں

قدم اٹھائے ادب سے ذرا نسیمِ سحر!
ہیں محوِ خواب شہِ دو جہاں مدینے میں

مدینے جاتے ہیں پیری میں سارے لوگ اختر
مزا ہے کاٹ دو عمرِ جواں مدینے میں

☆☆☆☆

ازہر درانی

جو فردوسِ تصور ہیں وہ منظر یاد آتے ہیں
مدینے کے گلی کوچے برابر یاد آتے ہیں

جو لگتا ہے کوئی کنکر بدن پر دین کی خاطر
تو دل کو وادیٔ طائف کے پتھر یاد آتے ہیں

فضاؤں میں اگر کوئی پرندہ رقص کرتا ہے
تو آنکھوں کو مدینے کے کبوتر یاد آتے ہیں

مراتب پائے ہیں کیا کیا تریؐ نسبت سے ذروں نے
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ یاد آتے ہیں

اخوت اور ایثار و محبت جن کا شیوہ تھا
وہ عالی ظرف اصحابؓ پیمبرؐ یاد آتے ہیں

زمانے کی گراں خوابی کا عالم دیکھ کر ازہر
نبیؐ کے دیں کو بیداری کے پیکر یاد آتے ہیں

☆☆☆☆

اسد ملتانی

ہیچ ہیں دونوں جہاں میری نظر کے سامنے
میں کھڑا ہوں روضہء خیرالبشرؐ کے سامنے

جھلملانے لگ گئیں روضے کی روشن جالیاں
اک نیا منظر ہے میری چشمِ تر کے سامنے

اُڑ گئی میری گناہوں کی سیاہی اُڑ گئی
ظلمتِ شب جس طرح نورِ سحر کے سامنے

مانگتا ہوں جس قدر ملتا ہے کچھ اس سے سوا
ہر دعا شرمندہ رہتی ہے اثر کے سامنے

اک جگہ پہ دونوں محوِ استراحت ہی نہیں
گھر بھی ہے صدیقؓ کا حضرت کے گھر کے سامنے

تو نے کار آمد بنایا زندگی اور موت کو
مقصد ایسا رکھ دیا نوعِ بشر کے سامنے

میں اسد صحنِ حرم میں بیٹھتا ہوں اس جگہ
ہو جہاں سے گنبدِ خضرا نظر کے سامنے

☆☆☆☆

اقبال عظیم

مدینے کا سفر ہے اور میں نم دیدہ نم دیدہ
جبیں افسردہ افسردہ، قدم لرزیدہ لرزیدہ

چلا ہوں ایک مجرم کی طرح میں جانبِ طیبہ
نظر شرمندہ شرمندہ، زباں لغزیدہ لغزیدہ

کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دے دیا ورنہ
کہاں میں اور کہاں یہ راستے پیچیدہ پیچیدہ

بصارت کھو گئی لیکن بصیرت تو سلامت ہے
مدینہ ہم نے دیکھا ہے مگر نادیدہ نادیدہ

غلامانِ محمدؐ اس طرح آئیں گے محشر میں
سرِشوریدہ شوریدہ دلِ گرویدہ گرویدہ

وہی اقبالؔ جس کو ناز تھا کل خوش مزاجی پر
فراقِ طیبہ میں رہتا ہے اب رنجیدہ رنجیدہ

☆☆☆☆

بشیر حسین ناظم

مجھ کو توصیفِ پیمبرؐ پہ مقرّر رکھا
نعت کی لو سے مِرا قلب منوّر رکھا

ساعتِ سیّدِ لولاکؐ جو پَل سے گزرا
پُل پہ جبریل نے کس شوق سے شہپر رکھا

چمنِ نعت کی پُر کیف ہوا سے حق نے
میرے ہر نخلِ تمنا کو مثمّر رکھا

اپنے محبوبؐ کے عشاق میں عزت بخشی
مغفرت خواہ کو منصور و مظفّر رکھا

اہلِ دانش کی محافل میں بہ یُمنِ حضرت
حمد و تعیت کے ناتے سے مؤقّر رکھا

چھوڑتے وقت یہ دنیائے مکدّر ہم نے
ذکرِ حق ذکرِ نبی لب پہ برابر رکھا

حشر میں اس کی پذیرائی ہوئی جس نے بھی
جز ترے اور کوئی نام نہ ازبر رکھا

دولتِ عشقِ نبیؐ بخش کے دیوانے کو
طالبِ شبّر و شبیر و مُشبّر رکھا

لے کے وعدۂ بلیٰ مجھ سے، مری روح کے بیچ
اپنے محبوب کی توصیف کا جوہر رکھا

میرے حصے میں جہاں بھر کی سعادت آئی
میرے خالق نے مجھے ایک ہی در پہ رکھا

زلفِ حضرت کے تصور میں ہمیشہ ناظم
میں نے گلہائے مَوَدّت کو معطر رکھا

☆☆☆☆

جامی بدایونی

خدا کرتا ہے نازل رحمتیں اُن مدح خوانوں پہ
رہا کرتے ہیں اوصافِ نبیؐ جن کی زبانوں پہ

کرم ہے خسروِ بے مثل کا دونوں جہانوں پہ
کہ قامت ہے زمیں پہ اور سایہ آسمانوں پہ

کلامُ اللہ سُن کر ہو گئے اہلِ عرب گونگے
لگا دی مُہر اُمّی نے فصیحوں کی زبانوں پہ

تمہاری نعت کے بدلے ہزاروں نعمتیں پائیں
ہزاروں شکر واجب ہیں تمہارے نعت خوانوں پہ

بتا اے دامنِ کوہِ اُحد کیا تجھ میں اب بھی ہیں
وہ بچے جو خوشی سے کھیلتے تھے اپنی جانوں پہ

اُٹھا کر ساغرِ مے اپنی ہاتوں سے پلاتا ہے
مرے ساقی کی وہ رحمت ہے جامؔی ناتوانوں پہ

☆☆☆☆

حافظ لدھیانوی

دل کی دھڑکن میں ہے مقام ترا
ذکر ہوتا ہے صبح و شام ترا
اور کھلتا ہے در محبت کا
جب بھی آتا ہے لب پہ نام ترا
وہ زمیں ہو گئی فلک رفعت
جس جگہ بھی ہوا قیام ترا
بادشہ ہو گئے غلام اس کے
ہوا خوش بخت جو غلام ترا
ہے لقب تیرا رحمتِ عالمؐ
جاری رہتا ہے فیضِ عام ترا
ہو تری یاد زیست کا حاصل
لب پہ نغمہ رہے مدام ترا
آنسوؤں کی زباں سے لیتے ہیں
سوز پرور عجب ہے نام ترا
جس سے ملتا ہے روح کو آرام
وہ سکوں بخش ہے نظام ترا
آخرت میں جو کام آئے گا
زادِ عقبیٰ ہے ہر پیام ترا
آنسوؤں سے کہے فسانہء جاں
ہو حضوری میں جب غلام ترا
محوِ حیرت ہیں اہلِ فن حافظؔ
ایسا شہکار ہے کلام ترا

☆☆☆☆

حافظ محمد افضل فقیر

مولائے کائنات کی بے کس نوازیاں
اس نے مزاجِ فقر کو دیں بے نیازیاں

تاثیرِ التفاتِ رسولؐ انام دیکھ
فکرِ عجم میں ہے تب و تاب حجازیاں

میدانِ بدر ہو کہ مصافِ حنین ہو
اس کی نظر ہے قوتِ بازوئے غازیاں

افکارِ مصطفیٰؐ سے فروغِ حیات ہے
باقی تمام فلسفہ کی شیشہ بازیاں

جنت کو انتظارِ ورودِ رسولؐ ہے
اس کے نقوشِ پا سے ہیں مینو طرازیاں

طائف کے سبزہ زار سے آنکھوں کو دے سکوں
پھر یاد کر حضورؐ کی وہ جاں گدازیاں

درگاہ میں قبولِ ثنا سے ہے یہ مراد
دارین میں فقیر ملیں سرفرازیاں

☆☆☆☆

حافظ مظہر الدین

آؤ کہ ذکرِ حُسنِ شہِؐ بحر و بر کریں
جلوے بکھیر دیں، شبِ غم کی سحر کریں

جو حسن میرے پیش نظر ہے اگر اسے
جلوے بھی دیکھ لیں تو طوافِ نظر کریں

وہ چاہیں تو صدف کو دُرِ بے بہا ملے
وہ چاہیں تو خزف کو حریفِ گہر کریں

فرمائیں تو طلوع ہو مغرب سے آفتاب
چاہیں تو اک اشارے سے شقِ قمر کریں

شعروادب بھی آہ و فغاں بھی ہے ان کا فیض
پیشِ حضورؐ اپنی متاعِ ہنر کریں

اب کے جو قصدِ طیبہ کریں رہبرانِ شوق
مظہرؔ کو بھی ضرور شریکِ سفر کریں

☆☆☆☆

حبیب جالب

یہ کس عذاب میں جاں ہے محمّدِ عربی
یہ کس کا خون رواں ہے محمّدِ عربی

یہ کس پہ آئی ہوئی ہے گھڑی قیامت کی
یہ کون وقفِ فغاں ہے محمّدِ عربی

یہ کس کے گھر میں ہے ماتم یہ کس کی آنکھ ہے نم
یہ کون رقص کناں ہے محمّدِ عربی

ترے دیارِ مقدس پہ سائے غیروں کے
یہ کتنے دکھ کا سماں ہے محمّدِ عربی

خطا معاف ترے بے نوا غریبوں کی
سکوں جہاں میں کہاں ہے محمّدِ عربی

جہاں کو ہونا ہے اک روز گوش بر آواز
نوائے غم زدگاں ہے محمّدِ عربی

☆☆☆☆

حسرت موہانی

مظہرِ شانِ کبریا صلِ علیٰ محمدؐ
آئینۂ خدا نما صلِ علیٰ محمدؐ

موجبِ نازِ عارفاں باعثِ فخرِ صادقاں
سرور و خیرِ انبیا صلِ علیٰ محمدؐ

مرکزِ عشقِ دل کشا مصدرِ حسنِ جاں فزا
صورت و سیرتِ خدا صلِ علیٰ محمدؐ

مؤنسِ دل شکستگاں، پشتِ پناہِ خستگاں
شافعِ عرصہء جزا صلِ علیٰ محمدؐ

حسرت اگر رکھے ہے تو بخشش ِ حق کی آرزو
وردِ زباں رہے سدا صلِ علیٰ محمدؐ

☆☆☆☆

حفیظ تائبؔ

دے تبسم کی خیرات ماحول کو، ہم کو درکار ہے روشنی یا نبیؐ
ایک شیریں جھلک ایک نوریں ڈلک، تلخ و تاریک ہے زندگی یا نبیؐ
اے نویدِ مسیحا! تری قوم کا حال عیسیٰ کی بھیڑوں سے ابتر ہوا
اس کے کمزور اور بے ہنر ہاتھ سے چھین لی چرخ نے برتری یا نبیؐ
کام ہم نے رکھا صرف اذکار سے، تیری تعلیم اپنائی اغیار نے
حشر میں منہ دکھائیں گے کیسے تجھے ہم سے ناکردہ کار امتی یا نبیؐ
دشمنِ جاں ہوا میرا اپنا لہو، میرے اندر عدو میرے باہر عدو
ماجرائے تحیر ہے پرسیدنی صورتِ حال ہے دیدنی یا نبیؐ
روح ویران ہے آنکھ حیران ہے، ایک بحران تھا، ایک بحران ہے
گلشنوں، شہروں، قریوں پہ ہے پرفشاں ایک گمبھیر افسردگی یا نبیؐ
سچ مرے دور میں جرم ہے عیب ہے، جھوٹ فنِ عظیم آج لاریب ہے
ایک اعزاز ہے جہل و بے رہروی، ایک آزار ہے آگہی یا نبیؐ
راز داں اس جہاں میں بناؤں کسے، روح کے زخم جا کر دکھاؤں کسے
غیر کے سامنے کیوں تماشا بنوں کیوں کروں دوستوں کو دکھی یا نبیؐ
زیست کے تپتے صحرا پہ شاہِ عربؐ تیرے اکرام کا ابر برسے گا کب
کب ہری ہوگی شاخِ تمنا مری، کب مٹے گی مری تشنگی یا نبیؐ
یا نبیؐ اب تو آشوب حالات نے تیری یادوں کے چہرے بھی دھندلا دیے
دیکھ لے تیرے تائبؔ کی نغمہ گری بنتی جاتی ہے نوحہ گری یا نبیؐ

☆☆☆☆

حفیظ جالندھری

سلام اے آمنہ کے لالؐ اے محبوب سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے ظلِ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی
سلام اے سرِ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی
زہے یہ عزت افزائی زہے تشریف ارزانی
ترے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی
سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمالِ پاکیزہ یہی اشغال روحانی
تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی
حفیظِ بے نوا بھی ہے گدائے کوچہء الفت
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نورانی
ترا در ہو، مرا سر ہو، مرا دل ہو، ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
سلام اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

☆☆☆☆

حنیف اسعدی

سارے احکامِ خُدا جنؐ کی زباں میں آئے
منزلت اُنؐ کی بھلا کس کے گماں میں آئے

میرے مولاؐ کا کرم، میری زمیں کا اعزاز
سب جہانوں کے امیں میرے جہاں میں آئے

عرش سے امر و نواہی کی امانت لے کر
آپؐ اس کارگہِ سُود و زیاں میں آئے

آپؐ کی ذات ہے وہ دائرۂ وصف و کمال
جو تصور میں سمائے نہ گماں میں آئے

اتنا آساں تو نہیں آپؐ کی سیرت کا شعور
رُوح کی راہ سے گزرے تو بیاں میں آئے

آپؐ کے ذکر کی یہ رفعتیں اللہ اللہ!
نام اعلانِ خُدا بن کے اذاں میں آئے

جن کی تابش میں نظر آئیں خد و خالِ حضورؐ
ایسے انوار بھی چشمِ نگراں میں آئے

اُن کے منکر کے لیے کوئی نہیں جائے پناہ
اُن کے قدموں میں جو پہنچے وہ اماں میں آئے

خاطر غزنوی

جو نام صفِ پاکِ رسولاں میں جلی ہے
اس نام سے دنیا کی ہر اک بات چلی ہے

تخلیقِ دو عالم کا سبب ہے یہی دنیا
اس نورِ رسالتؐ کی تجلی ازلی ہے

ہے محوِ طوافِ درِ محبوبؐ الٰہی
اک حسرتِ پاکیزہ کہ پھولوں میں پلی ہے

سایہ بھی اسے چھو لے تو ہو جائے فروزاں
وہ شکل کہ انوار کے سانچے میں ڈھلی ہے

بخشش بھی اسی رہ میں منزل بھی اسی پہ
اک قلزمِ انعام مدینے کی گلی ہے

خوشبوئے گلستانِ شہنشاہِ دو عالمؐ
خاطر مجھے بطحا کی طرف لے کے چلی ہے

☆☆☆☆

خالداحمد

تو نے ہر شخص کی تقدیر میں عزت لکھی
آخری خطبے کی صورت میں وصیت لکھی

تو نے کچلے ہوئے لوگوں کا شرف لوٹایا
عدل کے ساتھ ہی احسان کی دولت لکھی

سرحدِ رنگ بعنوانِ اخوت ڈھائی
ورقِ دہر پہ ہر سطرِ محبت لکھی

تو نے ہر ذرے کو سورج سے ہم آہنگ کیا
تو نے ہر قطرے میں اک بحر کی وسعت لکھی

حسنِ آخر نے کیا حسن کو آخر تجھ پہ
آخری روپ دیا، آخری سورت لکھی

سلسلے بند کیے مہر لگا دی تو نے
صفحۂ ارض پہ اک آخری امت لکھی

خالد احمد تری نسبت سے ہے خالد احمد
تو نے پاتال کی قسمت میں بھی رفعت لکھی

☆☆☆☆

راسخ عرفانی

امیرِ خلد کا اعجاز دیکھوں
اخوت کا نیا انداز دیکھوں

سرِ شہرِ نبیؐ الحمد للہ
فقیروں کو بھی سرافراز دیکھوں

جونہی پلکوں پہ آنسو جھلملائیں!
کرم کے سینکڑوں در، باز دیکھوں

اُڑوں خوابوں میں طیبہ کی فضا میں
عروجِ بخت کی پرواز دیکھوں

درخشاں رخ، چمکتی سی جبینیں
سجودِ عجز کا اعزاز دیکھوں

میں جب الجھوں کسی الجھن میں راسخ
نبیؐ کی یاد کو دمساز دیکھوں

☆☆☆☆

راغب مرادآبادی

پہنچ ہی جائیں گے اک دن کسی قرینے سے
کہ لو لگائے ہوئے ہم بھی ہیں مدینے سے

حضورؐ پاس بلا لیجیے خدا کے لیے
رہے جو دُور تو کیا فائدہ ہے جینے سے

نثار میرے دل و جاں ربیع الاوّل پر
ہُوا بہار کا آغاز اسی مہینے سے

یہاں کی خاک کے ذرّے ہیں عطر پیراہن
مہک رہا ہے عرب آپؐ کے پسینے سے

محمدِؐ عربی ناخدا ہیں اے راغب!
اُلجھ سکیں گے نہ طوفاں مرے سفینے سے

☆☆☆☆

رئیس امروہوی

جمالِ ذات ہے نورِ محمدِؐ عربی
ہمہ صفات ظہورِ محمدِؐ عربی

دلِ کلیم ہے اس کے کلام سے روشن
خوشا تجلیِ طورِ محمدِؐ عربی

خود آگہی کا سبق معرفت محمدؐ کی
شعورِ حق ہے شعورِ محمدِؐ عربی

شہنشہی کی جلالت الوہیت کا شکوہ
فدائے فقرِ غیورِ محمدِؐ عربی

یہ انبیا کی تجلی یہ اولیاء کا جمال
فقط تسلسلِ نورِ محمدِؐ عربی

وہی ہے لشکرِ توحید کا مزاج شناس
جو دل ہے مستِ سُرورِ محمدِؐ عربی

ربابِ کن کی ہے آواز بازگشت رئیس
مری نوا بحضورِ محمدِؐ عربی

☆☆☆☆

ساغر صدیقی

بزمِ کونین سجانے کے لیے آپؐ آئے
شمعِ توحید جلانے کے لیے آپؐ آئے

ایک پیغام، جو ہر دل میں اجالا کر دے
ساری دنیا کو سنانے کے لیے آپؐ آئے

ایک مدت سے بھٹکتے ہوئے انسانوں کو
ایک مرکز پہ بلانے کے لیے آپؐ آئے

ناخدا بن کے ابلتے ہوئے طوفانوں میں
کشتیاں پار لگانے کے لیے آپؐ آئے

قافلے والے بھٹک جائیں نہ منزل سے کہیں
دور تک راہ دکھانے کے لیے آپؐ آئے

چشمِ بیدار کو اسرارِ خدائی بخشے
سونے والوں کو جگانے کے لیے آپؐ آئے

☆☆☆☆

سید سلمان رضوی

محفل سجی ہوئی ہے درود و سلام کی
کیا بات ہے حضور علیہ السلام کی

اُنؐ سے لگائی لو تو میرے ہاتھ آ گئی
اک شاہراہِ خاص بقائے دوام کی

گردش لہو کی گردشِ تسبیح بن گئی
ہم نے ثنائے خواجۂ گیہاں مدام کی

معراج جس کو کہتے ہیں وہ ہے مرے خدا
اک منفرد روش ترے شائستہ گام کی

فردوس کا وہ قصر جہاں داخلہ ہے بند
تختی لگی ہوئی ہے وہاں میرے نام کی

ہم نے حضورِ پاکؐ کا دامن پکڑ لیا
اور یوں دیارِ خیر کی منزل تمام کی

سلمانؔ تجھ کو خیر ملے عافیت ملے
کیا دل سے نعت لکھی ہے خیرالانامؐ کی

☆☆☆☆

سید محمد ضمیر جعفری

محمد مصطفیٰؐ صلِ علیٰ محبوب ربانی
ازل کی صبح عرفانی ابد کی شمعِ ایمانی

حضورؐ آئے تو چمکیں فکرِ انسانی کی تنویریں
حضورؐ آئے تو ٹوٹیں جبر و محکومی کی زنجیریں

جمے ذہنوں کا زنگ اترا، بجھے چہروں پہ نور آیا
حضورؐ آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا

بشر کی پیشوائی کے لیے شمس و قمر آئے
حضورؐ آئے تو امکاناتِ ہستی بھی نظر آئے

تمدن آیا تہذیب آئی امن آیا قرار آیا
حضورؐ آئے تو عالم پہ بہار آئی نکھار آیا

یتیموں اور فقیروں کو پناہیں مل گئیں آخر
حضورؐ آئے تو ذروں کو نگاہیں مل گئیں آخر

اخوت اور مساوات و محبت کا نظام آیا
حضورؐ آئے تو یہ توقیر ہستی کا مقام آیا

سلام اے رحمۃ للعالمیں سرکار دو عالمؐ
سلام اے مرسلِ حق مالک و مختار دو عالمؐ

☆☆☆☆

سیماب اکبرآبادی

پیام لائی ہے بادِ صبا مدینے سے
کہ رحمتوں کی اٹھی ہے گھٹا مدینے سے

ہمارے سامنے یہ نازشِ بہارِ فضول
بہشت لے کے گئی ہے فضا مدینے سے

فرشتے سینکڑوں آتے ہیں اور جاتے ہیں
بہت قریب ہے عرشِ خدا مدینے سے

نہ آئیں جا کے وہاں سے یہی تمنا ہے
مدینے لا کے نہ لائے خدا مدینے سے

☆☆☆☆

شان الحق حقی

مجھے تو صرف اتنا ہی یقیں ہے
مرا تو بس یہی ایمان و دیں ہے
اگر تم مقصدِ عالم نہیں ہو
تو پھر کچھ مقصدِ عالم نہیں ہے
نہیں میں واقفِ سرِ الٰہی
مگر دل میں یہ نکتہ جاگزیں ہے
جو دل انوار سے ان کے ہے روشن
وہی کعبہ وہی عرشِ بریں ہے
یہ سمجھے معنیِ لولاک میں نے
کہ ہستی بخششِ جاں آفریں ہے
مگر آزارِ ہستی کا مداوا
عطائے رحمت للعالمیں ہے
وہ شہرِ بے حصار ان کا، مدینہ
کہ جس کی خاک ارمانِ جبیں ہے
نہ سمجھو ہم کو محرومِ نظارہ
وہ حسن اب بھی نگاہوں کے قریں ہے
کہ دل میں ماسوائے اسمِ احمدؐ
نہیں ہے، کچھ نہیں ہے، کچھ نہیں ہے

☆☆☆☆

شورش کاشمیری

خود رب دو جہاں ہے خریدارِ مصطفیٰؐ
دیکھے تو کوئی گرمیِ بازارِ مصطفیٰؐ

لاؤں کہاں سے شہپر جبریل کی اڑان
دل کھنچ رہا ہے جانبِ دربارِ مصطفیٰؐ

پیرِ مغاں! سنبھل کہ ادب کا مقام ہے
آتے ہیں میکدے میں قدح خوارِ مصطفیٰؐ

غارِ حرا سے کرب و بلا کے مقام تک
دیدہ وروں پہ فاش ہیں اسرارِ مصطفیٰؐ

قرآں کی آیتوں میں سراپا ڈھلا ہوا
تمثیلِ بے مثال ہے کردارِ مصطفیٰؐ

سجدوں کی چاندنی سے جبینیں نکھر گئیں
آنکھوں میں بس گئے در و دیوارِ مصطفیٰؐ

شورش! بہ فیضِ خواجہء کونین دیکھ لوں
جی چاہتا ہے کوچہ و بازارِ مصطفیٰؐ

☆☆☆☆

عارف عبدالمتین

زمانہ تیرے لیے ہے، ازل ابد تیرےؔ
ان آئنوں میں جھلکتے ہیں خال و خد تیرےؔ

میں کس طرح ترےؔ اوصاف کا شمار کروں
خدا کے بعد محاسن ہیں بے عدد تیرےؔ

تو چاند بن کے انہیں بخشتا ہے طغیانی
سمندروں کے طلاطم میں جزر و مد تیرےؔ

ہوئی ہے قریہ بہ قریہ جہاں میں تیریؔ ثنا
ہوئے ہیں دہر میں چرچے بلد بلد تیرےؔ

کسے خبر کہ تیرےؔ زیرِ لب تبسم میں
نہفتہ رہتے تھے کتنے غمِ اسد تیرےؔ

تریؔ حدیث میں مضمر ہے اعتبارِ سخن
مرے لیے تو سبھی لفظ ہیں سند تیرےؔ

☆☆☆☆

عاصی کرنالی

رہبرِ ہستی نے واضح کر دیا خط کھینچ کر
یہ مقامِ شرک ہے، یہ منزلِ توحید ہے

دہر کے افکار پر، اعمال پر، احوال پر
آپ کا نفسِ وجود اللہ کی تنقید ہے

مرحبا چشمِ تصور، آفریں دیدارِ دوست
عاشقوں کے گھر تو گویا سال بھر کی عید ہے

ابتدائے جلوہ ہے اور دیکھنے کا دم نہیں
اللہ اللہ یہ ہماری انتہائے دید ہے

سخت عاصی ہوں، بُرے اعمال کا دوزخ ہوں میں
پھر بھی میری مغفرت ہوگی مجھے امید ہے

☆☆☆☆

عبدالستارخان نیازی

محبوبؐ کی محفل کو محبوبؐ سجاتے ہیں
جاتے ہیں وہی جن کو سرکارؐ بلاتے ہیں

بیمارو! ذرا جانا دربارِ محمدؐ میں
وہؐ جامِ شفا اب بھی بھر بھر کے پلاتے ہیں

جس کا بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں والی
اس کو بھی مرے آقاؐ سینے سے لگاتے ہیں

اس آس پہ جیتا ہوں کہہ دے کوئی آکر یہ
چل تجھ کو مدینے میں سرکارؐ بلاتے ہیں

اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں نبیؐ سرور
یہ سچ ہے نیازی ہم سرکارؐ کا کھاتے ہیں
☆☆☆☆

عبدالعزیز خالد

خدا کے بعد صاحب سب زمانوں سب جہانوں کا
قبالہ نام ہے جس کے مکانوں لامکانوں کا

دھڑکتا ہے دلِ بیدار و بینا جس کے سینے میں
جو خازن ہے زمینوں آسمانوں کے خزانوں کا

زباں ہر دل کی سمجھے وہ زباں دانِ ہمہ عالم
لبِ اظہار سارے بے نواؤں، بے زبانوں کا

دریں چہ شک کہ پیشِ آہنگ ہے وہ رہتی دنیا تک
شعور و شوق و سرمستی کے سارے کاروانوں کا

بنایا جس نے انسانوں کو افراد ایک ہی گھر کے
مٹایا جس نے سب بے جا تقاخر خاندانوں کا

کرے خونِ جگر سے آبیاری کشتِ ویراں کی
مزاج اس کو مشیت نے دیا ہے باغبانوں کا

دیا توحید کا پیغام اس نے بت پرستوں کو
کیا تبدیل رخ اس نے دلوں کے بادبانوں کا

کھنچیں بے ساختہ اس کی طرف درماندہ و راندہ
ہے ذات اس کی حصارِ عافیت بے خانمانوں کا

☆☆☆☆

عزیز لدھیانوی

مرسلوں میں کوئی بھی خیرالبشرؐ ایسا نہ تھا
مرتبہ ان سب کا اعلیٰ تھا، مگر ایسا نہ تھا

نام جب سرکارؐ کا جپتا نہ تھا ہر صبح میں
روز ہوتی تھی سحر، حسنِ سحر ایسا نہ تھا

لامکاں کی حد سے آگے ختم ہوتا ہے سفر
سدرہ سے آگے بھی جانا، ہمسفر ایسا نہ تھا

جا نہ سکتا جو تلاشِ رزق میں طیبہ تلک
طائرِ تخیل میرا خستہ پر ایسا نہ تھا

داغ انگلی کے اشارے کا ہے سینے پہ عیاں
آپؐ کے اعجاز سے پہلے قمر ایسا نہ تھا

☆☆☆☆

غلام محمد قاصر

جہاں پیوندِ ظلمت بن گئے روزن مکانوں کے
وہیں کھولے گئے سارے دریچے آسمانوں کے

اک اندھی رات تھی جو ریت پہ لہریں بناتی تھی
اور اُن میں جذب ہو جاتے تھے نغمے ساربانوں کے

سرائے دہر میں مہمان تھے صدیوں کے سناٹے
تمہارا نام لے کر کارواں اترے اذانوں کے

تمہاری رہ گزر میں کوئی جنتی دور جاتا ہے
اسی نسبت سے دل پہ بھید کھلتے ہیں جہانوں کے

مخالف سمت جائیں تو سفینے ٹوٹ جاتے ہیں
مدینے کی طرف رخ پھر رہے ہیں بادبانوں کے

کتابِ زندگی رکھتے ہیں تابِ زندگی کم ہے
نئے کردار ہیں ہم لوگ اگلی داستانوں کے

☆☆☆☆

فارغ بخاری

حضورؐ اقدس زمانے بھر سے گئے تھے جو تیرگی مٹا کر
اسی بھیانک فضا میں پھر رک گیا ہے یہ کاروان آ کر

یہ زر کے بندے ترے دفینوں پہ ناگ بن کر ڈٹے ہوئے ہیں
وہ خودکشی کر رہے ہیں مفلس حیات کا آسرا نہ پا کر

غریب اور بے نوا کے اے دستگیر اندھیر ہو رہا ہے
کہ فخر کرتے ہیں تیرے درسِ عمل کی یہ دھجیاں اڑا کر

مذاق اڑاتے ہیں، جو اخوت کا نام بھی آج لے رہا ہو
یہ اپنی اغراض کے لیے بیچتے ہیں اسلام کو چھپا کر

جو نام لے حق کا اس کی گردن میں کفر کا طوق باندھتے ہیں
جو راستی پر چلے اسے چھوڑتے ہیں مرغِ قفس بنا کر

اسی تعدی کے روکنے کو جہاں میں بعثت ہوئی تھی تیری
اسی طرح لوٹتے ہیں پھر مفلسوں کو سرمایہ دار آ کر

میں کچھ ہوں تیرا ہی نام لیوا ہوں میری گردن نہ جھک سکے گی
میں تیرے درسِ حیات کا ساتھ دوں گا ہر چیز کو لٹا کر

☆☆☆☆

قتیل شفائی

جو دل کو چین دے وہ کسک چاہتا ہوں میں
اے عشق! تیری ایک جھلک چاہتا ہوں میں

لوں نامِ مصطفیٰ ؐ تو کھلیں چاہتوں کے پھول
سانسوں میں زندگی کی مہک چاہتا ہوں میں

اتنا جھکوں کہ چوم لوں خاکِ درِ حبیبؐ
خود کو بلند تا بہ فلک چاہتا ہوں میں

وہ اس لیے کہ جزوِ نظر ہو کسی کی یاد
ملتی ہوئی پلک سے پلک چاہتا ہوں میں

جس میں ہر ایک رنگ ہو عشقِ رسولؐ کا
دل پر تنی ہوئی وہ دھنک چاہتا ہوں میں

چھایا ہوا ہے روح پہ اک سرمدی سرور
اس کیفیت کو قبر تلک چاہتا ہوں میں

خالی سہی قتیل، مرا ساغرِ عمل
عشقِ نبیؐ کی اس میں کھنک چاہتا ہوں میں

☆☆☆☆

قیوم نظر

ہر ذرہ کائنات کا گرداں ہے اس لیے
ہر لحظہ گنگنائے فضا نعتِ مصطفیٰؐ

راہِ طلب میں اشک رواں ہیں زباں خموش
ہر سانس کی مگر ہے صدا نعتِ مصطفیٰؐ

عشقِ رسول، قصدِ مدینہ، وفورِ شوق
اس کارواں کو بانگِ درا نعتِ مصطفیٰؐ

سوز و تپ فراق کی تلخی کا ذکر کیا
لائی لبوں پہ تازہ ہوا نعتِ مصطفیٰؐ

دل کو ملا سکون ہوئی روح مطمئن
ہر غم سے لے گئی ہے ورا نعتِ مصطفیٰؐ

بخشش کو اپنی لایا ہوں اک نسخۂ وفا
پڑھتا اٹھوں گا روزِ جزا نعتِ مصطفیٰؐ

☆☆☆☆

کلیم عثمانی

ہو جو توفیق تو بس نعتِ پیمبرؐ لکھوں
کوئی حرف اور نہ اس صنف سے باہر لکھوں

مجھ سیہ کار کو بھی جس نے دیا اذنِ سلام
کیوں نہ اس ذات کو رحمت کا سمندر لکھوں

روز ہوتی ہے جہاں ایک نئی بارشِ نور
کیسے الفاظ میں اس صبح کا منظر لکھوں

دولتِ صبر و قناعت جسے مل جائے یہاں
آج کے دور کا اس شخص کو بوذرؓ لکھوں

سب جہانوں میں اسی نام کا جلتا ہے چراغ
سب جہانوں کا انہیں ہادیؐ و رہبرؐ لکھوں

خاک اس در کی مری آنکھوں کا سرمہ ہے کلیمؔ
کیوں نہ میں خود کو غنی اور تونگر لکھوں

☆☆☆☆

کوثر نیازی

آدمیت کی علامت ہے ولائے مصطفیٰؐ
مصطفیٰؐ دل کے لیے، دل ہے برائے مصطفیٰؐ

ہے رضائے مصطفیٰ میں ربِ کعبہ کی رضا
ربِ کعبہ کی رضا میں ہے رضائے مصطفیٰؐ

کچھ نہیں معلوم کیا ہے قصہء ذات و صفات
تجھ پہ ہم ایمان لائے اے خدائے مصطفیٰؐ

شکلِ انسانی میں قرآنِ مجسم آپؐ ہیں
شرحِ فرمانِ خدا ہے ہر ادائے مصطفیٰؐ

حشر کی گرمی اسے کچھ بھی ستا سکتی نہیں
جس کو سایہ مل گیا زیرِ لوائے مصطفیٰؐ

دو جہاں کی بادشاہی سے بڑا ہے یہ شرف
کاش میں کہلاؤں اک ادنیٰ گدائے مصطفیٰؐ

آرزو دل میں یہ رکھتا ہوں خدا پوری کرے
جب مروں کوثرؔ زباں پہ ہو ثنائے مصطفیٰؐ

☆☆☆☆

ماہرالقادری

رسولِ مجتبیٰؐ کہیے محمد مصطفیٰؐ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے
شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاؐ کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب خدا کہیے
جبین و رخ محمدؐ کے تجلی ہی تجلی ہیں
کسے شمس الضحیٰ کہیے کسے بدرالدجیٰ کہیے
جب انؐ کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش بن جائے
جب انؐ کا نام آئے مرحبا صلِ علیٰ کہیے
غبارِ راہِ طیبہ سرمہء چشمِ بصیرت ہے
یہی وہ خاک ہے جس خاک کو خاکِ شفا کہیے
صداقت پر بنا رکھی گئی ہے دینِ فطرت کی
اسی تعبیر کو انسانیت کا ارتقا کہیے
مرے سرکارؐ کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستہ کہیے
محمدؐ کی نبوت دائرہ ہے جلوہء حق کا
اسی کو ابتدا کہیے اسی کو انتہا کہیے
مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رکتے
مری آنکھوں کو ماہرؔ چشمہء آب بقا کہیے

☆☆☆☆

مجید امجد

کاش وہ خاک مجھ کو مل جائے
سرمہء پاک مجھ کو مل جائے
میں اسے رکھ کر آنکھ کے تل میں
آنکھ کے تل میں دیدۂ دل میں
جگمگاتا پھروں زمانے میں
زندگی کے سیاہ خانے میں
جو نبیؐ کے قریب ہیں وہ لوگ
کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ
اس کے قدموں کے ساتھ رہتے ہیں
اس کی موجوں کے ساتھ بہتے ہیں
اس کے ابرو کے ہر اشارے پہ
تیرتے ہیں لہو کے دھارے پہ
اس کی عزت پہ سر کٹاتے ہیں
آخری وقت مسکراتے ہیں
ان کے قدموں میں دولتِ کونین
ان کا ایک ایک سانس بدر و حنین
ہاں وہ دیکھو بلالؓ کی حالت
چور زخموں سے خون میں لت پت
گرم ریتی پہ تلملاتا ہے
تازیانوں کی چوٹ کھاتا ہے

موت کا خوف ہے نہ زیست کی فکر
اس کے ہونٹوں پہ لا الٰہ کا ذکر
دیکھنا جنگ احد کی جاری ہے
وقت اسلامیوں پہ بھاری ہے
چارسو کافروں کا ریلا ہے
ابنِ سکن زیادؓ اکیلا ہے
اس نے دیکھا کہ چند پیکرِ شرر
وار کرنے کو ہیں محمدؐ پہ
دوڑ کر آ کے درمیانِ نبیؐ
جان دے کر بچائی جانِ نبیؐ

☆☆☆☆

محبوب عزمی

جب میرے دل کا درد، الم تک پہنچ گیا
میں خود بخود ہی انؐ کے کرم تک پہنچ گیا

یہ بھی نصیب ہی کی تو ہے بات دوستو
جو سر جھکا تو انؐ کے قدم تک پہنچ گیا

قاصر رہی زبان جو کہنے سے مدعا
احوالِ دل تو دیدۂ نم تک پہنچ گیا

سمجھوں گا میں کہ مل گئی معراج مجھ کو بھی
جذبہ مرا جو شاہِ اُمم تک پہنچ گیا

دیجے اب اِذن گنبدِ خضرا کی دید کا
عاصی یہ آپؐ کا تو حرم تک پہنچ گیا

آئے ہیں عزمؔی بہر پذیرائی پھر سروش
پڑھتا درود میں جو عدم تک پہنچ گیا

☆☆☆☆

محسن احسان

شفاعتوں کے فلک پہ عجب سحاب کھلے
زمیں نہال ہوئی رحمتوں کے باب کھلے

نصیبِ خلق ہوئی آفتاب علم کی دھوپ
جمالِ حرف و معانی کے تازہ باب کھلے

مصافِ جنگ و جدل ہو کہ شہرِ امن و اماں
تری بلندیء کردار کے نصاب کھلے

ترے جمال سے شرمندہ جلوۂ خورشید
ترے حضور نہ احرامِ آفتاب کھلے

تو سائبان کی صورت محیط عالم پہ
کرن کرن کی ترے سامنے طناب کھلے

ہمارے نام کے آگے بھی حرفِ بخشش لکھ
کہ سرفراز ہوں ہم جب تری کتاب کھلے

میں اس امید پہ کرتا ہوں نعت نذرِ حبیبؐ
کہ میرے واسطے محسنؔ درِ ثواب کھلے

☆☆☆☆

محشر بدایونی

آپؐ کی مدح ہے کس کے امکان میں
سارا قرآن ہے آپؐ کی شان میں

حمد کے حرف لکھوں کہ میں نعت کے
ہوں بڑی احتیاطوں کے میدان میں

اس کو کہتے ہیں تکمیلِ انسانیت
ساری اچھائیاں ایک انسانؐ میں

ہم نبیؐ کی محبت سے باہر کہاں
یہ محبت تو شامل ہے ایمان میں

اُسوۂ مصطفیٰؐ کا چراغ آج بھی
جل رہا ہے ہواؤں کے طوفان میں

☆☆☆☆

محشرِ رسول نگری

شعورِ عشق مدینے کی سر زمیں سے ملا
دوا بھی، درد بھی جو کچھ ملا یہیں سے ملا

ہے اتباعِ پیمبرؐ ہی اتباعِ خدا
جو فیض ہم کو ملا ختمِ مرسلین سے ملا

ملا نہ ملتِ بیضا کو پھر زمانے میں
جو رتبہ پیرویِ تاجدارِ دیں سے ملا

ہوئے تھے جس کے طفیل ایک اپنے بیگانے
وہ درسِ عدل و اخوت نہ پھر کہیں سے ملا

اگر ہے وجہِ شرف کچھ تو آدمیت ہے
یہ نکتہ آپؐ کی تلقینِ آخریں سے ملا

خدا نے آپ کہا ہے تجھے سراجِ منیر
جہاں کو نورِ ہدایت تری جبیں سے ملا

ہزار بار بھی دی ہے درِ نبی پہ صدا
مگر جواب نہ محشر، کبھی "نہیں" سے ملا

☆☆☆☆

محمد اعظم چشتی

سمجھا نہیں ہنوز مرا عشقِ بے ثبات
تو کائناتِ حُسن ہے یا حُسنِ کائنات

جو ذکر زندگی کے فسانے کی جان ہے
وہ تیرا ذکرِ پاک ہے اے زینتِ حیات

اک خالقِ جہاں ہے تو اک مالکِ جہاں
اک جانِ کائنات ہے اک وجہِ کائنات

بزمِ حدوث سے ہے مقدم ترا وجود
خالق کے بعد کیوں نہ مکرم ہو تیری ذات

اب تک سجی ہوئی ہے ستاروں کی انجمن
اس انتظار میں کہ پھر آئیں وہ ایک رات

ارشادِ مارمیت سے ظاہر ہوا یہ راز
ہے کبریا کا ہاتھ رسولِ خدا کا ہات

اعظم میں ذکرِ شاہِ زمن کیسے چھوڑ دوں
میرے لیے تو ہے یہی سرمایہء حیات

☆☆☆☆

مسرور کیفی

خوابوں میں مدینے کی فضا دیکھنے والا
خاطر میں کہاں لائے گا رنگِ گل و لالہ

نظروں میں رہے جس کے جمالِ شہہؐ والا
اس شخص کی دنیا میں اجالا ہی اجالا

نبیوں میں، وہ بندوں میں، بشر میں جہاں دیکھو
افضل سے بھی افضل ہیں، وہ اعلیٰ سے بھی اعلیٰ

روشن ہے ازل سے جو مرے گوشہء دل میں
وہ چاند کسی طور نہیں ڈوبنے والا

دنیا کا طلب گار رہا ہے نہ رہے گا
سرکارؐ کے قدموں کے نشاں ڈھونڈنے والا

پابندیِ احکام خداوندی یہی ہے
محبوبؐ خداوند کے احکام بجالا

قدموں سے میں مسرور لپٹ جاؤں، جو مل جائے
سرکارؐ دو عالم کا کوئی چاہنے والا

☆☆☆☆

ناصر کاظمی

شجر حجر تمھیں جھک کر سلام کرتے ہیں
یہ بے زبان تمھیں سے کلام کرتے ہیں

زمیں کو عرشِ معلیٰ ہے تیرا گنبدِ سبز
تری گلی میں فرشتے قیام کرتے ہیں

مسافروں کو ترا در ہے منزلِ آخر
یہیں سب اپنی مسافت تمام کرتے ہیں

جنھیں جہاں میں کہیں بھی اماں نہیں ملتی
وہ قافلے یہاں آ کر قیام کرتے ہیں

نظر میں پھرتے ہیں تیرے دیار کے منظر
اسی نواح میں ہم صبح و شام کرتے ہیں

سکونِ دل کی انھیں سے امید ہے ناصر
جو اپنا فیض غریبوں پہ عام کرتے ہیں

☆☆☆☆

نصیرالدین نصیر

چاند تارے ہی کیا دیکھتے رہ گئے
اُنؐ کو ارض و سما دیکھتے رہ گئے
ہم درِ مصطفیٰؐ دیکھتے رہ گئے
نُور ہی نُور تھا دیکھتے رہ گئے
پڑھ کے روح الامیں سُورتِ والضحیٰ
صورتِ مصطفیٰؐ دیکھتے رہ گئے
وہ امامت کی شب، وہ صفِ انبیاؑ
مقتدی، مقتدیٰ دیکھتے رہ گئے
نیک و بد پہ ہُوا اُنؐ کا یکساں کرم
لوگ اچھا بُرا دیکھتے رہ گئے
وہ گئے عرش تک اور روح الامیں
سِدرۃُ المنتہیٰ دیکھتے رہ گئے
معجزہ تھا وہ ہجرت میں اُنؐ کا سفر
دشمنانِ خدا دیکھتے رہ گئے
مرحبا شانِ معراجِ ختمِ رُسلؐ
سب کے سب انبیاؑ دیکھتے رہ گئے
جب سواری چلی جبرئیلِ امیں
صورتِ نقشِ پا دیکھتے رہ گئے
اہلِ دانش محمدؐ پہ تھے حیرتی
رُوئے قرآں نما دیکھتے رہ گئے
مَیں نصیرؔ آج لایا وہ نعتِ نبیؐ
نعت گو منہ مِرا دیکھتے رہ گئے

☆☆☆☆

نعیم صدیقی

پرکیف کس قدر غمِ پنہاں ہے اے حضورؐ
میرا یہی دفینہء ایماں ہے اے حضورؐ

ہم آپؐ کے مقام کو سمجھے نہیں، بجا!
اپنے وجود کا ہی کب عرفاں ہے اے حضورؐ

اُمت پہ کتنی آج گراں ہو گئی حیات
ارزاں بہت ہی خونِ مسلماں ہے اے حضورؐ

شیرازہ بندِ شوق ہے تیری نگاہِ لطف
شیرازۂ خیال پریشاں ہے اے حضورؐ

احسان و عدل و امن کے نعروں کے باوجود
تہذیب ساری جنگ کا میداں ہے اے حضورؐ

مجروح کتنی غیرتِ آدم ہے آج کل
مظلوم کتنی عظمتِ انساں ہے اے حضورؐ

کس شان سے ہوا دلِ عاشق لہولہان
جیسے یہ کوئی لعلِ بدخشاں ہے اے حضورؐ

لاشے تڑپ رہے ہیں سرِ دار و زیرِ تیغ
کیا ہر طرف یہ حشر کا ساماں ہے اے حضورؐ

کچلے ہوئے سے کیوں ہیں خیالاتِ عرش گیر
سہما ہوا سا کیوں مرا ایماں ہے اے حضورؐ
☆☆☆☆

یزدانی جالندھری

کوہِ فاراں پہ خورشیدِ غارِ حرا، جب ہوا جلوہ گر دیکھتے دیکھتے
پرتوِ نورِ حق سے درخشاں ہوا، نجمِ بختِ بشر دیکھتے دیکھتے
آرزوئے خلیل آج پوری ہوئی، کائناتِ دل و روح نوری ہوئی
زندگی جاگ اٹھی، روشنی ہوگئی، تا بہ حدِ نظر دیکھتے دیکھتے
زیست صحراتھی صحرا سے گلشن ہوئی، شمع عرفان و ایقاں کی روشن ہوئی
سربسر تھے جو ہر بات سے بے خبر، ہو گئے باخبر دیکھتے دیکھتے
روحِ انساں سقیم اور بیمار تھی، ذہنِ اوہام تھی، وقفِ آزار تھی
رحمتِ حق تعالیٰ کو جوش آگیا، مل گیا چارہ گر دیکھتے دیکھتے
دیکھتے دیکھتے انقلاب آگیا، پھول مہکے چمن پہ شباب آگیا
ڈھل گئے رنگ قوسِ قزح میں سبھی، رنگِ شام و سحر، دیکھتے دیکھتے
شرق سے غرب تک شور برپا ہوا، ایک اُمّی لقب شہرِ علم آگیا
اس کے فیضان سے کم نظر، بے ہنر، ہو گئے نکتہ ور دیکھتے دیکھتے
جس طرف سے بھی گزرے شہِ ذی حشم، جس نے بھی سرور دیںؐ کے چومے قدم
آسماں ہوگئی، کہکشاں بن گئی، ایک اِک رہگزر دیکھتے دیکھتے
واپس آئے تو بستر ابھی گرم تھا اور زنجیرِ در میں تھی جنبش ابھی
فرش سے عرش تک، عرش سے فرش تک ہو گیا طے سفر دیکھتے دیکھتے
جس کو کہتے ہیں سب لوگ شہرِ نبیؐ، روکشِ خلد ہے جس کی ایک اک گلی
میں نہایا ہوں اک سیلِ انوار میں اس کے دیوار و در دیکھتے دیکھتے
کملی والے کا یزدانی احسان ہے، ابنِ آدم پہ بارانِ فیضان ہے
پتھروں سے بھی بدتر جو انسان تھے ہو گئے وہ گہر دیکھتے دیکھتے

☆☆☆☆

آصف اکبر

جو کسی عطا نے خطا کے داغ تمام عمر کے دھو دیے
تو قتیلِ شکر نے جوشِ اشک سے شش جہات بھگو دیے

چلے قافلے لیے آبلے، بڑھے حوصلے گھٹے فاصلے
وہ نصیب والے تھے وقت نے جنھیں دن یہ دیکھنے کو دیے

تھیں عزیز جاں سے جو منزلیں تو عزیز تر رہیں مشکلیں
کہ انہیں سے نظمِ حیات کو نئے عزم دینے تھے سو دیے

کبھی جستجو کبھی گفتگو کبھی کوبکو کبھی روبرو
وہ ہزار شوق کے رنگ تھے جو کسی نے جاں میں سمو دیے

کبھی دیکھنا، کبھی جھینپنا، کبھی مانگنا، کبھی سوچنا
کبھی ضبطِ حال میں کھو گئے کبھی فرطِ شوق سے رو دیے

وہ درِ کرم، وہ رہِ نعم، وہ شبِ حرم وہ وفورِ نم
جو متاعِ فکر تھے وقت نے وہی خواب آنکھ میں بو دیے

وہی بے کلی، وہی تشنگی، وہی بے بسی، وہی خستگی
جو نکل چکے تھے، فراق نے وہی خار دل میں چبھو دیے

مرے حالِ زار پہ اک نظر، مرے چارہ گر، مرے چارہ گر
جو تجوّدِ شوق تھے معتبر وہی مرے وجود نے کھو دیے

یہ عیاں ہے آصفِ ناتواں، ترے دل میں درد ہے اک نہاں
تو عجب ہے کیا جو حروفِ لب کبھی خونِ دل میں ڈبو دیے
☆☆☆☆

آصف ثاقب

صدا میں ستارہ ستارہ کروں
محمدؐ محمدؐ پکارا کروں

دل و جاں سے نعتِ نبیؐ میں سنوں
دل و جاں کو ایسے سنوارا کروں

کِھلا ان گلوں میں محمدؐ کا نام
میں زخموں کا اپنے نظارہ کروں

خدا کی طرف سے بشارت ملے
بنامِ نبیؐ استخارہ کروں

میں اشکوں کی صورت نظر در نظر
محمدؐ کا صدقہ اُتارا کروں

جگر سبز پتی سے کاٹوں اگر
تو منظر ہرا آشکارا کروں

لکھوں نعت ثاقب عقیدت بھری
کہ خونِ جگر استعارہ کروں

☆☆☆☆

آفتاب ضیا

دل میں اگر خُدا ہے رسولؐ خدا بھی ہے
کعبہ نظر میں ہے تو درِ مصطفےٰؐ بھی ہے

قرآن کہہ رہا ہے کہ گھبرایئے نہیں
اس خار زارِ زیست میں اک رہنما بھی ہے

اُنؐ پر درودِ پاک پڑھا جائے رات دن
جس میں گناہ گاروں کا اپنا بھلا بھی ہے

اللہ کے ساتھ اُن کی اطاعت بھی فرض ہے
جو آپؐ کی رضا ہے خُدا کی رضا بھی ہے

در در کی خاک چھاننے والو بتاؤ تو
اُن کے علاوہ اپنا کوئی آسرا بھی ہے

لوگوں نے خواہشات کو مذہب بنا لیا
یہ بھول کر کہ یومِ جزا و سزا بھی ہے

کتنا عروج پایا عرب کی زمین نے
آبِ حیات بھی جہاں خاکِ شفا بھی ہے

☆☆☆☆

ابرارحسین باری

وہ آپؐ کی محفل میں ادب دیکھا گیا ہے
جو دیکھا گیا مہر بہ لب دیکھا گیا ہے

کیا کوئی بتائے کہ خد و خال تھے کیسے
سورج کی طرف غور سے کب دیکھا گیا ہے

ظلمت میں کہاں دِکھتا ہمیں جادۂ منزل
اک نقشِ کفِ پا کے سبب دیکھا گیا ہے

دشمن پہ عنایت کی کوئی ریت کہاں تھی
آپؐ آئے ہیں دنیا میں یہ تب دیکھا گیا ہے

موسیٰؑ کے تصور میں بھی موجود نہیں تھا
جو قرب کہ معراج کی شب دیکھا گیا ہے

چھوٹا ترے بچوں سے ترا شہرِ مدینہ
تاریخ میں ایسا بھی غضب دیکھا گیا ہے

مجھ ایسے کی خاطر بھی کھلا ہے درِ رحمت
باریؔ یہاں کب نام و نسب دیکھا گیا ہے

☆☆☆☆

ابصار عبدالعلی

جو حرف و ہنر سارے زمانوں کو ملے ہیں، سب تیرے صلے ہیں
ادراک و تفکّر کے جہاں پھول کھلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

قرآں کا چلن مرسلِ یکتا سے چلا ہے جو تجھ کو ملا ہے
پھر ہم کو ابد تک کے پیامات ملے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

تُو سیّد و جید ہے، تُو مامون و امیں ہے، مصباح جبیں ہے
جو سارے ہدف سارے شرف ہم کو ملے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

تُو کامل و عادل ہے، تو فاتح ہے قوی ہے، نبیوں کا نبی ہے
ہر حق کو جو ناحق سے شکایت ہے گلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

باطل کے مقابل ہمیں اول پہ ہے ایماں، آخر پہ ہے بیعت
باطل کے مقابل نہ کبھی ہونٹ سلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

رزاق نے جو کچھ بھی دیا، اس پہ ہوں قانع، پیچھے ہوں میں تیرے
کب فقر و قناعت میں مرے ہونٹ ہلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

ایجاب دعا تیرے وسیلے سے ہوئی ہے، تو حق ہے، ولی ہے
اب مجھ کو مقدر سے نہ شکوے نہ گلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

☆☆☆☆

ڈاکٹر احسان اکبر

ستارہ استعارہ

حریمِ جاں میں اک روشن ستارے کا نظارہ ہے
ستارہ جس کی چھاؤں چھاؤں صبحِ آگہی چھائے
تقدس رات کے پچھلے پہر کے جاگتے پل کا
تلطف فجر کے عارض سے ڈھلکے اشکِ شبنم سا
بہت آہستہ آہستہ اترتا نقشِ نکہت کا
فضا میں ہلکے قدموں سے جنم لیتا ہوا طوفاں
بیاں میں اسم کی تقویم لفظوں کی جہانگیری
خدا بینی جہاں پہچان پورے آدمی کی ہے
وہ اک مشعل کہ جس نے آندھیوں میں
روشنی کی ہے
وہی آنکھوں میں بجھتے آنسوؤں کی شبنمی چادر
لبوں سے پھوٹتی روشن پھواریں نرم حرفوں کی
گلیمِ درد پوش ایسی
کہ جس میں تہہ بہ تہہ محراب زخموں کی
وہ جس کے نام ہر موسم
چمکتے جگنوؤں کے ساتھ اُڑنے کا
رَوِش سی پانیوں پہ تیرتے روشن دریچوں کی
مصائب کے سمندر میں بھی
اس کے اپنے لوگوں کے یقینوں میں

جزیرے سے امنگوں کے
مُہمات اس کے ہاں تقدیر کے الواح پہ سُرمے کی تحریریں
وہ سینہ
جس میں روشن آہٹیں ہیں
پاسداری کی
ہمیں ہردم
اُسی مینار کی ضوافگنی سے راستے لینا
ہر اک گدلائے موسم میں
اسی عرض البلد کو
بادلوں سے جھکتے جاتے آسماں میں
اپنی قسمت کے اُسی تارے کو تکنا
دیکھتے رہنا
اُسی کی دید سے تقویم ہوتے ہیں بھلے لمحے
اُسی کے نام سے آنکھوں میں ٹھہرے
نقش جلوے کے
کوئی محراب کا نقشہ پرانے آسمانوں میں
وہ جس سے اک نئی تہذیب اُبھری ساربانوں میں
وہ رحمت جس کی اک کروٹ سے
سوا مکان بنتے ہیں
وہ اک ترتیب جس سے آدمی انسان بنتے ہیں
(ارادوں میں مساوات، عدل اور احسان بنتے ہیں)
ہماری زندگی کا راز جس پر آشکارا ہے
وہی روشن ستارہ تو ہمارا استعارہ ہے

☆☆☆☆

احمد ادریس

تریؐ پناہ میں روزِ جزا کا خوف نہیں
ہم اہلِ درد ہیں ہیبت سرا کا خوف نہیں

ترا کرم ہے تو یکسر سکون ہے دل کو
یہاں ہمیں کسی رنج و بلا کا خوف نہیں

نفس نفس میں بسی ہے ہوائے کوئے رسولؐ
ترا ہے فیض کہ حبسِ ہوا کا خوف نہیں

ترے ہی نام کا صدقہ ہرے بھرے موسم
کسی وبال کسی ابتلا کا خوف نہیں

غرورِ اسمِ محمدؐ کے ہیں علم بردار
ذرا سا بھی ہمیں اہلِ جفا کا خوف نہیں

☆☆☆☆

احمد صغیر صدیقی

نظروں میں بسی ہے کسی مہتاب کی صورت
دیکھے چلے جاتے ہیں جسے خواب کی صورت

اک شمع کی مانند ہیں ہم تیز ہوا میں
وہ ذاتِ گرامیؐ کہ ہے محراب کی صورت

وحشت کے سِوا کیا تھا سروں میں کہ وہ آیا
پھر اس نے نکالی ادب آداب کی صورت

پتھر تھا یہ دل موم ہوا اُنؐ کی نظر سے
اس دشت نے دیکھی تھی کہاں آب کی صورت

شاہا ترےؐ قدموں کی مجھے دُھول عطا ہو
اوڑھوں میں اِسے اطلس و کمخواب کی صورت

☆☆☆☆

اختر عثمان

یہ اہتمام اندھیروں کے رد میں رکھا گیا
چراغِ اسمِ محمد لحد میں رکھا گیا

مجال ہے کہ ہوئی ہو کہیں کمی بیشی
وہ نُور معجزۂ صد بہ صد میں رکھا گیا

کہا گیا کہ پکارو تو کہہ کے "اُنظُرنا"
جو بے ادب تھے انہیں ایک حد میں رکھا گیا

وہ جس نے آدم و حوّا کو بنتے دیکھا تھا
اُسے شروع سے حُسنِ ابد میں رکھا گیا

کچھ اور سہل ہوئیں اگلی منزلیں مجھ پہ
وظیفۂ رُخِ آقا سند میں رکھا گیا

مجھے سُنائی گئی یوں شفاعتوں کی نوید
منافقوں کو عذابِ حسد میں رکھا گیا

یہ پانچ اسم بنے مُدّعائے بسم اللہ
خدا کے ساتھ انہیں ہر عدد میں رکھا گیا

عطا ہُوا تھا وہیں سے مزاجِ زُفت گری
یہ مرتبہ تھا جو بس میری مد میں رکھا گیا

یہ امتحان بھی ہے اور وجۂ بخشش بھی
چراغ کر کے ہواؤں کی زد میں رکھا گیا

غلامِ شہ پہ سلام اور عدوئے شہ سے گریز
عجب قرینہ ہے جو نیک و بد میں رکھا گیا

سوائے نعت زبان و قلم پہ کچھ بھی نہ ہو
مرے جنوں کو بھی فصلِ خرد میں رکھا گیا

ہوئی ہے ثبت غلامی پہ مُہرِ خاتمِ پاک
بہ اہتمام صفِ مُستند میں رکھا گیا

یہ نکتہ بھی کلمے کا جواز ہے اخترؔ
اُنھیں جوارِ مقامِ احد میں رکھا گیا

☆☆☆☆

اخلاق عاطف

نعت گوئی سے مجھے گرچہ بہت رغبت رہی
زندگی بھر نعت کہنے کی مگر حسرت رہی

اُن کی چوکھٹ پر تصور میں گزاری ایک شام
گفتگو شب بھر ملائک میں مری بابت رہی

آپؐ سے بڑھ کر دیا کس نے محبت کو فروغ
رنج کے بدلے دعائیں، آپؐ کی عادت رہی

آپؐ کے ایثار و صبر و ضبط سے پا کر جِلا
مجھ کو عُسرت میں بھی حاصل بے کراں ثروت رہی

مجھ سے عاصی پر کرم فرمائیوں کی حد نہیں
اور اس پر اک زمانے کو بڑی حیرت رہی

خاک زادوں پر عیاں کیسے ہو عظمت آپؐ کی
آپؐ کے قدموں تلے تو عرش کی وسعت رہی

اک سے اک بڑھ کر کِھلے عاطفؔ ثنا خوانی کے پھول
پر کسے شانِ نبیؐ سے کچھ ذرا نسبت رہی

☆☆☆☆

ارشد محمود ارشد

بے کسوں کو بھلا اور کیا چاہیے
یا نبیؐ آپؐ کا آسرا چاہیے

بجھتی آنکھوں میں آ جائے گی روشنی
آپؐ کے در کی خاکِ شفا چاہیے

آپؐ کے نقشِ پا چومتا چل پڑے
جس گنہگار کو بھی خدا چاہیے

میرے گھر میں اندھیروں نے قبضہ کیا
آپؐ کے نام کا اک دیا چاہیے

دل میں آلِ نبیؐ کی محبت بھرو
مومنو! گر خدا کی رضا چاہیے

گرم اشکوں سے جلتی ہیں آنکھیں مری
اِن کو دیدارِ خیر الوریٰ چاہیے

مٹتی جائیں گی ارشدؔ تری مشکلیں
کملی والے کا بس راستہ چاہیے

☆☆☆☆

اسداعوان

ہے میرے سینے میں شوقِ وصال سب سے الگ
مرے نبیؐ کا ہے حُسن و جمال سب سے الگ

ترس رہا ہوں میں دیدارِ مصطفیٰؐ کے لیے
گزر رہے ہیں مرے ماہ و سال سب سے الگ

مجھے بھی اذنِ زیارت مجھے بھی اذنِ بیاں
غریبِ وقت سنائے گا حال سب سے الگ

کہاں یہ نعت کہاں شعر و شاعری اپنی
مجھے یہ تُو نے دیا ہے کمال سب سے الگ

اسد یہی تو ہے مجھ پہ مرے نبیؐ کا کرم
ہے میرا سارے جہاں میں خیال سب سے الگ

☆☆☆☆

اسلم راہی

نظر آرہا ہے وہ در اللہ اللہ
جھکی جارہی ہے نظر اللہ اللہ

لبوں پہ درود و سلام آ رہا ہے
درِ مصطفیٰؐ دیکھ کر اللہ اللہ

نظر اُنؐ کے روضے پہ اٹکی ہوئی ہے
سرکتی نہیں ہے نظر اللہ اللہ

نظر ڈالیے شہر میں جس طرف بھی
ستاروں کی ہے رہگزر اللہ اللہ

کھلا باب رحمت سرِ باب رحمت
جھکا جارہا ہے جو سر اللہ اللہ

یہاں اَوج پاتے ہیں واللہ سجدے
کیے جاؤ شام و سحر اللہ اللہ

سبھی دم بخود ہیں کسی کو بھی راہی
کسی کی نہیں ہے خبر اللہ اللہ

☆☆☆☆

ڈاکٹر اسلم فرخی

سکونِ قلب ہے خُلدِ نظر مدینہ ہے
نشانِ عظمتِ خیر البشرؐ مدینہ ہے

تمام حُسن و لطافت تمام رعنائی
گہر مدینہ ہے آب گہر مدینہ ہے

ڈرا سکی نہ مجھے شامِ غم کی تنہائی
مرے وجود میں نورِ سحر مدینہ ہے

ہزار شہر ہیں دنیا میں شاد اور آباد
مگر وہ شہر جو ’’پی کا نگر‘‘ مدینہ ہے

مدینے جا کے ہُوا ہے عجیب حال مرا
ہر اک سے پوچھ رہا ہوں کدھر مدینہ ہے

نہ پوچھ مجھ سے مرے مستقر کا حال احوال
میں کیا بتاؤں کہ میرا تو گھر مدینہ ہے

بہانے پائے خرد ڈھونڈتا ہی رہتا ہے
ادھر یہ حال کہ پیشِ نظر مدینہ ہے

مسافرانِ رہِ شوق اتنا جانتے ہیں
سفر مدینہ ہے زادِ سفر مدینہ ہے

مجھے نہیں کسی منظر سے واسطہ اسلمؔ
نگاہِ شوق میں آٹھوں پہر مدینہ ہے

☆☆☆☆

اعجاز رضوی

اے ہوا

اے ہوا
اے مدینے کی گلیوں سے آتی ہوئی
خوش قدم نرم خُو اور ٹھنڈی ہوا
مجھ کو اتنا بتا
کیسے صحرا ہیں جن میں محمدؐ کا ناقہ سفر میں رہا
کیسی گلیاں ہیں جن میں محمدؐ کا نقشِ قدم ثبت تھا
اے ہوا
اس شجر کی سنا
جس کے سوکھے تنے پر محمدؐ کی کملی کا سایا پڑا
تو وہ سرسبز و شاداب ہوتا گیا
اے ہوا مجھ کو اتنا بتا
کتنے اونچے پہاڑوں کی صورت میں ہیں
آج وہ سنگ ریزے
جنہوں نے محمدؐ کے ہاتھوں سے گویائی لی
اے ہوا
اے مدینے سے آتی ہوئی خوش قدم نرم خُو اور ٹھنڈی ہوا
مجھ کو اتنا بتا
صرف اتنا بتا

☆☆☆☆

اعجاز کنور راجہ

میں: کہ ہر صاحبِ ایمان کے قدموں کی خاک
آپؐ تک آیا ہوں پہچان کے قدموں کی خاک

عمرؓ کی حیدرِ کرارؓ کی خاکِ کفِ پا
میں ابوبکرؓ کے عثمانؓ کے قدموں کی خاک

چاند، سورج مرے سلطانؐ کے پاپوش کی گرد
یہ ستارے مرے سلطانؐ کے قدموں کی خاک

میرا دامانِ عقیدت بھی مدینہ ہے جہاں
جا بجا ہے میرے مہمانؐ کے قدموں کی خاک

آپؐ کی نعت کا حق مجھ سے ادا ہو کیسے
میں کہ بوصیریؒ و حسانؓ کے قدموں کی خاک

ذرّے ذرّے میں کئی راز چھپائے ہوئے ہے
آپؐ کی ناقۂ ذی شان کے قدموں کی خاک

یوں کیا صاحبِ معراج کی عظمت کو سلام
کہکشاں بن گئی انسان کے قدموں کی خاک

ذرّے ذرّے پہ رقم ہے اُسی منزل کا پتہ
رہ نما صاحبِ عرفان کے قدموں کی خاک

☆☆☆☆

افضل خان

یہ بھی سفر عجیب تھا کیسی شعاع دی گئی
پل میں نبیؐ کے شہر تک میری نظر چلی گئی

خواب میں رات کیا ہوا، میں ہی گدائے خاص تھا
عشقِ نبیؐ کے نور سے جھولی مری بھری گئی

کیسے پرو دیے گئے ایک لڑی میں لعل و سنگ
فخرِ حسب نسب گیا ذات برادری گئی

جب کبھی بعدِ مدعا صلِ علیٰ پڑھا گیا
جو بھی طلب کیا گیا رحمتِ خاص کی گئی

ورنہ میں شرمسار تھا اپنے بدن کے ننگ پہ
سوزنِ عشقِ مصطفٰے، خلعتِ چاک سی گئی

میرے ہنر ہی سے کہیں میرے نبیؐ خفا نہ ہوں
عرصہ گزر گیا مگر نعت نہیں کہی گئی

☆☆☆☆

امتیاز الحق امتیاز

دنیا کو بدلنے آپؐ آئے
جو سر تھے جھکے ہوئے اُٹھائے

حاوی ہیں تمام معجزوں پہ
جو لفظ زباں پہ اُن کی آئے

اپنے ہیں مکہ اور مدینہ
باقی سب شہر ہیں پرائے

آقاؐ سے سخن کی یہ گھڑی ہے
اب کوئی نہ درمیاں آئے

کیسے تھے چاند اور سورج
اے غارِ ثور! کیا ہے رائے

☆☆☆☆

امین راحت چغتائی

سمجھے گا کون، کیا ہے یہ رمزِ جہانِ شوق
عرشِ علا ہے اور وہ ہے میزبانِ شوق

طیبہ کا عزم، ہونٹوں پہ صلِ علیٰ کا ورد
مَیں اور میرے ساتھ ہے اک کاروانِ شوق

پڑتے نہیں زمیں پہ قدم جذب و کیف سے
یہ سرزمینِ طیبہ ہے یا آسمانِ شوق

کانوں میں گونج سی ہے درود و سلام کی
ہر ذرّہ کائنات کا ہے کاروانِ شوق

کیا کیا تھا دل میں عرض کریں گے حضورؐ سے
الفاظ ڈھونڈتی ہے مگر اب زبانِ شوق

اُنؐ کے قدم سے جا کے نگاہیں لپٹ گئیں
کہنے کو یوں تو آئے تھے ہم داستانِ شوق

منزل ہے جب دیارِ نبیؐ کی نگاہ میں
راحتؔ بھٹک سکے گا کہاں کاروانِ شوق

☆☆☆☆

ڈاکٹر انور سدید

زمانے میں پھیلا ہے نور آپؐ سے
دلوں کو ملا ہے سرور آپؐ سے

اندھیرا کٹا آپؐ ہی کے طفیل
سحر کا ہوا ہے ظہور آپؐ سے

سکوں آفریں آپؐ کا ذکر ہے
منور ہے عقل و شعور آپؐ سے

مجھے اہلِ دنیا نے ٹھکرا دیا
جہاں میں ہوں مَیں پُرغرور آپؐ سے

اسی سے ہوں میں سرفرازِ جہاں
جو نسبت ہے مجھ کو حضور آپؐ سے

زمانہ بھی اس کو بُھلا دیتا ہے
جو دانستہ ہوتا ہے دُور آپؐ سے

مجھے بھی مدینے بلا لیجیے
نہیں رہ سکوں گا میں دُور آپؐ سے

جسے لوگ کہتے ہیں انور سدید
وہ مانگے شفاعت حضور آپؐ سے

☆☆☆☆

انور شعور

یہ التماس ہے یا رب! حضورؐ سے اپنے
نہ انتظار کرائیں شعورؔ سے اپنے

ملا نہ اب بھی ہمیں حاضری کا پروانہ
تو کیا کہیں گے دلِ ناصبور سے اپنے

ہمارے قلب میں فاران سے ہوئی روشن
کلیم لائے تھے جو آگ طور سے اپنے

شب سیاہ میں جب کچھ نظر نہیں آتا
وہ کوئی راہ دکھاتے ہیں نور سے اپنے

ہم اُس نگاہ کی دریا دلی سے ہیں سرشار
نوازتی ہے جو کیف و سرور سے اپنے

یہ ایک تیرہ و تاریک خاکداں تھا یہاں
کیا اُنھوں نے اُجالا ظہور سے اپنے

مسافروں نے رہِ مستقیم چھوڑی کیوں
بھٹک رہے ہیں سفر میں قصور سے اپنے

دکھائے نامۂ اعمال کیا بھلا اپنا
شعور خوش نہیں فسق و فجور سے اپنے

☆☆☆☆

بشریٰ اعجاز

میری مَندی ذات نبیؐ جی
کیسے کہوں میں نعت نبیؐ جی

روشن دن اب نکلے ناہیں
جیون کالی رات نبیؐ جی

دل میں بھانبھڑ ہجروں والا
آنکھوں میں برسات نبیؐ جی

چاروں جانب خوف کے پہرے
قیدی میری ذات نبیؐ جی

آپؐ کے در کی باندی بردی
یہ میری اوقات نبیؐ جی

چھین لیے ہیں کس نے مجھ سے
میرے قلم دوات نبیؐ جی

جیت کے بھی میں ہار گئی ہوں
کیسی ہے یہ مات نبیؐ جی

میرے اندر بیٹھ کے کوئی
روتا ہے دن رات نبیؐ جی

سکھ کے دن اب لاگیں مجھ کو
پچھلی شب کی بات نبیؐ جی

ساری عمر کا حاصل مقصد
طیبہ کی اک رات نبیؐ جی

شہرِ دعا میں حرفِ تمنا
لائی اپنے ساتھ نبیؐ جی

حاضری کو خود چل کر آیا
رستہ میرے ساتھ نبیؐ جی

زرد بلا موسم ہے ہر سُو
سوکھے میرے پات نبیؐ جی

خشکی کے موسم میں اُتری
بارش جیسی نعت نبیؐ جی

حرفوں کے یہ موتی چُن کر
لائی میں سوغات نبیؐ جی

☆☆☆☆

پرتو روہیلہ

در پہ روتا ہوا آیا ہے یہ شیدا تیراؐ
کاش ہوجائے مری سمت بھی چہرہ تیراؐ

زندہ رہنا مرا دنیا میں بہت مشکل تھا
شافعِ حشر جو ہوتا نہ بھروسا تیراؐ

اب کہ ظلماتِ بلا میں ہوں کھڑا میں حیراں
راہ دکھلاتا ہے بس ایک اجالا تیراؐ

مجھ سا عاصی بھی کرے تیری ثنا کی جرأت
کیسے ممکن تھا نہ ہوتا جو اشارہ تیراؐ

تیرے محبوب کی الفت کا ہے تھوڑا سا غرور
ورنہ اک بندۂ عاجز ہوں خدایا تیراؐ

یاد آتی ہیں ترے روضے کی صبحیں شامیں
آنکھ سے ہٹتا نہیں گنبدِ خضرا تیراؐ

چاہتا ہوں وہیں دیوار سے لگ کر پڑ جاؤں
اپنے سینے سے لگا لے جو مدینہ تیراؐ

صرف اک موجۂ رحمت کہ ہو پرتوؔ کے لیے
اور بہتا رہے بہتا رہے دریا تیراؐ

☆☆☆☆

تاج الدین تاج

کاش ہوتا مدینے میں گھر یا نبیؐ
حاضری دیتا شام و سحر یا نبیؐ

یہ شجر یہ پرندے یہ کوہ و دمن
بھیجتے ہیں درود آپؐ پر یا نبیؐ

آسرا اور کوئی نہیں دوسرا
ہم گنہگار جائیں کدھر یا نبیؐ

دل کو آیا سکوں آپ کا ہے کرم
ورنہ پھرتا یونہی دربدر یا نبیؐ

اُس کی قسمت کھلی بن گیا وہ ولی
آپؐ نے جس پہ ڈالی نظر یا نبیؐ

آپؐ راضی تو راضی ہے ہم سے خدا
ہے یہی قصۂ مختصر یا نبیؐ

☆☆☆☆

تبسم نواز وڑائچ

آئینۂ جمالِ الٰہی کی بات ہے
احمدؐ خُدا کے حُسنِ دوامی کی بات ہے

والیل مصطفیٰؐ کی ہے زلفوں کا تذکرہ
مازاغ اُنؐ کی چشم سیاہی کی بات ہے

وَالنّجم اُنؐ کے عرش پہ جانے کا ہے بیاں
وَالشّمس اُن کی جلوہ نمائی کی بات ہے

کوثر ہے اُنؐ کی کثرتِ جود و عطا کا نام
تسنیم اُنؐ کی فیض رسانی کی بات ہے

بدر و اُحد ہیں دیں کی بُلندی کے معرکے
خیبر نبیؐ کے ایک سپاہی کی بات ہے

اسمِ محمدیؐ پہ تبسم ہے جاں نثار
یہ بختِ نارسا کی رسائی کی بات ہے

☆☆☆☆

جلیل عالی

بے رحمتِ شہّ بلخ بخارے کہاں ہوتے
گلزار بیابان ہمارے کہاں ہوتے

سب کچھ ہے اُسی نورِّ جہاں تاب کے دم سے
دھرتی کہاں ہوتی یہ ستارے کہاں ہوتے

اُسّ عزمِ ظفر یاب کا فیضان ہے ورنہ
کچھ خواب مگر ہم نے اُسارے کہاں ہوتے

آئینۂ سیرت جو عنایت نہیں ہوتا
انساں نے خد و خال سنوارے کہاں ہوتے

اُس خُلقِ مثالی سے اگر فیض نہ پاتی
تہذیب نے آداب نکھارے کہاں ہوتے

عالی وہ نہ کرتا جو مسیحائی ہماری
کب کھلتی گرہ درد کے چارے کہاں ہوتے

☆☆☆☆

حافظ نُور احمد قادری

اے کاش! ثنا معرضِ اظہار میں آئے
جب اسمِ گرامیؐ، میری گفتار میں آئے

ہیں سب ہی ہدایت کے درخشندہ ستارےؓ
خوش بختی ہے جو صُحبتِ سرکارؐ میں آئے

رفعت پہ فدا اُس کی ہے کیواں کی بُلندی
مفلس جو کوئی حلقۂ ابرار میں آئے

دل کی یہ تمنا ہے کہ وہ ماہِ مدینہؐ
اک لمحہ کو آئینہِ دیدار میں آئے

نعتوںؐ میں جو کیفیتِ اخلاص ہے ظاہر
اے کاش وہ آئینہِ کردار میں آئے

بنتی ہی نہیں بات یہاں اور وہاں کی
جب تک نہ عمل، اُسوۂ سرکارؐ میں آئے

اے سیّدؐ و سردارِ اُممؐ، چشمِ کرم ہو
یہ نُورِ خطا کار بھی دربار میں آئے

☆☆☆☆

حسن عباس رضا

اک تمنّا ہے، کہ وہ خواب تمنّا دیکھوں
جس کے ہر عکس میں روشن ترا جلوہ دیکھوں

پیش منظر ترا در ہو تو مری آنکھ لگے
آنکھ کُھل جائے، تو ہر سُو ترا چہرہ دیکھوں

بامِ خواہش پہ کسی اور کو کیا دیکھنا ہے!
دل تو کہتا ہے فقط تیرا سراپا دیکھوں

دیکھنے کی کوئی حد ہو، تو مَیں بتلاؤں بھی
ہاں مگر یہ، کہ تجھے حد سے زیادہ دیکھوں

تیرا پیکر، مری آنکھوں میں مجسّم ہو جائے
اے شہِ حُسن و وفا، میں تجھے اتنا دیکھوں

اُن زمینوں پہ بکھر جاؤں میں ذرّوں کی طرح
جن زمینوں پہ ترا نقشِ کفِ پا دیکھوں

☆☆☆☆

حمیداللہ افسر

نعتیہ دوہے

آپؐ کا اُمّت پہ ہے دیکھو کتنا بڑا احسان
آپؐ کے ذریعے حق کو جانا رب کی ہوئی پہچان

آپؐ سے افضل دنیا بھر میں کوئی نہیں انسان
آپؐ کی عظمت کا کیا کہنا نعت کہے قرآن

سچ کہنا اور سچ پر رہنا آپؐ کا ہے اعلان
شُکر ہمیشہ صبر ہمیشہ آپؐ کا ہے فرمان

دنیا بھر میں آج بھی اونچا دین کا پرچم ہے
جہدِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے

دین کو اوروں تک پہنچانا اب ہے ہمارا کام
روزِ قیامت کافر ہم کو دیں نہ کوئی الزام

جس جس تک اسلام نہ پہنچا اُن کو دیں قرآن
مسجد کے دروازے کھولیں امن کا ہو اعلان

اہلِ پاکستان کے ذمہ افسرؔ جی دو کام
امن کو قائم رکھنا ہے پھر دینا ہے پیغام

☆☆☆☆

خاور اعجاز

جمالِ حق سے ہویدا ہُوا جمال انؐ کا
سو دو جہان میں رتبہ ہے بے مثال انؐ کا

ہر ایک حال میں خوش حال ہے وہ دل جس میں
ہمیشہ صورتِ نکہت رہے خیال انؐ کا

مکالمہ ہُوا پہلا بھی لاجواب مگر
وداع ہونے پہ خطبہ تھا لازوال انؐ کا

عزیز تھی اسے اپنے حبیبؐ کی مرضی
خدا نے رد نہ کیا ایک بھی سوال انؐ کا

ہمیں تو ہیں وہ گنہ گار اُمتی خاورؔ
خیال جن کی طرف تھا دمِ وصال انؐ کا

☆☆☆☆

خورشید ربانی

لب پہ جب نعت آ گئی ہے
شاخِ جاں بھی مہک اٹھی ہے

آپؐ کی گفتگو میں آکر
حرف کو روشنی ملی ہے

خوشبوئے خاکِ پائے اقدس
لالہ و گل میں بس رہی ہے

خلد کی راہ، دو جہاں پر
انؐ پہ ایمان سے کھلی ہے

قصوئی کا بھی نصیب جاگا
آپؐ کی ہم سفر بنی ہے

آ گئی بادِ نو بہاری
زندگی پھول پھل رہی ہے

رشک سے تھامنا پڑا دل
ثور پہ جب نظر پڑی ہے

آئینہء دہر میں فروزاں
روشنی انؐ کے نام کی ہے

قافلے جا چکے مدینے
حسرت اک دل میں رہ گئی ہے

☆☆☆☆

خورشید رضوی

پادشاہاؐ ترے دروازے پہ آیا ہے فقیر
چند آنسو ہیں کہ سوغات میں لایا ہے فقیر

دیکھی دیکھی ہوئی لگتی ہے مدینے کی فضا
اس سے پہلے بھی یہاں خواب میں آیا ہے فقیر

اہلِ منصب کو نہیں بار یہاں پر لیکن
میرے سلطانؐ کو بھایا ہے تو بھایا ہے فقیر

اب کوئی تازہ جہاں خود اسے ارزانی کر
کہ جہانِ دگراں سے نکل آیا ہے فقیر

اس کو اک خواب کی خیرات عطا ہوجائے
کہ جسے دید کی خواہش نے بنایا ہے فقیر

اک نگہ جب سے عنایت کی ہوئی ہے اس پر
اک زمانے کی نگاہوں میں سمایا ہے فقیر

☆☆☆☆

رابعہ بصری

ہے دُعا میری یہی ہر آن، یا خیرالوریٰ
مشکلیں ہو جائیں سب آسان، یا خیرالوریٰ

آپؐ کی آمد بنائے انقلاب نو بہ نو
زندگی بدلی بہر عنوان، یا خیرالوریٰ

آدمی سمجھا مری تخلیق کا مقصد ہے کیا
اور خدا کی بھی ہوئی پہچان، یا خیرالوریٰ

جاگزیں ہر دل میں ہو ایسے محبت آپؐ کی
بڑھتی جائے دولتِ ایمان، یا خیرالوریٰ

گھر وہ کیسا تھا کہ تھے جس کے مَلک جاروب کش
اور جبریلِ امیں دربان، یا خیرالوریٰ

رابعہؔ، لکھتی رہوں میں حمد و نعت و منقبت
اور ہو جائے مرا دیوان، یا خیرالوریٰ

☆☆☆☆

راحت نذیر راحت

رہنمائے دینِ فطرت آپؐ ہیں
قاصدِ رشد و ہدایت آپؐ ہیں

ختم ہے ساری بڑائی آپؐ پر
انتہائے اوج و رفعت آپؐ ہیں

پہلے تو حیوانیت کا راج تھا
ابتدائے آدمیت آپؐ ہیں

آپؐ کی سیرت ہے سب کی رہنما
ہر زمانے کی ضرورت آپؐ ہیں

نعت لکھ کر مطمئن راحتؔ ہے یوں
اس کی بخشش کی ضمانت آپؐ ہیں

☆☆☆☆

رانا سعید دوشی

گنبدِ خضرا تک آہوں کو رسائی مل جائے
پھر بھلے روح کو پنجرے سے رہائی مل جائے

قابلِ رشک ہو میرے لیے دریوزہ گری
مجھ کو خیرات میں طیبہ کی گدائی مل جائے

مشربِ ریگِ عرب ہوں میرے رِستے چھالے
آبِ جاں باز کو رگ رگ سے رہائی مل جائے

پا برہنہ ہو سفر سوئے مدینہ میرا
صدقے نعلین کے یہ آبلہ پائی مل جائے

کاش ایسا ہو مجھے خواب میں حسانؓ ملیں
نعت کو شستگیء مدح سرائی مل جائے

کوئی مضمون سُجھائیں مجھے میرے آقاؐ!
راہِ مدحت میں مجھے راہنمائی مل جائے

کیا کروں گا میں زمانے کی خدائی لے کر
حشر میں کام جو آئے وہ کمائی مل جائے

☆☆☆☆

رحمان حفیظ

میں نعتِ نبیؐ کے باب میں تھا
خامہ بھی اک اضطراب میں تھا

میں پڑھنے لگا درود اُن پہ
یہ شوق مرے نصاب میں تھا

پھر اذنِ ہنر عطا ہُوا اور
دیکھا کہ میں اس جناب میں تھا

اور کتنی ہی دیر تک مرا جی
اس حسن کی آب و تاب میں تھا

حسانؓ کے پیچھے پیچھے جائیں
یہ حکم ہمارے باب میں تھا

☆☆☆☆

رستم نامی

تو اُس کے نصیبوں میں جنت نہیں
محمدؐ سے جس کو محبت نہیں

کھڑا ہوں اِدھر کب سے میں برق پا
مگر اُس طرف سے اجازت نہیں

میں روتا نہیں اُن کی یادوں میں کب
میسر مجھے کب سہولت نہیں

چلو اُنؐ کے نقشِ قدم پہ چلیں
فقط نعت کہنا سعادت نہیں

مرا مسئلہ جانتے ہیں نبیؐ
مجھے بولنے کی ضرورت نہیں

نہیں ہے جو حبِ رسالت مآبؐ
دکھاوا ہے نامیؔ عبادت نہیں

☆☆☆☆

رشید ساقی

معراجِ بشر، نُورِ خدا ہیں مرے آقاؐ
آئینۂ لولاک لَما ہیں مرے آقاؐ

شان آپؐ کی کیسے کسی ادراک میں آئے
بالائے حدِ فکرِ رسا ہیں مرے آقاؐ

ذات اُنؐ کی رہِ زیست میں تنویرِ ہدایت
کردار میں قرآں کی ضیا ہیں مرے آقاؐ

دنیا کی کشاکش ہو کہ ہو دیں کی تگ و دو
ایک ایک قدم راہ نُما ہیں مرے آقاؐ

انساں پہ عیاں کرتے ہیں توحید کے اسرار
اُمّی ہیں مگر فہم و ذکا ہیں مرے آقاؐ

مقصودِ حیات آپؐ کا انسان کی بہبود
دنیا کے لیے درسِ وفا ہیں مرے آقاؐ

ایثار، کرم، خُلق، رضا، صبر، محبت
ظاہر ہے ان اوصاف سے کیا ہیں مرے آقاؐ

ہے پرتوِ حق آپؐ کے اندازِ عمل میں
اخلاقِ حمیدہ کی ادا ہیں مرے آقاؐ

خورشید و قمر آپؐ کی تنویر سے روشن
رخشندگیِ ارض و سما ہیں مرے آقاؐ

حاصل ہے ہوا آپؐ کے کس کو یہ سعادت
مہمان سرِ عرشِ عُلیٰ ہیں مرے آقاؐ

مانگی تھی براہیمؑ نے جو صحنِ حرم میں
نکلی ہوئی دل سے وہ دُعا ہیں مرے آقاؐ

گفتارِ نبیؐ درس ہے عرفانِ خُدا کا
دنیا میں صداقت کی صدا ہیں مرے آقاؐ

قرآن کا مفہوم عیاں اُنؐ کے عمل سے
انساں کے لیے عُقدہ کشا ہیں مرے آقاؐ

پڑھتا ہوں دُرود آپؐ پہ اخلاص و وفا سے
ہر درد میں تسکینِ دوا ہیں مرے آقاؐ

ہے مجھ سا خطا کار بھی بخشش کا طلب گار
مائل بہ کرم آپؐ سدا ہیں مرے آقاؐ

خوش بخت ہوں میں آپؐ کی اُمت میں ہوں ساقیؔ
خلاقِ دو عالم کی عطا ہیں مرے آقاؐ

☆☆☆☆

ریاض ندیم نیازی

یارحمۃ للعالمینؐ

وہی میری محبت کا جہاں ہے
جو مجھ پہ ہر طرح سے مہرباں ہے

نہیں کوئی خطر، جب تک سروں پہ
تمہاری رحمتوں کا سائباں ہے

حقیقت میں ہے جو عاشق نبیؐ کا
وہی تو زینتِ بزمِ جہاں ہے

شہِؐ بطحا ہمیں ہے فخر اس پہ
درِ اقدس درِ امن و اماں ہے

اُسے اِک دن ملے گی کامرانی
وسیلہ بھی دُعا کے درمیاں ہے

حوادث سے ہے وہ بے خوف کتنا
کہ جس پہ رب کی رحمت مہرباں ہے

اُسے ہے یاد درسِ صبر کتنا
غم و آلام میں جو شادماں ہے

بیاں اُن سے کرے گی یہ خموشی
ندیمؔ اب تک جو اس دل میں نہاں ہے

☆☆☆☆

زاہد مسعود

نعتیہ نظم

حریمِ جاں میں یہ کس کا ذکرِ قرار آور
کہ جیسے شاداب موسموں کی ہوا چلی ہو
دعا کی حرمت پہ سبز شاخوں کے ہاتھ لرزیں
تو سطحِ دریا پہ روشنی پھول پھول برسے
سکوتِ بیرا لبوں پہ اسمِ رسولؐ آئے
تو واہموں کے احاطۂ اضطراب میں گم
تمام سوچیں بس ایک مرکز پہ لوٹ آئیں
جہاں پہ صدیوں کے فاصلے ہم نشان ٹھہرے
جہاں پہ ہجر و وصال کے خواب مرتکز ہیں
میں بخت آور! کہ ایسے دربار میں کھڑا ہوں
جہاں پہ دریوزہ گر کی تکریم اس قدر ہے
سوال آنکھوں میں اور کشکول بھر چکا ہے

☆☆☆☆

سائل نظامی

آج کچھ اور نظر آتی ہے چھب رحمت کی
اک نظر میری طرف، شاہِ عربؐ! رحمت کی

اپنے عشاق کو کیونکر وہ رکھیں گے محروم؟
دشمنوں پر نہ کیا جبکہ غضب، رحمت کی!

میرے نامہ میں کوئی نیک عمل ہی کب تھا؟
میرے رب نے ہجریؒ نسبت کے سبب رحمت کی

صبح تک میں بھی مشرف بہ زیارت ہوں گا
میرے سرکارؐ نے گر آج کی شب رحمت کی

اِذن مدحت کا جو چاہا تو مرے آقاؐ نے
سیدہ زہراؓ کے صدقے میں عجب رحمت کی

میرے آقاؐ! مجھے محشر میں نہ تنہا کرنا
آج کے دن ہے مجھے سخت طلب رحمت کی

کیا لکھے آپؐ کے الطاف کی بابت سائلؔ
جب بھی مشکل میں گھرا، آپ نے تب رحمت کی

☆☆☆☆

سجاد بلوچ

وفورِ عشق سے سینوں میں اضطراب رہے
نظر میں گنبد خضریٰ کی آب و تاب رہے

زمانہ سارا پھرا دربدر مگر وہ لوگ
جو تیرے دائرے میں آئے کامیاب رہے

ہمارے دل کو میسر رہی کلیدِ درود
سو ہم پہ وا سبھی آسانیوں کے باب رہے

یہی جزائے سخن ہے یہی ہے حرفِ دعا
کہ بارگاہِ محمدؐ میں باریاب رہے

یہی دعا ہے کہ سینہ رہے معطر یوں
کہ دل میں تازہ عقیدت کا یہ گلاب رہے

وہ اسم پاک پڑھوں اور کیسے ممکن ہے
کہ دل پہ وہم و گماں کا کوئی حجاب رہے

☆☆☆☆

سحر فارانی

خُدا نے جب سجائی بزم کُن صدقہ محمدؐ کا
تو پہلے نام لوحِ عرش پہ لکھا محمدؐ کا

زمین و آسماں کیونکر نہ ہوں اُن کے تصرف میں
ظہور اس عالمِ امکاں میں ہے سارا محمدؐ کا

میں کرتا ہوں تصور میں طوافِ گنبدِ خضرا
نگاہِ عشق پہ احرام ہے جلوہ محمدؐ کا

اُجالے چھا گئے کفر و جہالت کے اندھیروں پہ
شبستانِ جہاں میں نور جب چمکا محمدؐ کا

نظر کس طرح آتا دھوپ کے میلے میں لوگوں کو
سحابِ حق کے سائے میں رہا سایہ محمدؐ کا

رسولوں کو بھی اُنؐ کا اُمّتی ہونے کی حسرت تھی
یہ شانِ مصطفائیؐ ہے، یہ ہے رتبہ محمدؐ کا

☆☆☆☆

سرفراز شاہد

دے کے روضے پہ حاضری میں نے
پھر سے پائی ہے زندگی میں نے

مل گیا اِذن باریابی کا
یہ تو سوچا نہ تھا کبھی میں نے

تیرگی چھٹ گئی کہ دیکھی ہے
ماہِ طیبہؐ کی چاندنی میں نے

پائی اُس خوش کلامؐ کے صدقے
شاعری میں شگفتگی میں نے

ہیں مدینے میں نقش پائے نبیؐ
چوم لی ہے گلی گلی میں نے

آج حسانؓ جیسے شاعر کی
کی ہے تھوڑی سے پیروی میں نے

ذکرِ اللہ اور دُرودِ نبیؐ
پا لیا رازِ زندگی میں نے

☆☆☆☆

سعود عثمانی

کچھ بھی ہو، خوئے یار سے ہٹنے کی خو نہ ہو
یا رب وہ مدح و نعت ہو جس میں غلو نہ ہو
مضمون آفرینی و نکتہ سرائی میں
ایسا نہ ہو کہ چہرۂ حق سرخرو نہ ہو
میری سپہ مجھی پہ نہ تلوار کھینچ لے
میرا لکھا ہوا کہیں میرا عدو نہ ہو
بیکار ہی نہ جائیں سخن کی ریاضتیں
جیسے کوئی نماز پڑھے اور وضو نہ ہو
جیسے کسی نے اپنی عبادت کے زعم میں
نیت تو باندھ رکھی ہو، رخ قبلہ رُو نہ ہو
ایسا نہ ہو کہ اہلِ محبت کے نام پہ
جو لفظ ہو وہ کذب و ریا کا نمونہ ہو
اے صدقِ عشق زاد مرے سچ کی لاج رکھ
یہ آب آئنہ کبھی بے آبرو نہ ہو
اے عشقِ سینہ سوز مرے دل سے دل ملا
اور یوں کہ بس کلام ہو اور گفتگو نہ ہو
تجھ پہ اگر میں شعر لکھوں تجھ کو بھول کر
تا عمر میری آنکھ مرے روبرو نہ ہو
میں خاک ڈالتا ہوں زر و سیمِ حرف پہ
اے یارِ بے مثال اگر ان میں تُو نہ ہو
مقبولِ اہلِ بیتِ محبت رہوں سعود
دنیا کی داد چاہے مرے چار سُو نہ ہو

☆☆☆☆

سلطان سکون

مجھ سے کیا ہو بیاں حضورؐ کی شان
میں کہاں اور کہاں حضورؐ کی شان

ابتدائے جہاں حضورؐ کی ذات
انتہائے جہاں حضورؐ کی شان

فخرِ روئے زمیں حضورؐ کی ذات
نازِ ہفت آسماں حضورؐ کی شان

وجۂ تخلیقِ کائنات حضورؐ
زیبِ کون و مکاں حضورؐ کی شان

سرورِ انبیا حضورؐ کی ذات
خاتَمِ المرسلاں حضورؐ کی شان

حامیِ بے کساں حضورؐ کی ذات
شافعِ عاصیاں حضورؐ کی شان

رہبرِ رہبراں حضورؐ کی ذات
شاہِ شاہنشہاں حضورؐ کی شان

بے قیودِ زماں حضورؐ کی ذات
بے حدودِ گماں حضورؐ کی شان

سائے سے ماسوا حضورؐ کی ذات
سائبانِ جہاں حضورؐ کی شان

ہاں بیاں حضرت بلالؓ نے کی
سرِ ریگِ تپاں حضورؐ کی شان

کہہ کے یا ایہا المزمّل خود
کی خدا نے بیاں حضورؐ کی شان

فرش سے لے کے عرشِ اعظم تک
ہے کراں تا کراں حضورؐ کی شان

نعت کہنا سکون مشکل ہے
مجھ سے کیا ہو بیاں حضورؐ کی شان

☆☆☆☆

سید انوار حسین انجم نقوی

ہر طرف شور تھا روشنی روشنی
ڈھونڈتا تھا ہر اک آدمی روشنی

آپؐ تشریف لائے اُجالا ہوا
عرش سے فرش پر آگئی روشنی

ظلمتیں چھٹ گئیں شرک اور کفر کی
ہر جگہ ہوگئی آپؐ کی روشنی

آپؐ نے ہی تو آکر بتایا ہمیں
”تیرگی موت ہے، زندگی روشنی“

وجۂ تخلیقِ کون و مکاں آپؐ ہیں
دونوں عالم میں ہے آپؐ کی روشنی

درسِ امن و صداقت دیا آپؐ نے
آپؐ سے ہی مِلی پیار کی روشنی

انجمِ خستہ جاں کا نصیبا کھلا
اپنے آقاؐ سے اُس کو ملی روشنی

☆☆☆☆

سید تابش الوریٰ

سُرور سے دل لہک رہا ہے درود سے روح کِھل اُٹھی ہے
کسی کی آمد کا سلسلہ ہے ہوا مسلسل مہک رہی ہے

ہوا اُسی کی مکاں مکاں ہے صدا اسی کی گلی گلی ہے
اُسی سے دم دم کا واسطہ ہے اسی سے دلڑی لگی ہوئی ہے

کہاں عَلم کوئی دھر سکے گا کہاں کوئی مدح کر سکے گا
کلامِ اعلیٰ ہے حمد والا لڑی لڑی سے ملی ہوئی ہے

مآلِ رسوا کسے دکھاؤں شکوں کے لمحے کہاں سے لاؤں
گراں ہماری صدی صدی ہے کڑی ہماری گھڑی گھڑی ہے

ہوس کی وادی گماں کا صحرا کہاں کہاں سرگرداں رہے ہو
اُمم اُمم کے لیے وہی راہِ احمدی راہِ دائمی ہے

درود کی لے سے لے ملا کر اک آدمی مدح کر رہا ہے
ولائے سرکار کا سوالی گدائے سرکار، الوریٰ ہے

☆☆☆☆

سید ریاض حسین زیدی

زباں کو لذتِ اظہار کا مزہ آئے
جب اُس سے وصفِ نبیؐ کا بیان ہوجائے

جو معترض ہے کوئی آپؐ کی صداقت کا
حضورؐ سی کوئی جامع مثال تو لائے

حضور! آپؐ کے قدموں کی خاک ہے دُنیا
جہاں پہ تابعِ فرمان آپؐ کے چھائے

رہینِ دستِ کرم آپؐ کا، ہر اک ذرّہ
جو آب و تاب میں شمس و قمر کو شرمائے

خدا کرے کہ یہ کرب آخرت کی راحت ہو
فراق آپؐ کا ہر آن مجھ کو تڑپائے

ریاضؔ قُدس کو میں آنکھ میں بسا لاؤں
کہ میرا طائرِ قلب و نظر سکوں پائے

☆☆☆☆

سید ضیاء الدین نعیم

یہ خانۂ نبیؐ ہے، یہاں زر نہ مال ہے
ہر آن صرف رب کی رضا کا خیال ہے

بزمِ نبیؐ میں پاتے ہیں یکساں سب التفات
دربار کا سماں ہے نہ جاہ و جلال ہے

آئی نہیں زباں پہ کبھی کوئی تلخ بات
کیا اُنؐ سے بڑھ کے بھی کوئی شیریں مقال ہے؟

خود اپنی رائے سے بھی دیا اذنِ اختلاف
قصہ جنابِ زید کا بیّن مثال ہے

تکلیف دینے والوں کو بھی بد دعا نہ دی
تکلیف دینے والوں کا کتنا خیال ہے

سیرت سے اُنؐ کی صرفِ نظر جہل ہے نعیم
پیرو پہ اُن کے ہی کرمِ ذوالجلال ہے

☆☆☆☆

سید عارف

حضورؐ آپ کی مدحت کروں رقم کیسے
حضورؐ آپ کے اوصاف کس طرح لکھوں
کسے مجال کسے تاب کس میں ہمت ہے
کہ روشنی کے سمندر کو لفظ میں ڈھالے
ہوائے نور کو پوشاکِ حرف پہنائے
تجلیات کو پابند نطق و صوت کرے
ہزار لفظ و معانی جتن کریں لیکن
کلید حرف سے کھلتا نہیں درِ توصیف
بشر ہیں آپؐ بشر سے مگر سوا بھی تو ہیں
فقط نبی نہیں محبوبؐ کبریا بھی تو ہیں
حضورؐ نعت کا حق مجھ سے کیا ادا ہوگا
کہاں مقامِ رسالت، کہاں مرا کردار
نہ میرے ہاتھ میں ہے شمعِ سیرتِ اقدس
نہ میں ہوں آپؐ کی تہذیب کا علمبردار
نہ مجھ کو اسوۂ کامل کی عظمتوں کا شعور
نہ مجھ میں آپؐ کے پیغامِ سرمدی کا شعار
زباں سے دعویٰ تو ہے آپؐ کی محبت کا
مگر گلے میں ہے طوقِ غلامیِ اغیار
میں تیرگی کے حصاروں سے کس طرح نکلوں
جنوں بھی مردہ ہے میرا خرد بھی ہے بیکار

مرے عمل مرے کردار کی رگ و پے میں
تضادِ فکر و نظر کا وہ زہر پھیلا ہے
کہ اپنے دعویٰ الفت کے کھوکھلے پن پہ
حضورؐ شرم بڑی شرم آ رہی ہے مجھے
حضورؐ نعت کا حق مجھ سے کیا ادا ہوگا
یہ ٹوٹی پھوٹی عقیدت تو اک بہانہ ہے
مجھے تو اپنا فقط حالِ دل سنانا ہے
ہوا جو دسترسِ اندمال سے باہر
حضورؐ آپ کو وہ زخمِ جاں دکھانا ہے
سو چند اشکِ ندامت پرو کے آنکھوں میں
حضورؐ آپ کی چوکھٹ پہ آگیا ہوں میں
گناہ گار ہوں بھٹکا ہوا ہوں رستے سے
میں التفات کے قابل نہیں مگر پھر بھی
میں جو بھی جیسا بھی ہوں آپ کا بھکاری ہوں
سنبھال لیجیے مجھ کو بکھر رہا ہوں میں
جہانِ کفر سے ہر لحہ ڈر رہا ہوں میں

☆☆☆☆

سید نصرت زیدی

وہ سرورِ کونین مُدّثر بہ لقب ہے
اُس کے لیے تفریقِ عجم ہے نہ عرب ہے

وہ زُلف کہ جس زُلف سے "والیل" کو نسبت
"والفجر" جبیں ہے تو سُخن شرحِ ادب ہے

آئینۂ حیراں کی طرح وقت کی رفتار
اے صاحبِ معراج خرد مُہر بہ لب ہے

افضل ہے ہر اک روز سے اے صبحِ درخشاں
"اسریٰ" کی تجلّی میں جو معراج کی شب ہے

سُنتا ہوں کہ لفظوں کے بھی ہوتے ہیں قبیلے
کہتے ہیں کہ حرفوں کا بھی اک نام و نسب ہے

حسنینِ کریمینؑ ہیں یکتائے دو عالم
اُن جیسا کسی کا نہ حسب ہے نہ نسب ہے

اے شافعِ محشر اُسے برزخ سے بچانا
شاعر ترا نصرتؔ بہت آرام طلب ہے

☆☆☆☆

سیّدہ دُرِ نجف زیبی

چاند سورج کی بھلا اس کو ضرورت کیا ہے
میرے آقاؐ کے لیے لفظِ عقیدت کیا ہے

پھول بے چین ہیں راہوں میں بکھرنے کے لیے
تتلیاں پوچھتی پھرتی ہیں عبادت کیا ہے

اس کے پاؤں سے لہو رِستا ہے دیکھو تو ذرا
پھر بھی وہ سب کو دعا دیتا ہے عظمت کیا ہے

ہم نہ کر پائے کبھی آپؐ کے فرماں پہ عمل
ورنہ امت کے لیے حرفِ ندامت کیا ہے

چاند ہو تارے ہوں اشجار ہوں یا ہم انساں
ذرہ ذرہ ہے گواہ اس کا شہادت کیا ہے

چاہے وہ عرش پہ جائے کہ مدینے میں رہے
دنیا والو! تمھیں اس بات پہ حیرت کیا ہے

جو کہا رب نے، ہُوا اس کے عمل میں ظاہر
خود ہے وہ اس کی رضا، بارِ امانت کیا ہے

چار سو مکہ، مدینہ کی فضا میں زیبیؔ
پیار ہی پیار ہے ہر سمت عنایت کیا ہے

☆☆☆☆

شاکر کنڈان

نم نگاہوں سے وضو کرتا ہوں میں
آپؐ کی پھر گفتگو کرتا ہوں میں

آخری ہچکی ہو اور آقاؐ کا در
بس یہی اک آرزو کرتا ہوں میں

کاش مل جائے غلامی کی سند
حسرتِ طوقِ گلو کرتا ہوں میں

ذکر ہائے احمدِ مختارؐ سے
دشتِ دل میں رنگ و بُو کرتا ہوں میں

ہے وہ ہستی مرکزِ دنیا و دیں
جس کی ہر پل جستجو کرتا ہوں میں

☆☆☆☆

شاہد کوثریؔ

نعتِ رسولؐ میرا اثاثہ بنا رہے
بخشش کے واسطے یہ وسیلہ بنا رہے

لفظوں کو جوڑ لینے کا حاصل ہے جو ہنر
توصیفِ مصطفیٰؐ کا ذریعہ بنا رہے

سانسوں میں ہو دُرود کی خوشبو بسی ہوئی
منزل مری حضورؐ کا اسوہ بنا رہے

میرے خدا مجھے بھی وہ اسباب کر عطا
طیبہ کو آنے جانے کا رستہ بنا رہے

آئے زباں پہ اسمِ محمدؐ جو کوثریؔ
ہونٹوں کا اس کے گرد اک ہالہ بنا رہے

☆☆☆☆

شاہدہ حسن

حُکمِ یزداں سے مِلا، اذنِ پیمبر سے مِلا
مجھ کو مدحت کا ہُنر، میرے مُقدر سے مِلا

کب سے اس خانۂ آفت میں مقید تھی مَیں
اور ایسے میں بلاوا مجھے اُس در سے مِلا

جلد لے چل مجھے اے شوقِ سفر اُن کی طرف
میرے ہادیؐ، مرے آقاؐ، مرے رہبرؐ سے مِلا

قُلزمِ اشک بہاتی ہوئی پہنچوں گی وہاں
اک اشارہ جو مجھے روضۂ انور سے مِلا

ایک اک بوند سے سو پیاس بجھالوں گی مَیں
یُوں ہی اک جام مجھے ساقیِ کوثر سے مِلا

رمزِ تخلیق جہاں، خلقتِ احمد میں نہاں
کُن کا مفہوم اُسی چہرۂ انور سے مِلا

از ازل تا بہ ابد، راہِ ہدایت ہے کھلی
سارا منشور اُسی نُور کے منبر سے مِلا

لکھ سکا کون سرِ عرش ملاقات کا حال
شبِ معراج خدا اپنے ہی دلبرؐ سے مِلا

اے مرے خواب دِکھا نقشِ کفِ پائے رسولؐ
اے مری نیند کبھی رُوحِ مُنوّر سے مِلا

اے زمانے، تُو مجھے روند کے رکھ دے لیکن
میرے خاشاک کو اُس حُسنِ گُلِ تر سے مِلا

عصرِ حاضر کے سوالات کی زد پہ ہے یہ عقل
آگہی مجھ کو اُسی علم کے دفتر سے مِلا

زخم کھا کھا کے دُعائیں تھیں لبوں پہ جسؐ کے
راہِ طائف مجھے اُس صبر کے پیکر سے مِلا

دیں کی تلقین کا آغاز ہوا تھا جس جا
اوجِ فاراں مجھے اُس شام کے منظر سے مِلا

اُنؐ کی امت میں رکھا بختِ رسا نے مجھ کو
مجھ کو یہ اوج و شرف میرے مُقدر سے مِلا
☆☆☆☆

شاہین عباس

مدینہ منورہ حاضری پر

بہت مرکز میں ہوں، جس دن سے اِس محور میں ہوں مَیں
مدینے میں ہوں اور جیسے زمانے بھر میں ہوں مَیں

خدایا اور ہو، نظارگی میں، اور نم ہو
سرِ منظر ہیں آقا اور پس منظر میں ہوں مَیں

کوئی سمجھا گیا تھا بھیڑ میں اِس طرح چلنا
سو جس ٹھوکر میں ہونا تھا، اُسی ٹھوکر میں ہوں مَیں

کہاں پھر دو گھروں کا ایک گھر، بس ایک ہی گھر
خدا کے گھر میں ہوں مَیں، مصطفیٰؐ کے گھر میں ہوں مَیں

یہ آگے پیچھے ہر وقت آتے جاتے قافلے ہیں
کوئی مانے نہ مانے اِن میں سے اکثر میں ہوں مَیں

مگر وہ آسماں کیا ہے، کہاں ہے اور کیوں ہے
زمیں، یوں ہے ، کہ چادر ہے اور اِس چادر میں ہوں مَیں

پلٹتا ہوں، پلٹنے والوں میں ہوں بھی نہیں پر
کہ پہنچوں اور پھر پہنچوں، اِسی چکر میں ہوں مَیں

☆☆☆☆

شفیق احمد خان

روشنی خواب ہے تعبیر ترے دم سے ہے
اس شبِ ہست میں تنویر ترے دم سے ہے

تیرا کردار ہے انسان کی عظمت کا امیں
ساری عزت سبھی توقیر ترے دم سے ہے

یہ جہاں ایک خرابے کے سوا کچھ بھی نہیں
اس زیاں خانے میں تعمیر ترے دم سے ہے

ہر گھڑی تیرے تصور سے منزہ سوچیں
یہ خیالات کی تطہیر ترے دم سے ہے

مجھ پہ کھلتا نہ کبھی باب فسونِ معنی
حرف و الفاظ کی تفسیر ترے دم سے ہے

☆☆☆☆

شکیل اختر

ہنر کے چاند پسِ آفتاب روشن ہیں
یہ تیرے نام کی نسبت کے خواب روشن ہیں

بتارہے ہیں مہ و مہر و کہکشاں و نجوم
کہ نقشِ ہائے رسالت مآب روشن ہیں

حرا کے غار سے پھوٹی جو روشنی کی کرن
اُسی کرن سے کئی آفتاب روشن ہیں

یہ کس کی چشمِ کرم کی ہے وسعتیں جس میں
محبتوں کے ہزار انتساب روشن ہیں

وہ ایک نور کہ جس کی تجلیوں سے شکیلؔ
اصولِ دین، شریعت، کتاب روشن ہیں

☆☆☆☆

شیدا چشتی

پروردگار ذکرِ محمدؐ نصیب کر
قلبِ سلیم، سیرتِ احمدؐ نصیب کر

مینارِ مصطفیٰؐ کی تجلی کا واسطہ
قلب و نظر کو روشنی بے حد نصیب کر

پھوٹے جہاں سے امن و محبت کے زمزمے
پھر سے اُسی حجاز کی سرحد نصیب کر

ضوبار ہوں جہاں میں محبت کے قمقمے
نورِ مقطعات کی ابجد نصیب کر

دربارِ مصطفیٰؐ میں ہے اتنی سی التجا
زم زم کے ساتھ قربتِ اسود نصیب کر

پیشانیِ حضورؐ جہاں سجدہ ریز تھی
ایسی زمین ایسا ہی معبد نصیب کر

اتنی ہے تیز دھوپ جھلسنے لگا بدن
شیداؔ کو اپنا سایۂ گنبد نصیب کر

☆☆☆☆

ڈاکٹرضیاالحسن

وہ نُورِ آسمانی جب کِیا اُس نے زمینی
عطا کردی اُنھیں پھر رحمت للعالمینی

اُنھی سے سلسلہ قائم ہوا جُود و سخا کا
اُنھی سے ہم کو پہنچی پاک بازی، پاک بینی

منور ہیں اُنھی کے حُسن سے سارے زمانے
اُنھی کی خوش ادائی سے یہ عالم آفرینی

مُعطّر ہوگئی اُن سے فضائے زندگانی
مشامِ جاں میں پھیلی ہے وہ خوشبو بھینی بھینی

خوشا وہ بخت جو چمکے سراجِ آگہی سے
جنھیں بخشی گئی اُس نُور کی محفل نشینی

مگر شرمندگی سے آنکھ اُٹھتی ہی نہیں ہے
پسند آجائے شاید اُن کو میری ترجبینی

عطا ہو اک نظر یا جس قدر بھی آپؐ چاہیں
مجھے یا سیدیؐ! یا رحمت للعالمینی!

☆☆☆☆

طالب انصاری

یہ ہے دیارِ پیمبر یہیں ٹھہر جائیں
برائے اوجِ مقدر یہیں ٹھہر جائیں

ورائے حدِ گماں ہے تجلیوں کا سماں
کہاں ملے گا یہ منظر یہیں ٹھہر جائیں

بلا کی دھوپ ہے دنیا کے ریگ زاروں میں
یہاں ہے چھاؤں میسر یہیں ٹھہر جائیں

عجب کشش ہے تری نور خیز گلیوں میں
تمام راستے آکر یہیں ٹھہر جائیں

مسافرانِ رہِ عشق یہ مدینہ ہے
یہاں قیام ہے بہتر، یہیں ٹھہر جائیں

ضریحِ پاک سے طالبؔ صدا یہ آتی ہے
درود و ذکر کے خوگر یہیں ٹھہر جائیں

☆☆☆☆

طاہر شیرازی

اذنِ معراج مل گیا ہے اسے
وقت رک رک کے دیکھتا ہے اسے

خیمہ زن ہو دل و دماغ میں جو
آدمی صرف سوچتا ہے اسے

روشنائی قلم سے پھوٹ پڑی
دل کی تختی پہ جب لکھا ہے اسے

قبل از کائنات خالق نے
نور ہی نور کر دیا ہے اسے

پورے اک عالمِ وفور کے ساتھ
میں نے صلی علی کہا ہے اسے

☆☆☆☆

عائشہ مسعود ملک

گر اجازت ہو محمدؐ کی تو میں نعت کہوں
آپؐ سے پہلے کے ہر عہد کو میں رات کہوں

میرے باطن کو اُجالیں جو پسِ چشم گریں
گر نہ چھلکیں مری آنکھوں سے تو میں برسات کہوں

اسم ایسا کہ رگِ جاں میں اترتا جائے
حُسن ایسا کہ جسے نور کی برسات کہوں

وہ جو رستوں کے اندھیروں کو مٹاتے جائیں
کیا بھلا اُن کے میں اوصاف و کمالات کہوں

جن کی توصیف میں قرآن اتارا جائے
مجھ میں ہمت ہے کوئی بات کروں، بات کہوں

☆☆☆☆

عباس رضوی

آغازِ نعت ہم نے کیا اس دعا کے ساتھ
مولا عطا ہو حمد کی دولت ثنا کے ساتھ

کیسا ملا ہے ہم کو یہ اعزاز دیکھیے
ہم ہیں شریک عشقِ نبی میں خدا کے ساتھ

پہنچے جو بارگاہِ رسولِ انامؐ میں
ہم نے بھی سر جھکا دیا قدر و قضا کے ساتھ

دل میں بسائے شہرِ مدینہ کی آرزو
ہم بے نوا بھی گرمِ سفر ہیں صبا کے ساتھ

اللہ نے نبیؐ کی محبت کے باب میں
مشروط کردیا ہے بقا کو فنا کے ساتھ

مخصوص تھی جو پائے رسالت مآبؐ سے
وابستہ ہوگئی ہے وہ خوشبو حرا کے ساتھ

چلتا رہے یہ قافلۂ عشقِ مصطفیٰؐ
پڑھتا رہوں درود میں بانگِ درا کے ساتھ

☆☆☆☆

عرش ہاشمی

مدحت کی ہے توفیق، صلہ مدحِ نبیؐ کا
صد شکر، پھر اعزاز ملا مدحِ نبیؐ کا

جس وقت کہ تخلیق ہوئی نُورِ نبیؐ کی
اُس وقت ہی آغاز ہُوا مدحِ نبیؐ کا

کس شان سے محبوب کی رفعت کا بیاں ہے
قرآن ہے معیار سدا مدحِ نبیؐ کا

کیا حِلم و حیا، جُود و سخا، رحمت و رافت
ہر وصف ہے اِک باب جُدا مدحِ نبیؐ کا

مدحت کی جو بنیاد ہو جذبے کی صداقت
ہر حرف گہر سے ہو بھرا مدحِ نبیؐ کا

آقاؐ کے غلاموں سے تعلق بھی شرف ہے
اپنا تو تعلق بھی ہُوا مدحِ نبیؐ کا

اُس شان کے شایاں ہے کہاں نذر ہماری
ممکن ہے کہاں حق ہو ادا مدحِ نبیؐ کا

خواہش ہے یہی عرش کہ جو شعر لکھوں میں
تحمیدِ الٰہی کا ہو یا مدحِ نبیؐ کا

☆☆☆☆

عرفان الحق صائمؔ

سَند میری غلامی کی رقم کر دیجیے آقاؐ
مجھے بھی صاحبِ جاہ و حَشم کر دیجیے آقاؐ

بہت مشکل میں ہے اُمّت، بہت مشکل میں ہے اُمّت
کرم کر دیجیے آقاؐ، کرم کر دیجیے آقاؐ

سُنا ہے احترامِ آدمی ملتا وہیں سے ہے
بُلا کر مجھ کو طیبہ، محترم کر دیجیے آقاؐ

مری اوقات سے بے حد زیادہ ہیں یہ غم میرے
جو ہو ممکن، شفاعت سے، یہ کم کر دیجیے آقاؐ

☆☆☆☆

عرفان صادق

ہزار پیش کروں تجھ کو میں سلام ہوا
کہ میرے نام بھی آیا کوئی پیام ہوا

میں خاکِ طیبہ کو آنکھوں میں بھر کے آیا ہوں
اسی لیے مرا کرتی ہے احترام ہوا

کھلائے جاتی ہے شاخوں پہ پھول مدحت کے
جو آرہی ہے مدینے سے صبح و شام ہوا

یہ جب سے گنبدِ خضرا کو چھو کے آئی ہے
کہیں رکوع کرے ہے کہیں قیام ہوا

تیری تو شہرِ مقدس سے ہے شناسائی
پلا مجھے بھی حضوری کا ایک جام ہوا

☆☆☆☆

عقیل عباس جعفری

ذرہ کرے خورشید کی مدحت تو عجب کیا
پائیں مرے لب نعت کی رفعت تو عجب کیا

یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے جبہِ افلاک
کرتے ہیں طوافِ درِ رحمت تو عجب کیا

جب قبر میں پرسش کے لیے آئیں نکیرین
مل جائے بس اک نعت کی مہلت تو عجب کیا

جس دم وہ غلاموں کو پکاریں سرِ محشر
مجھ پر بھی رہے چشمِ عنایت تو عجب کیا

ویسے تو کہاں قابلِ بخشش مرے اعمال
لیکن وہ کریں میری شفاعت تو عجب کیا

ٹھہرے وہ بس اک اشکِ ندامت کے برابر
ہو خُلد کی بس اتنی سی قیمت تو عجب کیا

جو ڈھانپ لے سب اپنے غلاموں کی خطائیں
مل جائے وہ اک چادرِ رحمت تو عجب کیا

☆☆☆☆

علی اکبر عباس

صدقے میں آپؐ ہی کے بنی کائنات ہے
نورِ حیات، پرتوِ والا صفات ہے

قبلِ ازل سے خالق و قادر کے باب میں
تمہیدِ نور آپؐ ہی کی پاک ذات ہے

تائیدِ حق میں بعد ابد ہوں گے آپؐ ہی
محبوب پر خدا کا یہ خاص التفات ہے

وجہِ شرف ہیں آپؐ ہی انسان کے لیے
ورنہ تو مشتِ خاک میں کیا خاص بات ہے

ذکر و درود، وردِ زباں، حرزِ جاں کیا
ہم جانتے ہیں اس میں ہماری نجات ہے

رحمت ہیں آپؐ سارے جہانوں کے واسطے
کوثر نصیب آپؐ سے روحِ حیات ہے
☆☆☆☆

علی بابا تاج

بارگاہِ رحمت میں
کس قدر تقدس ہے
ذکر، شاہِ دوراں کا
ہر زباں پہ جاری ہے
جن کے ذکر سے ہر دم
وصف، خود ہی نازاں ہے
لفظ، لفظ حیراں ہے
سوچ، سوچ شاداں ہے
نام جتنے ڈھونڈیں ہم
ایک، اسمِ اعلیٰ ہے
نام ہے ”محمدؐ“ کا
انتہائے اسماء ہے
اس سے بڑھ کے ہو بھی کیا
دوسرا بھلا کوئی
نام، کس بشر کا ہو
”بارگاہِ رحمت میں ایک ہے یہی ”محمود“
نام ایک ہی اعلیٰ
جن کے ذکر سے ہر دم
وصف، خود ہی نازاں ہے

☆☆☆☆

علی یاسر

ایسا کرم کِیا گیا بختِ شکستہ حال پر
سجدۂ شکرِ دید تھا وہ بھی درِ جمال پر
بیٹھا ہوں گرچہ فرش پر، چرچے ہیں میرے عرش پر
بھیجتا ہوں درودِ پاک انؐ پہ اور انؐ کی آل پر
گرد و غبار سے بچا، اور دیار سے بچا
طائرِ شہرِ مصطفیٰ تو ذرا دیکھ بھال پر
رحمتِ دوجہاں کا نام، میرے بنا گیا ہے کام
لاکھ ہوئیں عنائتیں ایک مرے سوال پر
رُخ سوئے طیبہ کرلیا، سینے میں نور بھرلیا
کیف میں بوسہ لے لیا بادِ صبا نے گال پر
سائلِ مصطفیٰ ہوں میں، شاعرِ نعتیہ ہوں میں
ہوتا رہے جسے بھی ہو ناز متاع و مال پر
اذنِ حضورؐ ہوگیا، دل میں سرور ہوگیا
فوری اڑان کے لیے میں نے لیے نکال پر
مجھ سے کِیا گیا حسد، آپ نے بخش دی مدد
نورِ عروج چھاگیا میرے ہر اک زوال پر
یہ جو نبیؐ کی نعت ہے، میری یہی برات ہے
اس میں مری نجات ہے، زندہ ہوں اس خیال پر

☆☆☆☆

غلام رسول زاہد

محبتوں کا اُجالا اگر کہیں پہ ہے
چراغ اس کا مدینے کی سرزمیں پہ ہے

فروغِ فصلِ بہاراں اسی چمن سے ہے
نزولِ بارشِ ابرِ کرم یہیں پہ ہے

مرے لیے وہ کفِ دستِ مہرباں ہے بہت
کہ لمس جس کا ازل سے مری جبیں پہ ہے

ردائے بارِ امانت کے بعد بھی اب تک
ہزار کوہِ گراں شانۂ امیں پہ ہے

غلامیِ شہِ بطحا مرا تعارف ہے
کرم یہ کتنا بڑا مجھ سے کم تریں پہ ہے

☆☆☆☆

قاسم یعقوب

خزاں رتوں میں کھلے ہیں کھجور کے پتے
ہمیشہ سبز رہے ہیں کھجور کے پتے

یہاں سے قافلۂ دینِ حق گزرتا ہے
سلامیوں کو جھکے ہیں کھجور کے پتے

میں چھوکے پائے محمدؐ کی خاک ڈھونڈتا ہوں
کہ گردِ رہ سے بھرے ہیں کھجور کے پتے

جلا ہوں دشتِ گماں کی جھلستی دھوپ میں جب
تو چھاؤں بن کے ملے ہیں کھجور کے پتے

رہے ہیں شعبِ ابی طالبؓ آپ کے ساتھی
چٹائیوں میں سجے ہیں کھجور کے پتے

پھر اُن کے پھل میں کبھی گٹھلیاں نہیں آئیں
حضورؐ نے جو چھوئے ہیں کھجور کے پتے

☆☆☆☆

قائم نقوی

میں تو ہر حال میں خوش رہوں آپؐ سے
میں جو مرنے لگوں جی اُٹھوں آپؐ سے

کامرانی بھی پھر پاؤں چومے مری
ابتدا کام کی جو کروں آپؐ سے

آپؐ ہیں آسرا بے کسوں کے لیے
ظلم کا ہر نشاں سرنگوں آپؐ سے

خواب ہی میں عطا ہو یہ اعزاز بھی
کچھ کہوں آپؐ سے کچھ سُنوں آپؐ سے

ایک نسبت سے پہچانے دنیا مجھے
میں جو قائم ہوں نقوؔی بنوں آپؐ سے

☆☆☆☆

کرامت بخاری

ماورائے فکرِ انساں ہے ثنائے مصطفیٰؐ
پا نہیں سکتے فرشتے بھی ہوائے مصطفیٰؐ

دل کی آنکھوں سے کوئی دیکھے حدیثِ زندگی
اس کے دامن میں نہیں کچھ بھی سوائے مصطفیٰؐ

کیوں نہ میں ذاتِ پیمبرؐ کی ثنا خوانی کروں
ہے ثنا خوانی میں شامل خود خُدائے مصطفیٰؐ

نعمتِ قلب و جگر ہے الفتِ آلِ رسولؐ
اور ہے آنکھوں کا سرمہ خاکِ پائے مصطفیٰؐ

دنیا بھر کے جام و مینا سے توجہ ہٹ گئی
جب سے میں نے پی لیا جام وِلائے مصطفیٰؐ

سب کے سب معصوم تھے جتنے تھے محرم آپؐ کے
اور سب کے سامنے تھی بس رضائے مصطفیٰؐ

دونوں عالم جھوم اُٹھے ہیں مرے اشعار پر
یہ گدائے مصطفیٰؐ پر ہے عطائے مصطفیٰؐ

☆☆☆☆

ماجد صدیقی

پیامِ ابدی

میں بے کسوں کے اَلم میں کھو کر ہمیشہ زاروقطار رویا
قلم کو میں نے ہمیشہ خونِ دلِ تپیدہ سے ہے بھگویا
یہ اس لیے ہے کہ میرے آقا! پیام ہے حرزِ جان تیرا
گدا ہوں دہلیز کا میں تیری، ہے میرے کاسے میں دان تیرا
پیام تیرا، کہ جس کا ہر حرف معدنِ گوہرِ حقیقت
پیام تیرا، کہ جس کا ہر لفظ منبعِ قوت و حرارت
پیام تیرا، کہ جس سے انسان پہ ہو روشن مقامِ انساں
ہر ابنِ آدم کے دل میں جس سے ہو پختہ تر اعتقادِ یزداں
پیام تیرا، ہوں جس کے سمجھے سے دل کو پہنائیاں میسّر
پیام تیرا، کہ جس کے جانے سے چشمِ بینا ہو دیدۂ تر
پیام تیرا، کہ جس سے مٹتی ہے ایک سے دوسرے کی وحشت
پیام تیرا، کہ جس سے بڑھتی ہے ایک سے دوسرے کی چاہت
پیام تیرا، کہ پشت پہ جس کی کارفرما عمل ہے تیرا
افق پہ انسانیت کے جس سے ہوا ہے پیدا نیا سویرا
پیام تیرا، کہ جس سے کوئی بچے دگر ہو نہ وجۂ زحمت
ہے دشمنوں تک پہ یہ ہویدا کہ ختم ہے تجھ پہ عفو و رحمت
پیام تیرا، کہ جس میں پنہاں ہیں ضابطے زندگی کے سارے
پیام تیرا کہ جس نے بگڑے معاملے ایک اک سنوارے
پیام جس سے ہیں فرض بیداریاں جہانِ دگر سے پہلے
ہے جس سے تحریکِ آہ و زاری ہر اک نمودِ سحر سے پہلے

پیام تیرا، کہ جس کا غلبہ رہے گا تا حشر اس جہاں پہ
پیام تیرا، کہ جس سے جاری ہیں زمزمے سے زباں زباں پہ
پیام تیرا، دل ایسے ذرّے کی قوتیں جس سے ہیں ہویدا
پیام تیرا، نگاہِ مومن میں جس سے ہیں برق و رعد پیدا
پیام تیرا، کہ دونوں عالم کی جس سے رعنائیاں عیاں ہیں
پیام تیرا، کہ جس سے ایقان کی توانائیاں عیاں ہیں
پیام تیرا، کہ رُوح مانندِ بحر جس سے اتھاہ ٹھہرے
نگاہ اور دل میں یاس و حرماں کا واہمہ تک گناہ ٹھہرے
پیام تیرا، کہ درسِ ایثار جس کی بنیادِ اوّلیں ہے
ازل سے اب تک مثال جس کی جہان بھر میں کہیں نہیں ہے
پیام تیرا، کہ جس سے جسمِ فعال، وجہِ حصولِ عظمت
پیام تیرا کہ جس سے قلبِ تپیدہ وجہِ نزولِ رحمت
پیام تیرا، کہ جس سے بیدار قوتیں جسم و جان کی ہوں
پیام تیرا، کہ جس سے شیرینیاں دوبالا زبان کی ہوں
پیام تیرا، جواب نفرت کا بھی محبت ہی جو بتائے
جہان بھر کی روش سے جو مختلف ہوں آداب، وہ سکھائے
پیام تیرا، کہ آئنہ ہے صفا و صدق و موانست کا
دلوں میں جس سے کبھی نہ پیدا ہو شائبہ تک مغائرت کا
پیام تیرا، کہ جس سے آقا تمیزِ بندہ سے آشنا ہو
بیک دگر برتری کا باعث اگر یہاں ہو تو اِتّقا ہو
پیام تیرا، کہ زیست در زیست جس سے اسرارِ نَو ہیں پیدا
پیام تیرا ہر آن جس سے ہے ایک عظمت نئی ہویدا
پیام تیرا، حیات و بعدِ حیات کے ضابطے ہیں جس میں
پیام تیرا کہ خاک سے عرشِ پاک کے رابطے ہیں جس میں
پیام تیرا، کہ زندہ رہنے کا ہر سلیقہ سکھایا جس نے
دلوں کی تہ میں اُتر کے جینے کا ہر طریقہ سکھایا جس نے

☆☆☆☆

مجتبٰی حیدر شیرازی

تمہارا ذکر جب کیا ہنر کمال ہوگیا
ہر ایک شعر نعت کا فلک مثال ہوگیا

تمام ہوگئی مری کشیدگی نصیب سے
تم آگئے خدا سے رابطہ بحال ہوگیا

دُرود کیمیا ہے قلب و جاں کے اطمینان کو
لبوں پہ آگیا تو دُور ہر ملال ہوگیا

مرا جہان ہست اس کے دم قدم کا فیض ہے
وجود کا سبب جو ایک خوش خیال ہوگیا

☆☆☆☆

محسن شیخ

رب نے فریاد کو پُر اثر کردیا
پھر نبیؐ نے مجھے جھولی بھر کردیا

دھوپ میں چھاؤں بننے کی توفیق دی
ایک پودے سے مجھ کو شجر کردیا

راہرو جس جگہ کوئی چلتا نہ تھا
وہؐ چلا تو اُسے راہگزر کردیا

رہ میں تاریک جنگل تھا اور آپؐ نے
روشنی کو مرا ہم سفر کردیا

سب کی آنکھیں تو تھیں پر بصیرت نہ تھی
آپؐ نے سب کو صاحب نظر کردیا

ٹیلوں ٹبوں کے کنکر تھے انسان بھی
آپؐ نے چھو کے اُن کو گُہر کردیا

آپؐ نے اپنے اخلاق و کردار سے
حُسنِ انساں ابد تک اَمر کردیا

داد اہلِ سُخن سے ملی ہے مجھے
آپؐ کے ذکر نے معتبر کردیا

☆☆☆☆

محمد حنیف

آپؐ کی بات کیا کہ ہیں دونوں جہاں کے بادشاہ
کون و مکاں ہیں آپؐ کے، کون و مکاں کے بادشاہ

آپؐ کی ذات پاک سے دونوں جہاں میں روشنی
آپؐ یہاں کے بادشاہ، آپؐ وہاں کے بادشاہ

پستہ قدوں کا رخ ہوا گنبدِ سبز کی طرف
ان کی طرف بھی اک نظر سروقداں کے بادشاہ

کرنے ہیں کیسے حل ہمیں ہیں جو ہمارے مسئلے
ہم پہ بھی یہ بھید کھول دے نکتہ وراں کے بادشاہ

ہم کہ ہیں بے بساط لوگ ہم کیا ہماری شان کیا
معتبری ہے آپؐ کی، معتبراں کے بادشاہ

گاؤں بھی آپؐ کے تمام، شہر بھی آپؐ کے تمام
آپؐ کے سب غلام ہیں خورد و کلاں کے بادشاہ

رہتی ہے ساری کائنات آپؐ ہی کے حصار میں
آپؐ کی ہر طرف مہک گلبدناں کے بادشاہ

کس کو پکارتے کہ ہے جائے پناہ کوئی اور؟
آپؐ ہیں اور صرف آپؐ بادشہاں کے بادشاہ

دشتِ دلِ حنیف پہ چھائی ہوئی ہے تیرگی
تھوڑی سی چاندنی اِدھر ماہ رخاں کے بادشاہ
☆☆☆☆

پروفیسر محمد سبطین شاہجہانی

مُخلِ فن ہے نہ پات کی خوشبو
دل میں ہے اُن کی بات کی خوشبو
وہ ولی ہے ہو جس کے دامن میں
اُنؐ کی اعلیٰ صفات کی خوشبو
گنبدِ سبز کا تصدق ہے
کائناتِ حیات کی خوشبو
ذکرِ احمدؐ ہے میری سانسوں میں
ہر نفس ہے حیات کی خوشبو
کاکلِ شاہِ دوسرا کی قسم
ہر طرف اُن کی ذات کی خوشبو
اُن سے روشن ہیں آسمان و زمیں
اُن سے ہے کائنات کی خوشبو
شاہِ معراج سے مہکتی ہے
شام کی، دن کی، رات کی خوشبو
سینکڑوں جنتوں سے افضل ہے
اُن کے اک التفات کی خوشبو
دل میں ہیں ذکرِ حق سے مہکاریں
ذہن میں اُن کی بات کی خوشبو
تا ابد حرف کی مہک اُن سے
ہر صدی اب ہے نعت کی خوشبو
وردِ شاہِ ھدیٰ کا صدقہ ہے
میرے صوم و صلوات کی خوشبو

باغِ بطحا سے مجھ کو آتی ہے
مرغزارِ **نجات** کی خوشبو
گنبدِ سبز کی زکواۃ سمجھ
خُلد کے **پات** **پات** کی خوشبو
اُن کے ارشاد سے معطر ہے
کیا قلم کیا **دوات** کی خوشبو
شاہِ صابر سے میں نے پائی ہے
شاہِ اعلیٰ **صفات** کی خوشبو
صبحِ میلاد سے ملی سبطین
ہم کو لیلِ **برات** کی خوشبو

☆☆☆☆

محمد سلیم احسن

میرے زخموں کا دنیا میں مرہم نہیں
میں مدینے چلا اب کوئی غم نہیں

خاکِ طیبہ کو چھوکر نہ آئے اگر
مہرباں کوئی بھی ایسا موسم نہیں

آپؐ کے گر پسینے سے نسبت نہ ہو
کوئی خوشبو نہیں کوئی شبنم نہیں

حشر میں ہوگی سب کی نظر آپؐ پہ
آپؐ جیسا کوئی بھی مکرّم نہیں

آپؐ کے در پہ جس نے سلامی نہ دی
کوئی اعلیٰ نہیں کوئی اعظم نہیں

آپؐ کے دم سے حق کو ملی زندگی
کفر کے سینے میں آج بھی دم نہیں

قطب و ابدال غوث اور شاہ و گدا
کون ہے جس کا طیبہ میں سر خم نہیں

خود خدا بھیجتا ہے دُرود و سلام
نامِ احمدؐ ہی کیا اسمِ اعظم نہیں

ذکرِ احمدؐ سے احسنؔ کرم ہوگیا
اب مصائب کا لہجہ بھی برہم نہیں

☆☆☆☆

محمد عبدالقادر تاباں

بول اے سوختہ جاں راحتِ جاں ہے کہ نہیں
شہرِ محبوب خُدا کوئے جِناں ہے کہ نہیں

سانس میں لس گھلاتی یہ ہوائے خضری
رُوح تک لطف و عنایت کا سماں ہے کہ نہیں

پھول تو پھول ہیں کانٹے بھی اماں گیر ہوئے
یہ جہاں رحمتِ عالم کا جہاں ہے کہ نہیں

مسجدِ نبویؐ سے آتی ہوئی آواز کو سُن
یہ اذاں عشقِ بلالؓ کی زباں ہے کہ نہیں

فاختائیں ہی نہیں امن بھی رہتا ہے یہاں
سب جسے ڈھونڈ رہے ہیں وہ یہاں ہے کہ نہیں

دعویٰ عشقِ نبیؐ تو نہیں تاباںؔ لیکن
حرف میں اُن کی محبت کا گماں ہے کہ نہیں

☆☆☆☆

مرتضیٰ برلاس

آنکھیں حضورؐ سے میں ملاؤں گا کس طرح
روزِ جزا میں سامنے آؤں گا کس طرح

فردِ عمل پڑھیں گے فرشتے تو اُس گھڑی
گردن جھکی ہوئی میں اُٹھاؤں گا کس طرح

ہر اُمّتی کے واسطے بے چین ہوں گے آپؐ
مجھ سا بھی اُمّتی ہے بتاؤں گا کس طرح

اصنامِ مصلحت کی پرستش کے باوجود
مُشرک نہ تھا یقین دلاؤں گا کس طرح

قدموں میں آپؐ کے مری مٹّی عزیز ہو
اب لوٹ کے یہاں سے میں جاؤں گا کس طرح

محفل میں ہوں گے سعدیؔ و حسّانؔ و بن زُہیرؔ
اشعار نعت کے میں سناؤں گا کس طرح

☆☆☆☆

منظر نقوی

نور ہی نور کی برسات ہوئی جاتی ہے
مجھ پہ الہام تری نعت ہوئی جاتی ہے

میں ترے ذکر کی محفل میں چلا آیا ہوں
خوشبوئے باغِ عدن ساتھ ہوئی جاتی ہے

آج بھی ورطۂ حیرت میں پڑی ہے دُنیا
اک تسلسل سے تری بات ہوئی جاتی ہے

صورتِ اَبر میرے سر پہ رہا سایہ فگن
اب تلک سیرِ سماوات ہوئی جاتی ہے

شکر اللہ کا منظؔر ہے کرم مولا کا
رنگِ مدحت میں مناجات ہوئی جاتی ہے

☆☆☆☆

ناصر بشیر

سیرت کروں بیان، صفاتِ نبیؐ لکھوں
اذنِ سخن ملے تو میں نعتِ نبیؐ لکھوں

ہر کیفیت میں آپؐ مرے ساتھ ساتھ ہیں
روتے رُلاتے، ہنستے ہنساتے نبیؐ لکھوں

خالقِ نے مالِ حُسنِ فراواں اُنھیں دیا
گلزارِ دہر کو میں زکواۃِ نبیؐ لکھوں

ہے نعت گوئی میں بھی ضروری کچھ احتیاط
میں پُل صراط کو بھی صراطِ نبیؐ لکھوں

میں ربط و صبر و ضبط سے واقف نہیں ابھی
کس طرح واقعاتِ حیاتِ نبیؐ لکھوں

مجھ سا گُناہ گار بھی آیا ہے راہ پہ
اس کو بھی میں کرشمۂ ذاتِ نبیؐ لکھوں

ناصر بشیرؔ جب مجھے آتا نہیں قرار
دل آپ چاہتا ہے کہ نعتِ نبیؐ لکھوں

☆☆☆☆

ناصرزیدی

نہ مال و زر کی ہوس اور نہ خُو گدائی کی
تونگری مجھے حاصل ہے جُبہ سائی کی

ہر ایک دشمنِ جاں کو معاف کر دینا
زمانہ دیکھ لے یہ شان کبریائی کی

کہ ایک دو کے نہیں سب کے واسطے رحمت
صفت یہی ہے بہت آپ کی بڑائی کی

ہے کار سازِ دو عالم سے اک شرف مجھ کو
میں بات کیسے کروں اپنی نارسائی کی

وہ حد سے بڑھ کے قبولِ عوام و خاص ہوئی
نبیؐ کی شان میں جب بھی مدح سرائی کی

حضورِ رحمتِ عالم کی ذات کے صدقے
رہی طلب نہ کسی سے بھی داد خواہی کی

سخنوری کے جہاں میں ہے معتبر ناصرؔ
بفیضِ مدحتِ سرور یہی کمائی کی

☆☆☆☆

نثار ناسک

تجھ پہ پورے کبھی اُترے نہیں معیار مرے
لفظ کے عجز کا اظہار ہیں اشعار مرے

سائباں ہے مرا احساس ترے ہونے کا
جس کے سائے میں کھڑے ہیں در و دیوار مرے

تیری نعتوں سے اَٹے ہیں ترے رمضان کے شہر
تیری خوشبو سے بھرے قریہ و بازار مرے

گھنٹیاں روح کے سناٹوں میں بج اُٹھتی ہیں
جب بھی یاد آتے ہیں وہ کارواں سالار مرے

میرے دشمن کے لبوں پہ ترا نام آیا تھا!
خود بخود گر سی گئی ہاتھ سے تلوار مرے

نعت پڑھتا ہوں تو محسوس یہ ہوتا ہے نثارؔ
یہیں اس بزم میں موجود ہیں سرکارؐ مرے

☆☆☆☆

نجیب احمد

تُو نے وہ دیا جلادیا ہے
ذرات کو جگمگادیا ہے

اے صبحِ جمالِ نو یہ کس نے
چپ کو حُسنِ نوا دیا ہے

اے عفو کے کہسار تُو نے
دریاؤں کو راستہ دیا ہے

پا بوس ترے سبھی تغیر
کیسا سکہ چلادیا ہے

ہم کو سات آسماں دکھا کر
یارا بھی اڑان کا دیا ہے

آیا ہے جہاں بھی ذکر تیرا
قرآن بھی مسکرادیا ہے

کوئی نہ کبھی بھٹک سکے گا
ایسا رستہ دکھادیا ہے

☆☆☆☆

نسیم سحر

ہادی و رہ نُما آپؐ کا نقشِ پا
مُقتدا، مُجتبا آپؐ کا نقشِ پا

اپنا منشور ہے، اپنا آئین ہے
اے شہِ دوسرا، آپؐ کا نقشِ پا

یہ زمیں کتنی روشن ہوئی، جس گھڑی
ثبت اس پہ ہُوا آپؐ کا نقشِ پا

کاش اہلِ نظر کی نظر میں رہے
کہکشاں پہ لکھا آپؐ کا نقشِ پا

آپؐ کی شان کا تو ہے مذکور کیا
گوہرِ بے بہا آپؐ کا نقشِ پا

بس ہمیں اور کچھ بھی نہیں چاہیے
بس ہمیں مل گیا آپؐ کا نقشِ پا!

ہوگی کیا آپؐ کی شانِ حُسن و جمال
دل نشیں دل رُبا آپؐ کا نقشِ پا!

سارے عالم پہ یہ راز کھلنے لگا
نسخۂ کیمیا، آپؐ کا نقشِ پا

ہر زمانے کے ماتھے پہ مرقوم ہے
مثلِ حرفِ بقا آپؐ کا نقشِ پا

اب اُسی سمت میں سب سفر ہیں مرے
جس طرف بھی مِلا آپؐ کا نقشِ پا

آپؐ کے شہر میں جب بھی حاضر ہوا
بس مَیں دیکھا کیا آپؐ کا نقشِ پا

اپنے اعمال نامے میں مَیں نے لکھا
آپؐ کا نقشِ پا، آپؐ کا نقشِ پا!

مَیں نے ہر تیرگی پہ نسیمِ سحَر
روشنی سے لکھا آپؐ کا نقشِ پا

☆☆☆☆

نصرت صدیقی

دلوں سے ہو کے گزرتا ہوا مدینے کو
نظر سے جاتا ہے اک راستہ مدینے کو

میں اس کے ساتھ تصور میں چلتا جاتا ہوں
روانہ ہوتا ہے جو قافلہ مدینے کو

ہزار حسرت و ارماں کے ساتھ دیکھتا ہے
مری نگاہ کا ہر زاویہ مدینے کو

بدن کا دشت سُلگتا تھا ایک مدت سے
میں کہہ کے رو پڑا کالی گھٹا مدینے کو

مجھے سکون کی دولت نصیب ہوتی ہے
میں بھیجتا ہوں جو کوئی دعا مدینے کو

خیال و خواب میں دل میں نگاہ میں نصرتؔ
سجائے پھرتا ہوں میں جا بجا مدینے کو

☆☆☆☆

نصیر احمر

اے نگاہِ شوق کھل کر دیکھ لے دلکش سماں
اُنؐ کا روضہ جب ہے تیرے سامنے جلوہ فشاں
دُور تک پُر کیف خاموشی سی ہے چھائی ہوئی
مسکراتی ہے فضا، تاروں کو نیند آئی ہوئی
اُنؐ کے روضے پہ یُوں سجدے کررہی ہے چاندنی
چار سُو پھیلی ہوئی ہے، اک مُعطر روشنی
کر دیا ہے چاندنی نے، ایسا مست و شادماں
میری آنکھوں نے کبھی دیکھا نہیں، ایسا سماں
دیکھتا ہوں جس طرف، ہے ایک عالم نُور کا
کیا بتاؤں کھینچ کر، نقشہ دلِ مُسرور کا
نُور کا سیلاب ٹھاٹھیں مارتا ہے چار سُو
ہر طرف سے آرہی ہے روشنی کر کے وضو
آسماں پہ چاند تارے، محوِ استغراق ہیں
اور مصروفِ ثنا، سب آپؐ کے مُشتاق ہیں
ہے بدن میرا زمیں پہ رُوح ہے افلاک پہ
ہو نظر اے ساقیِ کوثر مرے ادراک پہ
خُلد سے آکر فرشتے بھی مزارِ پاک کو
جھاڑتے ہیں اپنی پلکوں سے خس و خاشاک کو
مائلِ بندہ نوازی ہے خُدا، سچ با خدا
بانٹتے خیرات ہیں، خیر الوریٰ، سچ با خدا
اس حسیں منظر کو شعروں میں بیاں کیسے کروں
چشمِ احمرؔ نے جو دیکھا ہے عیاں کیسے کروں

☆☆☆☆

نوید حیدر ہاشمی

دُرود پڑھتے رہے قریۂ حضورؐ کے پیڑ
صحابیوں کی طرح پاک تھے کھجور کے پیڑ

یہ لفظ اذنِ محمدؐ سے پھول بنتے ہیں
اسی لیے تو ثمردار ہیں بخُور کے پیڑ

سفر میں آپؐ کی ہجرت اگر ہو پیشِ نظر
دکھائی دیتے ہیں آنکھوں کے پاس، دُور کے پیڑ

میں اُن کو نعتیں سُناتا وہ داد دیتے مجھے
اسی لیے مرے عاشق ہیں سب کھجور کے پیڑ

میں جب لکھتا ہوں سینے پہ پنجتن کے نام
چمکنے لگتے ہیں آنکھوں میں پانچ نُور کے پیڑ

☆☆☆☆

نورین طلعت عروبہ

خموشیوں میں سلیقے، صدا کے رکھے ہیں
ان آنسوؤں میں قرینے دُعا کے رکھے ہیں

فلک کی آنکھ بھی طیبہ کو رشک سے دیکھے
وہاں کسی نے ستارے بچھا کے رکھے ہیں

وہ اُن کے پیار کی شبنم سے پا رہے ہیں نمو
جو پھول شاخِ دعا پہ کِھلا کے رکھے ہیں

نثار ہوتا ہے ان کو سنہری جالی پہ
یہ اشک آپؐ کی خاطر بچا کے رکھے ہیں

ہمیشہ نُور کی بارش مرے مدینے میں
یہاں چراغ جو غارِ حرا کے رکھے ہیں

عمل کا شوق عطا ہو کہ ہر ساعت میں
پیام آج بھی صلِ علیٰ کے رکھے ہیں

مرے حضورؐ کی مسجد کا صحن، گنبدِ پاک
نظر میں کیسے مناظر سجا کے رکھے ہیں

☆☆☆☆

نوشابہ عدنان

نبیؐ کی یاد میں مہکے چمن آہستہ آہستہ
گل و گلزار ہوں کوہ و دمن آہستہ آہستہ

سفر در پیش ہے تجھ کو مدینے کی فضاؤں کا
قدم آہستہ آہستہ، سخن آہستہ آہستہ

نبیؐ کی نعت لکھنے سے مجھے یہ فیض حاصل ہے
نکھرتا جارہا ہے میرا فن آہستہ آہستہ

درود پاک جب منظور ہو جاتا ہے نوشابہؔ
تو میٹھا ہونے لگتا ہے دہن آہستہ آہستہ

☆☆☆☆

وفا چشتی

سیاہ دفترِ اعمال کیسے رُسوا ہو
جب اُس پہ آپؐ کی رحمت ردا ہو، پردہ ہو

نہ ماورا کی طلب ہو نہ ماسوا کا خیال
کچھ اس طرح سے دل و جاں پہ تیرا قبضہ ہو

حضورِ غیب سے مجھ پر ترا خیال اُترے
مرا خیال ترے قُرب سے مہکتا ہو

ہر ایک لمحہ نئی جاں ملے فقیروں کو
ہر ایک لمحۂ جاں میں ترا بسیرا ہو

سیاہیِ دلِ سنگین آئینہ ہوجائے
اس آئنے کو تمہاری نظر کا لپکا ہو

عجیب عالمِ وارفتگی میں پڑھتا ہوں
کہ جیسے سُورۂ یٰسین اُن کا چہرہ ہو

مرے کریمؐ کی روحانیت کا ابرِ مطیر
کوئی مکاں نہیں ایسا جہاں نہ برسا ہو

☆☆☆☆

ڈاکٹر عزیز احسن

پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر

کرہ ارض پر، پاکستان کا وجود مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کا عکس ہے۔ کیوں کہ اس کا خواب دیکھنے والوں نے اسے اسی طرح اپنے تصورات کا حصہ بنایا تھا۔ خطبہ الٰہ آباد میں اقبالؒ نے فرمایا تھا:

> ''ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کرے'' (خطباتِ اقبالؒ ۔ ص ۸۳)

علامہ اقبالؒ کی تمنا تو بر آئی لیکن پاکستان میں ''اسلام'' ایک تمدنی قوت کے طور پر 65 سال گزر جانے کے بعد بھی نہیں ابھر سکا۔ عملی سیاست کے حصہ لینے والوں میں بیشتر اسلام گریز حکمتِ عملی اپناتے رہے اور پاکستانی ادب کی تخلیق میں بیشتر شعراء و ادباء کی تخلیقی صلاحیتیں لادینی ادب تخلیق کرنے میں صرف ہوتی رہیں۔ اس فضا میں نعت کی تخلیق شعراء کے لیے عار ٹھہری۔ یہاں تک کہ فیض جیسے مقبول اور دینی پس منظر رکھنے والے شاعر کے ہاں نعت نہیں ملتی۔ لیکن جب ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی نے ایک ٹی وی پروگرام میں اس کمی کا ذکر کیا تو ایک محفل میں فیض صاحب نے ان کی توجہ اپنی غزلوں کے ایسے اشعار کی طرف مبذول کروائی جن کے مفاہیم میں نعت کا پہلو بھی نکلنے کی گنجائش تھی۔ ڈاکٹر کشفی لکھتے ہیں:

''ہوا یوں کہ ٹیلی ویژن کے ایک مذاکرے میں، میں نے کہا کہ اردو کے ہر بڑے شاعر کے کلام میں ہمیں نعت نظر آتی ہے...... عہدِ حاضر کے ایک بڑے اور اہم شاعر کے کلام میں ہمیں نعت کا جلوہ نظر نہیں آتا...... اس واقعے کے کچھ عرصے بعد بہن ہاجرہ مسرور نے اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ (نعت اور تنقیدِ نعت ص ۱۰۵)

وہاں فیض صاحب نے کشفی صاحب سے کہا:

''آپ تو ادب کے استاد ہیں۔ کیا آپ اپنے طالب علموں کو اس بت ہزار شیوہ سے متعارف نہیں کراتے جسے غزل کہتے ہیں۔ اگر آپ نے ہمدردی اور دلِ بیدار کے ساتھ میری غزلوں کا مطالعہ کیا ہوتا تو نعت کے اشعار مل جاتے، اور اس مختصر گفتگو کے بعد فیض صاحب نے اپنا یہ شعر پڑھا:

شمعِ نظر، خیال کے انجم، جگر کے داغ
جتنے چراغ ہیں تری محفل سے آئے ہیں'' (ایضاً)

فیض صاحب سے مکالمے کے بعد کشفی صاحب تو مطمئن ہو گئے تھے لیکن نعتیہ ادب کو معروضی انداز سے دیکھنے والے تو اس شعر میں بھی ''جگر کے داغ'' کا حضورِ اکرمﷺ کی محفل سے انتساب مناسب نہیں سمجھتے۔ حضورِ اکرمﷺ تو سراپا رحمت ہیں اُن کی محفل میں تو جگر کے داغ مٹائے جاتے ہیں۔ زخموں کے لیے نگاہِ لطف و کرم کا مرہم فراہم کیا

جاتا ہے۔ وہاں داغ نہیں ملتے، داغوں کا مداوا کیا جاتا ہے۔

بہر حال، اس واقعے سے اندازہ ہوا کہ پاکستان میں ادب کی ملحدانہ فضا کے باعث، فیض جیسا بڑا شاعر بھی نعت لکھنے سے کتراتا رہا۔ غزلوں میں اتفاقیہ طور پر کسی شعر کا نعتیہ آہنگ اختیار کر لینا اور بات ہے اور بالقصد نعت کہنا اور بات ہے۔ نسخہ ہائے وفا میں فیض کی ایک فارسی نعت موجود ہے جو غالباً ان کی زندگی کے آخری دور کی یادگار ہے لیکن اردو میں ان کی نہ تو کوئی نعت ہے اور نہ ہی غالب اور اقبال کی طرح فیض کی کسی غزل میں واضح طور پر کوئی نعت کا شعر وارد ہوا ہے۔

بایں ہمہ، ادب کی اس فضا میں بھی فکرِ اسلامی کے علم بردار کچھ مجاہدین نے نعتیں کہیں اور خوب کہیں ان کا ذکر شیم احمد نے بڑے اچھے پیرائے میں کیا ہے:

"قیامِ پاکستان کے بعد جب مسلم لیگ کا طرزِ عمل اپنے ہی نصب العین کے خلاف حرکت کرتا ہے، اور اس سے مایوسی اور شکست خوردگی پیدا ہوتی ہے، تو ادب کے ایک طالب علم کو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ادب کے جدید علمبرداروں کی صفوں سے مختار صدیقی، یوسف ظفر، قیوم نظر نکل نکل کر اس ذاتِ گرامی کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کر رہے ہیں، جس کا پرتو بھی چند سال قبل تک ان کی شاعری پر نہیں پڑا تھا۔ نعت گوئی نے اردو شاعری کے جدید اسلوب میں اس طرح اپنی لازوال قوت کا ثبوت دیا ہے" (سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر، جلد دوم، ص۴۷۴، نومبر ۱۹۷۳ء)

فضا کی اس تبدیلی میں قلم کے ان مجاہدین کا وافر حصہ تھا جن کو "رفعنا لک ذکرک" ([اے نبیؐ] ہم نے تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا) کے اعلانِ ربانی کے تحت نعت گوئی کی خصوصی توفیق ارزانی ہوئی تھی۔ دراصل اللہ رب العزت نے حضور اکرمؐ کے رفعِ ذکر کے دیگر طریقوں کے ساتھ ساتھ تمام سعید روحوں کو اپنے محبوب رسولؐ کی تعریف و توصیف کرنے کا وظیفہ سونپ دیا تھا۔ اسلامی دنیا میں تو ابتداء ہی سے تمام حق شناس لوگ بلا امتیاز مذہب و ملت، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مدحت گزاری میں مصروف ہو گئے تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی مسلمانوں کی آمد کے بعد جس نئی زبان کا یہاں پودا لگا اور اس کی کونپلیں نکلیں تو ان میں حرفِ مدحتِ خیر البشر کی مہک تھی اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اس خطے کی جانب سے حضور رسول اکرمؐ کو ٹھنڈی ہوا آئی تھی ـــ جسے اقبال نے یوں نظم کیا ہے:

میرِ عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

لیکن جیسا کہ ہر صنفِ سخن کے ساتھ ہوتا ہے، اردو نعت بھی اپنی ابتداء سے حالی کے عہد تک روایتی مضامین اور مخصوص شعری اسالیب کی اسیر رہی جس میں حضور نبی کریمؐ کی ذات سے والہانہ عشق کا اظہار ہوتا تھا۔ بیشتر نعتیں غزل کی طرح ہجر و وصال کے مضامین پر مشتمل ہوتی تھیں۔ مدحت نگاری کی یہ روش بہت بعد تک قائم رہی اور آج بھی زیادہ تر نعت گو شعراء اسی روش پر قائم ہیں۔ اسی لیے ایک مجاہد نعت نگار رحمٰن کیانی کو یہ کہنا پڑا تھا کہ:

اُنؐ کی توصیف میں بھی سوءِ ادب کی باتیں
نعت میں ساقی و مے، بزمِ طرب کی باتیں

ایسی باتیں کہ اگر منہ سے نکل جاتی ہیں
سن کے بے پردہ خواتین بھی شرماتی ہیں

حالی سے قبل کی نعتیہ شاعری کا وافر حصہ ایسے ہی مضامین پر مشتمل تھا۔ حالی نے مسدس میں چند نعتیہ بند لکھ کر اس روش کو بدلنے کی کوشش کی اور یقیناً بعد کی شاعری پر حالی کے نظریہ ٔ نعت کے اثرات مرتب ہوئے اور سیرت نبویؐ کے جواہر نعتیہ اشعار میں اپنی چمک دکھانے لگے۔ حالی سے قبل صرف محسن کاکوروی ایسے شاعر نظر آتے ہیں جن کی شاعری نے ادبی مکالمے (literary discourse) کی راہ ہموار کی۔ لیکن نعتیہ ادب کو زندگی سے قریب کرنے کی کوشش حالی ہی کے ہاں نظر آتی ہے۔ پھر اقبال نے نعت کے نئے آفاق دریافت کئے۔ میرے نزدیک اقبال کا یہ شعر جدید نعتیہ شاعری کا نقطہ ٔ آغاز ہے:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں!

اس کے باوجود ایک طویل عرصے تک نعت کو ادبی صنفِ سخن کے طور پر قبول نہیں کیا گیا۔ نعتیہ شاعری کو ادبی سطح پر قابلِ قبول صنف بنانے میں کچھ عوامل بھی مانع تھے مثلاً اس صنفِ سخن کی طرف ہر کہ و مہ کا مائل ہو جانا اور مستند شعراء کا اس طرف کم کم آنا۔ اس طرح نعتیہ ادب میں مقدار کا تو اضافہ ہوا لیکن معیاری کام کی حد درجہ کمی نے نقادانِ ادب کو اس طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ اب تک اس میدان میں مردانِ کار کی کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ گو تنقید کا کام شروع ہو چکا ہے لیکن ابھی تو صرف ابتداء ہوئی ہے۔

اس مقالے میں ہمیں مختصراً یہ بتانا ہے کہ پاکستان میں نعت میں کن کن شعراء کی شعری کاوشیں منظرِ عام پر آئیں۔ کن کن شعراء نے اس صنف کو باقاعدہ صنفِ سخن کے طور پر اپنایا اور کون کون سے اہلِ ہنر مدحیہ شاعری میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ نعت گوئی کا علمی سطح پر کن کن لوگوں نے تنقیدی اور تحقیقی جائزہ لیا، اور یہ کام کس حد تک اطمینان بخش ہے؟ اسی طرح یہ بھی دیکھنا ہے کہ مختلف شعراء کے انفرادی نعتیہ مجموعوں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اجتماعی انتخاب مرتب کرنے میں کن کن اہلِ فکر و نظر نے دلچسپی لی اور ان کی ان کاوشوں سے نعت کو ادبی سطح پر روشناس کرانے میں کیا مدد ملی؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اردو نعت پر اب تک جو کام ہوا ہے وہ اطمینان بخش نہیں ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستان بننے کے بعد جس قدر کام اس صنفِ شریف پر ہوا، پاکستان کے قیام سے پہلے اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہوا تھا۔ متحدہ ہندوستان میں تو زیادہ تر محافلِ میلاد کی ضرورتوں کے پیشِ نظر نعتیں کہی جاتی رہی تھیں یہی وجہ ہے کہ ادبی افق پر محسن کاکوروی کے سوا کوئی اور نعت گو مخصوص نہ ابھر سکا۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام شعراء سے زیادہ علماء اور عوام میں چمکا۔ عشقِ رسولؐ کی صداقت اور نعتیہ ادب میں مسلسل محنت نے بہرحال انہیں قبولیتِ عام اور بقائے دوام کا درجہ دلوا دیا۔ اکبر میرٹھی کے سلام کے بعد سب سے زیادہ مقبولیت مولانا ہی کے سلام (ع مصطفیؐ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام) کو حاصل ہوئی۔

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے کچھ عرصہ قبل خواجہ محمد اکبر خان وارثی میرٹھی نے "میلادِ اکبر" کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا جسے پاکستان میں بھی سب میلاد ناموں سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ بالخصوص اکبر وارثی کا لکھا ہوا

سلام اس قدر مقبول ہوا کہ برصغیر پاک و ہند میں آج بھی اس کی گونج سنائی دے رہی ہے:

یا نبیؐ سلام علیک یا رسولؐ سلام علیک
یا حبیبؐ سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک

مولانا ظفر علی خان تحریک پاکستان کے جواں ہمت سپاہی تھے۔ انہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں قلمی جہاد میں صرف کر دیں، وہ خود فرماتے ہیں:۔

خدا کی حمد، پیغمبر کی نعت، اسلام کے قصے۔۔۔!
مرے مضموں ہیں جب سے شعر کہنے کا شعور آیا

مولانا کے نعتیہ کلام میں اسوۂ حسنہ کے نمونے اور پیامِ محمدیؐ کے پرتو سے لفظ لفظ جگمگا رہا ہے۔ اگرچہ بہارستان اور چمنستان، علی الترتیب ۱۹۳۷، ۱۹۴۴ء میں شائع ہو چکی تھیں لیکن پاکستان کی فضاؤں میں مولانا کی نعتوں کی گونج کل بھی تھی اور آج بھی ہے۔ آپ کا سن وفات ۱۹۵۶ء ہے:۔

رشتہ مرا خدا کی خدائی سے چھوٹ جائے
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامان مصطفیٰؐ
سایہ پرور تیری رحمت کا حرم بھی دیر بھی
سود اور بہبود بہمان و فلاں کی تجھ سے ہے

فتنۂ قادیانیت کے خلاف جو قلمی جہاد ہوا، اس میں بھی مولانا ظفر علی خاں پیش پیش تھے:۔

نبیؐ کے بعد نبوت کا ادعا ہو جسے
ہر ایسے بطلِ خرافات سے خدا کی پناہ

پاکستان کے ابتدائی دور کے نعت نگار شعراء میں ماہر القادری، حفیظ جالندھری، بہزاد لکھنوی، محشر رسول نگری، علامہ ضیاء القادری بدایونی، علامہ سیماب اکبرآبادی، اثر صہبائی، اختر الحامدی، صبا اکبرآبادی، رعنا اکبرآبادی، صبا متھراوی، اقبال صفی پوری، ادیب سہارنپوری اور وفا ڈبائیوی کے نام آتے ہیں۔ یہ تمام شعراء شعر و سخن کی کلاسیکی قدروں کے محافظ تھے۔ ان کی نعتوں میں زبان کی صفائی بھی ہے اور قادرالکلامی کی شان بھی۔ ان کی شاعری میں حضورؐ کے حسن صوری سے زیادہ حسن معنوی کا بیان ہے۔

ذکر جمیل کی اشاعت نے ماہر القادری کو نعت گو شاعر کی حیثیت سے متعارف کروایا تھا۔ ان کی مدحیہ شاعری میں سب سے زیادہ شہرت ان کے لکھے ہوئے سلام کو ملی جو منظر عام پر آتے ہی گویا کلاسیک کا حصہ بن گیا:۔

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دست گیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سکھلائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
تیرے جلال کے حضور سطوتِ روم سجدہ ریز
تیرے قدم پہ جبہ سا شانِ و شکوہِ سومنات

حفیظ جالندھری نے شاہنامہ ءاسلام میں حضورؐ کی سیرت اور آپؐ کے غزوات کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

شاہنامہ کے حصہ اول میں سلام کے اشعار میں حضورؐ کے اخلاقِ کریمانہ اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ بڑے دل نشین انداز میں ملتا ہے۔ یہ بھی سلام ہی ہے:

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبؐ سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے صاحب خلق عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی

بہزاد لکھنوی کی شاعری میں ہجر مدینہ سے پیدا ہونے والی تڑپ ہے، انہوں نے ایک مجبورِ مدینہ کی دلی کیفیات کو بڑے موثر طریقے سے شعری جامہ پہنایا ہے۔ ان کی زبان سادہ اور بیان تصنع سے پاک ہے اس لیے ان کی شاعری جذبوں کی زبان بن گئی ہے:۔

میرے کانوں میں بہزاد جیسے کوئی
کہہ رہا ہے یہ پیہم مدینے چلو
میں ذوق طلب تیرے قربان جاؤں
تصور میں جلوہ نما ہے مدینہ

علامہ ضیاءالقادری بدایونی ایک عالم دین تھے، ان کی شعری دانش نعت گوئی کے لیے وقف تھی۔ اس صنف شریف کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں انہوں نے بڑا کام کیا۔ آستانہ دہلی میں ان کی نگارشات با قاعدگی سے شائع ہوتی رہیں۔ پاکستان میں ان کے تلامذہ کا وسیع حلقہ تھا جو نعت گوئی کے فروغ میں منہمک تھا۔ ”خزینہء بہشت“ موصوف کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ ”دربارِ نبیؐ“ کے نام سے ان کا منظوم سفرنامہ ءحجاز بھی شائع ہوا تھا۔ نمونہ ءکلام ملاحظہ ہو:۔

ہے سرخیِ روداد جہاں نور محمدؐ
افسانۂ تخلیق بعنوانِ نبیؐ ہے
جہاں سر کے بل آتے جاتے ہیں قدسی
محبت کی وہ رہگذر ہے مدینہ

علامہ سیماب اکبر آبادی، شعروسخن کی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کی شاعری زبان وبیاں کے اعتبار سے قابل توجہ اور قادرالکلامی کے حوالے سے قابل رشک ہے۔ نعت میں بھی ان کی سخنوری کی خصوصیات مضمون کی عظمت اور آہنگ کی موزونیت کے ہم قدم چلتی ہیں:

آدمی کو اپنی نوعِ آدمیت پر ہے ناز
فخر ہے ذاتِ محمدؐ آدمیت کے لیے
عازمِ طیبہ ہوں جب سیماب اہلِ کارواں
مجھ کو بھی ہمراہ لے لیں اپنی خدمت کے لیے

محشر رسول نگری نے فخر کونین کے زیر عنوان ایک طویل مسدس لکھا جس میں رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ اور

سیرت مطہرہ کو نظم کا جامہ پہنایا، اردو نعت کی تاریخ میں یہ ایک اہم اور منفرد کارنامہ ہے۔ قادر الکلامی، فصاحت و بلاغت اور موزوں پیرایہ ء بیاں کے حوالے سے یہ کاوش ہنر لائق صد ستائش ہے۔ فخر کونین کو اردو کے کسی بھی معروف مسدس کے ساتھ رکھ کر پڑھا جا سکتا ہے۔ اس مسدس میں واقعاتی صداقتیں، حِسیاتی صداقتوں سے ہم آہنگ ہو کر تخلیقی سطح پر ابھر کر سامنے آئی ہیں:

روز ازل سے پہلے بھی مولائے کل تھے آپؐ
آدم تھا ماوطیں میں کہ ختم الرسل تھے آپؐ
حضرت کے بعد آ نہیں سکتا کوئی نبی
عاقب بھی ہیں حضورؐ بہ صد شانِ دلبری

کامل جونا گڑھی کا ''مسدس کامل'' بھی ۱۹۵۴ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا جو عقیدت کے جذبات سے لبریز اور متن کے اعتبار سے خاصی حد تک مستند ہے۔ سلام کا ایک بند ملاحظہ ہو:

اصلوٰۃ والسلام اے مخفلِ امکاں کے صدر
اصلوٰۃ والسلام اے آسمانِ دیں کے بدر
اصلوٰۃ والسلام اے آفتابِ چرخِ قدر
اصلوٰۃ والسلام اے ماحیء طغیان و غدر
اصلوٰۃ والسلام اے گوہرِ دُرجِ شرف
اصلوٰۃ والسلام اے نیّرِ برجِ شرف

ذہین شاہ تاجی ایک بزرگ شاعر تھے، جن کا سارا کلام تصوف کے رموز و غوامض سے پر تھا۔ ان کی تحریروں میں وحدۃ الوجودی فکر اور عملی متصوفانہ زندگی کی جھلک موجود ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری بھی فکری بلندی اور فلسفیانہ طرز اظہار کا استعارہ بن گئی۔ گو ان کا کوئی نعتیہ مجموعہ طبع نہیں ہوا لیکن اس صنف میں ان کے رشحات قلم، معیار سخن کے اعتبار سے بڑے وقیع ہیں:

تھے مشک فشاں پیکرِ جاں خلد بداماں
اللہ رے گل ہائے گلستانِ محمدؐ

ادیب رائے پوری نے نعت خوانی کے ذریعے نعت گوئی اختیار کی اور سادہ اور عوامی جذبات سے مملو شاعری کر کے فضائے نعت پر چھا گئے۔ انہوں نے نعتیہ ادب میں کچھ نثری کتب کا بھی اضافہ کیا اور نعت گوئی و نعت خوانی بھی جاری رکھی۔ ان کی بعض نعتیں بڑی مشہور ہوئیں۔ ''مقصودِ کائناتؐ''، اور ''نذرانہ ء اشک'' ان کے کلام کے مجموعے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

خدا کا ذکر کرے، ذکرِ مصطفیٰؐ نہ کرے
ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں، خدا نہ کرے
مدینہ جا کے نکلنا نہ شہر سے باہر
خدا نخواستہ یہ زندگی وفا نہ کرے

اقبال صفی پوری نے کراچی میں بڑے بڑے نعتیہ مشاعرے منعقد کر کے نعتیہ شاعری کے فروغ میں عملی حصہ لیا۔ ان کا نعتیہ مجموعہ ”رحمت لقب“ سادہ زبان میں اچھی شاعری کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ چند اشعار دیکھیے:

چاہیے آپؐ ہی کا سہارا ہمیں
اور کوئی سہارا نہیں چاہیے
بس یہی ہے مری انتہائے طلب
ان کے کوچے میں دو گز زمیں چاہیے

آخری شعر میں جو بات کہی گئی ہے وہ اقبال صفی پوری نے عملاً کر کے دکھائی ہے۔ ان کی دعوت پر نعتیہ مشاعروں میں شرکت کرنے والے بہت سے اہلِ قلم کو واقعی، ان کی تحریک پر، نعت کہنے کی سعادت ملی۔

صبا اکبرآبادی کلاسیکی مزاج کے استاد شاعر تھے۔ ”دستِ دعا“ کے نام سے ان کا ایک نعتیہ مجموعہ شائع ہوا تھا۔ ان کے اشعار ان کی قادرالکلامی کے مظہر ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

جس کو چاہا اسے قدموں میں ترے ڈال دیا
خود مشیت بھی سمجھتی تھی ارادہ تیرا

قصیدہ شاعری کی مشکل ترین صنف ہے، کیوں کہ اس میں الفاظ کا شکوہ، بیان کی صفائی، خیال کی بلندی، تخیل کی رنگینی اور تسلسل بیان میں فنی خوبی مطلوب ہے۔ صبا اکبرآبادی کے جو قصیدے ”دست دعا“ میں شامل ہیں ان کے مطالعے سے ان کی فن شناسی کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۹۵۷،۱۹٦٦ء کے عشرے میں چالیس پینتالیس نعتیہ مجموعے شائع ہوئے۔ ان شعری مجموعوں کے تخلیق کاروں میں صابر براری، راسخ عرفانی، عزیز حاصل پوری اور عبدالعزیز خالد کے نام نمایاں ہیں۔

صابر براری کے دو نعتیہ مجموعے ”فردوسِ عقیدت“ اور ”آمنہ کا لال“ تو اسی عشرے میں چھپے۔ ”جام طہور“ بعد کے دور میں آیا۔

حالات جہاں بھر کے الم نشرح ہیں ان پر
رکھتے ہیں وہ ہر گوشۂ عالم کی خبر بھی
ذرات کفِ پا سے بنے اختر و انجم
روشن ہوئے اس چاند سے خورشید و قمر بھی

راسخ عرفانی ایک کہنہ مشق شاعر اور جید عالم دین تھے۔ وہ نعت گوئی کی نزاکتوں سے آگاہ تھے۔ اس لیے اس راہ میں بڑی احتیاط سے قلم اٹھاتے تھے۔ ”غبار حجاز“، ”ارمغان حرم“ اور ”ذکر خیر“ کے نام سے ان کے مدحیہ کلام کے مجموعے منصۂ شہود پر آ چکے ہیں:

حضور سید عالمؐ کا ذکر خیر کرو
خزاں کے دور میں چھیڑو ذرا بہار کی بات

”جام نور“ کے خالق عزیز حاصل پوری نے بھی اسی عشرے میں نعت گو شاعر کی حیثیت سے اپنا تعارف کروایا اور پھر وہ مسلسل اسی میدان میں رخشِ فکر و ہنر دوڑاتے رہے۔ ان کے ایوانِ شعر میں فن کی کلاسیکی قندیلوں کے اجالے پھیلے ہوئے ہیں:

عاصیو! رحمتِ عالم کا وسیلہ ڈھونڈو
حشر کی دھوپ سے بچنا ہے تو سایہ ڈھونڈو

عبدالعزیز خالد نے مضامینِ نعت کو وسعت دی اور اپنی قادر الکلامی، ندرتِ بیاں، لہجے کی انفرادیت اور زبان دانی کی وجہ سے بہت جلد وہ مقام حاصل کر لیا جو اس سے پہلے اردو نعت گوئی کی تاریخ میں کسی کو نہیں ملا تھا۔ ان کی شاعری میں عالمی ادب کی فکری بوقلمونی عکس ریز ہے۔ اردو نعت گوئی کی تاریخ میں قدیم و جدید علوم اور السنہ سے ماہرانہ آگاہی رکھنے والا اس قدر اعلیٰ تخلیقی صلاحیتوں کا حامل عبدالعزیز خالد کے علاوہ شاید ہی کوئی اور شاعر ہو۔ خالد کا طویل نعتیہ قصیدہ ”فارقلیط“ ۱۹۶۴ء میں کتابی صورت میں آیا تھا۔ بعد میں ان کی کتابیں ”منحمنا“، ”حمطایا“، ”ماذماذ“، ”طاب طاب“ اور ”عبدہ“ کے نام سے بھی شائع ہوئیں۔

میں فرشِ زمیں ہوں تو سقف سما ہے
میں سانسوں کا مہماں تو موج ہوا ہے
شہنشاہ لولاک و مولائے سدرہ
تو میرے تخیل سے بھی ماورا ہے

عبدالعزیز خالد وہ خوش نصیب نعت نگار ہیں جن کے فن کی مہک ان کے حینِ حیات نہ صرف پھیلی بلکہ اس کی پذیرائی بھی ہوئی۔ نعتیہ ادب کو ثقہ روایات، اعلیٰ فنی اقدار، زبان و بیان کے مسلمہ معیارات اور اسلوب کی متانت سے روشناس کروانے والے اور کثیر اللسانی تجربات سے نعتیہ شاعری کو باثروت کرنے والے شعراء کی صفِ اول میں عبدالعزیز خالد ہی نظر آتے ہیں۔

اسی اثناء میں آرزو اکبرآبادی، حکیم امانی، وفا ڈبائیوی، اختر الحامدی، سکندر لکھنوی اور ہلال جعفری وغیرہ کی نعتیہ شاعری بھی کتابی صورت میں منظرِ عام پر آئی۔

۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۶ء تک تقریباً ستر نعتیہ مجموعے طبع ہوئے جن کے مصنفین میں بعض تو ایسے تھے جن کے مجموعے اس عشرے سے قبل بھی منصۂ شہود پر آ چکے تھے۔ جب کہ بعض شعراء پہلی بار حرمِ نعت میں داخل ہوئے تھے۔ معروف شعراء میں رعنا اکبرآبادی، حافظ لدھیانوی، ساغر صدیقی، جعفر طاہر، احسان دانش، عاصی کرنالی، عبدالکریم ثمر، عبداللہ ہلال صدیقی اور حافظ مظہر الدین کے نام نمایاں ہیں۔

”تسبیحِ رعنا“ کے شاعر رعنا اکبرآبادی کا اسلوب روایت سے پیوستہ ہے:

بڑھایا اور بھی سوز محبت شانِ ہجرت نے
جہاں روشن ہوئی یہ شمع، پروانے وہیں آئے

حافظ لدھیانوی کا پہلا نعتیہ مجموعہ ”ثنائے خواجہ“ آیا تھا۔ پھر ان کی متعدد کتابیں سرمایۂ نعت میں اضافے کا

سبب بنیں۔ حافظ لدھیانوی نظم گوئی کی طرف زیادہ مائل تھے۔ ان کی نعتیہ غزلوں میں بھی نظم کا سا تسلسل ہوتا ہے۔ درج ذیل نظم ملاحظہ ہو:

ہو نعت اس درجہ حسیں
ہر شعر ہو وجد آفریں!
لیکن تری مدح و ثنا
الفاظ میں ممکن نہیں

ساغر صدیقی کا مختصر سا مجموعہ نعت ''سبز گنبد'' کے نام سے چھپا تھا۔ ان کا رنگ کلام بھی دیکھتے چلیے:۔

غار حرا کو یاد ہیں سجدے رسولؐ کے
دیکھی ہے پتھروں نے عبادت رسولؐ کی

جعفر طاہر قادر الکلام اور ذی علم شاعر تھے، ان کی شاعری کا آہنگ بڑا توانا تھا اور شگفتہ بیانی ان کا طرۂ امتیاز تھی:

نہ جلوہ گاہ خطا میں نہ دل ختن میں لگے
ہمارا دل تو شہ دیں کی انجمن میں لگے

نیساں اکبر آبادی اساتذۂ سخن میں شامل ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعے ''دارین'' اور ''ابر نیساں'' شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے ہاں جدید لہجوں، اسالیب اور نئے ادبی میلانات اور تازہ رجحانات کو سمجھنے اور اپنانے کا جذبہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آخری عمر تک ان کی شاعری بوسیدگی کا شکار نہیں ہوئی۔

جب میں بجز حضورؐ کسی کا نہیں غلام
پھر کیوں کسی کی نازشِ بے جا اٹھائی جائے

احسان دانش کا ایک مسدس ۸۰ صفحات کے کتابچے کی شکل میں طبع ہوا تھا۔ مسدس نویسی کے لیے جس قادر الکلامی، زبان دانی، تاریخی شعور اور فصاحت و بلاغت کی ضرورت ہوتی ہے، احسان دانش کے مسدس سے مترشح ہیں:

ذروں میں تو نے بھانپ لیا خون آفتاب
خود راز ہائے زیست الٹنے لگے نقاب

عاصی کرنالی موضوع کے ادراک کے ساتھ ساتھ طرز ادا میں ایک قسم کی اعلیٰ سنجیدگی کے قائل ہیں اور بات کو خوب صورت بنا کر پیش کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہ خاصی حد تک کلاسیکی مزاج کی تشبیہات اور استعارات استعمال کرتے ہیں لیکن ان کے انداز نگارش سے نئے پن کا احساس جنم لیتا ہے۔ ان کا پہلا مجموعہ ''مدحت'' ۱۹۷۶ء میں منظر عام پر آیا۔ پھر ''نعتوں کے گلاب'' اور ''حرف شیریں'' کے نام سے دو کتابیں آئیں۔ بعد ازاں یہ کتابیں ان کی کلیات ''تمام و ناتمام'' میں شامل کر دی گئیں۔

ظاہر ہوا قلم تو محمدؐ کے لفظ پر
شریں ہوئی زباں تو محمدؐ کے نام سے

عاصی کی نعتیہ نظمیں بھی فن پر ان کی بھرپور قدرت اور موضوع کی کامل تفہیم کی عکاس ہیں۔ نعت گو شعرائے

اکثر اظہار عجز کیا ہے، لیکن عاصی نے جس خوب صورتی سے مکالماتی انداز میں اظہار عجز کیا ہے اس کی مثال پوری اردو نعت کی تاریخ میں نہیں ملتی: ۔

ثنائے خواجہ میں اے ذہن! کوئی مضموں سوچ
جناب! وادیٔ حیرت میں گم ہوں کیا سوچوں؟
زبان! مرحلہ مدح پیش ہے، کچھ بول
مجال حرف زدن ہی نہیں ہے کیا بولوں؟

حافظ مظہر الدین کے نعتیہ مجموعے ''تجلیات''، ''جلوہ گاہ'' اور ''باب جبریل'' کے نام سے شائع ہو چکے تھے۔ 2013ء میں ارسلان احمد ارسلؔ نے ''کلیاتِ مظہر'' بھی مرتب کر دی جس میں ان کا نعتیہ اور عمومی کلام شامل ہے۔ حافظ مظہر الدین نے نعتیہ شاعری میں اپنی پوری تخلیقی صلاحیت صرف کر دی ہے۔ ان کے کلام سے سوزِ دروں، جبرِ اندروں [Internal Urge]، اور فنی دروبست مترشح ہے۔ نعتیہ غزل کا رکھ رکھاؤ اور اسلوب کی دلکشی ملاحظہ ہو:

ذرے ذرے میں ہے دل اے سارباں آہستہ چل
یہ ہے راہِ سرورِؐ کون و مکاں آہستہ چل
اے حدی خواں، اے امیرِ کارواں آہستہ چل
ہے شریکِ کارواں اک خستہ جاں آہستہ چل

اسی عشرے میں اعظم چشتی، عبداللہ ہلال صدیقی، ہلال جعفری، سکندر لکھنوی، عبدالکریم ثمر، ساجد اسدی، یوسف ظفر، زائر حرم حمید صدیقی لکھنوی، اختر الحامدی، خالد محمود خالد نقشبندی، سرو سہارن پوری، ضمیر جعفری، شمس وارثی اور منور بدایونی کے نعتیہ مجموعے بھی زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئے۔

منور بدایونی کا نعتیہ کلام ''منور نعتیں'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ بعد ازاں ''کلیاتِ منور'' میں ان کا تمام کلام شامل کر دیا گیا۔ ان کی نعتیہ شاعری میں احوالِ دل بیان کرنے کا سادہ سا انداز ہے۔ اسی سادگی کے باعث ان کا کلام عوام و خواص میں یکساں مقبول ہے۔ منور بدایونی کی شاعری میں تشبیہات، استعارات اور علامتوں کا ایچ پیچ نہیں ہے وہ بیانیہ انداز میں شعری حسن پیدا کرنے کے عادی ہیں۔ ان کے شعری عمل میں ان کے قلب کی گرمی اور عشقِ رسولؐ کی تپش محسوس کی جا سکتی ہے۔

دیکھنے کو تو کیا کیا نہ دیکھا
تجھ کو دیکھا تو تجھ سا نہ دیکھا
ان کو پایا تو کیا کیا نہ پایا
ان کو دیکھا تو کیا کیا نہ دیکھا

ہلال جعفری نعت گوئی کا طویل تجربہ رکھتے تھے اور خوش نصیب کہ اسی حوالے سے دنیائے ادب میں پہچانے جاتے ہیں۔ ''کشکولِ ہلال'' میں نعتیہ تضامین ہیں اور 'توشہ ہلال' ان کا نعتیہ مجموعہ ہے۔

تضمین نگاری ایک مشکل فن اور تخلیقی حوالے سے دوسرے درجے کا کام ہے، کیوں کہ اوّل درجے کی تخلیق ہمیشہ طبع زاد ہوتی ہے۔ لیکن یہی دوسرے درجے کا تخلیقی کام بڑے بڑوں کے چھکے چھڑا دیتا ہے، کیونکہ جس شاعر کے

کلام کی تضمین کی جاتی ہے، تضمین نگار کو اس کے تخلیقی تجربے کو پہلے اپنے تخلیقی مزاج سے ہم آہنگ کرنا پڑتا ہے، پھر اصل شاعر کے ہر شعر پر کم از کم تین مصرعے ایسے بہم پہنچانے ہوتے ہیں، جو تضمین نگار کے مصرعوں سے پیوستہ ہو کر من وتو کا احساس دور کر دیں اور معنوی سطح پر ایک نئی دنیا وجود میں آسکے۔ ہلال جعفری نے یہ کوشش کی ہے کہ لگ بھگ ایک سو پانچ شعراء کے کلام پر بالالتزام تضامین کہی ہیں اور بیشتر ان کی کاوش کامیابی سے ہم کنار ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو:

طیبہ کی وادیوں کے در و بام چوم کے
واللیل کی اداؤں دامن بھرے ہوئے
والفجر کی متاعِ ضیا دوش پر لیے
"ہر روز رونمائی آقاؐ کے واسطے!
ہر صبح لے کے آتی ہے پھول آفتاب کا"

(تضمین بر نعت مذاق العیشی)

تضامین کے ان نمونوں سے ہلال جعفری کے فنِ تضمین نگاری کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ہلال جعفری کا نعتیہ مجموعہ "توشۂ ہلال" بھی نعتیہ ادب میں ان کے ستھرے contribution کا عکاس ہے۔

رات بھر کہتے رہو نعتیں شہِ ابرارؐ کی
اک فقط صورت یہی ہے صبح کے آثار کی

ان اشعار سے ہلال جعفری کے اسلوب کا نعتیہ روایت سے گہرا اور مضبوط رشتہ ظاہر ہوتا ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نعتیہ ادب میں تخلیق کی رفتار بھی تیز ہوتی گئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۶ء کے عشرے میں دو سو تیس (۲۳۰) شعری مجموعے شائع کیے گئے۔ اسی عرصے میں ادبی رسائل میں بھی نعتوں کے لیے اوراق وقف کیے جانے لگے۔ مدحتِ مصطفیؐ کی طرف شاعروں کی توجہ مبذول ہونے میں اس دور کے مقتدر طبقے بالخصوص صدر ضیاء الحق مرحوم کی، فروغِ نعت میں دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ بہر حال جذبہ محرکہ کوئی ہو، نعت کو اس عہد میں خوب خوب فروغ ملا اور ادبی سطح پر اس صنفِ شعر کی پذیرائی ہونے لگی، جبکہ اب تک شعراء و ادباء مدحیہ شاعری کی طرف سے مجرمانہ غفلت کا شکار تھے۔

"شمشیر ضیا بار" رحمان کیانی کا مجموعہ کلام ہے۔ انہیں ۱۹۶۵ء میں رجز خوانی کے باعث اچانک شہرت مل گئی۔ اس کے بعد انہوں نے مسلسل انقلاب اسلامی کو اپنا موضوع بنا لیا اور اپنے کلام کے ذریعے اسلام کے حرکی نظریۂ حیات کی تبلیغ کرنے لگے۔ یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ جہادِ اسلامی کے حوالے سے اردو شاعری میں رحمان کیانی سے بہتر شاعری اب تک سامنے نہیں آسکی ہے۔ رحمٰن کیانی اردو کے پہلے شاعر تھے جو نہ صرف نعت گو تھے بلکہ بالغ نظر نقاد کی طرح مدحِ رسولؐ کے مروجہ اسالیب اور آہنگ سے اپنی بے اطمینانی کا برملا اظہار بھی کرتے تھے۔ رحمٰن کیانی، نعتیہ شاعری کے اسقام ہی نہیں گناتے تھے بلکہ ایک نیا تخلیقی شعور بھی پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کی شاعری ان کے تخلیقی آدرش کا بھرپور نمونہ پیش کرتی ہے۔ مروجہ اور مقبول نعتیہ مضامین کی تکرار اور مدحتِ مصطفیؐ میں رنگِ تغزل کی آمیزش پر وہ اس طرح تنقید کرتے ہیں:

رقص کرنے کی جگہ منبر و محراب نہیں
باریاب اس میں کوئی بربط و مضراب نہیں

اس کے علاوہ انہوں نے ایک مجاہد کی طرف سے نعت پیش کرنے کا ڈھنگ بھی اپنی شاعری ہی کے ذریعے عام کرنے کی سعی کی۔

راجا رشید محمود ہمہ تن نعت کے فروغ میں مصروف ہیں۔ وہ کئی سال سے ماہنامہ ''نعت'' نکال رہے ہیں، جس کے کئی خصوصی نمبر بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ''نعت کائنات'' ایک ایسا نعتیہ انتخاب ہے جس کی تدوین پر انہیں جتنی داد دی جائے کم ہے۔ ان کی نعتیہ تخلیقات متعدد مجموعوں کی شکل میں مرتب کی جا چکی ہیں مثلاً حدیثِ شوق محمدؐ، ورفعنا لک ذکرک، شہرِ کرم، حرفِ نعت، فردیاتِ نعت، مدحِ رسولؐ وغیرہ۔ ان کی نعتوں میں پیغام بھی ہے اور ذکرِ رسولؐ کی حلاوت بھی۔ نمونہء کلام ملاحظہ ہو:

ذہن میں دشتِ مدینہ کا تصور آیا
پھول الفت کے مری شاخِ نظر پر چمکے

۱۹۷۸ء میں حفیظ تائب کا مجموعہ نعت ''صلوا علیہ وآلہٖ'' مدحِ رسولؐ کے افق پر چمکا اور اس کی اشاعت کے ساتھ ہی حفیظ تائب نعت کے مخصص ہو گئے۔ اس عہد کے نعت گو شعراء میں حفیظ تائب وہ واحد شاعر ہیں جنھوں نے نعت گوئی کے تقاضوں کو بھرپور طریقے سے سمجھا اور شعر کے ادبی پہلوؤں کو جان کر نعتیہ شاعری میں ایک دلکش اسلوب کی بنا رکھی ہے۔ ''وسلموا تسلیما'' کے نام سے حفیظ تائب کا جو دوسرا مجموعہ نعت شائع ہوا اس میں اصنافِ سخن کے ہیئتی تجربات کی بوقلمونی اس بات کا ثبوت ہے کہ شاعرِ نعت کو محض عقیدت ہی کے زاویے سے نہیں بلکہ شعریات (Poetics) کے حوالے سے بھی مرکزِ نگاہ دیکھنے کا متمنی ہے۔ اس مجموعے میں ترجیع بند، مثلث، آزاد اور پابند نظمیں، سانیٹ اور سی حرفی جیسی سبھی اصناف شامل ہیں، جن کی تخلیق میں شعری جمالیات پر شاعر کی توجہ اور اسلوبیاتی حسیت کا بھرپور تاثر جھلک رہا ہے۔ حفیظ تائب کی کلیات میں ان کے اردو اور پنجابی کلام کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کی آرزو اور نہ پہنچ سکنے کے احساس نے کیسے کیسے شعر کہلوائے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

دیارِ محبوب کے مسافر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا
جو دیکھنا دلکشا مناظر، ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا
قبا میں جب ہوں ادا نوافل، سکون پائیں جو دیدہ و دل
جو کیف میں روح بھی ہو ذاکر، ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

مسرور کیفی کا پہلا شعری مرقع ''چراغِ حرا'' تھا، پھر اس کے بعد ان کے کئی نعتیہ مجموعے منصۂ شہود پر آئے مثلاً ملجا و ماوا، جمالِ حرم، مولائے کلؐ، میزابِ رحمت، نور یزداںؐ، سید الکونینؐ، سجدہ، حرف، حرفِ عطا، آئینہ انوار، نقشِ جمال، عکسِ تمنا، کرم در کرم، دیارِ نور، رنگِ ثنا، ہالۂ نور، مرحبا اور سلام ان پرؐ ...... مسرور کیفی وہ خوش نصیب نعت گو تھے جن کا نعتیہ کلام متعدد انتخابوں کی شکل میں بھی منظرِ عام پر آیا مثلاً سفینۂ نعت مرتبہ ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، محمدِ عربیؐ مرتبہ محمد ابرار حسین، شافعِ محشر مرتبہ ارسلان کیفی۔

مسرور کیفی کی شاعری میں سادگی، سلاست اور چھوٹی بحر میں بڑے مفاہیم کے شعری پیکر نظر آتے ہیں۔

ان کے ہاں حبِ رسولؐ اور اتباعِ رسولؐ کا داعیہ بھی ہے اور دعوت بھی۔ کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

رنگینیِ حیات بھی ہے آپ سے حضور
تخلیقِ کائنات کا منشاء بھی آپ ہیں

……

ڈوب جاؤں خیالِ بطحا میں
اس طرح کچھ قرار ہوتا ہے

مظفر وارثی "بابِ حرم" کے ذریعے شہرِ نعت گویاں میں داخل ہوئے۔ پھر تو نعت ان کی شاعری کا نمایاں وصف ہو گئی۔ مظفر وارثی کی شعری کائنات میں ان کی گیت نما نظمیں ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ ان کا ایک خاص اسلوب ہے، جس کے حوالے سے ان کی انفرادیت مزید نمایاں ہو گئی ہے۔ ان کی نظمیں اور نعتیہ غزلیں سب ہی مترنم بحروں میں ہیں اور نازہ کاری کے ہنر سے آراستہ بھی۔ مظفر وارثی کے اسلوب کی دلکشی اور بیان کی خوبی ان کے کلام سے بھی ظاہر ہوتی ہے اور ان کے لحن کی گونج سے بھی ان کا آہنگ فضائے نعت پر چھایا ہوا لگتا ہے۔ ان کے متعدد مجموعے شائع ہوئے مثلاً دل سے درِ نبیؐ تک، کعبۂ عشق، میرے اچھے حضور، صاحبِ تاجؐ، نورِ ازل وغیرہ۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

تو امیرِ حرم، میں فقیرِ عجم، تیرے گن اور یہ لب
میں طلب ہی طلب، تو عطا ہی عطا، تو کجا من کجا

"اعجازِ مصطفیؐ"، "پہلی کرن آخری روشنی"، "افکار کی خوشبو" اور "چراغِ مدحت" کے مصنف اعجاز رحمانی کی شاعری سراپا دعوتِ عمل ہے۔ سیرتِ رسولِ اکرمؐ کی خوشبو ان کی نعتوں میں رچی بسی ہے۔ ان کی شاعری سادہ زبان اور پیغام کے براہِ راست ابلاغ کے حوالے سے انفرادیت کی حامل ہے۔

رہنما ہے آپؐ کا کردار بھی اور ذات بھی
راستے کا راستہ ہے، روشنی کی روشنی!

سلامتی کا سفر، اعجاز رحمانی کا طویل مسدس ہے جس کا موضوع "تاریخِ اسلام" ہے۔ بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ تاریخِ اسلام مسدس کی ہیئت میں لکھنے کا یہ پہلا تجربہ ہے۔ مسدس کی زبان رواں دواں ہے اور تاریخی استناد کی بھی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اختتام پر اسلامی تمدن کے حوالے سے چند بند لکھے گئے ہیں جن میں وہی جذبہ کارفرما ہے جو اقبال کے اس مصرع سے جھلک رہا ہے:

ع بھٹکے ہوئے راہی کو پھر سوئے حرم لے چل!

ملاحظہ ہو ایک بند:

حضورؐ سا کوئی آیا بشر نہ آئے گا   کسی کی بات میں اتنا اثر نہ آئے گا
کوئی خدائی میں ان سا نظر نہ آئے گا   اب ایسا اور کوئی راہبر نہ آئے گا
ہمارے واسطے تفویض کر کے قرآں کو   جناں کا راستہ دکھلا دیا ہے انساں کو

اسی اثناء میں خالد احمد کی کتاب "تشبیب" منظرِ عام پر آئی جس میں تین نعتیہ قصائد ہیں۔ جدید شعرا میں قصیدہ گوئی کی طرف مائل شعراء میں خالد احمد بہت نمایاں ہیں۔ فروغِ نعت کے سلسلے میں ادیب رائے پوری کی مساعی

جمیلہ قابل تحسین ہیں۔ ''تصویر کمال محمدؐ'' کے نام سے ان کا مجموعۂ نعت بھی آچکا ہے۔ اس کے بعد بھی ان کی کچھ کتابیں نثر و نظم میں اسی موضوع پر شائع ہو چکی ہیں۔ وہ نعت میں ایک طویل ترین (پابند) بحر کا تجربہ بھی کر چکے ہیں۔ ان کا بیشتر کلام محافل نعت میں پیش کرنے کی غرض سے وجود میں آتا ہے، اس لیے وہ نعت کے مروجہ مضامین دائرے میں ہی رہتے ہیں۔ ان کا کلام غنائی آہنگ کی وجہ سے نعت خوانی کی محفلوں میں گداز قلب پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔ ستار وارثی ایک صوفی شاعر تھے۔ ان کا مجموعہ ''آیہء رحمت'' ''مدحت مصطفیؐ'' میں متصوفانہ رنگ کلام کا آئینہ دار ہے۔ طفیل دار کا مجموعہ ''المزمل'' مضامین کی بوقلمونی کے باعث لائق توجہ ہے۔ انہوں نے شعوری طور پر مدحت رسولؐ کو متن (Text) کے تنوع سے آشنا کیا ہے۔ خالد عرفان نے طنز و مزاح کی روش بدل کر دنیائے نعت میں قدم رکھا اور نعتیہ ادب میں ''الہام'' کا اضافہ کیا۔

''مرسل آخرؐ'' کے نام سے سید قمر ہاشمی نے مختلف آہنگ و بحور کی نظموں کو فکری اکائی میں شیرازہ بند کیا ہے۔ نعتیہ ادب میں یہ تصنیف اپنے ادبی اسلوب اور ہنر کی تازہ کاری کے باعث ایک منفرد تصنیف ہے۔ تاریخ کے بہاؤ کے حوالے سے شاعر کی موضوعیت (Subjectivity) تو بعض مقامات پر ذرا کھٹکتی ہے۔ تاہم سخن مندی کے سلیقے اور اسلوب کی جدت نے اس کوشش کو وقیع بنا دیا ہے۔ نظمیہ نعت کا ایک ٹکڑا ملاحظہ ہو۔

آپؐ سے پہلے جہاں میں یہ خلش کب عام تھی؟
اہل دنیا نے بہت زخموں کو / پہنچائی ہے ٹھیس
آپؐ کی تکلیف کو سوچا تو / سارے زخم ٹھنڈے پڑ گئے
اہل طائف نے بہت پھینکے ہیں پتھر آپؐ پر
اہل زر مکے کے، لاگو ہو گئے تھے جان کے
آپؐ کے ضبط و تحمل کی نہیں ملتی مثال
آپؐ کے اخلاق نے فولاد کو پگھلا دیا'' (مرسل آخرؐ)

فدا خالدی دہلوی کہنہ مشق شاعر اور سیکڑوں شعراء کے استاد ہیں۔ بیخود دہلوی کے جانشین ہونے کے باعث آپ داغ اسکول کے نمائندہ غالباً اس رنگ سخن کے واحد شاعر ہیں۔ فدا خالدی کا نعتیہ مجموعہ ''م ص'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس نام میں حروف مقطعات کی پیروی جھلک رہی ہے۔ نام کی اس تجرید (Abstraction) نے معانی کے دائرے کو وسیع تر کر دیا ہے۔ ''م ص'' میں قدیم اصناف سخن کی بھرپور نمائندگی ہے۔ روایت سے آگاہی اور سلیقہ مندی اس کتاب کے ہر شعر سے مترشح ہے۔ غزلوں میں نعت کے موضوع کے احترام اور حدود مدح کے شعور کے ساتھ ساتھ رنگ تغزل اور سوز مجبوری بھی ہے اور نظموں میں پختگی اور مشق و ریاضت کی جھلک بھی۔ کتاب میں ایک ہی قصیدہ ہے لیکن بھرپور فنی شعور کے ساتھ۔ رباعی پر فدا خالدی کی گرفت ملاحظہ ہو:

عالم انہیں محبوبؐ خدا کہتا ہے
اک آئینۂ صدق و صفا کہتا ہے
کیا شان محمدؐ ہے کہ اللہ اللہ
جو نام سنے صل علیٰ کہتا ہے

شعر و ادب اور فکر و فلسفے کی دنیا میں عارف عبدالمتین کا نام یوں تو پہلے بھی قابلِ اعتبار تھا لیکن جب سے انہوں نے نعت گوئی شعار کی ان کا نام زیادہ روشن ہو گیا۔ عارف عبدالمتین کی مدح نگاری کسی خارجی تحریک سے شروع نہیں ہوئی بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صداقت کی تلاش میں مادیت کے فلسفوں سے تنگ آ کر انہیں پیغام نبویؐ نے اپنی طرف متوجہ کیا اور اس طرح ان پر مدحت گزاری کے در وا ہو گئے۔ ”بے مثال“ عارف عبدالمتین کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ ان کی شاعری میں ادب شناسی کا رچاؤ اور فنی سبھاؤ نسبتاً جدید لہجے کے ساتھ جلوہ گر ہے:

کھلے گلاب و سمن جس طرف سے تو گزرا
ترے خرام سے آئی صبا نگاہوں میں

صہبا اختر نے اپنا ارژنگ شاعری لفظوں کی خوب صورت تصاویر سے سجایا تھا۔ نعت کے اسالیب میں انہوں نے اپنے کرارے لہجے اور پرشکوہ الفاظ کے ساتھ ساتھ مضمون آفرینی کے حوالے سے خاصا اچھا اضافہ کیا۔ ”اقرا“ میں شامل ان کی شاعری ان کی قادرالکلامی کی عکاس ہے۔ وہ طویل پابند نظمیں لکھتے تھے۔ ایک بند ملاحظہ ہو:

صبح دم جب بزمِ گل میں چہچہاتے ہیں طیور
پو پھٹے جب لہلہاتا ہے فضائے شب میں نور
روشنی جب پردۂ ظلمت سے کرتی ہے ظہور
تب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کیا ہوں گے حضورؐ

امید فاضلی بھی جدید شعراء میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ نعت میں ان کی کاوشِ ہنر نے ”میرے آقاؐ“ کے عنوان سے صورت اظہار پائی ہے:

جو دیکھ پاتے انہیں ہم تو حال کیا ہوتا
نہ دیکھنے پہ یہ عالم کہ جیسے دیکھا ہے

”قاب قوسین“ اقبال عظیم کا پہلا مجموعہ نعت تھا۔ اس کے بعد بھی ان کے دو مجموعے اور ایک کلیات نعت ”زبور حرم“ منصۂ شہود پر آئے۔ اقبال عظیم سادہ لفظوں میں اپنے دل کی کیفیات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان کی شاعری کسی قسم کی امیجری، علامت یا استعارے کے استعمال سے گریز کی عکاس ہے۔ خیال کا ابلاغ اور مفہوم کی ترسیل کی شعوری کوشش بھی ان کی شاعری سے مترشح ہے۔ سہل و سادہ زبان اور مترنم بحروں کے باعث ان کی شاعری عوام میں بھی مقبول ہوئی اور خواص نے بھی اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

ہم نے بھی کبھی جلوے آنکھوں میں سمیٹے ہیں
انوار کا اک عالم زنجیر ہے آنکھوں میں
ان کا خیال، ان کی ثنا، ان کا ذکرِ خیر
وارفتگانِ عشق کو اپنی خبر کہاں

راغب مرادآبادی اپنے عہد کے اساتذۂ سخن میں شمار ہوتے تھے۔ نعت کے حوالے سے انہوں نے پہلے پہل غالب کی زمینوں میں کاوشِ سخن گوئی کا مظاہرہ کیا۔ ”مدحت خیر البشرؐ“ ان کی ایسی ہی نعتوں پر مشتمل کتاب ہے۔

بعد ازاں ان کے اور بھی نعتیہ مجموعے طبع ہوئے۔ ''بہ حضور خاتم الانبیاؐ'' میں راغب مرادآبادی کی ساٹھ غیر منقوط، رباعیات چھپی ہیں۔ غیر منقوط شاعری لکھنے کی کوشش کوئی قادرالکلام شاعر ہی کرسکتا ہے، چنانچہ یہ فنی کوشش بھی ان کی استادانہ افتادِ طبع کی غماز ہے:۔

علم و حلم و عمل کا ہے اک کہسار
اسلام کا داعی وہ رسولؐ احرار
والہ ہے اسی کا حاکم و مالکِ ملک
عالم عالم کو ہے محمدؐ درکار

تابش دہلوی منفرد لہجے اور مخصوص اسلوب کے شاعر تھے۔ بیان کی ندرت، فکر کی نفاست اور زبان کی سلاست نے ان کی شاعری کو پروقار بنا دیا۔ روایت سے ہم رشتہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی شعری کاوشوں میں تجدد کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ نعت میں انہوں نے اپنے دھیمے لہجے، ایجاز بیان اور قدرے فلسفیانہ شعری رویئے کے باعث انفرادیت حاصل کرلی:

محورِ ہستی فقط ذاتِ رسولؐ
دین و دنیا مصطفیٰؐ تا مصطفیٰؐ

''نورحرا'' کے خالق نصیر آرزو کا لہجہ سادہ اور دل نشین ہے۔ ان کی نعتیہ غزلیں رنگ تغزل سے مملو بھی ہیں اور ان میں احترام کے ساتھ ساتھ موضوع کی تفہیم کے شواہد بھی پائے جاتے ہیں:۔

قرار ہے یہی دنیا میں غم کے ماروں کا
تمہاری یاد سہارا ہے بے سہاروں کا

حنیف اسعدی نے وادیٔ نعت میں قدم رکھا تو ان کے پُراعتماد لہجے اور سلیقۂ ہنر کے باعث انہیں جلد قبول عام حاصل ہو گیا اور وہ ''ذکر خیر الانامؐ'' کے سہارے مدحت گزاران سرکار دو جہاںؐ میں ممتاز مقام پر فائز ہوگئے۔ ''آپؐ'' ان کا دوسرا شعری مرقع ہے۔ عجز ہنر کے احساس سے مملو شعر ملاحظہ فرمایئے:

مجال مدحِ رسالت مآبؐ کس کو ہے؟
شعورِ مرتبۂ بے حساب کس کو ہے؟

حافظ افضل فقیر بھی ہمہ تن نعتیہ ادب کی خدمت کے لیے وقف رہے۔ وہ موضوع کے ابعاد (Dimensions) سے پوری طرح آگاہ بھی تھے اور ثنائے سرورِ کونینؐ کے قرینے سے بھی واقف تھے۔ ان کی شاعری آداب شیفتگی اور زبان و بیاں کی طرفگی کی عکاس ہے۔ ''جان جہاں'' اور ''عطائے محمدؐ'' ان کی شاعری کے مجموعے ہیں:۔

عرق آلود جبیں یاد آئی
کچھ مرے پاس نہ تھا، یاد آیا

''میانِ دو کریم'' اور ''فیضانِ کرم'' کے مصنف ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی اپنی نعتوں میں ادبیت اور عقیدت کا حسین امتزاج پیش کرتے ہیں۔ ان کے لہجے کی متانت بیان کی سلاست محبوب رب العالمین سے ان کی والہانہ شیفتگی

اور احترامات کا پتا دیتی ہے۔

خدا کی ذات کا عرفاں انھی کو حاصل ہے
جو لوگ عظمت خیرالوریٰ سمجھتے ہیں

ان شعرا کے علاوہ اسی عشرے میں قیوم نظر کی کتاب ''نعت مصطفیٰؐ''، نعیم تقوی کا مجموعہ ''بصیرت''، قمر انجم کا نذرانۂ عقیدت ''حسنت جمیع خصالہٖ''، بسمل آغائی کا نعتیہ کلام ''سلسلۂ خواب''، قمر یزدانی کا شعری مرقع ''مہر درخشاں''، صبا متھراوی کا مدحیہ کلام ''مصدر الہام''، عبدالکریم ثمر کی کتاب ''احسن تقویم''، قصری کانپوری کا ہدیہ نعت ''نور ازل''، اثر زبیری کا مجموعہ مدحت رسولؐ ''سلسبیل'' اور وحیدہ نسیم کا ہدیہ عقیدت ''نعت وسلام'' کے نام سے منصۂ شہود پر آیا۔ اس عشرے میں مدحیہ ادب کی تخلیقی رفتار قابل لحاظ حد تک تیز رہی۔ ''نورِ ازل'' کے خالق، قصری کانپوری کے شعری آہنگ میں ان کی مناجات آمیز نعتیہ غزل کے اشعار لائق تحسین ہیں:

شعورِ فن جو دیا ہے تو یہ کمال بھی دے
کہ نعت لکھوں تو لفظوں کو خد و خال بھی دے
جو ان کی ذات سے وابستگی مسلّم ہے
تو ان کی شان کے شایاں کوئی خیال بھی دے

عبدالکریم ثمر کے دو نعتیہ مجموعے ''احسنِ تقویم'' اور ''شاخ سدرہ'' منصۂ شہود پر آئے تھے۔ ان کا شعری لہجہ روایت اور جدت کے امتزاج سے عبارت ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

حدودِ وسعتِ کون و مکاں سے ملتی ہے
مرے خیال کو وسعت کہاں سے ملتی ہے

اثر زبیری نے قرآنِ پاک کا منظوم ترجمہ ''سحرالبیان'' کے نام سے کیا تھا جسے اہلِ علم کے حلقوں میں بڑی پذیرائی ملی۔ ''سلسبیل'' ان کی نعتیہ نظموں اور مناقب اصحابؓ وصحابیاتؓ کا مجموعہ ہے۔ اس شعری عمل میں متن کی استنادی شان بھی ہے اور شعری جمال بھی۔ ملی زوال وانحطاط پر شاعر کے دل سے نکلنے والی آہ بھی ہے اور ملت کو کمال کے درجے پر فائز دیکھنے کے لیے دعاؤں کی سسکی آمیز التجا بھی۔ نعتیہ ادب میں ملی درد کے اظہار کا یہ رجحان حالی سے اقبال اور ظفر علی خاں تک اور وہاں سے اثر زبیری تک پہنچا جسے اثر زبیری نے صدق دل سے اپنایا ہے۔ ''التجا بحضور سیدِ بطحاؐ'' ایک قصیدہ نما نظم ہے جس میں تشبیب کے بجائے براہِ راست تخاطب کا انداز اپناتے ہوئے شاعر نے عرضِ مدعا کیا ہے۔ دو شعر دیکھیے۔

فتاحِ عجم خانماں برباد ہوئے ہیں
اے تجلہ گزینِ حرم خانۂ ارقمؓ
ہیہات سرِ کنگرۂ قصرِ مسلماں
اڑتا نہیں اب صولتِ صدیقؓ کا پرچم

شاعری کے یہ چند نمونے اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ اثر زبیری کو نعت کے مافیہ [content]، اسلوب [style] اور شعری ضرورتوں کی آگاہی نے قادرالکلامی کا امتیاز عطا کردیا ہے۔

۱۹۷۸ء سے ۱۹۹۷ء تک کے دھے میں تخلیقی، تحقیقی اور تنقیدی سطحوں پر کام مزید آگے بڑھا۔ تنقیدی جہت تو بالخصوص اسی عشرے میں روشن ہوئی۔ اس دورانیے میں کم وبیش پونے چار سو نعتیہ مجموعے شائع ہوئے۔ اس عہد میں چھپنے والا کلام، ادبی خوبیوں کے لحاظ سے وقیع تر، آہنگ، لہجے اور اسلوب کے حوالے سے جدید تر اور نئی شعریات کے شعور کے پھیلاؤ اور نعت میں اس کے بھرپور ادراک کے سلسلے میں لائق اعتنا ہے۔ اس دہائی میں سامنے آنے والی کتب میں دنیائے ادب میں معروف اور مستند شعرا کے شعری مجموعے اس بات کا اشاریہ مرتب کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ اب باقاعدہ سنجیدہ ادب تخلیق کرنے والے شعرا بھی صف نعت گویاں میں شامل ہونے کو سعادت سمجھنے لگے ہیں۔

شعرا کی اس فہرست میں اختر ہوشیارپوری (برگ سبز)، سعید وارثی (ورثہ)، سلیم گیلانی (سیدناؐ)، سہیل غازی پوری (شہر علم)، نعیم صدیقی (نور کی ندیاں رواں)، اختر لکھنوی (حضورؐ)، منیر قصوری (چادر رحمت)، جعفر بلوچ (بیعت)، سرشار صدیقی (اساس)، لالہ صحرائی (لالہ زار نعت)، احمد ندیم قاسمی (جمال)، نذیر قیصر (اے ہوا مؤذن ہو)، محشر بدایونی (حرف ثناء)، خاطر غزنوی (سلسلہ انوار کا)، حسن رضوی (جمال احمد مرسل)، نسیم سحر (یہ جو سلسلے ہیں کلام کے)، جاوید اقبال ستار (رحمت بے کراں)، محسن احسان (اجمل و اکمل)، خالد شفیق (عالم افروز)، ریاض مجید (اللھم صل علیٰ محمدؐ)، صبیح رحمانی (ماہ طیبہ اور جادۂ رحمت)، ریاض حسین چودھری (زر معتبر)، سید سلمان رضوی (خیر کثیر)، قمر وارثی (کہف الوریٰ)، شوکت ہاشمی (سارے حرف گلاب)، مبارک مونگیری (ذکر ارفع)، احمد شہباز خاور (قندیل مدحت)، افسر ماہ پوری (طور سے حرا تک)، طفیل ہوشیارپوری (رحمت یزداں)، بقا نظامی (شہپر جبریل)، غوث متھراوی (بلاوا)، ع س مسلم (زمزمہ درود، زمزمہ سلام، کاروانِ حرم، حمد و نعت)، لطیف اثر (صحیفۂ نعت)، اثر فاضلی جے پوری (تجلیات حرم)، حیرت الٰہ آبادی (نور بے مثال، منارۂ نور)، اے کے طالب (یا اللہ۔ یا رسول اللہؐ)، شاہ انصار الٰہ آبادی (سراج السالکین، صلوٰۃ وسلام)، آفتاب کریمی (آنکھ بنی کشکول) اور ریحانہ تبسم فاضلی (خطیب الاممؐ) وغیرہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

سعید وارثی کی کتاب ''ورثہ'' جدید لہجے میں نعتیہ شعر تخلیق کرنے کی کوشش سے عبارت ہے۔ ان کی شاعری میں روایت کے سہارے اسلوب کی جدت کے شواہد ملتے ہیں۔ درِ حضورؐ پر حاضری کی تمنا کا اظہار نعتیہ شاعری میں تقریباً ہر شاعر کرتا ہے۔ سعید وارثی نے بھی یہ آرزو شعر میں ڈھالی لیکن دوسرے انداز سے:

یہ تو بجا وہ شہرِ گل رشکِ بہشت ہے مگر
مژدۂ اذنِ حاضری، موجِ صبا سُنا مجھے

سلیم گیلانی کا مجموعہ مدح سید الکونینؐ موسوم بہ ''سیدناؐ'' نعتیہ ادب میں ایک معتبر اضافہ تصور کیا جائے گا۔ وہ کلاسیکی شاعری کے آہنگ سے مانوس بھی ہیں اور جدید رنگ سخن کا شعور بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی شاعری میں روایت کو ساتھ لے کر جدت کی طرف قدم بڑھانے کا رجحان جھلکتا ہے:

ذرہ ہوں پہ خورشید سے ہے ربط تجلی
قطرہ ہوں پہ نسبت ہے مجھے وسعت یم سے

سلیم گیلانی نے استعاراتی زبان بھی شعرِ عقیدت کے لیے بڑی کامیابی سے استعمال کی ہے:

جب وہ چاند نہ ابھرا تھا کتنا گھور اندھیرا تھا
پورن ماشی کا چندا پہلی رات کا لگتا تھا

ثنائے خواجہ کونینؐ کو مسلمانوں کی حیات اجتماعی سے ہم آہنگ کر کے امت مسلمہ کو آئینہ دکھانے کا کام جس فنی شعور کے ساتھ نعیم صدیقی نے کیا ہے، وہ منفرد بھی ہے اور قابل تقلید بھی۔ عشق رسولؐ کو اتباع رسولؐ سے مشروط کر کے پیش کرنے کا جذبہ ان کا رہنما ہے۔ مدحت سرکارؐ کو ادب کے عصری تقاضوں کے لحاظ سے شعری پیکر دینے کے سلسلے میں نعیم صدیقی کا نام ہمیشہ نمایاں رہے گا:

اے عشق محمدؐ اب اتنی سی تمنا ہے
باطل کے طلسموں سے ایماں کو بچا لے چل
ہاں اے سبق اقرأ ہاں اے سفر اسرا
جنت سے گراہوں میں پستی سے اٹھا لے چل

منیر قصوری کی شاعری میں فن کی پختگی منعکس ہے۔ شعور مقام محمدیؐ کی تابناکی سے ان کے اشعار خورشید بداماں ہیں اور پیام رسالت کی روشنی سے حرف حرف منور ہے:۔

ماہ جمیل نیم شب، مہر جلیل نیم روز
چاندنی ہو کہ روشنی، آپؐ کے دم قدم سے ہے

اختر لکھنوی مدح نبویؐ کو غزل کے عصری تقاضوں سے ہم کنار کرنے میں کامیاب بھی رہے اور ان کی شاعری میں احترام نعت بھی قائم رہا۔ انہوں نے مدحت سرکار دو عالم بڑی جگر کاوی سے کی۔ ان کے دو نعتیہ مجموعے شائع ہوئے، ''حضورؐ'' اور ''سرکارؐ''۔

انؐ کے در پہ گئے گرد راہ سفر جسم پہ رکھ کے ہم
اور پھر یہ ہوا، پہروں روتے رہے در پہ سر رکھ کے ہم

پاکستان میں نعتیہ ادب کے فروغ اور نعت خوانی کے احیا کے لیے ریاض سہروردیؒ کی خدمات ہمیشہ یاد کی جائیں گی۔ ریاض سہروردیؒ نے محافل نعت کے لیے کثیر تعداد میں کلام لکھا اور ان کا کلام محافل میں پڑھا گیا۔ ان کے حینِ حیات متعدد مجموعہ ہائے نعت شائع ہوئے اور اب ڈاکٹر شہزاد احمد نے ان کی کلیات بھی شائع کر دی ہے۔ یہ کلیات ان کے بسیار نویس ہونے کی دلیل ہے۔ صوفی و صافی دل ہونے کے باعث ان کی نعت میں والہانہ پن جھلکتا ہے۔ چند ابیات ملاحظہ ہوں:

مجھے نہ دیکھو شہِ بحر و بر کی بات کرو
گناہگار پہ ان کی نظر کی بات کرو
کسی بھی شے کے اثر کا کرو نہ ذکر ریاضؔ
کرو تو اسم نبیؐ کے اثر کی بات کرو

علامہ ریاض سہروری، سلسلہ طریقت کے مسند نشین بھی تھے اس لیے انہوں نے پیر و مرشد کی مطلوبہ شان، یا qualification بھی بتا دی ہے۔ نعت کو زندگی کے عملی معاملات سے ہم کنار کرنے کی یہ کوشش لائق تقلید ہے۔

مجموعہ نعت ''بیعت'' کے ذریعے جعفر بلوچ نے تازہ اسلوب اور فکری اجتہاد کی قابلِ قدر مثال پیش کی ہے:

اسے بھی ڈھانپ لے گی رحمت آقائے دو عالمؐ
پکارا حسنِ نیت سے انہیں جب عصرِ حاضر نے

''مطلع'' کے عنوان سے جو نظم کتاب کی زینت بنی ہے وہ اپنی رمزیت اور تاریخی وعقیدتی اشاریت کی علامت ہے۔ اس نظم میں شاعر پہلے دریائے سندھ کی بات کرتا ہے جس کے کنارے اس نے پرورش پائی ہے۔ اس کے بعد وہ دریائے رحمت کی بات کرتا ہے۔

سنو اب ایسے دریا کی کہانی
بھرے ہے جس کے آگے سندھ پانی

جعفر بلوچ کی یہ نظم علامتیت اور توضیح ، دونوں سطحوں پر کامیاب نظم ہے۔ اس نظم کا لہجہ نعتیہ شاعری میں خاصی حد تک منفرد اور تازہ کاری کا نمائندہ لہجہ ہے۔

سرشار صدیقی کی مدحت گزاری کی ''اساس'' نئے طرزِ احساس اور جدید نظریۂ فن پر ہے۔ ان کی لفظیات میں عظمتِ ہنر کا عکس اور حروف میں عقیدت کا رنگ جھلکتا ہے۔ شعریت کا ادراک سرشار صدیقی کے تخلیقی وجدان کا حصہ ہے اور ان کی مدحیہ شاعری اس شعری ادراک کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے:۔

دور سے گنبدِ خضریٰ دیکھ کے دل اس طور سے دھڑکا تھا
روح کے گہرے سناٹے میں جیسے شورِ نشور ہوا
نعتوں میں برتتے ہیں آداب عبادت کے
ہر چند غزل میں ہم شوریدہ بیاں ٹھہرے

''میثاق'' سرشار صدیقی کا دوسرا مجموعہ نعت ہے۔ اس میں حضورِ اکرمؐ کی مدحت کے ساتھ ساتھ ''والذین معہٗ'' (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کے مناقب بھی ہیں۔

''جمال'' مدحت نگاری میں شعری جمالیات کا بھرپور عکاس ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے غزل کے اسلوب میں سرکارِ رسالت مآبؐ کا ایسا سراپا لکھا ہے جو آپؐ کی سیرت کے نور سے مستنیر ہے۔ ''جمال'' کی شاعری میں عقیدت کا مقدس جذبہ فن میں اس طرح ڈھل گیا ہے کہ عقیدت اور شعر کی تخلیقی دانش میں ایک حسین توافق (Harmony) پیدا ہو گیا ہے:

اے مرے شاہِ شرق و غرب، نانِ جویں غذا تری
اے مرے بوریا نشیں! سارا جہاں، گدا ترا
یوں تو تری رسائیاں فرش سے عرش تک محیط
میں نے تو اپنے دل میں بھی پایا ہے نقشِ پا ترا

……

پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

مسیحی نعت گو نذیر قیصر کی شاعری میں موضوع کے حوالے سے اپنے احساسات کو لفظوں کی گرفت میں لانے کی کوشش نظر آتی ہے۔ ان کی شاعری میں علامتوں کا جا بہ جا استعمال ان کی دشوار پسند طبیعت کا غماز بھی ہے اور لفظوں کو معنیاتی وسعتوں کے ساتھ استعمال کرنے کی کوشش کا آئینہ دار بھی۔ نذیر قیصر کی مدحیہ شاعری کا محرک آرزوئے تخلیق کا بے ساختہ پن ہے جس نے اس شاعری کو پرکشش بنا دیا ہے:

چوموں پاؤں ہجرت والے
ہجرت والے برکت والے
کونپل کونپل، شبنم شبنم
لمحے بھیجیں، بشارت والے

مذہب کی نا قابلِ تردید حقیقتیں جب پردۂ سخن میں صورت اظہار پاتی ہیں تو لفظ لفظ میں شاعر کا باطنی جذبہ لمعہ ریز ہونے لگتا ہے اور شہرِ نعت میں اجالا ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں قاری نعت گو شاعر کی کاوشِ ہنر کی داد دیے بغیر رہ نہیں سکتا۔ محشر بدایونی کی نعتیہ شاعری میں جمالِ فن بھی ہے اور جذبہ و احساس کی لطافت بھی، لہٰذا قاری ان کی شاعری پڑھ کر وجدانی لمحوں سے آشنا ہوتا ہے:

آ کے طیبہ سے طلب اور ہے تشنہ تشنہ
دھڑکنیں دل کی صدا دیتی ہیں طیبہ طیبہ
کسی دیوار کا سایہ بھی کوئی سایہ ہے؟
آپؐ کے دامنِ رحمت کا ہے سایہ سایہ

خاطر غزنوی کے نزدیک نعت گوئی اپنی زندگی کے لمحۂ موجود کو سنوارنے اور مستقبل کو نکھارنے کا عمل ہے۔ وہ والہانہ کیفیت میں نعت کہتے ہیں اور اس کیفیت میں دوسروں کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں۔ ''سلسلہ انوار کا'' خاطر غزنوی کی مدحت گزاری کی مخلصانہ کوشش کا آئینہ دار بھی ہے اور ان کے تخلیقی وجدان کا منہ بولتا ثبوت بھی۔

آؤ مستقبل کو نکھاریں نعت کہیں
چن لیں حال کی سب مہکاریں نعت کہیں
گنبدِ خضریٰ کی ہریالی آنکھ میں ہے
موسم دل پہ چھائیں بہاریں نعت کہیں

غزل گو شعرا جب وادیٔ نعت میں قدم رکھتے ہیں تو اپنے متغزلانہ طرزِ احساس کو اس طرح بروئے کار لاتے ہیں کہ نعت کی لفظیات اور طرزِ ادا سے ایک خاص قسم کی ندرت پیدا ہو جاتی ہے۔ محسن احسان کی نعت گوئی میں بھی یہی تخلیقی رویہ کارفرما ہے۔ ان کی نعت نگاری ادبیت اور عقیدت کے حسین رنگوں سے مزین ہے۔ محسن نے خوب صورت تراکیب تراش کر زندگی کے اندھیرے اجالے کو جزوِ فن بنایا ہے اور تعلیماتِ محمدیؐ کو موضوعاتِ شعر کے طور پر اختیار کیا ہے:

لذتِ جاں اس نے دی درد آشنا اس نے کیا
بے نوا محسن کو سرمست نوا اس نے کیا

ایک سجدے میں ہے پنہاں کیف راز زندگی
یہ سبق دے کر شناسائے خدا اسؐ نے کیا

ڈاکٹر ریاض مجید نے تحقیقی اور تخلیقی سطح پر نا قابلِ فراموش نقوش قائم کیے ہیں۔ ان کی نعتیہ تخلیقات متعدد کتب کی صورت میں منصۂ شہود پر آچکی ہیں مثلاً: اللھم صلی علی محمدؐ، سیدنا محمدؐ، اللھم بارک علی محمدؐ اور سیدنا رحیمؐ۔ ریاض مجید موضوع کی نزاکتوں سے بھی آگاہ ہیں اور ان کے شعری عمل میں اسوۂ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعلیمات کا انسانیت افروز پہلو بھی نمایاں ہے۔ ان کی شاعری میں اسلوب کی جدت اور اظہار کی صفائی نے جاذبیت پیدا کر دی ہے۔ زبان و بیان میں شعریت کا عنصر نمایاں ہے۔ انتخابِ الفاظ میں وہ بڑے محتاط ہیں۔ ان کی نعتوں میں بندش کی چستی اور رسول اکرمؐ سے تخاطب کا سلیقہ بھی قابلِ تحسین ہے۔ مثلاً

یقیں ابھارتی، تشکیک دور کرتی ہے
محبت آپؐ کی، دل با حضور کرتی ہے
انا و نفس کو کرتی ہے عجز آمادہ
خوشا وہ پیروی جو بے غرور کرتی ہے

ریاض حسین چودھری کے کئی نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں مثلاً زرِ معتبر، سلامٌ علیک، رزقِ ثنا، تمنائے حضوری، متاعِ قلم اور کشکولِ آرزو۔ نئی تشبیہات، نئے استعارے اور نئے علائم کی تلاش میں ریاض حسین چودھری بڑی محنت کرتے ہیں اور انہیں جزوِ شعر بنانے میں بڑی جگر کاوی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ان کی لفظیات ادبی حسن کاری کا مظہر اور تراکیب و تلازمات ان کی ذہنی اپج کے غماز ہیں:

ایک لمحہ بھی نہیں ان کے کرم سے خالی
ہر مہینے کو محمدؐ کا مہینہ لکھوں
شہرِ مژگاں میں چمکتے ہیں جو آنسو میرے
میں انہیں اپنی عقیدت کا پسینہ لکھوں

صبیح رحمانی ادبی خلوص، شاعرانہ سچائی اور تخلیقی لطافت کے ساتھ نعت گوئی میں مصروف ہیں۔ فن میں جدت پسندی اور خلاقانہ قوت کے راست استعمال نے انہیں وہ مقام دلا دیا ہے جس کے لیے لوگوں کی عمریں بیت جاتی ہیں پھر بھی حاصل نہیں ہوتا۔ صبیح کی شاعری میں شاعرانہ مصوری کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ ایک خاص بات جو صبیح کی نعتیہ شاعری میں بڑی نمایاں ہے، یہ ہے کہ جدت طرازی اور تازہ کاری کی عمدہ مثال ہونے کے باوجود ان کی نعت تاثراتی سطح پر نعت ہی رہتی ہے، غزل یا عام نظم کے درجے پر نہیں آتی۔ موضوع سے اتنی گہری وابستگی اور نسبت شہ کونینؐ کا اس قدر شدید احساس آج کے کم شعراء کو ہے:

صبیح انؐ کی ثنا اور تو کہ جیسے برف کی کشتی
کرے سورج کی جانب طے سفر آہستہ آہستہ

صبیح رحمانی نے مواجہ شریف‘‘ پر کھڑے ہوئے ہجومِ دل زدگاں کے تاثرات بڑی خوبی اور دل سوزی کے ساتھ رقم کیے ہیں:

کھویا کھویا ہے دل، ہونٹ چپ، آنکھ نم، ہیں مواجہ پہ ہم
روبرو ان کے لایا ہے ان کا کرم، ہیں مواجہ پہ ہم

ابوالامتیاز ع س مسلم اپنی فکر راسخ کے ساتھ پیغام ومقصد نبوت پر قلم اٹھاتے ہیں اور نعت کی مختلف جہتوں پر بڑی قادرالکلامی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی تخلیقات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً انہوں نے درود اور سلام پر الگ الگ دو کتابیں ''زمزمہ درود'' اور ''زمزمہ سلام'' تصنیف کی ہیں۔ اسی طرح حج کے موضوع پر ان کا طویل مثمن ''کاروان حرم'' کے نام سے منظر عام پر آیا ہے جس میں مدحت رسولؐ کے اشعار بھی بڑی آب وتاب سے روشن ہیں۔ مسلم کی شاعری میں واقعاتی صداقتیں بڑی استادی شان کے ساتھ جلوہ آرا ہیں۔ وہ حدود شریعت کا پاس رکھتے ہوئے مقام محمدیؐ پر گفتگو کرتے ہیں:۔

سلام انؐ پر محبت جن کی تاب اہل دانش
ہے جنؐ کے عشق کا سودا سر اہل جنوں میں

علاوہ ازیں انہوں نے ،حمد ونعت ،اللہ ورسولؐ ،زبور نعت ،جیسی کتب شائع کرکے نعتیہ ادب میں اضافہ کیا ہے۔ حال ہی میں ان کی تمام کتب کا خلاصہ حضور اکرمؐ کے اسماء اور آپؐ کی ذات کی طرف راجع ''ضمائر'' کی شناخت کے ساتھ بھی سامنے آیا ہے۔ یہ دونوں کتب ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں'' اور ''اسماء النبیؐ صدف ضمائر میں'' کے نام سے شائع ہوئی ہیں۔

یہاں ایک بات عرض کرنی ہے۔ بعض ادبی حلقوں میں یہ بحث چھڑی ہوئی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے ''تو، تیرا، تم، تمہارا'' کے ضمائر استعمال کرنا سوءِ ادب ہے۔ لیکن وہ لوگ شعر کی نزاکتوں اور لفظ کی حرمتوں سے یا تو واقف نہیں ہیں یا شعر گوئی کے لیے بھی اپنا کوئی نصاب مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں میری رائے اس علمی حلقے کے ساتھ ہے جو شاعری کے تقاضوں اور لفظوں کے برتنے کے سلیقوں کا ادراک رکھتے ہوئے ان ضمائر کے استعمال کو معیوب نہیں جانتا۔ جس کا موقف یہ ہے کہ شعر کی مقتضیات ،نثر کے تقاضوں سے مختلف ہوتی ہیں اس لیے شعر میں واحد حاضر کی ضمیر کا استعمال، اگر قرینے سے کیا جائے تو جائز ہی نہیں بلکہ اپنائیت کے حسن کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ع۔ س۔ مسلم کے ان اشعار کا حوالہ دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کی ہے جن میں ایسے ضمائر استعمال ہوئے ہیں۔ جزاً......

مانتا ہوں تیرے کہنے سے، جسے دیکھا نہیں
جو ترا معبود ہے، میرا وہی معبود ہے

صاحبزادہ حکیم سید محمود احمد سرؔو سہارنپوری نے نعتیہ تخلیقات کو ''زمزمہ دل'' اور ''ثنائے خواجہ'' کی کتابی شکل دی۔ ان نعتوں میں خیال کی پاکیزگی اور اظہار کی نفاست نمایاں ہے۔ نعتیہ غزلوں سے شاعر کے وجدان پر غالب؛ موضوع کی عظمت کا خیال اور غزل کی مقتضیات کا فنی ادراک مترشح ہے۔ قلب مجبور کی تڑپ کی شدت احساس ملاحظہ ہو:

ہر ایک دھڑکن پہ اب تو دل کی گماں یہ ہوتا ہے سرؔو جیسے
مجھے وہ آواز دے رہے ہیں' غلام آئے غلام آئے!

غزل کی چھوٹی بحر میں معنوی بے کرانی کا احساس ہوتا ہے۔ چھوٹی بحر میں شاعری کرنا اور خیال کی بلندی کو چھو لینا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن سرو سہارنپوری نے بحرِ ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف الآخر یعنی مفعول۔ مفاعلن۔ فعولن، میں کمال کی نعت کہی ہے۔

۱۹۹۸ ۲۰۰۰ء تک ایسے بہت سے شعری مرقعے نعت کے منظر نامے پر طلوع ہوئے جن کی آب و تاب نے وادیٔ مدحت گزاری میں چکا چوند کر دی ہے۔ عزیزم صبیح رحمانی نے اس مرحلے پر میری توجہ ان مجموعوں کی طرف مبذول کروائی بلکہ بیشتر مجموعے خود ہی مہیا بھی کر دیے۔ اللہ اس نوجوان کو نظر بد سے محفوظ رکھے اور نعت پڑھنے، نعت لکھنے اور نعت پر تحقیقی اور تنقیدی کام کرنے اور اس جذبہ راسخ کو تحریک کے طور پر آگے بڑھانے کی توفیق ارزانی فرمائے (آمین)۔ تو اس عرصے میں جو نعتیہ مجموعے آئے ان کی ایک نامکمل فہرست کچھ یوں ہے (تکمیل کا دعویٰ کرنے کی جسارت میں نہیں کر سکتا) صوفی مسعود احمد رہبر چشتی کا مجموعہ نعت ‘‘نبی الحرمین’’، رحمٰن خاور کی کتاب ‘‘محراب حرم’’، عزیز الدین خاکی کا نذرانۂ عقیدت ‘‘نغمات طیبات’’، لالہ صحرائی کی کاوش ہنر ‘‘غزوات رحمتہ للعالمین’’ اور ‘‘قصیدۂ نعتیہ’’ آفتاب کریمی کا مرقعۂ جذبات ‘‘آنکھ بنی کشکول’’، سید نبی رضا عظیم آبادی کی تخلیق ‘‘حرا تا عرش’’، حیرت الٰہ آبادی کا مجموعہ نعت ‘‘نور بے مثال’’، انوار عزمی کی کتاب ‘‘آدم تا رحمت عالم’’، الحاج وقار احمد وقار صدیقی کا نذرانۂ ثنا ‘‘نقشِ کفِ پا’’، طاہر سلطانی کا شعری عمل ‘‘نعت میری زندگی’’، صبیح رحمانی کا تخلیقی شاہکار ‘‘خوابوں میں سنہری جالی ہے’’، حفیظ تائب کا عکس اظہارِ عقیدت ‘‘وہی یٰسین وہی طٰہٰ’’، بشیر حسین ناظم کا ہدیہ عقیدت ‘‘جمال جہاں فروز’’، مسعود چشتی کی تصنیف ‘‘تسکین قلب’’، اسرار احمد سہاروی کا نعتیہ دیوان ‘‘ذوق عرفان’’، کوثر بریلوی کی کتاب عقیدت ‘‘یہ تو کرم ہے ان کا ورنہ’’، یوسف طاہر چشتی کا نقش ہنر ‘‘روح عالم’’، ہلال جعفری کا کلام ‘‘کاسۂ ہلال’’، عطاالرحمٰن شیخ کا مرقعۂ عقیدت ‘‘عطائے حرمین’’، حکیم محمد رمضان اطہر کی مدح گزاری کا نقش ‘‘حرف طیب’’، ریاض احمد پرویز کی نعتیہ مثنوی ‘‘ادائے رحمت’’، عنبر شاہ وارثی کا مرقعۂ عشق ‘‘العشق ھو اللہ’’، اقبال عظیم کی کتاب ‘‘پیکر نور’’، امتیاز راہی کا حرف عقیدت ‘‘مدحت کے چراغ’’، صدیق فتح پوری کی کاوش ہنر ‘‘سجدہ گاہ دل’’، سید وحید الحسن ہاشمی کا ہدیۂ جذب و عقیدت ‘‘یاسینؐ’’، وقار اجمیری کا شعری شہر مودت ‘‘حرف حرف خوشبو’’، محمد حنیف نازش قادری کا نقش شعر ‘‘سخن سخن خوشبو’’، سید انوار ظہوری کی نعتیہ تصنیف ‘‘حرف منزہ’’، ڈاکٹر خالد عباس الاسدی کا نقش ولائے رسولؐ ‘‘بارگاہ ادب میں’’، شفیق الدین شارق کی مدحت کی پونجی ‘‘نزول’’، شمیم تھراوی کا اظہار عقیدت ‘‘نعت کا دریا’’، تمثیل جاوید کی نعتیہ کتاب ‘‘رشک بشر’’، گہر اعظمی کا مجموعہ حمد و نعت ‘‘رب العالمین و رحمتہ للعالمین’’، تنویر پھول کا مرقعۂ عقیدت ‘‘انوار حرا’’، علیم النسا ثنا کا نقش عقیدت ‘‘نور حق’’، احسان دانش کا سلسلہ مدح گزاری ‘‘ابر نیساں’’، غالب عرفان کا شعور مدحت گزاری ‘‘مٓ’’، ایم سلیم چشتی کی کتاب نعت ‘‘بساط عجز’’، عزیز جبران انصاری کا ‘‘جہان عقیدت’’، اختر ہوشیار پوری کی تصنیف ‘‘مجتبیٰؐ’’، سرور کیفی کا مجموعہ ‘‘عکس تمنا’’، علیم ناصری کا ہدیہ ثنائے رسولؐ ‘‘طلع البدر علینا’’، خالد محمود کا نقش نعت ‘‘حسن ازل’’، محمد مشرف انجم کی نعتیہ کاوش ‘‘سبز گنبد کے خیالوں میں’’، حسین سحر کا مجموعہ ‘‘سعادت’’، ریاض حسین چودھری کا نقش ہنر ‘‘رزق ثنا’’، جمیل ملک کا ہدیۂ عقیدت ‘‘اوصاف’’، سجاد مرزا کا نقش مدحت ‘‘شوق نیاز’’، راجہ عبداللہ نیاز کا نعتیہ شعری کارنامہ ‘‘یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے’’، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کی لطافت ہنر کا عکاس مجموعہ ‘‘نسبت’’، خالد شفیق کا کلام حمد و نعت ‘‘عالم افروز’’، انعام گوالیاری کی کتاب ‘‘سب اچھا کہیں جسے’’، شیدا جبل پوری کا

نقش عقیدت ''زادراہ''، مولانا حامد حسن قادری کی مدحیہ کتاب ''بیاض نعتیہ''، گوہر ملسیانی کی کتاب عقیدت ''متاع شوق''، یوسف مرزا کے گل ہائے عقیدت کا مرقع ''عقیدت''، حکیم شریف احسن کا نقش عقیدت و ہنر ''عبدہٗ و رسولہٗ''، اقبال عظیم کی کلیات نعت ''زبور حرم''، ریاض احمد قادری کا نعتیہ مجموعہ ''نکہت نعت''، ریاض حسین چودھری کی طویل نعتیہ نظم ''تمنائے حضوری''، منیر قصوری کا عقیدت نامہ ''سوئے مصطفیٰ'' وغیرہ۔ ان شعرا میں سے بیشتر کا تذکرہ تو پہلے ہو چکا ہے، کیونکہ ان کی ایک سے زیادہ کتب منظر عام پر آ چکی ہیں۔ کچھ شعرا ایسے ہیں جن کی شاعری محض عقیدت کا اظہار ہے لیکن بعض شعرا کا کلام ادبی حسن اور سلیقۂ ہنر کے باعث لائق توجہ ہے۔

وقار صدیقی اجمیری کے ''حرف حرف خوشبو'' سے فن کی پُر وقار خوشبو مہک رہی ہے۔ ان کی شاعری میں نفاست ہنر بھی ہے اور قادر الکلامی بھی۔ شعری متن (Poetic text) میں استنادی شان بھی ہے اور زبان کے استعمال میں لسانیاتی حسن کی آگاہی بھی جھلک رہی ہے، مثلاً:

دیکھو تو ذرا نقشِ کفِ پائے محمدؐ
یہ بات غلط ہے کہ قدم کچھ نہیں لکھتے
یہ راز اہلِ یقیں پر کھلا شبِ معراج
جو روشنی ہے وہی روشنی سے ملتا ہے

اس کے علاوہ ''حرف حرف خوشبو'' میں قصیدہ اور نظمیں، وقار صدیقی اجمیری کی فن پر گرفت اور زبان و بیان پر پُر وقار دسترس کی آئینہ دار ہیں۔

''نسبت'' وہ نعتیہ مجموعہ ہے جس میں شعریاتی لطافت، احساساتی صباحت، زبان و بیان کی نفاست اور موضوع سے گہری اور بصیرت آمیز آگہی چھلکی پڑتی ہے۔ میرے خیال میں پروفیسر ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی کی شاعری میں نعتیہ شاعری کے منظرنامے میں پہلی بار شعوری طور پر تخلیق شعر کا تاثراتی میلان جزو ہنر بنا ہے۔ تاثراتی نقوش قائم کرنے میں جس شدت احساس اور فنی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے وہ کشفی کی تخلیقی دانش کا حصہ ہے۔ Impressionistic Style یا تاثراتی اسلوب میں کسی منظر کا فوری تاثر بھرپور جذبے اور احساس کی لطافت کے ساتھ مُصَوَّر یا paint کر دینے کا ہنر کارفرما ہوتا ہے۔ ''نسبت'' کی شاعری میں ایسے بہت سے مناظر جنت نگاہ بنتے ہیں:۔

افلاک کو جھکتے ہوئے دیکھا ہے نظر نے
ہے خواب گہہ شاہؐ مدینہ مرے آگے

شعور نعت نگاری اور احساس کی لطافتوں کو لفظوں میں زنجیر کرنے کا ہنر نسبت کے شاعر کا طرۂ امتیاز ہے۔

ان تاثراتی نقوش یا Impressionistic paintings کے علاوہ کشفی کی نعتیہ شاعری میں اسلوب کی کشش نے شاعری کو قابل توجہ بنا دیا ہے۔ ان کی شاعری میں تلمیحات بھی علمی بوجھل پن پیدا نہیں کرتیں کیوں کہ وہ تلمیحات کو بھی اس طرح جزو شعر بناتے ہیں کہ شعر لطافتوں کے دائرے سے باہر نہیں جاتا، احساس کا ایک لطیف ہالا ان کے شعری مرقع کے گرد قائم رہتا ہے:

چوڑی بجتی ہے تو برکت کی صدا آتی ہے
مرضیء شاہ ہدٰی رنگ حنا میں شامل

علیم ناصری کی کتاب 'طلع البدر علینا' ان کی قادر الکلامی پر دال ہے۔ علیم ناصری قصیدہ نگاری کی طرف زیادہ مائل ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتیہ غزلوں پر بھی نظموں کا گمان ہوتا ہے۔ ان کی بعض نظموں پر اقبال کا پرتو بھی صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً:

ساحل راوی پہ ہے شام ابد کا سکوں
آب سبک رو میں ہے صبح ازل کا جنوں
فیض خلائق بنے دانش و علم و کتاب
مکتب عرفاں بنا عالم کون و مکاں

علیم ناصری کا لہجہ شستہ ہے ان کی شاعری کا مافیہ (Content) حُب رسولؐ جذبہ اتباع رسولؐ اور پیام رسولؐ ہے۔ ان کی نظمیں وسیع منظر نامہ پیش کرتی ہیں اور ایک خاص حد تک فکری گہرائی کی حامل ہیں اور ان کی نعتیہ غزلیں لطافت بیان سے مملو ہیں۔ ایجاز و اختصار ان کے کلام کی نمایاں خصوصیت ہے جو ان کی قادر الکلامی پر دال ہے۔

رسالتِ ابدی پر ہے جس کی مہر دوام
وہ جس کے بعد نبیؐ و رسول کوئی نہیں

گوہر ملسیانی علم و ادب سے بالعموم اور نعتیہ شاعری سے بالخصوص شغف رکھتے ہیں۔ ان کی مطبوعہ کتب میں ''مظہر نور'' اور ''متاع شوق' مجموعہ ہائے نعت ہیں اور ''عصر حاضر کے نعت گو' اسی شعری جہت سے منسلک شعرا کا تذکرہ ہے۔ گوہر ملسیانی سادگی سے نعتیہ غزلیں لکھتے ہیں جو سادہ ہونے کے ساتھ ساتھ غزل کی مخصوص زبان اور حسن بیان کے باعث پرکشش ہیں:

امت کا غم کھاتے کھاتے رو پڑتا
کتنا درد بسا تھا ان کی آنکھوں میں

خالد شفیق کی نعت سے وابستگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے نعتیہ شاعری اور اس کے متعلقات پر تخلیقی لوازمہ (Matter) ''شام وسحر'' کے چھ نعت نمبروں میں بڑی محنت، علمی لگن اور رسول اکرمؐ کی محبت سے سرشار ہو کر پیش کیا۔ ''عالم افروز'' خالد شفیق کا نعتیہ مجموعہ کلام ہے۔ عالم افروز کی نعتیہ شاعری میں عشق نبویؐ کی دھیمی دھیمی آنچ، بات کرنے کا دھیمہ لہجہ، ادبی شعور اور نعتیہ شاعری کو ادب کے اجتماعی دھارے (Main Stream) سے منسلک کر کے ایک ادبی صنف کے طور پر پیش کرنے اور منوانے کا جذبہ کارفرما ہے۔ خالد شفیق کی شاعری میں روایت اور عصری حسیت ساتھ ساتھ چلتی ہیں:

پھر ارض مقدس سے سندیس ہمیں آئے
پھر ہم کو بلائیں وہ ہم بار دگر جائیں

حکیم شریف احسن نے اپنا نذرانہ عقیدت ''عبدہٗ ورسولہٗ'' کے عنوان سے پیش کیا۔ احسن کی شاعری میں

قادرالکلامی کا عنصر غالب ہے اور زبان و بیان سے نفاست جھلکتی ہے۔ حکیم صاحب اپنے خیال کو استنادی شان کے ساتھ شعری پیکر عطا فرماتے ہیں۔ قصیدہ گوئی کے لیے جس علمی مزاج کی ضرورت ہے اور زبان پر جو قدرت درکار ہے وہ احسن کی شاعری سے مترشح ہے:

اے روشنیِ چشمِ مہ و مہر محبت
محتاج ترے نور کی ہر صبح و مسا ہے
فردوس تری نکہتِ جاں بخش سے فردوس
جنت میں ترے نور سے جنت کی فضا ہے

حکیم شریف احسن کی شاعری پر لہجے کی متانت اور رفعت فکر کے حوالے سے اقبالؒ کا پرتو محسوس ہوتا ہے۔ گداز قلب اور ملی درد کے اظہار میں حالّی کا خلوص جھلکتا ہے۔ اسی طرح ان کی قصیدہ گوئی، عبدالعزیز خالد کے ہنر کی ہم پایا لگتی ہے۔ ان کی شاعری دل و دماغ دونوں کو بہ یک وقت متاثر کرتی ہے۔

ڈھلتی ہے مہ و مہر سے کب دل کی سیاہی
درکار اسے شمعِ رسالتؐ کی ضیا ہے

آصف بشیر چشتی کی کتاب “خُلدِ نعت” میں متنوع موضوعات نے شعری لباس میں اظہار پایا ہے لیکن ان کی دلی تمنا نعت کہنے اور کہتے رہنے کی ہے۔ یہی تمنا ان کی روح کا نغمہ بن کر شعروں میں ڈھل گئی ہے۔ اس تمنا کے مختلف روپ عقیدت کے پھول بن کر گلستانِ نعت میں مہک رہے ہیں۔

ثنائیں آپؐ کی نوک زباں پر آ کے ٹھہری ہیں
نوائے شوق کو بانگِ درا ہونے کی خواہش ہے

آصف بشیر چشتی کے تخلیقی مزاج کا بنیادی وصف “نعت کہتے رہنے کی تمنا” ہے۔ ظاہر ہے اس تمنا کی اصل “عشقِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام” ہے جس کے اظہار کے لیے نمونے کے طور پر صرف ایک شعر ہی درج کر دینا کافی ہے۔

مئے ولائے رسالت مآبؐ کا نشہ
سرور و لطف و مے و انگبیں سے آگے ہے

تمنا کرنا تو ہر نعت گو کا حق ہے لیکن آصف بشیر چشتی وہ خوش نصیب ہیں جنہیں ان کی تمنا کے ثمر کے طور پر نعت کہنے کا سلیقہ، شعرِ عقیدت کو سنوارنے کا ہنر اور زبان و بیان کی نفاست کا خاصی حد تک شعور حاصل ہو گیا ہے۔ یہ اوصاف کسی کسی شاعر کو میسر ہوتے ہیں۔

مسرور جالندھری ایک کہنہ مشق شاعر تھے۔ ان کی نعتیہ شاعری کی کتاب “مدینے کے قریں” کی بدولت نعتیہ ادب میں ان کی شناخت قائم رہے گی۔ ان کی شاعری میں جدید و قدیم روایت کا امتزاج ہے۔ کتاب میں تمام نعتیں غزلیہ طرز سے لکھی گئی ہیں۔ “مدینے میں” کی ردیف میں انہوں نے نعتیہ طرزِ احساس کا بھرپور عکس پیش کیا ہے:

جس کی تشریح ہو نہیں سکتی
حالِ دل ہے عجب مدینے میں

مجموعۂ نعت ''تحیت'' شہزاد مجددی کے شعرِ عقیدت کا حوالہ ہے۔ ان کے کلام میں شاعرانہ اسلوب، زبان کی پاکیزگی و شگفتگی، متن کی راست سمتی اور بیان کی سادگی نے شعرِ عقیدت کو ایک خاص لطافت سے ہمکنار کر دیا ہے۔ وہ محبت کے تقاضوں اور اس کے مدارج طے کرنے کے قرینے سے آگاہ ہیں اس لیے بڑی سادگی سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں:

طے کیے ایسے محبت کے مدارج ہم نے
رب کے محبوبؐ سے محکم ہے عقیدت اپنی

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور پر نور سید کونینؐ پر صلوٰۃ بھیجنے کا ذکر کیا ہے اور فرشتوں کو بھی اسی وظیفے میں مشغول بتا کر ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے والوں کو حکم دیا ہے کہ تم بھی یہ عمل کرو۔ آیت صلوٰۃ کے اس حوالے کو بعض غیر محتاط شعراء اس طرح شعر کا متن بناتے ہیں جیسے وہ اس مقدس کام میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہو گئے ہیں۔ شہزاد مجددی چونکہ ایک عالم دین ہیں اس لیے انہوں نے مناسب سمجھا کہ اس مضمون کو شعری جامہ پہناتے ہوئے اپنی محدودات کا بھی ذکر کر دیں۔

میرا درود اور ہے، اس کا درود اور
کیسے بھلا میں خود کو شریک خدا کہوں

مدینے کی حاضری تو اکثر خوش بختوں کو نصیب ہو جاتی ہے لیکن وہاں سے واپس آ کر کچھ دن بعد وہ کیف قائم نہیں رہتا۔ خوش قسمت ہیں شہزاد مجددی کہ یہ کہہ سکتے ہیں:

بفیض کیف مسلسل کبھی یہ لگتا ہے
تمام عمر ہوئی ہے بسر مدینے میں

عقیدۂ ختم نبوت کو چونکہ شیاطین کے گروہ کی طرف سے اکثر نئی نبوت کے اجراء کی بھونڈی کوششوں سے کمزور کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں اس لیے نعت گو شعراء پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنی نعتوں میں اس عقیدے سے مملو اشعار شامل کریں اور اپنے دعووں کے ساتھ دلیل بھی سپرد قرطاس کرتے رہیں۔ شہزاد مجددی نے یہ کام بڑی خوبی سے کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

کہا اللہ نے قرآں میں ختم المرسلیں انؐ کو
''عقیدہ اس لیے رکھتے ہیں ہم ختم نبوت کا''

شہزاد مجددی نے اپنے عالم ہونے کا احساس کرتے ہوئے اپنا عقیدہ بھی بیان کیا اور قوم کو پیغام بھی دیا ہے ۔

جس ذات نے بخشی ہیں شہزادؔ ہمیں سانسیں
اس ذات کا دم بھرنا، سرکارؐ کی سنت ہے

مضامین کا تنوع اور فکری گہرائی سے مملو شاعری شہزاد مجددی کا طرۂ امتیاز ہے۔

ایک بہت ہی مشاق کلاسیکل شعری روایت کے نمائندہ بزرگ شاعر کا پہلا نعتیہ مجموعہ ''تقدیس قلم'' تھا اور دوسرا نعتیہ مجموعہ ''حدیث شوق'' ہے۔ رشید ساقی زبان و بیان کے ضمن میں روایت کے قائل اور تابع ہیں۔ لیکن ان کے اسلوب میں عصری شعری تقاضوں کے رنگ بھی نمایاں ہیں۔ ان کا کل کلام غزل کی ہیئت میں ہے اور بیشتر غزلیں،

مضامین کے ربط اور بیان کے بے جھول انداز کے باعث غزلِ مسلسل کا روپ لیے ہوئے نظر آتی ہیں۔ چونکہ وہ غزل کے مزاج شناس ہیں اس لیے ان کے کلام میں مصرعوں کی چستی اور اظہار کی برجستگی دیدنی ہے۔

آپؐ کی خاطر تجی ہے محفلِ کون و مکاں
لفظِ کُن کے آئینے کا اصل جوہر آپؐ ہیں

پیر سید نصیر الدین نصیرؔ (گولڑہ شریف) نے نعتیہ ادب میں متین لہجے اور ثقہ متن (Text) کے اہتمام کے ساتھ نعتیں کہیں۔ غزل کا کلاسیکی مزاج ان کے شعری مذاق سے ہم آہنگ ہے اس لیے انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں وہی مذاقِ سخن اجاگر کیا۔ زبان و بیان کے اعتبار سے ان کی نعتیں سادہ بھی ہوتی ہیں اور ان میں تلمیحاتی التزام بھی ہوتا ہے۔ قرآن و احادیث کے مضامین ان کی بوطیقا (poetics) کا جزوِ لاینفک بن کر ابھرتے ہیں۔ عقائدِ اہلِ سنت کے برملا اظہار اور ان کے درست ہونے پر اصرار بھی ان کی شاعری سے مترشح ہے۔ مثلاً

ہے ممتنع نظیر، تری ذات خلق میں
پھر کیا کہوں تجھے جو نہ تجھ سا کہوں تجھے
بے مثل ہے تری بشریت بھی نور بھی
لکھوں بشر کہ نور، سراپا کہوں تجھے

''دیں ہمہ اوست'' پیر سید نصیر الدین نصیر کا مجموعۂ نعت ہے جس میں قصائد دیکھ کر شاعر کی قدرتِ کلام اور ندرتِ اظہار پر خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔ ''مصحفِ اسرارِ الہٰ'' کے عنوان سے جو قصیدہ لکھا ہے اس کی تشبیب میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے خطاب ہے اور ان سے حضورِ اکرمؐ کا جمالِ صوری و معنوی جاننے کی کوشش کی ہے۔ پھر حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ کی طرف سے جواب ہے:

روحِ حسانؓ کی جانب سے ملا مجھ کو جواب
ہو نہ آزارِ تردد میں طبیعت مشغول

ان اشعار کے بعد نعت کے جو اشعار ہیں ان میں والہانہ پن کے ساتھ ساتھ علمی ترفع بھی ہے اور لہجے کی تمکنت بھی۔ کچھ اشعار عربی کے ہیں جن کو پڑھ کر عبدالعزیز خالد کی شعری لغت کی طرف دھیان جاتا ہے۔

نصیر الدین نصیرؔ نے کئی زبانوں میں شاعری کی۔ ان کا نعتیہ کلام ان کے دینی فہم، حبِ رسولؐ، تاریخی شعور، ادبی سلیقے اور فنی مشق و ریاضت کا آئینہ دار ہے۔

آفتاب کریمی کی کتاب ''آنکھ بنی کشکول'' ایک ہدیۂ عقیدت، مرقعۂ عشقِ رسولؐ اور سادہ شاعری میں تغزل کی آنچ لیے ہوئے شعری نگار خانہ ہے۔ ان کی شاعری، والہانہ پن، بارگاہِ نبویؐ میں جاں سے گزر جانے کے جذبے اور مدینے کی فضاؤں میں تحلیل ہو جانے کی آرزو سے عبارت ہے۔ یہ شاعری جذبے کی شاعری ہے جس کی سادگی اور پرکاری سے ترسیلِ جذبات اور ابلاغِ خیال سہل ہو گیا ہے:

خدا کرے کہ وہ سجدہ ہو آخری سجدہ
جھکے تو پھر نہ اٹھے سر نبیؐ کی مسجد میں

''صلوا علی الحبیبؐ'' کے نام سے محمد مسعود اختر کا نعتیہ مجموعہ شائع ہوا ہے۔ ان کی شاعری میں انتہائی درجے

کی پختگی، سنجیدگی اور شعری اقدار کی پاسداری جھلکتی ہے۔ انہوں نے غزل کے مزاج سے ہم آہنگ شعرِ عقیدت میں اپنے جذبات، احساسات اور فکری رجحانات کو اس طور سمویا ہے کہ دل سے بے ساختہ داد نکلتی ہے اور ان کی اس بات پر یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ

توفیقِ ثنا ان کا کرم اُن کی عطا ہے
ہر اہلِ سخن نعت کے قابل نہیں ہوتا

ڈاکٹر نثار احمد نثار کو اپنا شعرِ عقیدت ''نور الہدیٰ محمدؐ'' کے عنوان سے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس نعتیہ مجموعے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں شاعر نے اپنی فکر کا جوہر بڑی سادگی اور سلاست کے ساتھ قرطاس پر منعکس کر دیا ہے۔ موضوعاتِ نعت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتِ شان کے حوالے سے بھی اشعار ہیں اور عصری حسیت کے ملفوظی عکس بھی نظر آتے ہیں۔ دین سے سچی لگن اور دین پر چلنے کی پر خلوص آرزو بھی ڈاکٹر نثار کے شعری منظر نامے کا حصہ ہیں۔ ان کے اشعار میں قرآن واحادیث کے مضامین بھی شعری بُنت میں آگئے ہیں، جن کے باعث شعری متون میں استنادی شان پیدا ہو گئی ہے۔ شاعر کی راست فکری اور سوزِ دروں نے خلدِ طیبہ میں قدم رکھنے کی آرزو کو سورج کی چمک اور لفظوں کو عشقِ نبوی کی مہک عطا کر دی ہے۔

روشنی کیسے نہ ہوتی ان کے آنے سے نثار
ظلمتِ شب رک نہیں سکتی سحر کے سامنے

لالہ صحرائی کے متعدد نعتیہ مجموعے منظرِ عام پر آئے مثلاً بارانِ نعت (1992ء)، قلم سجدے (1993ء)، غزوات رحمۃ للعالمین (1997ء)، قصیدہ نعتیہ (1998ء)، گلہائے حدیث (1998ء)، نعت ستارے (1999ء)، پھولوں کے لیے پھول (2000ء)، نعت دھنک (2000ء)، نعت سویرا (2000ء)، نعت حرف (2000ء)، نعت چراغاں (2000ء)، نور پارے (س۔ن) موضوعاتی تنوع کے باعث لالہ صحرائی کی نعتیہ شاعری کو ایک منفرد مقام حاصل ہو گیا ہے۔ حضورِ اکرمؐ کے اوصافِ حمیدہ اسوۂ حسنہ اور غزوات کے حوالے سے ان کی شاعری اپنی علاحدہ شناخت رکھتی ہے۔ ایک طویل عرصہ ادبی خدمات انجام دینے کے بعد وہ اچانک بڑی عمر میں نعت کی طرف مائل ہوئے۔ وہ کہتے ہیں:

عشق میرا بے زباں تھا، گنگ تھا، لب بستہ تھا
معجزاتِ نعت سے نطق و بیاں تک آ گیا

نعتیہ شاعری میں حضورِ اکرمؐ کی جنگ سے متعلق تعلیمات کا بیان بھی لالہ صحرائی نے بڑے سادہ اور دل نشین انداز میں کیا ہے:

عدو کی کرنا نہ املاک نذرِ آتش تم
نہ پھینکنا کسی دشمن کو آگ میں اصلا

لالہ صحرائی نے اساتذہ کی زمینوں میں بھی نعتیں کہی ہیں اور اچھے اشعار نکالے ہیں:

دل میرا سینے سے باہر اب جو اُچھلا جائے ہے
کیا کوئی قاصد مدینے سے مرے گھر آئے ہے؟

جو ہم مدینے کی ہیں دل میں گفتگو کرتے
تو اس میں دوڑتے خوں کو ہیں مشکبو کرتے

حزیں صدیقی کی نعتیہ شاعری ”حرفِ ابد“ کے نام سے ایاز صدیقی نے ۱۹۹۶ء میں مرتب کی جس میں عام شاعری کے علاوہ ایک حمد، ۲۷ نعتیں، ۳۰ مناقب، ۳ سلام، ہیں۔ حزیں صدیقی کی شاعری میں کلاسیکی رچاؤ اور فنی رکھ رکھاؤ موجود ہے۔

نہ کیوں ثنائے محمدؐ کروں کہ قرآں میں
خدا نے آپ یہ بابِ جمیل کھولا ہے

حزیں صدیقی کی شعری فضا پر عجزِ ہنر کا احساس بھی چھایا ہوا ہے اور سرکارؐ کے دربار سے عطا کیے جانے والی قوتِ اظہار کا تشکر آمیز بیان بھی! حضورِ اکرمؐ کے دربار میں ذاتی طور پر حاضر ہونا اور بذریعہ شعر اس دربار تک رسائی کی کوشش کرنا ایک خاص قسم کے ادب کا مقتضی ہے۔ ملاحظہ ہو:

خودی بھی جرم وہاں بے خودی بھی گستاخی
ادب کا ہوش حضوری میں کام آتا ہے

روایتی شاعری میں یہ خیال بار بار اظہار میں آتا رہا ہے کہ کوئی شخص محبوب کی توجہ سے خود لائقِ توجہ بن گیا۔ حزیں نے نعتیہ شاعری میں اس روایتی خیال کو قادرالکلامی کے ساتھ رقم کیا ہے:

زمانہ آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھتا مجھ کو
ترے خیال نے آئینہ کر دیا مجھ کو

قمر یزدانی کی نعتیہ کتب: ۱۔ بادۂ عرفاں، ۲۔ نعت خانۂ محمدؐ، ۳۔ مہرِ درخشاں، ۴۔ ساغرِ موثر وغیرہ منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ ان کا شاعرانہ لہجہ بھی روایت سے ہم آہنگ ہے اور ان کی شعری کائنات میں مضامین کے ستارے بھی روایتی انداز سے چمک رہے ہیں۔

حضورِ اکرمؐ کی یکتائی ظاہر کرنے کے لیے شاعر نے سوال جواب کے انداز میں کچھ حقائق پردۂ شعر پر ابھارے ہیں:

نازشِ کل، فخرِ آدم کون؟ احمد مجتبیٰ
باعثِ تخلیقِ عالم کون؟ احمد مجتبیٰ
حضرتِ عیسیٰ نے جس کے حق میں من م بعدی کہا
وہ نویدِ ابنِ مریم کون؟ احمد مجتبیٰ

نعت نگاری میں عقیدت کے اظہار کا رچاؤ اور جذبے کی کہکشاں کا سجاؤ اپنی جگہ، لیکن شاعرانہ بصیرت اور ادبی شعور کی شمولیت سے شعر میں جو جوہر نظر آتا ہے اسے صاحبانِ ذوق ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ”ضیائے نعت درخشاں“ میں سلیم اختر فارانی کی نعتیں پڑھ کر پہلا تاثر یہی قائم ہوا کہ ان کی نعت محض جذبۂ عقیدت کا اظہار نہیں ہے بلکہ وہ شاعری کے عصری رجحانات اور لہجوں کی تازگی سے بھی آگاہ ہیں۔ ساتھ ہی وہ نعت کے مافیہ یا Content کے معاملے میں بھی بڑے ادب آگاہ اور متن کی استنادی شان برقرار رکھنے کے خواہش مند بھی نظر آتے ہیں:

اللہ کے رسولؐ نے عین الیقیں دیا
جاگا شعور وہم و گماں دُور ہو گیا

پروفیسر عظمت اللہ خان کا پہلا نعتیہ مجموعہ "گلشنِ صل علیٰ" پیشِ نظر ہے۔ اس مجموعے کی شاعری میں لہجے اور لفظیاتی بنت سے کچھ تازہ کاری کا شعوری عمل ظاہر ہوتا ہے۔ شکر کہ تازہ کاری کا یہ عمل روایت آگاہی کی اساس پر قائم ہے۔ تازہ کاری اور جدت پسندی، نعتیہ شاعری کے لیے فالِ نیک ہے۔ اسی لیے میں اس مجموعے میں ہونے والے اجتہاد کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ مجھے درج ذیل اشعار پسند آئے:

پھول، بادِ صبا آپؐ کا تذکرہ
خوشنما باغ سا آپؐ کا تذکرہ
چین آجائے گا، راحتیں پاؤ گے
کرکے دیکھو ذرا آپؐ کا تذکرہ

عظمت اللہ خان کی بیشتر شاعری میں یہی تازگیِ فن جھلکتی ہے، اگر وہ اس صنف شریف سے منسلک رہے اور شعری محاسن اور لہجے کی ملاحت کا خیال رکھا تو ان کا نام اس صنف کے حوالے سے ان شاءاللہ ضرور معتبر ٹھہرے گا!

شرف الدین شامی کی "مقاماتِ شامیؔ"...... ماورائی دنیا کے سفر کا ماورائی اور جمالیاتی بیان ہے...... حرمین الشریفین کی زیارت کے ہنگام جو تاثرات شرف الدین شامیؔ کے دل نے قبول کیے ان کا شعری عکس ہی مقامات شامی میں محفوظ ہے۔ اس شعری نگارخانے میں داخل ہو کر قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ جن مقامات سے وہ حج یا عمرے کے دوران میں گزرا تھا، ان مقامات پر احساسات و واردات کی جو لہریں اس کے دل میں موجزن ہو سکتی تھیں یا ہوئی تھیں...... ان کا اظہار اس کے لیے ممکن نہ تھا لیکن اب وہ اس کتاب کے مندرجات کے ذریعے اپنی قلبی روداد بیان کر سکتا ہے۔ مدینہ منورہ میں حاضری اور حضوری کی کیفیات سے لبریز دو اشعار ملاحظہ ہوں:

عبودیت نشاں سجدہ گہہ ختم الرسلؐ ہے
دوسرے کلمے کی نصف آخر
شہادت کی امیں محراب نوریں
زبانِ حال سے یہ کہہ رہی ہے

یہ وہ شاعری ہے جس کے لیے خالقِ کائنات نے اجازت مرحمت فرمائی اور خود رسول اللہؐ نے شعراء کو ترغیب دی ہے۔ ایسی شاعری جو انسان کی روحانی بالیدگی کا سبب بھی بنے اور ذوقِ لطافت کی بھی آبیاری کر سکے!

نعتیہ شاعری کی عظمت کا خیال ایک عرصے تک انور مسعود جیسے قادرالکلام شاعر کو نعت کہنے سے روکتا رہا۔ سچ ہے جو شعرا نعتیہ مضامین کی اہمیت جانتے ہیں وہ بس ایک آدھ شعر کہہ کر داخلِ حسنات ہونے کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ جو شعراء کوچہء مدحت میں داخل ہو کر پھر کسی اور طرف نہیں دیکھتے وہ ہمہ عمر نعت ہی کہتے رہتے ہیں۔ باشعور شعراء کی شاعری میں نعت گوئی کے حوالے سے احساسِ بے بضاعتی کا اکثر اظہار ہوتا ہے۔ اسی احساسِ بے بضاعتی نے انور مسعود سے یہ چھ مصرعے کہلوائے:

فقط حصولِ سعادت کا اک بہانہ ہوا
کسی سے نعتِ پیمبر کا حق ادا نہ ہوا
کوئی بھی اس کی تجلّی سے آشنا نہ ہوا
نظر کو تنگیِ داماں سے کب گِلہ نہ ہوا
وہ ظلمتوں کے سمندر کو چیرتا ہی گیا
وہ روشنی کا کنول تھا کہ تیرتا ہی گیا

’’باریاب‘‘ میں انور مسعود کی شاعری کا مطمحِ نظر رہا ہے حضورِ اکرم کی حیاتِ طیبہ کے منور گوشوں سے مستنیر ہے جس کا اسلوب بہت سادہ بلکہ سہلِ ممتنع ہے۔ حضورِ اکرم کا مطمحِ نظر کیا تھا، اس کی بڑی مؤثر، دل کش اور سادہ تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے:

وہ چاہتا تھا رہ و رسمِ زندگی بدلے
بگڑ گیا تھا جو اندازِ بندگی بدلے
بھٹک رہا تھا جو اُسلوبِ آگہی بدلے
اسے یہ دھن تھی کہ اندر سے آدمی بدلے

انور مسعود کی نعتیہ شاعری میں ایک پہلو بڑا اہم اور قابلِ تقلید ہے۔ انہوں نے ایک نعتیہ نظم بچوں کے لیے لکھی ہے اور واقعتاً ایسی ہی زبان استعمال کی ہے کہ بچوں کے لیے مفہوم سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ اس نظم میں تلمیحات بھی اس طرح آئی ہیں کہ ان کا مفہوم جاننے میں زیادہ دقت نہ ہو مثلاً

جب وہ سفر پہ جایا کرتے
سر پہ بادل سایہ کرتے
ان کے بول بہاروں جیسے
اور اصحابؓ ستاروں جیسے

علامہ اقبال کے فکری نظام میں ’’عذابِ دانشِ حاضر‘‘ کا ذکر بڑی شد و مد سے ملتا ہے۔ انور مسعود نے اپنے ایک شعر میں اس متن کی تجدید اس طرح کی ہے کہ ’’دانشِ حاضر‘‘ کی تشریح اور اس کی مضرت رسانی کا اظہار ہو گیا ہے ۔

کچل گئی ہے نئی روشنی تو روحوں کو
دلوں کو دانشِ حاضر نے مار ڈالا ہے

انور مسعود نے درج بالا شعر میں دانشِ حاضر کی تخریب کاری کا ذکر کرتے ہوئے اگلے شعر میں ہی دانشِ حاضر کے زہر کا تریاق بھی بتا دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

فروغِ جاں بھی وہاں ہے، فراغِ خاطر بھی
جہاں جہاں بھی تری روشنی کا ہالہ ہے

’’سلسبیل‘‘ کے مصنف ڈاکٹر توصیف تبسم کا نام ادبی دنیا میں جانا پہچانا ہے۔ وہ تحقیق کے میدان کے شہسوار بھی ہیں۔ بچوں کے ادب کے خالق بھی، عام شاعری بھی کرتے ہیں اور حمد و نعت و منقبت بھی کہتے ہیں۔ سلسبیل، جنت

کی ایک نہر کا نام ہے۔ شعراء کو اس نام کے معنوی فیضان سے مسلسل رزق ملتا رہتا ہے جو ان کی نورانی فکر کے اظہار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ جو شعراء کوچہء جاناں کے مجازی آہنگ سے غزل کی انگلی پکڑ کر شاعری کرتے ہوئے میدانِ حقیقت میں پہنچتے ہیں وہ حقائق و معارف کے موتی اس طرح رولتے ہیں کہ ان کی شعری آواز بھی توانا رہتی ہے اور ان کے مذہبی احساسات بھی لطافتوں اور نزہتوں کے ساتھ اظہار میں آجاتے ہیں۔ ڈاکٹر توصیف تبسم کا شمار بھی ایسے ہی شعراء میں ہوتا ہے جو کوچہء غزل سے حلقہء مداحانِ مصطفیٰؐ میں آئے ہیں۔ چنانچہ ان کی شعری اقدار کے بارے میں تو بلا جھجک کہا جا سکتا ہے کہ وہ مکمل طور پر ادبی اسلوب کی حامل ہیں۔ حضورِ اکرمؐ کے مقام و مرتبے کے حوالے سے بہت سے شعراء نے خامہ فرسائی کی ہے۔ توصیف تبسم نے بڑے سلیقے سے وہ مضمون باندھا ہے:

وہ خالق و مخلوق میں اک ربطِ جلی ہے
دھیان اُس کا بھلا کیسے کسی دل سے نکل جائے

ڈاکٹر توصیف تبسم کی نعتیہ شاعری میں آزاد نظم کے پیکر میں نعت بڑی سجی بنی نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر ان کی ایک نظم (جو مدینہ منورہ میں لکھی گئی تھی) کی چند لائنیں ملاحظہ ہوں:

یہاں سے چلو گے
تو رستے میں اک خشک صحرا پڑے گا
تو پھر کیا کرو گے؟
کھجوروں کے اس جھنڈ سے
اس طرف، وہ بہت دور روشن منارہ
منارے کے پہلو میں وہ سبز گنبد
ابھی تک نظر آ رہا ہے!
وہ ہر لحظہ تبدیل ہوتا ہوا اخضری رنگ
نورِ سماوات کا مستقر ہے!
فضا میں فرشتوں کی پرواز کی سرسراہٹ
عجب نغمہء سرمدی ہے! کہ جیسے یہاں
وقت بھی سانس روکے ہوئے چل رہا ہو!
یہ تصویر دل میں سجا لو!
ان انوار سے اپنے سینے کو بھر لو!
یہاں سے چلو گے
تو رستے میں اک دشتِ ظلمت پڑے گا
تو پھر کیا کرو گے! (مُراجعت)

نعتیہ شعری منظر نامے میں، مافیہ (content)، ہیئت (form) اور اسلوب (style) کے امتزاج کی چند مثالوں میں توصیف تبسم کی شاعری کو بھی بلا جھجک رکھا جا سکتا ہے۔

حافظ نور احمد قادری کا شعری مجموعہ ''متاعِ نور'' ایک شعری معجزہ ہے کیوں کہ انہوں نے ۴۱ سال کی عمر میں اچانک شاعری شروع کی اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو حمد و نعت و مناقب اصحابِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اہل اللہ رحمہم اللہ کے لیے وقف کر دیا۔ روضۂ انور پر حاضری کے ہنگام انہوں نے حضورِ پر نور حضرت محمد مصطفیٰؐ کی جناب میں یہ عرض کرتے ہوئے اپنا شعری اندوختہ پیش کیا:

نور کو آپؐ کے در ہی سے ملی ہے توفیق
ہو قبول اس کا یہ دیوان، مدینے والے

''رسائی روشنی تک'' حمیرا راحت کا مجموعۂ نعت ہے۔ جس کا اختصاصی پہلو یہ ہے کہ اس میں شاعرہ نے نسوانی جذبات کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ حمیرا نے عشقِ مصطفیٰؐ کے اظہار میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

شبِ سیاہ مجھے بھی ڈرا رہی تھی مگر
لبوں پہ نام تھا ان کا چراغ ہاتھ میں تھا

حمیرا راحت نے ''سڑک'' کے عنوان سے بھی ایک علامتی نظم لکھی ہے جس میں سڑک کا یہ احساس کہ وہ زائرین کے لیے حضورِ اکرمؐ کے دربار تک رسائی کا ذریعہ بننے کے باوجود خود روضۂ انور سے پہلے ہی معدوم ہو جاتی ہے۔ یہ نظم حمیرا کی تخلیقی ذہانت پر دال ہے۔ نسائی احساسات سے مملو شاعری نے حمیرا راحت کی شاعری کو ایوانِ نعت میں گونجنے والی منفرد آواز بنا دیا ہے۔

ادیب، صحافی اور شاعر سعید بدر کی نظم ''نعت کیا ہے؟'' متعدد رسائل و جرائد میں شائع ہو کر داد وصول کر چکی ہے۔ اس نظم میں شاعر کا تخلیقی اور تنقیدی شعور ضوریز ہے۔ اس نظم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سعید بدر نعت کو کیا سمجھتے ہیں؟ ''عرضِ تمنا'' میں شامل اس نظم کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

نعت توفیقِ خداوندی کا اک اظہار ہے
جس کو یہ نعمت ملے اس کا سفینہ پار ہے
نعت سے تشکیک کے کہسار ہوتے ہیں نگوں
نعت سے تخمین و ظن کے دشت، ویران و زبوں

''دل دل مدینہ'' اور ''عرضِ تمنا''، سعید بدر کی نعتیہ شاعری کے مجموعے ہیں جن میں شاعر کا سوز و گداز قلب، امت کے حال کو بہتر دیکھنے کی آرزو اور دین و بانیٔ دین حضرت محمد مصطفیٰؐ سے محبت جھلکتی ہے۔

رشید امینؔ غزل بھی کہتے ہیں اور حمد و نعت بھی۔ ''حدِ ادراک سے آگے'' ان کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے۔ جس میں مدحتِ مصطفیٰؐ سے شاعر کا خلوص منعکس ہے۔ مذکورہ کتاب میں غزلیہ طور سے لکھی گئی نعتوں میں اظہار کی سلیقہ مندی اور بیان کی سادگی کے باعث کچھ ایسے اشعار بھی وارد ہو گئے ہیں جن کو سہلِ ممتنع کا درجہ حاصل ہے...... مثلاً

نعت گوئی کا سلیقہ تو نہیں مجھ میں امینؔ
میں نے لفظوں میں پرو دی ہے محبت انؐ کی

اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کی معیت میں حضورِ پر نور رحمت للعالمینؐ پر درود بھیج رہا ہے اور اہلِ ایمان کو بھی درود و سلام بھیجنے کا حکم دے رہا ہے۔ نعتیہ شاعری بھی حضورِ اکرمؐ پر درود بھیجنے ہی کی ایک شکل ہے اس لیے رب تعالیٰ کی

سنت ادا کرنے کا بڑا ذریعہ بھی یہی ہے۔

بزرگ شاعر مہر وجدانی نے ۱۹۴۵ء سے شعر وادب کی دنیا میں قدم رکھا اور تاحینِ حیات علم وادب کی خدمت میں مصروف رہے۔ اردو اور انگریزی زبان میں، مہر وجدانی کی، درسی اور اخلاقی نوعیت کی تقریباً ایک سو کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ''رحمتِ عالمینؐ'' (نعتیہ کلام) ان کی کثیر اللسانی سوجھ بوجھ کا آئینہ ہے۔ اس میں فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں نعتیہ شاعری کی گئی ہے۔

قدم قدم پہ رہے، مہرؔ پیروی رسول
ثبوت عشق کا ممکن نہیں، وفا کے بغیر

مہر وجدانی نے، صاحبِ قرآنؐ کی حیاتِ طیبہ کے 63 سال کے عنوان سے 63 قطعات پر مشتمل ایک نظم بھی کہی ہے۔ آخری قطعہ ملاحظہ ہو:

رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کو خود بے تاب تھے حضرت
بشر تھے، اس لیے کچھ روز ان کو بھی بخار آیا
اسی حالت میں اپنے رب کی خدمت میں ہوئے حاضر
تریسٹھ سال کی تھی عمر جس دم پردہ فرمایا

پروفیسر محمد طاہرؔ صدیقی نے اپنے مجموعہ نعت ''اعزازِ حضوری'' میں اسوۂ رسولؐ کی ہمہ جہت اور ہمہ زماں استمراری شان اجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔ مثلاً

دورِ جدید اور نہ دورِ قدیم میں
ہر لحہ ہم ہیں عہدِ رسولِ کریمؐ میں

یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ شاعر نے کوئی خیال کس خوبصورتی سے فنی دروبست اور تازہ کاری کے ساتھ شعری پیکر میں ڈھالا ہے۔ شاعرِ ''اعزازِ حضوری'' نے اہم موضوعات پر اچھے شعر کہے ہیں۔ کتاب میں ایک قصیدہ بہت عمدہ ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

معلوم کو تحقیق کی میزان پہ لاکر
لکھتا ہے سراپائے شہِ ساقیِ کوثر

سبطین شاہجہانی کا نعتیہ مجموعہ ''قلزمِ انوار'' اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس میں محسن کاکوروی کی طرح ثنا طیبہ لہجے کی کھنک موجود ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمایئے جن میں مابعد حاضری وحضوری کی کیفیات جلوہ فگن ہیں:

جلوؤں سے فیضیاب ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں
مہتاب و آفتاب ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

شاعر کو شہرِ نبیؐ میں جو سرشاری، آسودگی اور قلبی سکینت میسر آئی اس کا بیان کسی ایک نعتیہ غزل کے بجائے اس نے مختلف لہجوں اور مختلف قافیوں کی غزل کہہ کر کیا۔ شہرِ نبی کی حاضری کا یہ منظر بھی ملاحظہ فرمایئے:

رنگوں کی آبشار ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں
صد رشک لالہ زار ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

نشاطیہ لہجے والی شاعری میں بحروں کا انتخاب ترنم ریزی کے حوالے سے ہوتا ہے سبطین شاہجہانی کی تخلیقی دانش کا حصہ بننے والی بیشتر بحریں مترنم ہیں۔

نعتیہ شاعری کے فروغ میں عملاً حصہ لینے والے اہلِ قلم میں ماہنامہ فیض الاسلام، راولپنڈی، کے مدیر، محقق اور شاعر قمر رعینی کا نام نمایاں ہے۔ انہوں نے ”تذکرۂ نعت گویانِ راولپنڈی، اسلام آباد“ لکھ کر نعتیہ ادب سے شغف کا عملی مظاہرہ کیا اور پھر ”ولائے رسولؐ“ کے نام سے اپنا نعتیہ کلام پیش کیا۔ قمر رعینی کے نعتیہ کلام میں حبِ رسولؐ کا اظہار بڑے فنی رچاؤ اور زبان و بیان کے قابلِ قدر معیار کے ساتھ ہوا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

پھر مجھے روضۂ اطہر سے بلاوا آیا
آیا آیا مرے سرکار میں آیا آیا

زبان کے سادہ اور پرکار استعمال، استادانہ قدرتِ کلام، بیان کی رعنائی اور توانا آواز نے قمر رعینی کی شاعری کو جداگانہ اسلوب عطا کر دیا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ نعتیہ ادب میں قمر رعینی کی آواز اپنی ایک الگ پہچان رکھتی ہے۔

”ارمغانِ جمیل“، جمیل نقوی کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ ان کی شاعری میں غزلیہ طرز پر لکھی ہوئی نعتوں میں نظم کی سی تنظیم پائی جاتی ہے جس کے باعث غزل کو غزلِ مسلسل کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ کہیں کہیں انہوں نے غزل کو نظم کا روپ دینے کے لیے خود ہی ایک مصرع اضافی کہہ دیا ہے تا کہ تاثر کی وحدت قائم رہے۔ شعر دیکھیے:

محمدِ عربی رہنمائے خیرِ سُبُل
جمالِ صدق بھی ہو مظہرِ صداقت بھی
جمیلؔ مدحتِ محبوب لا شریک لہٗ
ہمارا ہدیۂ الفت بھی ہے عبادت بھی

کلام سے پختگی اور بین السطور عشق کی تڑپ محسوس ہو رہی ہے۔ الفاظ کا استعمال زبان پر قدرت کا آئینہ دار ہے اور اظہار کی طرفگی مشق و مزاولت کی عکاس۔ نعتیہ شاعری کے لیے شاعر کو جن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے جمیل نقوی میں وہ تمام اوصاف بدرجہ کمال موجود ہیں۔ سچ ہے

ع یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے!

نعت، موضوعاتی سخن ہونے کی وجہ سے ہر صنفِ شاعری کے ظرف میں ڈھالی جا سکتی ہے اس لیے شعراء نے بھی نعتیہ متن (text) کے لیے کسی خاص صنفی ہیئت کی پابندی قبول نہیں کی ہے۔ سید شمس الحق بخاری قادری قدیری شمس نے ”مثنوی جمالِ محمدؐ“ میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ یہ مثنوی بڑی رواں دواں بحر میں ہے اور سہلِ ممتنع کی مثال ہے۔

خدا نے کہا آپؐ کی شان میں
دلیل اس کی موجود قرآن میں
ملائک تمام اور ربِ ودود
سبھی بھیجتے ہیں نبیؐ پر درود

پوری مثنوی تقریباً نوسواسی (980) ابیات پر مشتمل ہے۔ جو حمد سے شروع ہو کر دعائیہ اشعار پر ختم ہوتی ہے۔ (شمس، جمالِ محمدؐ، کراچی، ۱۹۹۱ء)

بشیر حسین ناظم اردو، فارسی، عربی، انگریزی اور پنجابی زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ ان کی زبان دانی کا بڑا شہرہ تھا۔ زبان کو خالص دیکھنا چاہتے تھے۔ اردو شاعری ذرا مشکل زبان میں ہوتی تھی لیکن گنجینۂ معنی کا طلسم بھی اس میں پوشیدہ ہوتا تھا۔ غالب کی زمینوں میں ان کی طبع آزمائی کا نقش "جمالِ جہاں فروز" کی شکل میں ظہور پذیر ہوا۔ چند اشعار دیکھیے:

حسنِ کلامؐ حسنِ عملؐ حسنِ خُلق کی
تکلیفؐ بن کے مردِ مسلماں اٹھایئے
فسق و فجور و اثم و خطاؐ جرم کے خلاف
تمکین و زور و جوش سے طوفاں اٹھایئے

قمر وارثی نے شمس الضحیٰ (۱۹۸۶ء)، کہف الوریٰ (۱۹۹۵ء) اور "حرم سے حرم تک" (۲۰۰۸ء) میں نعتیہ شاعری کا انوکھا تجربہ کیا ہے۔ انہوں نے طویل ردیفوں کو جزو ہنر بنایا ہے اور اس خوبی کے ساتھ کہ نعت کا آہنگ مدیح خیر الوریٰ کے شعری اور شرعی تقاضوں سے ہم کنار ہی رہا۔

ہیں رہ طیبہ میں کب سے ہم سفر، میں اور چراغ
نہیں رکھتے سرور و کیف کی حد مل کے آپس میں
کہ لب جس وقت کہتے ہیں محمدؐ مل کے آپس میں

طویل ردیفوں کو جدید شعری منظر نامے کا حصہ بنانے کی جو کوشش عام شاعری کے دلدادہ شعرائے کرام نے کی اور جس خوبصورتی سے طویل ردیفوں کے استعمال کو عصری تقاضوں اور ادبی دھاروں سے ملایا اس کی مثالیں ہمیں احمد فراز کے ہاں بھی ملتی ہیں اور چند دیگر شعراء نے بھی اس ضمن میں جمالِ فن دکھایا ہے۔ قمر وارثی کی یہ کوشش ایک جداگانہ اور انتہائی درجہ مقدس صنفِ سخن "نعت" کے ضمن میں ہوئی ہے۔ کیا زمیں کیا آسماں، میں اور چراغ، مل کے آپس میں، چاندنی چاندنی کہکشاں کہکشاں، قلب وجاں کے دیے، کے دروازے کھلے وغیرہ ردیفوں کو ہنر مندی کے ساتھ نباہنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

میرا بنیادی مقدمہ یا Thesis یہ ہے کہ بیش تر شعرا تخلیق نعت میں اپنا وہ لہجہ بھی برقرار نہیں رکھ پاتے جو عام شاعری میں یا تو ان کی پہچان بن چکا ہوتا ہے یا کم از کم عصری میلانات اور ایک مخصوص شعری رویئے کا عکاس کہا جا سکتا ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں جن کا ذکر یہاں طولِ کلام کا باعث ہوگا۔ البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ بیش تر شعرا نعت گوئی میں نعت کے مافیہ (Content) کو جزو ہنر نہیں بنا پاتے کیوں کہ یہ موضوع ان کی تخلیقی دانش کا حصہ نہیں ہوتا۔ لیکن یہ کوئی کلیہ بھی نہیں ہے، بہت سے ایسے شاعر بھی ہیں جو نعت بھی فنی شعور کے ساتھ کہتے ہیں اور اس طرح مدحتِ مصطفیٰؐ کو اپنی تخلیقی دانش کا حصہ بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جاذب قریشی کی کتاب "پہچان" میں شامل نعتوں کے مطالعے سے بھی یہی تاثر ملتا ہے۔

دشمن لہو کو امن کی پوشاک کر دیا
خنجر تمام توڑ دیئے انتقام کے
لہجے عداوتوں کے وہ منسوخ کر گئے
آواز کو سکھائے ہنر احترام کے

پاکستان میں جب نعتیہ شاعری کا غلغلہ ہوا تو اس فنِ شریف کی آبیاری کرنے والے شعراء نے موضوع کی عظمت کو شعری رفعتوں سے آشنا کرنے کے لیے غالب کی زمینوں میں نعتیں کہہ کر نعتیہ شاعری کو شاعری کے اعلیٰ نمونوں سے ہم کنار کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ متعدد نعتیہ مجموعے اس رجحان کی عکاسی کے مظہر بن کر منصۂ شہود پر آئے۔ ساجد اسدی نے غالباً سب سے پہلے غالب کے پورے دیوان کی غزلوں پر نعتیہ غزلیں کہیں اور ''پیغامِ مغفرت'' کے تاریخی نام سے شائع کیں۔ پیغامِ مغفرت کے اعداد ۱۹۷۵ء ہیں۔ اس مجموعے کا دوسرا نام ''مخزنِ نعتِ مقبول'' ہے جس کے اعداد ہجری سن ۱۳۹۵ھ کے غماز ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

اک ناتواں ہوں بوجھ ہے مجھ پر گناہ کا
طالب ہوں میں حضورؐ کرم کی نگاہ کا
وعدۂ لا تقنطوا، جھٹلائیں کا؟
رحم سے مایوس ہم ہو جائیں کیا؟

غالب کی زمینوں میں نعت کی آبیاری کرنے میں ساجد اسدی نے پہل کی تو ان کے بعد متعدد شعراء نے اس روش کو اپنایا۔ ایاز صدیقی نے بڑے فنی رچاؤ اور شعری اسلوب کی دلکشی کے ساتھ غالب کی ۹۲ غزلوں کی طرحوں پر نعتیں کہیں اور خوب کہیں۔ ان کے ہاں غالب کے مصرعوں پر گرہ لگانے کا انداز اس قدر کامیاب ہے کہ معلوم ہوتا ہے اگر غالب بھی اپنے ان مصرعوں کو نعتیہ شکل دینا چاہتا تو شاید اس سے زیادہ خوبصورت انداز و اسلوب اختیار نہیں کر سکتا تھا۔

غالب کی غزلوں کے مصرعے اس خوبصورتی سے استعمال کر کے ایاز صدیقی نے ثابت کر دیا کہ کسی بھی خیال کا قبلہ کس طرح درست کیا جا سکتا ہے۔ غالب کے جو مصرعے نعتیہ مضمون کی بُنت کے کام آئے ہیں ان کی شعری تشکیل جن مصارع سے مل کر ہوئی تھی ان کو دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ یہ مصرعے نعت کی تخلیق میں بھی کام آ سکتے ہیں۔ اب چند اور شعر دیکھیے جن میں بحر قوافی اور ردیف تو غالب کی غزلوں سے مستعار ہیں لیکن متن (text) اور اسلوب (style) ایاز صدیقی ہی کا ہے:

میرے ہاتھوں میں بیاضِ نعت کا شیرازہ تھا
رات اک امی لقب کا فیض بے اندازہ تھا

غالب کی زمینوں میں نعت کہنے کی کوشش بشیر حسین ناظم اور راغب مراد آبادی نے بھی کی تھی۔ ناظم کی شاعری کے نمونے ہم نے کہیں نقل کر دیے ہیں۔ راغب کا مجموعہ فی الحال سامنے نہیں ہے۔

غالب کی فارسی غزل ؏ حق جلوہ گر ز طرز بیانِ محمدؐ است ...... پر بھی اردو اور فارسی میں بہت سی نعتیں کہی گئی ہیں۔ حد ہے کہ تجمل حسین خاں کے لیے کہے گئے قصیدے میں جو لا جواب شعر وارد ہوا تھا

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

اس شعر کو بھی لوگوں نے نعتیہ شعر تصور کیا اور اس پر کئی تضامین لکھ ڈالیں۔ ناصر کاظمی اور عبدالعزیز خالد نے کمال کی تضامین کہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یہ کون طائرِ سدرہ سے ہم کلام آیا
جہانِ خاک کو پھر عرش کا سلام آیا
جبیں بھی سجدہ طلب ہے یہ کیا مقام آیا
"زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے"

(ناصر کاظمی، نعت رنگ شمارہ ۱۲، کراچی)

سخنوری کے سفر میں یہ کیا مقام آیا
صریرِ خامہ سے آوازۂ سلام آیا
جو رزقِ دل تھا وہی سوزِ عشق کام آیا
"زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے"

(عبدالعزیز خالد، نعت رنگ شمارہ ۱۲، کراچی)

پاکستان میں نعتیہ ادب کی رفتار کا سال بہ سال جائزہ لینے کی روایت حفیظ تائب مرحوم نے قائم کی تھی۔ راجا رشید محمود، غوث میاں، چودھری محمد یوسف ورک قادری اور طاہر قریشی وغیرہم نے نعتیہ کتب کی فہرستیں تیار کی ہیں۔ ان تمام فہرستوں کے اندراجات کی روشنی میں دیکھا جائے تو نعتیہ مجموعوں، نعتیہ انتخابوں، نعت سے متعلق تحقیقی و تنقیدی کتب اور رسائل کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ظاہر ہے اس مقالے میں نہ تو اس قدر ادبی سرمائے کی کھپت ممکن ہے اور نہ ہی وقت اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ تمام نعتیہ ادب کا احاطہ کیا جائے۔ اس لیے نعتیہ مجموعوں سے ایک ایک شعر نقل کر کے زیادہ سے زیادہ صاحبانِ کتب کا ذکر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قربان کروں ان پہ دانائی زمانے کی
جو عشقِ محمد میں، فیروز، دوانے ہیں

(محمد فیروز شاہ، باوضو آرزو، میانوالی)

جلوہ فرما ہیں نظر میں چار یارانِ رسولؐ
کر رہے ہیں اس طرح سیرِ گلستانِ رسولؐ

(کلیاتِ عنبر شاہ وارثی، کراچی)

تیرے عدو کی زندگی موت ہے زندگی نہیں
تیرے شہیدِ ناز کی مرگ بھی داخلِ حیات

(واماندگیِ شوق، منذر صابری، اٹک)

آپ ہی غزوات میں ہر کامیابی کی دلیل
اور امن و آشتی کی بھی علامت آپؐ ہیں
(مقبول نقش، حرفِ ثبات، کراچی)

مجھے کو مرنے میں بھی جینے کا قرینہ چاہیے
لطفِ محبوبِ خدا خاکِ مدینہ چاہیے
(عارف اکبرآبادی، فردوسِ آرزو، کراچی)

نعت کہتا بھی ہوں نعت پڑھتا بھی ہوں
ہے مرے لب پہ صلِ علیٰ ہر گھڑی
(عزیزالدین خاکی القادری، ذکرِ صلِ علیٰ، کراچی)

سر کے بل جیسے کوئی جائے مدینہ حیرتؔ
درِ طیبہ میں قدم ایسے ادب سے رکھنا
(حیرت الہ آبادی، نورِ بے مثال، کراچی)

ضبطِ تحریر میں آئیں گے کہاں آپ کے وصف
میں بھلا آپؐ کی لکھ پاؤں گا مدحت کیسی
(علی احمد قمرؔ، زنجبیل، اسلام آباد)

وجود ان کا وجودِ جہاں کا باعث ہے
وہ اک گلاب ہر اک گلستاں کا باعث ہے
(نسرین گُل، تیرا وجود الکتاب، لاہور)

جلوۂ حسنِ قدرت پہ بے حد درود
مہرِ فاراں کی زینت پہ بے حد درود
(عبدالغفار حافظ، تضمین بر سلامِ امام احمد رضاؒ)

درود اس پر کہ آدابِ شریعت جس نے سکھلائے
درود اس پر کہ اسرارِ حقائق جس نے سمجھائے
(تضمین بر کلام رعنا اکبرآبادی) (حافظ عبدالغفار حافظؔ، بہشتِ تضامین، کراچی)

یہ آرزو ہے کہ ہوجاؤں میں نثارِ حبیب
مگر دکھائے تو قسمت کبھی دیارِ حبیب
(وسیمؔ فاضلی، روشنی کا سفر، کراچی)

مجھے تو اس زمیں کو دیکھ کر ہی پیار آتا ہے
یہاں کے ذرے ذرے نے مرے آقا کو دیکھا ہے
(ریحانہ تبسم فاضلی، مہکتے حرف، کراچی)

محمد مصطفیٰ کا نام جس دل میں نہ ہو روشن
منور اس کی قسمت کا ستارا ہو نہیں سکتا
(ریاض ندیم نیازی، خوشبو تری جوئے کرم، سبی)

باعثِ رشک بنی ہے مری قسمت لوگو
کیسا اعزاز ہے اس نام سے نسبت لوگو
(عبدالعلیم کے طالبؔ، یااللہ یارسول اللہ، کراچی)

تھی نہاں خواب گہہِ کن میں ابھی رحمتِ حق
دستِ قدرت نے نہ چھیڑا تھا ابھی سازِ ازل
(ساحرؔ لکھنوی، صحیفۂ مدحت، کراچی)

قصد کر شہرِ مدینہ کی طرف پرواز کا
تیری آنکھوں میں اتر آئیں گے طائر رنگ و نور
(طاہر سلطانی، نعت میری زندگی، کراچی)

یہ چراغ مدحتِ شاہِ رسلؐ کا فیض ہے
جس نے بخشی ہے مجھے قلب و نظر کی روشنی
(رشید وارثی، خوشبوئے التفات، کراچی)

اترا ہے دل میں نقشِ کفِ پا حضور کا
رفتار کہہ رہی ہے مسلسل نبیؐ نبیؐ
(شیخ عبدالعزیز دباغ، مطافِ نعت، لاہور)

رہِ حیات میں اے کاش وہ مقام آئے
مجھے حضور کی جانب سے پھر پیام آئے
(صغریٰ فاطمہ نصیر، صدائے روح، راولپنڈی)

مرضیء حق تھی کہ یہ نور زمیں پر بھی رہے
لا مکاں سے مرے سرکارؐ مکاں تک آئے
(حسن اکبر کمالؔ، التجا، کراچی)

ہم سے عاصی لوگوں کو آسرا محمدؐ کا
واسطے سہارے کے در کھلا محمدؐ کا
(منظر پھلوری، ارحمِ عالم، ٹوبہ ٹیک سنگھ)

جس کا محور ہو ذاتِ رسول
ایسی فکرِ رسا مانگیے
(منظر عارفیؔ، اللہ کی سنت، کراچی)

علمِ حقیقت ان کی بدولت
اور انھیں سے معجزۂ فن
(نظرؔ لکھنوی، لمعاتِ نظر، اسلام آباد)

ایک وہ شب تھی کہ ہوا پڑا دہلیز بدر
ایک یہ دن ہے کہ دنیا تری دہلیز پہ ہے
(ماجدؔ خلیل، روشنی ہی روشنی، کراچی)

وہ دو جہاں میں خدا کی ہیں منفرد تخلیق
انھیؐ کے ذکر سے خلقِ خدا کی بات کرو
(محسنؔ علوی، یہی قصرِ دل کی اذان ہے، کراچی)

حسنِ سرکارؐ کی تعبیر نہیں ہوسکتی
یہ وہ صورت ہے جو تصویر نہیں ہوسکتی
(قیصرؔ نجفی، رب آشنا، کراچی)

خوشبو کو بہر رنگ بقا دیتی ہے
مرجھائے ہوئے پھول کھلا دیتی ہے
کرتے ہیں کرم جس پہ شہِ کون و مکاں
بخشش اسے سینے سے لگا لیتی ہے
(محبوب الٰہی عطا، چرخِ اطلس، نعتیہ رباعیات، لاہور)

اس کا ہر لمحہ عبادت، اس کی ہر ساعت لطیف
دے جسے طیبہ مئے توحید پینے کی نوید
(مشفقؔ بنارسی، حرفِ عطائے خاص، کراچی)

خدا کے بعد نام آتا ہے ان کا
فضیلت کا یہ قصہ مختصر ہے
(مبارک مونگیری، ذکرِ ارفع، کراچی)

آپؐ ہیں اول نبیؐ آخر نبیؐ حق یا نبیؐ
ہم دلائل سے یہ کہتے ہیں محمد مصطفیٰ
(خورشیدؔ خاور امروہوی، نوشۂ سخن، کراچی)

ادب کر ادب اے نگاہِ تمنا
کہاں میں کہاں حسنِ روئے محمدؐ
(حسنؔ زیدی، کیفِ دوام، اسلام آباد)

ملی نجات جو آئی قضا مدینے میں
گناہ ڈوب گئے موت کے پسینے میں
(مولانا جامی بدایونی، زادِ آخرت، کراچی)

ہر اک شے کیوں نہ دیکھی ہو کہ ہے یہ کائنات ان کی
گواہی ہیں خدا کی ذات پر ساری صفات ان کی
(منصور ملتانی، مُرسل ومُرسَل، کراچی)

وہ بے مثال ہیں اختر مثال کس سے دوں
گلاب ان کا پسینہ ہے وہ گلاب نہیں
(اختر اندوری فدائی، یا رسولؐ عربی، کراچی)

سرکارؐ مدینے میں
سردارؐ مدینے میں
(فقیر مصطفےٰ امیرؔ، شہر جمال ونور، فیصل آباد)

جہاں میں چار سو نورِ محمدؐ کی ضیا پھیلی
اُجالوں کے سفیر آئے زمانوں کے امام آئے

(انور بابر، حرفِ وفا، لاہور)

سب ہی صداقتوں کے پیمبر ہوئے ہیں آپؐ
ہر اک جہان کے لیے رہبر ہوئے ہیں آپؐ
(محمد ساجد ڈھلوں نوری، معراجِ محبت، لاہور)

آپؐ کا ہی تھا حوصلہ آقاؐ
کتنا مشکل تھا راستہ آقاؐ
(ڈاکٹر محمد فاروق بھٹی، ذکرِ رسولؐ، فیصل آباد)

سب ہیں آپؐ کے مدح سرا
انس و ملک، حور و غلمان
(منیر احمد منیرؔ، راستے مدینے کے، فیصل آباد)

انہی کے شہر کا جلوہ انہی کے شہر کی حسرت
یہ چشم و دل مجھے کتنے حسیں معلوم ہوتے ہیں
(خمار فاروقی، مکارمِ اخلاق، کراچی)

یہ مسلماں سے نعیمؔ اصرار ہے
دین کی دولت فقط کردار ہے
(محمد نعیمؔ انصاری، ندائے نعیم، کراچی)

مدینہ جاتے ہوئے راستوں پہ ہو کے نثار
غبار بن کے مرا کل وجود کھو جائے
(نیلم شعیب، وسیلہ، ساہیوال)

آپؐ کے دم قدم سے جہالت مٹی
مصدرِ آگہی! آگہی آپؐ سے
(جمشید کمبوہ، سفرِ نعت، پاک پتن)

لفظ بھی نام و نسب رکھتے ہیں یہ جان رکھو!
مدح کرنی ہے تو ہر لفظ کی پہچان رکھو!
(واجد امیر، اِذن، لاہور)

بھر دیتے ہیں ہر جھولی گل ہائے محبت سے
مجھ پر ہی نہیں ان کا وا باب کرم تنہا
(سعید اکرم، لوح بھی تو قلم بھی تو، چکوال)

مجھے بھی آرزو ہے زندگی کی
درِ احمدؐ پہ مرنا چاہتا ہوں
(سید معراج جامیؔ، معراجِ عقیدت، کراچی)

مجھ سے کسی نے جب کہا حشر پہ ہے یقین کیوں
قولِ رسولؐ پاک کا پڑھ کے بتا دیا کہ یوں
(امان خان دل، شہِ لولاکؐ، کراچی)

یہاں بھی وجہِ بقا آپؐ کی شریعت ہے
وہاں بھی اِذنِ شفاعت سے سا لمیت ہے
(احمد وسیم شیخ، اک اک آنسو نعت ہوا، بورے والا)

میں جو پلکوں پہ سجاتا ہوں تری یاد کا دیپ
وہ مرے درد کا معصوم نشاں ہوتا ہے
(پیرزادہ نور علی شکوری، حرفِ تمنا، چکوال)

جس نے سب و شتم پر بھی دی ہے دعا
پیکرِ عفو و احساں ہمارا نبی
(قاضی عبدالدائم دائمؔ، سید البشرؐ، گوجرانوالہ)

یٰس درِ دنداں کی توصیف میں آئی ہے
والشمس نے عارض کی تعریف سنائی ہے
(سید حبیب احمد محسنی نقشبندی مجددی، برقِ نورؐ، کراچی)

آپؐ کے نورِ یقیں سے جی اٹھے مردہ چراغ
ناتوانوں کے ارادوں کو توانائی ملی

(بشیر رحمانی، بشارتیں، لاہور)

ہمیشہ بخشش کی فکر ہوتی کبھی مداوائے غم نہ ہوتا
گناہ گاروں پہ یا محمدؐ اگر تمہارا کرم نہ ہوتا

(پُرنم الٰہ آبادی، عشقِ محمدؐ، کراچی)

سچ تو یہ ہے آپؐ کے نقشِ قدم کو چھوڑ کر
منزلِ وحدت کا کوئی راستہ ملتا نہیں

(وقار عظیمی، وسیلہ، کراچی)

مرے حال پہ مری فکر پہ نہ ہوں کیسے عام نوازشیں
میں گدائے کوئے حضورؐ ہوں سو ہیں گام گام نوازشیں

(سجاد سخن، حاضری اور حضوری، کراچی)

شہرِ نبیؐ کی سمت ہو چلنے کا اہتمام
افکارِ منتشر کو چلو یوں بہم کریں

(سجاد مرزا، چراغِ آرزو، گوجرانوالہ)

خوشبو صفت مزاج، تبسم جلیس رُخ
شیریں سخن نبیؐ ہے، منور خصال ہے

(گستاخ بخاری، مدحِ ممدوحِ خدا، فیصل آباد)

آپؐ آئے تو کافور ہوئی کفر کی ظلمت
وحدانیتِ حق کا یہاں پھیل گیا نور

(عثمان قیصر، جلال سے جمال تک، کراچی)

سینۂ ہستی روشن روشن کاہکشاں ہے جگمگ جگمگ
ماہِ مدینہ تیری ضیا سے سارا جہاں ہے جگمگ جگمگ

(قمر انجم، حسنت جمیع خصالہٖ، کراچی)

نورِ حق کائنات کا مطلوب
پیکرِ عظمتِ دوام آیا

(محمد کمال اظہر، حرفِ عقیدت، لاہور)

جب درودوں کی خنک شبنم سے دھلتی ہے زباں
لب تو لب ہیں پھول کی صورت نکھر جاتا ہے دل

(سہیل غازی پوری، حمد و نعت، کراچی)

سوچتا تھا میں قلم کا حق ادا کیسے کروں
غیب سے آئی ندا نعتِ رسولؐ پاک لکھ
(وقار احمد وقار صدیقی، نقشِ کفِ پا، کراچی)

بیدار ہوں یا خواب کے عالم میں ہوں آقاؐ
ہر وقت ہیں سب کے نگراں سرورِ عالمؐ
(سراج الدین سراجؔ، چراغِ مصطفویؐ، کراچی)

نگاہِ لطف و کرم ہم پہ بھی سرِ محشر
کہ آنجنابؐ کے مدحت نگار ہم بھی ہیں
(پیر سید غلام قطب الحق گیلانی، گولڑہ شریف)

محبت میں اطاعت ہے، اطاعت میں محبت ہے
مرا سرمایۂ ہستی مرے آقاؐ کی سنت ہے
(اقبال حیدر، لاریب، کراچی)

طیبہ کا عزم ہونٹوں پہ صلِ علیٰ کا ورد
میں اور میرے ساتھ ہے اک کاروانِ شوق
(محرابؔ تو حید، امین راحت چغتائی، راولپنڈی)

ثنا ہو کس طرح مخلوقِ اولیں مجھ سے
کلامِ خالقِ کونین تیری شان میں ہے
(نعیم تقویؔ، بصیرت، کراچی)

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا مدینے کی
مہکی مہکی فضا مدینے کی
(محمد الیاس عطارؔ قادری، مغیلانِ مدینہ، کراچی)

زمانے بھر میں اجالا ہی اور کوئی نہیں
کہ انؐ کے نور کا ہالا ہی اور کوئی نہیں
(نسیم سحر، یہ جو سلسلے ہیں کلام کے، راولپنڈی)

روشن روشن حرفوں میں ہے عکس ترا
سورج، جگنو، چاند، ستارا تیرا نام
(جاوید اقبال ستار، رحمتِ بیکراں)

نہیں مخلوق میں ثانی ہے کوئی ذاتِ احمدؐ کا
احد کے بعد احمدؐ مجتبیٰ کی ذات مفرد ہے
(انوارِ حرا، تنویر پھول، کراچی)

یہیں سے روشنی پائی سبھی بے نور قدروں نے
اسی کے فیض سے مشرق سے مغرب تک اجالا ہے

(حسن رضوی)

اسے کوئی کیوں کر بھلا رنج و غم ہو
سہارا ہی جس کا نبیؐ کا کرم ہو

(شفیق احمد فاروقی، سلامُ ربی علیٰ نبیؐ، فیصل آباد)

کس کو یارا ہے پیمبرؐ کی ثنا خوانی کرے
ہاں مگر جتنی خدا توفیق ارزانی کرے

(محمد حنیف نازش قادری، کاموکے ضلع گوجرانوالہ)

ایک امی اور اتالیقِ جہانِ آگہی
علم و دانش کی علامت رحمۃ للعالمیں

(ہما صدیقی، فتوحاتِ اسلام، کراچی)

دھنک خوشبو ہوا پھیلی ہے ہر سو
مدینے کی ہوا پھیلی ہے ہر سو

(احمد خیال، نفس نفس خوشبو، کراچی)

سلام ان پر کہ جن کی اک نظر گر شاملِ غم ہو
تو پھر دشواریِ شامِ گراں کم ہوتی جاتی ہے

(فضلِ حق، مہرِ عرب، لاہور)

ان کو دل میں بسا لیا ہم نے
دل مدینہ بنا لیا ہم نے

(سکندر لکھنوی، سحابِ رحمت، کراچی)

روشنی کی ہے نگاہوں کو تلاش
آسرا ہے آپؐ کا شمس الضحیٰ

(لطیف اثر، صحیفۂ نور، کراچی)

محمدؐ مقصدِ تخلیق ہے ساری خدائی کا
محمدؐ دہر میں مظہر ہے شانِ کبریائی کا

(اختر بجنوری، مضرابِ جاں، کراچی)

سلسلے سوچ کے طیبہ سے ملائے جائیں
مدحِ سرکارؐ کے پھر پھول کھلائے جائیں

(رضاءاللہ حیدر، مدینہ یاد آتا ہے، لاہور)

دیکھیے گر دیدۂ بینا سے فرشِ خاک پر
جلوہ گاہِ لا مکاں ہے آستانِ مصطفیٰؐ

(سید خورشید انور علی انورؔ، خورشید، کراچی)

جن کی مٹھی میں ہے کونین کی دولت احسنؔ!
ان کے دربار میں جاتا ہوں گدا کی صورت

(جاوید احسنؔ، لوحِ شفاعت، ڈیرہ غازی خان)

دیکھیے خود میں عکسِ سیرتِ پاک
اک طرف اپنا آئینہ رکھیے

(شفیق الدین شارقؔ، نزول، کراچی)

آخر میں اپنے تین نعتیہ مجموعوں سے ایک ایک شعر نقل کر کے اپنی حاضری لگوانا چاہتا ہوں:

تڑپ تو رکھتا ہوں زادِ سفر نہیں رکھتا
کرم حضورؐ! کہ میں بال و پر نہیں رکھتا

……

شاعری جز مدحِ آقاؐ بر محل ہوتی نہیں
جب سے میں نے نعت پر سوچا، غزل ہوتی نہیں

……

جس فضا میں مرے آقاؐ کی صدائیں گونجیں
ہے وہ نفحاتِ تکلم سے معطر اب تک

(کرم و نجات کا سلسلہ، شہپرِ توفیق، امید طیبہ رسی، عزیز احسنؔ، کراچی)

جن شعرا کی توجہ شاعری کے ہمہ رنگ دھارے کی طرف ہے اور جو عام شاعری (General Poetry) میں اپنی ساکھ قائم کر چکے ہیں وہ جب نعتیہ شاعری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اس میدان میں بھی شاعری کے حوالے سے فن کے اچھے نقوش بنانا چاہتے ہیں اور خاصی حد تک کامیاب رہتے ہیں۔ ایسے شعرا کی نعتیں کمیت (Quantity) کے اعتبار سے قلیل ہونے کے باوجود کیفیت (Quality) کے لحاظ سے وقیع ہوتی ہیں۔ ایسے شعرا کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لیے صرف چند شعرا کا کلام نمونے کے طور پر پیش کر کے ایک عمومی تاثر قائم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ شاعری ذائقے کے اعتبار سے ذرا مختلف ہے:

چل رہے ہیں جس پہ ہم یہ راستہ اُن کا نہیں
سنت و پیغامِ ختم المرسلیں کچھ اور ہے

(انوار عزمی)

کس نے موجوں سے سنا ذکرِ محمدؐ سورج
کس سفینے کے مقدر میں اچھالا آیا؟

(سورج نرائن، کوہاٹ)

دفاع و انتظام و عدل یا قانون سازی ہو
صلوٰۃ و صوم کے مانند حکماً یہ عبادت ہے

(علامہ رزمی جے پوری، حیدرآباد)

نہیں کہ تجھ کو بشر ہی سلام کرتے ہیں
شجر حجر بھی ترا احترام کرتے ہیں

(شاہ حسن عطا)

اللہ اللہ میری قسمت، ایسا رتبہ اور میں
جاگتی آنکھوں سے دیکھوں خواب طیبہ اور میں

(سرور بارہ بنکوی)

ثبوت حق کی جو دانش وروں سے بات ہوئی
تو اتفاق کا نکتہ انہیںؐ کی ذات ہوئی

(شبنم رومانی)

وہ ذاتؐ شہرِ علم تو ہم طالبان علم
ہم ذرہ ہائے خاک ہیں وہ آسمان علم

(حمایت علی شاعر)

شان انؐ کی سوچیے اور سوچ میں کھو جایئے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہو جایئے

(خورشید رضوی)

نبیؐ کے در پہ پہنچ کے خود کو مثال کرتی ہیں میری آنکھیں
کمال رحمت کو دیکھتی ہیں، کمال کرتی ہیں میری آنکھیں

(شاعر لکھنوی)

جلوۂ عارض نبیؐ رشک جمال یوسفی
سینہ بہ سینہ، سر بہ سر، چہرہ بہ چہرہ، ہو بہ ہو

(رئیس امروہوی)

دل سے ہم رحمت عالم کے ہیں قائل ایسے
نہ شمائل ہیں کسی میں نہ فضائل ایسے

(سحر انصاری)

کچھ دھوپ ہے کچھ حبس کا صحرا مرے آقاؐ
ایسے میں ہوا کا کوئی جھونکا مرے آقاؐ

(سلیم کوثر)

تکوینِ کائنات کا حاصل حضورؐ ہیں
محفل حضورؐ بانیء محفل حضورؐ ہیں

(ناصر زیدی)

کسی غم گسار کی محنتوں کا یہ خوب میں نے صلا دیا
کہ جو میرے غم میں گھلا کیا اسے میں نے دل سے بھلا دیا

(عنایت علی خاں عنایت)

زائروں میں کل مدینے کا بڑا چرچا رہا
ہو کرم آقاؐ کہ میں ان سب کا منہ تکتا رہا

(نیاز بدایونی)

جو پوچھا رب نے عمل بھی ہے کوئی پاس ترے
کہوں گا ہاں! ترے محبوب کی ثنا کی تھی

(عرش ہاشمی)

اسؐ کی سچائی کے انوار ازل تا بہ ابد
اسؐ کے کردار پہ سایہ نہیں افسانوں کا

(صفدر صدیق رضی)

پروانہء جمال شہؐ دو جہاں نہیں
جو خود ہر ایک سمت نہ پھیلائے روشنی

(مجید فکری)

ترے خیال نے وہ رفعتیں عطا کی ہیں
قدم زمیں پہ رہے آسماں کو چھو آئے

(طارق نعیم)

جو ہجر کے موسم کو بدل دے وہ ملے رت
جو ان کے درِ خاص پہ لے جائیں وہ پر دیں

(ندیم نیازی عیسیٰ خیلوی)

نعتیہ شاعری کا غالب حصہ تو غزل کی ہیئت (Form) میں ہے لیکن مدحِ سرورِ دو جہاںؐ کسی صنفِ سخن کے ظرف اور مخصوص ہیئتی دائرے میں محدود نہیں۔ اظہار و ابلاغ کی جتنی صورتیں اور شعر کی جتنی اصناف ہیں وہ سب کی سب نعتیہ شاعری میں برتی جاتی ہیں۔ مدحتِ خیر البشرؐ کا اعزاز ہے کہ اس میں اصنافِ شعر کے ہیئتی تنوع سے ایک طرف تو صورت (Form) کی رنگا رنگی پیدا ہوتی ہے دوسری طرف ہیئت سے ہم رشتہ اسلوب (Form's Related Style) کی طرفگی اور تازگی جنم لیتی ہے۔

قدیم اصنافِ سخن میں نظم کے بہت سے روپ ہیں مثلاً مثنوی، قصیدہ، قطعہ، مسدس، مخمس، ترجیع بند، مثمن،

مستزاد، مثلث، رباعی، دوہا وغیرہ۔ عبدالحلیم شرر کے اجتہاد نے آزاد نظم بھی متعارف کروادی اور پھر نظم معریٰ یک مصرعی نظم، ثلاثی، سی حرفی، ترائیلے، سانیٹ، ہائیکو اور نثری نظم بھی اصناف سخن میں داخل ہو گئیں۔

نعتیہ شاعری میں شعرا نے ہر صنف سخن کو مدحت آقاؐ کے لیے برتا۔ سی حرفی کو مختار صدیقی نے اردو میں متعارف کروایا اور اس صنف میں نعت حفیظ تائب نے لکھی۔ ثلاثی کے موجد حمایت علی شاعر ٹھہرے اور سہ مصرعی نعتیہ نظمیں حنیف اسعدی نے لکھیں۔ یک مصرعی نظم سید ابوالخیر کشفی کی جدت پسند طبیعت کی اختراع قرار پائی اور انہوں نے اس کی ابتداء نعتیہ مضامین ہی سے کی۔ جمیل عظیم آبادی نے نعتیہ دوہے لکھے۔ نثری نظم میں نعتیہ شاعری کرنے والوں میں احمد ہمیش اور ابوالخیر کشفی کے نام نمایاں ہیں۔ نعتیہ ہائیکو لکھنے والوں میں اکرم کلیم، محمد اقبال نجمی، مظفر وارثی، سرشار صدیقی، صبیح رحمانی، وضاحت نسیم، سہیل غازی پوری، طاہر سلطانی، احمد صغیر صدیقی، سید معراج جامی، آفتاب مضطر، شفیق الدین شارق، سید ابوالخیر کشفی، سلیم کوثر، محسن بھوپالی، شبنم رومانی، اقبال حیدر، رضی الدین رضی، مقبول نقش، انجم اعظمی، اختر شمار، معراج حسن عامر اور رونق حیات وغیرہم کے نام شامل ہیں۔

قدیم اصناف میں مثنوی کو جزو ہنر بنانے والے شعراء میں حفیظ جالندھری، ضیاء القادری، سلیم احمد، اختر الحامدی، منور بدایونی، میر افق کاظمی، احسان دانش اور فدا خالدی دہلوی کے نام نمایاں ہیں۔ قصیدہ لکھنے والوں میں جعفر طاہر، حافظ افضل فقیر، عبدالعزیز خالد، خالد احمد، راز کاشمیری، نعیم تقوی، رئیس امروہوی، زین پرتاب گڑھی، حافظ عبدالغفار حافظ، محمد اکرم رضا، حفیظ تائب، حافظ لدھیانوی، خالد علیم، علیم ناصری، حکیم شریف احسن وغیرہم کے نام نمایاں ہیں۔

قطعہ تو تقریباً ہر چھوٹے بڑے شاعر نے لکھا ہے لیکن رئیس امروہوی، اعجاز رحمانی، مظفر وارثی، فدا خالدی دہلوی، حافظ لدھیانوی، اقبال عظیم، ہلال جعفری، راجا رشید محمود، عارف منصور، شیبا حیدری، صابر براری اس صنف کے حوالے سے زیادہ معتبر ہیں۔ مسدس کے فن میں محشر رسول نگری، کامل جونا گڑھی، احسان دانش، شاہد اکبر آبادی، رحمٰن کیانی، صہبا اختر، قیصری کانپوری، تابش دہلوی، جوش ملیح آبادی، سیماب اکبر آبادی، خالد عرفان، لیث قریشی، ڈاکٹر خورشید خاور امروہوی، محشر بدایونی، ماہر القادری، نسیم امروہوی، امید فاضلی، شاہ انصار الٰہ آبادی، رشید وارثی، ہلال جعفری اور حیدر دہلوی وغیرہم کے نام لائق ذکر ہیں۔ نعتیہ مخمس لکھنے والوں میں اقبال سہیل، سیماب اکبر آبادی، حسن احسانی مرادآبادی، حیرت الٰہ آبادی، راغب مرادآبادی، رشید کامل، ریاض الدین سہروردی، سکندر لکھنوی، ادیب رائے پوری، عابد نظامی، عزیز حاصل پوری، راجا رشید محمود، منور بدایونی، حافظ مظہر الدین اور حافظ محمد افضل فقیر قابل ذکر ہیں۔

مستزاد اور مثلث بھی بہت سے شعرا نے نعتیہ مضامین کے لیے اپنائے ہیں۔ ترجیع بند اور مثمن کے ضمن میں حفیظ تائب اور ابوالامتیاز ع س مسلم کے نام آتے ہیں۔ کاروان حرم کے نام سے ع س مسلم کا ایک طویل مثمن ہے جس میں حج کے ارکان کا تفصیلی تذکرہ ہے اور روضہ رسولؐ پر حاضری کا والہانہ انداز سے ذکر ہے۔

رباعی اصناف سخن میں ایک مشکل صنف ہے، اسی لیے اس کی طرف قدما بھی کم توجہ کرتے تھے، جدید شعرا تو اس وادی میں پھٹکتے بھی نہیں۔ رباعی کہنے کے لیے انتھک محنت، مشق سخن، گہرے مشاہدے اور فلسفیانہ مزاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ عروضی نزاکتوں سے آگاہی بھی رباعی کہنے کے لیے لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ صنف سخن اب محض تبرک کے طور پر برتی جا رہی ہے۔ نعتیہ شاعری کے حوالے سے اس صنف کو برتنے والے شعراء میں حامد حسن

قادری، فدا خالدی دہلوی، اے ڈی اظہر، حافظ عبدالغفار، حامد یزدانی، راغب مراد آبادی، صبا متھراوی اور حافظ افضل فقیر کی کوششیں لائق ستائش ہیں۔ صبا متھراوی، راغب مراد آبادی، شاعر لکھنوی، محبوب الٰہی عطا، امین نقوی نے غیر منقوط رباعیاں بھی لکھی ہیں۔ رباعیات لکھنے والے شعراء کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے ہم چند رباعی گو شعراء کی تخلیقات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں:

نورِ احدیت کی تنویر ہیں آپؐ
انساں کے لیے باعثِ توقیر ہیں آپؐ
سیرت بھی ہے سانچے میں ڈھلی صورت بھی
فی احسن تقویم کی تفسیر ہیں آپؐ

(قمر رعینی، آبِ زم زم، راولپنڈی)

اے کاش کبھی دیکھ لوں صورت ان کی
ہو جائے کسی روز زیارت انؐ کی
کرتا ہوں انہیں یاد کرم ہے انؐ کا
رہتے ہیں تصور میں عنایت انؐ کی

(فدا خالدی دہلوی، م ص، کراچی)

خوشیوں کی حکایت ہو کہ افسانۂ غم
جو کچھ بھی ہے لولاک لما سے ہے رقم
آغازِ ابد ہو کہ ہو تمہیدِ حدوث
عنواں ہے بہر رنگ رخِ شاہِ اممؐ

(محبوب الٰہی عطا، چرخِ اطلس، لاہور)

نعتیہ غزلوں کے اشعار پر تضمین کرنے والوں میں ہلال جعفری، ساجد اسدی، حنیف اسعدی، حافظ عبدالغفار اور راجا رشید محمود پیش پیش ہیں۔ یہاں صرف حنیف اسعدی کی تضامین کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

کون ایسا ہوا ہے مرحلہ داں
شانِ معراج کس طرح ہو بیاں
مہر و مہ ان کی منزلوں کے نشاں
"گردِ پا ان کی بزم کا کہکشاں
رہگزر ان کی چرخِ مینائی"

(تضمین بر کلامِ راغب مراد آبادی)

خوشا کہ مجھ کو بھی نعتِ نبیؐ کا اذن ملا
نصیب وجد میں ہے رقص میں ہے فکرِ رسا
گلے لگاؤں تجھے اے شعورِ مدح و ثنا

''بلائیں لوں تری اے جذبِ شوق صلِ علیٰ
کہ آج دامنِ دل کھنچ رہا ہے سوئے رسولؐ''
(تضمین بر کلام بیدمؔ وارثی)

یورپی صنفِ سخن سانیٹ اردو میں زیادہ نہ چل سکی لیکن نعت کے میدان میں سانیٹ لکھنے والے جو شعراء نمایاں رہے ان میں افسر صدیقی امروہوی، نعیم تقوی، تنویر پھول، حفیظ تائب، عارف منصور اور صبیح رحمانی وغیرہم کے نام آتے ہیں۔

آزاد نظم کو نعتیہ مضامین سے آشنا کرنے والے شعراء میں اطہر نفیس، ظہور نظر، شبنم رومانی، سرشار صدیقی، نعیم صدیقی، عبدالعزیز خالد، قمر ہاشمی، انور مسعود، جیلانی کامران، عارف عبدالمتین، ثنا گورکھپوری، محمد فیروز شاہ، سعید وارثی، حفیظ تائب، محمود شام، جاذب قریشی، ریاض حسین چودھری، رشید قیصرانی، امجد اسلام امجد، جعفر بلوچ، جمیل نقوی، حامد یزدانی، تحسین فراقی، انجم نیازی، ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر توصیف تبسم، سحر انصاری، محسن احسان، اقبال صلاح الدین، رضوان عنایتی، احمد صغیر صدیقی، عمران نقوی، سلیم اختر فارانی، نذیر قیصر اور صبیح رحمانی شامل ہیں۔ شاعرات نے بھی اس صنف میں گل ہائے عقیدت پیش کیے ہیں جن میں پروین شاکر، وضاحت نسیم، ناہید رعنا ناہید اور ناہید قاسمی کے نام نمایاں ہیں۔

بحر و قافیہ کی آزادی سے نظم آزاد لکھنے والے شعراء کے لیے فکری وسعتوں کو فنی گرفت میں لینے کی سہولت پیدا ہوئی۔ اس تخلیقی تجربے نے نعت میں تازہ کاری کو راہ دی اور آزاد نظم کے ذریعے عصری حسیت نعتیہ شاعری میں بھی جھلکنے لگی۔ نعتیہ شاعری کو ادبی صنفِ سخن بنانے میں آزاد شاعری لکھنے والوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آزاد نظم کے کچھ نمونے بھی پیش کر دیے جائیں۔

تمام دنیاؤں، سب جہانوں میں آپؐ سے بڑھ کر
کوئی پیارا نہیں خدا کا
کوئی دلارا نہیں خدا کا
خدا سے کہیے!
خدارا، اپنے بزرگ و برتر خدا سے کہیے!
کہ ہم کو پھر سے آپؐ کے دین پہ
آپؐ کے نقشِ پا پہ چلنے کی استقامت دے
استقامت دے
حوصلہ دے!

(ظہور نظر)

جس نے دیکھا انہیںؐ
اس کی بینائی کے واہمے دُھل گئے
اس پہ آفاق کے سب ورق کھل گئے

جس نے مانا انہیں
اپنے پیکر میں شہر یقیں ہوگیا
جس نے جانا انہیںؐ
جہل بھی اس کا علم آفریں ہوگیا
جس نے چاہا انہیںؐ
اس کی چاہت بقا کی نگارش بنی
اس پہ دن رات پھولوں کی بارش ہوئی
جس نے چاہا انہیںؐ
اس کو چاہا گیا
اس کی دہلیز تک ہر دوراہا گیا

(حرف نسبت ـــ شبنم رومانی)

تیری آواز تھی روشنی کا سفر
برف پگھلی تو سورج چمکنے لگا
تو نے صحرا کی اڑتی ہوئی ریت کے درمیاں
بے چراغاں زمینوں پہ گھر رکھ دیے
تیری چھاؤں میں زخمی بدن آگئے
تو نے دریا میں پیاسے شجر رکھ دیے

(لوحِ جاں ـــ جاذب قریشی)

اسؐ کا پیغام
قل العفو کہ سب بانٹ کے کھائیں، پہنیں
کوئی بھوکا نہ رہے، کوئی برہنہ بھی نہ ہو
ایک بھائی سے کسی بھائی کو ایذا نہ ملے
آج میں سوچتا ہوں، دیکھتا ہوں، سوچتا ہوں
روشنی پاس ہے، ہم پھر بھی ہیں ظلمت کے اسیر
ہم ترا نام تو لیتے ہیں مگر تیرا پیام
کس قدر پیار سے طاقوں پہ سجا رکھا ہے

(شام ـــ محمود شام)

سلام اسؐ پر
جو بے نواؤں کا آسرا ہے
جو سارے عالم کی ابتداء ہے

جو سب زمانوں کی انتہا ہے
سلام اسؐ پر
جو راہ حق پہ بلا رہا ہے کہ رہنما ہے
جو سب کو حق سے ملا رہا ہے، کہ حق نما ہے

(کہ حق نما ہے ـــ اطہر نفیس)

یہ دن وہ دن ہے
کہ وجہ تخلیق دو جہاں کا ورود ہوگا
ورود ہوگا
تو ہم سے بے راہ و کم عقیدہ
گناہگاروں کا ذکر ہی کیا
کہ انبیا انؐ کے خیر مقدم کو
صف بہ صف ایستادہ ہوں گے
اور ان کے لب پر درود ہوگا
سلام ہوگا
سلام انؐ پر
درود انؐ پر
فدا ہمارا وجود انؐ پر

(ظہور ـــ سرشار صدیقی)

عرش
کرسی اور مکاں
کائنات
کتنے بڑے ہیں ـــ یہ لفظ
اور ان کے مفاہیم ـــ ہمارا اور کائنات کا مقدر ہیں
ہم ہیں ـــ یہ لفظ بھی ایسے ہی ہیں
مگر ان کا کوئی مفہوم نہ ہوتا
یہ لفظ ـــ موتی سے خالی صدف کی طرح ہوتے
اگر محمدؐ نہ ہوتے
محمدؐ ـــ ان سب لفظوں کا مفہوم ہیں
سلام انؐ پر ـــ درود انؐ پر

(ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی)

اور یہ خوش بو بکھرتی رہی قریہ قریہ
اور افق تا بہ افق
سیل صدا، موج صبا بن کے بڑھا
اسؐ کے ہونٹوں سے کھلے لفظ
شعاؤں جیسے
جاگتی، بولتی، زندہ سوچیں
ذہن انساں میں اٹھانے لگیں طوفان نئے
ایسے طوفان
کہ بت سارے زمیں بوس ہوئے

(احمد صغیر صدیقی)

برہنہ پا قافلے بیابان بے اماں میں
بھٹک رہے تھے، بھٹک رہے تھے
نہ کوئی چشمہ، نہ کوئی سایہ نہ کوئی زادِ سفر رہا تھا
بشر کہ مر مر کے جی رہا تھا، بشر کہ جی جی کے مر رہا تھا
عجیب آشوبِ حشر آثار چھا رہا تھا
بشر خود اپنی ہی آگ میں کسمسا رہا تھا۔۔۔ کہ دفعتاً پو پھٹی
کہ شہر بطحا کی ریگ در ریگ سرزمیں پر
بسیط فاراں کی چوٹیوں سے
طلوع مہر منیر وا نور کے ساتھ ہی تابشوں کے سیل ہزار پہلو نکل کے لپکے
(میلادِ حضورؐ۔۔۔ تحسین فراقی)

اداسی کے سفر میں جب ہوا رک رک کے چلتی ہے
سوادِ ہجر میں ہر آرزو چپ چاپ جلتی ہے
کسی نادیدہ غم کا کہر میں لپٹا ہوا سایہ
زمیں تا آسماں پھیلا ہوا محسوس ہوتا ہے
گزرتا وقت بھی ٹھہرا ہوا محسوس ہوتا ہے
تو ایسے میں تری خوشبو
محمد مصطفیٰؐ صلِ علیٰ کے نام کی خوشبو
دلِ وحشت زدہ کے ہاتھ پر یوں ہاتھ رکھتی ہے
تھکن کا کوہِ غم ہٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے
سفر کا راستہ کٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے

(امجد اسلام امجد)

جاپانی صنف سخن ہائیکو کے تجربات اردو شاعری میں کئے گئےتو شعراء نے اس زمین کو بھی مدح رسولؐ سے آسمان بنا دیا۔ شبنم رومانی، سہیل غازی پوری، سرشار صدیقی، اقبال حیدر، صبیح رحمانی، شفیق الدین شارق، انجم اعظمی، ابوالخیر کشفی، محسن بھوپالی، وضاحت نسیم، رونق حیات، معراج حسن عامر، آفتاب مضطر، رضی الدین رضی، سلیم کوثر، اختر شمار، مقبول نقش، سید قمر ہاشمی، مظفر وارثی، اکرم کلیم، اقبال نجمی، آفتاب کریمی اور طاہر سلطانی وغیرہم نے نعتیہ ہائیکو کہے۔

ہو محمدؐ یا، احمدؐ و محمود
میری مشکل کے یہ ستارے ہیں
آپؐ کے نام کتنے پیارے ہیں

(محمد اقبال نجمی)

طائران تیرگی سب اڑ گئے
جس طرف سے بھی ہوا انؐ کا گزر
راستے منزل کی جانب مڑ گئے

(مظفر وارثی)

ترے قدموں کی آہٹ
اک عنوان بلاغت کا
اک خطبہ ہے ہدایت کا

(سید ابوالخیر کشفی)

زیست کیسے شکست کھائے گی
موت مجھ کو سلام کرتی ہے
میں محمدؐ کا امتی ٹھہرا

(اختر شمار)

اسؐ کا نام لکھوں
جس کے نام کی برکت ہی
زندہ رکھتی ہے

(سلیم کوثر)

صرف مدینے میں
اور کہاں پر اُگتے ہیں
سورج سینے میں

(صبیح رحمانی)

ہر ذرہ تارہ
کاہکشاں سے بڑھ کر ہے
طیبہ کا رستہ

(محسن بھوپالی)

یہ بھی ہے عظمت
سارے عالم پر پھیلا
دامان رحمت

(سہیل غازی پوری)

حسن مکمل ہے
حسن محمد صلی اللہ
کامل واکمل ہے

(آفتاب مضطر)

دنیا کی مختلف زبانوں میں ہونے والی نعتیہ شاعری کے تراجم بھی ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اس سمت میں کام کرنے والے شعراء میں پروفیسر محمد مجیب، ڈاکٹر شان الحق حقی، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، عبدالعزیز خالد، منیر قصوری، ڈاکٹر نجم الاسلام، عزیز حامد مدنی، افتخار احمد عدنی، پروفیسر آفاق صدیقی، پروفیسر سحر انصاری' آفتاب کریمی اور صبا اکبر آبادی شامل ہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی ایک نعت کا ترجمہ راقم الحروف نے بھی کیا ہے۔ تراجم کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

وہ پاکیزہ چشمہ جو اوجِ فلک سے چٹانوں پہ اترا
سحابوں سے اوپر بلند آسمانوں پہ جولاں ملائک
کی چشمِ نگہداشت کے سائے سائے
چٹانوں کی آغوش میں عہدِ برنائی تک جوئے جولاں بنا
چٹانوں سے نیچے اترتے اترتے
وہ کتنے ہی صد رنگ، انگھڑ خزف ریزے
آغوشِ شفقت میں اپنی سمیٹے
بہت سے سسکتے ہوئے، رینگتے، ست، کم مایہ سوتوں کو
چونکاتا، للکارتا، ساتھ لیتا ہوا، خوش خراماں چلا
بے نمو وادیاں لہلہانے لگیں
پھول ہی پھول چاروں طرف کھل اٹھے
جس طرف اس کا رخ پھر گیا
اس کے فیضِ قدم سے بہار آ گئی

(نغمۂ محمدیؐ، گوئٹے [جرمن شاعر]، ترجمہ شان الحق حقی۔ جواہر النعت، مرتبہ: عزیز احسن [صابری])

ہماری حمد کا طالب خدا نہیں
محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نہیں
خدا ہے محوِ حمدِ مصطفیٰ بس
محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس
دعا کی ہو اگر خواہش ہی ایسی
قناعت چاہیے اس شعر پر ہی
رہوں خواہاں محمدؐ سے خدا کا
خدا سے وصفِ حبِ مصطفیٰؐ کا
نہیں مظہرؔ مناسب بالارادہ
سخن کرنا ضرورت سے زیادہ

(میر مظہر جانِ جاناں [فارسی] مترجم: سحر انصاری۔ نعت رنگ شمارہ ۳)

اگر محمد مصطفیٰؐ اچانک
آپ کے دروازے پہ دستک دیں
..........مگر میں سوچتی ہوں
انہیں اپنے گھر کی جانب آتے دیکھ کر
آپ دروازے پہ ان کا استقبال کریں گے
یا پہلے کپڑے بدلیں گے اور پھر گھر کے اندر بلائیں گے
(کہ لباس کے اسلامی تقاضوں کے مطابق ہوں)
یا کچھ رسالے چھپائیں گے
اور ان کی جگہ قرآن رکھ دیں گے
اور اپنے ٹی وی پر چلتی بالغ مووی کو
کہاں لے جائیں گے
اور ریڈیو بند کریں گے؟
.....................ذرا سوچیے!
اگر سرکارؐ آجائیں
آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارنے!

(I Wonder، مسز کومیلا بدر، مترجم: آفتاب کریمی، نعت رنگ ۴)

اے سیدِ الساداتؐ! ترےؐ در پہ کھڑا ہوں
خوشنودی کی امید پہ مصروفِ دعا ہوں

اللہ کی مخلوق میں تو بہتر و برتر
میں شیفتہ ''دیوانہ'' ترا صرف ترا ہوں
یہ دل تری عزت کی قسم، تجھ پہ نچھاور
رب جانے ہے کس پہ میں دل وجاں سے فدا ہوں
کوئی بھی نہ ہوتا جو تری ذات نہ ہوتی
دنیا ترے قدموں میں پڑی دیکھ رہا ہوں
وہ معجزے تیرے تھے کہ مخلوق تھی عاجز
کیا ذکر فضائل ہو کہ بے نطق و نوا ہوں
اک گوشت کے ٹکڑے نے کہا زہر ہے مجھ میں
اک گوہ پکاری کہ میں حاضر بہ صدا ہوں
اک بھیڑیا بولا کہ ہوں بھوکا کئی دن سے
ہرنی کا گلہ، میں بھی تو محرومِ غذا ہوں
جنگل کے درندے تجھے دیتے تھے سلامی
اک اونٹ کا شکوہ تھا میں دنیا سے خفا ہوں
جب تونے درختوں کو اشارے سے بلایا
ہر پتہ پکارا کہ میں قدموں میں پڑا ہوں
تو وہ کہ کفِ دست سے پانی ہوا جاری
کنکر کی صدا آئی کہ میں محوِ ثنا ہوں
بادل نے کیا صرف تری راہ میں سایا
اک پیڑ کا رونا کہ میں ملنے کو کھڑا ہوں
بیمار تھی دنیا، ترے ہاتھوں نے شِفا دی
ہر زخم پکارا، میں طلب گارِ دوا ہوں
وہ قحط کے حالات وہ پانی کا برسنا
ہر بوند کا کہنا کہ محمدؐ کی دعا ہوں

(امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ، [عربی] مترجم: قیصر الجعفری، نعت رنگ ۱۲)

تراجم کی تعداد سینکڑوں میں ہے لیکن یہاں صرف چند نمونے ہی پیش کرنے کی گنجائش ہے۔

منظوم سیرت کی کتب بھی اچھی خاصی تعداد میں شائع کی گئی ہیں۔ شاہنامہ اسلام تو حفیظ جالندھری نے لکھا تھا جس میں بیشتر ذکر غزوات کا تھا۔ فتوحاتِ اسلام کے نام سے ہما صدیقی نے منظوم تاریخ اسلام لکھی تھی جس کے کچھ اشعار ہم نے کہیں نقل کر دیئے ہیں۔ ''حیاتِ طیبہ وسیرتِ مطہرہ حضرت محمدؐ'' کا منظوم اظہار سید ضمیر علی ولّی طالب نگری نے کیا تھا۔ خورشید ناظر نے ''بلغ العلیٰ بکمالہٖ'' کے نام سے اردو میں ساڑھے ساتھ ہزار اشعار پر مشتمل

سیرت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام لکھی ہے جسے نشریات لاہور نے شائع کیا ہے۔ ''سرور کائناتؐ'' کے عنوان سے گہر اعظمی نے منظوم سیرت پاک لکھی ہے۔ نمونہ کلام دیکھئے۔

صبح دم کوہ صفا پر چڑھ گئے اک دن نبیؐ
نام لے کر سب قبیلے والوں کو آواز دی
آپؐ کی آواز سن کر لوگ سارے آگئے
کیا ہوا کیا بات ہے ان سے لگے وہ پوچھنے
میں کہوں کیا مان لوگے لشکرِ جرار ہے
کوہ کے پیچھے جو لڑنے کے لیے تیار ہے
سب یہ بولے ہم کو تیری بات پر آیا یقیں
جانتے ہیں تجھ کو ہم بچپن سے صادق اور امیں
سن لو! میں بھیجا گیا ہوں، یہ کہا پھر آپؐ نے
اک عذاب سخت سے تم کو ڈرانے کے لیے

(گہر اعظمی، سرورِ کائناتؐ منظوم سیرت پاک، کراچی)

حضورِ اکرمؐ کی احادیثِ مبارکہ کے بھی منظوم تراجم سامنے آئے ہیں۔ ایک نمونہ حاضر ہے:

رسولِ حق سے کسی نے پوچھا
کہ کیا ذریعہ نجات کا ہے؟
تو اُس کو آقا نے یہ بتایا
زباں کو قابو میں اپنی رکھو
گھروں میں اپنے رہو مقید
کرو خطاؤں پہ اشک ریزی

(نجات کا ذریعہ) (انہی مشعلوں سے دیے جلے: منظوم احادیث، منظر عارفی)

انوار صولت نے حضورِ اکرمؐ کا ''خطبہ تبوک'' نظم کیا ہے اور اس کی تشریح میں بھی اشعار کہے ہیں۔ متن کے کچھ اشعار دیکھیے:

لبِ اقدس ہلے تو چشمۂ صافی ابل آیا
رسول اللہ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا
مجھے جو تم سے کہنی ہے یہ پہلی بات ہے لوگو
کتاب اللہ بے شک سب سے سچی بات ہے لوگو
کہا اس مخبرِ صادق نے سن لے جو بھی سنتا ہے
جہاں میں ''سب سے محکم حلقۂ زنجیرِ تقویٰ ہے''
یہ پھر حضرت نے فرمایا مسلّم اس کی ہے عظمت

جہاں میں بہتریں ملت ہے ابراہیم کی ملت
کہا پھر یاد رکھنا یہ مری سب کو ہدایت ہے
جہاں میں بہتریں سنت محمدؐ ہی کی سنت ہے"

(شرح خطبہ حجۃ الوداع منظوم، انوارصولت، اسلام آباد)

پاکستان کے مختلف شہروں میں نعتیہ شاعری کی رفتار اتنی تیز رہی کہ اب بعض شہروں کے حوالے سے نعت کے دبستان تشکیل پاتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں (۱) دبستان کراچی (۲) دبستان لاہور اور (۳) دبستان فیصل آباد وغیرہ کے حوالے سے باتیں بھی ہوتی رہی ہیں۔

اردو نعتیہ شاعری کو شعریت اور شریعت کی کسوٹی پر پرکھنے کے لیے ۱۹۹۵ء میں "نعت رنگ" کے ذریعے ایک تحریک کا آغاز ہوا۔ ابتداء میں تو اس رسالے کے قلمی معاونین کی تعداد تھوڑی تھی لیکن پھر اس رسالے کے مدیر صبیح رحمانی کی مسلسل، انتھک اور پر خلوص محنت رنگ لائی لہٰذا اب اس کتابی سلسلے کے قلمی معاونین میں بڑے بڑے معتبر نام شامل ہو گئے۔ راقم الحروف کو بھی تنقیدی مضامین لکھنے کا حوصلہ "نعت رنگ" کی قلمی معاونت کے ذریعے ہی ہوا۔

تخلیق کے علاوہ تحقیق، تنقید اور تدوین کا کام بھی نعتیہ ادب کے سرمائے میں اضافے اور اعتبار کا سبب بنا ہے اس لیے لازم ہے کہ اجمالی طور پر ان مساعی کا بھی ذکر کر دیا جائے۔

تحقیق: اردو نعت کے تحقیقی سرمائے میں وہ تمام لوازمہ شامل ہو سکتا ہے جو انفرادی طور پر کسی محقق نے مقالے یا مضمون کی شکل میں لکھا ہو یا ایم۔ اے، ایم۔ فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر باقاعدہ طور پر منصوبہ بندی کے تحت لکھا گیا ہو۔ "اردو نعت میں" پی ایچ ڈی کی سند حاصل کرنے کے لیے لکھے گئے تحقیقی مقالے درج ذیل ہیں:

☆ اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق
☆ اردو میں نعت گوئی، ڈاکٹر ریاض مجید
☆ اردو حمد و نعت پر فارسی روایت کا اثر، ڈاکٹر پروفیسر عاصی کرنالی
☆ اردو نعت کے جدید رجحانات، ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی
☆ اردو نعت کا ہیئتی مطالعہ، ڈاکٹر افضال احمد انور
☆ اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ، ڈاکٹر عبدالعزیز خان (عزیز احسن)
☆ پاکستان میں نعت، ڈاکٹر شہزاد احمد
☆ ہماری ملی شاعری میں نعتیہ عناصر (سقوطِ دلی سے سقوطِ ڈھاکہ)، ڈاکٹر محمد طاہر قریشی
☆ حافظ لدھیانوی کی نثر اور شاعری، ڈاکٹر شبیر احمد قادری

علاوہ ازیں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے پہلی مرتبہ اپنے مقالے (لکھنؤ کا دبستانِ شاعری) میں کسی نعت گو شاعر کا تفصیلی ذکر کیا اور شعری محاسن کی قدر افزائی کی۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے پاکستان میں پہلی مرتبہ نعتیہ شاعری کے حوالے سے ایک تذکرہ نما کتاب "اردو کی نعتیہ شاعری"، لکھی جس میں نعتیہ ادب کا اجمالی جائزہ بھی لیا۔

اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق۔ یہ مقالہ بھارت میں ۱۹۵۵ء میں لکھا گیا تھا۔ سن

۱۹۷۶ء میں پاکستان میں بھی شائع کیا گیا ۔ اس کے باعث پاکستان کی جامعات میں نعتیہ ادب کی تحقیقی سرگرمیوں میں بے پناہ اضافہ ہوا ۔

۱۹۸۰ء میں پاکستان میں ’’اردو میں نعت گوئی‘‘ کے عنوان سے ڈاکٹر ریاض مجید نے پہلا تحقیقی مقالہ لکھا جس پر انہیں پی ایچ ڈی کی سند سے نوازا گیا ۔

اردو حمد و نعت پر فارسی روایت کا اثر ، ڈاکٹر پروفیسر عاصی کرنالی کا مقالہ بھی پی ایچ ڈی کی سند کے لیے لکھا گیا تھا جس پر انہیں ڈاکٹریٹ کی سند عطا کی گئی۔ اس مقالے نے اردو نعت پر مرتب ہونے والے فارسی اثرات کا ادراک پیدا کیا ۔

’’اردو نعت کے جدید رجحانات‘‘ کے عنوان سے مقالہ قلم بند کرنے پر ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی کو پی ایچ ڈی کی سند ملی ۔ اس مقالے میں نعتیہ شاعری میں راہ پانے والے جدید رجحانات کی نشاندہی کی گئی ہے جو تنقیدی شعور بیدار کرنے کا وسیلہ ہیں۔

’’اردو نعت کا ہیئتی مطالعہ‘‘ کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹر افضال احمد انور نے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی ۔ یہ مقالہ ابھی غیر مطبوعہ ہے ۔ موضوع کے اعتبار سے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیوں کہ اس مقالے میں اس بات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نعت جو ایک موضوعاتی صنفِ سخن ہے وہ شاعری کی کس کس ہیئت کو اپنی آغوش میں سمیٹے ہوئے ہے ۔

’’اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ‘‘ کے عنوان سے مقالہ لکھنے پر راقم الحروف (ڈاکٹر عبدالعزیز خان [عزیز احسن]) کو جامعہ کراچی سے ۲۰۱۲ء میں پی ایچ ڈی کی سند حاصل ہوئی ۔ یہ مقالہ شائع ہو چکا ہے ۔ اس مقالے میں کل آٹھ ابواب ہیں جو تمام کے تمام ایسی تحریروں کی نشاندہی کرتے ہیں جن میں نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور کی جھلک پائی جاتی ہے ۔

’’پاکستان میں نعت‘‘ ، ڈاکٹر شہزاد احمد کا وہ مقالہ ہے جس پر انہیں جامعہ کراچی سے ۲۰۱۲ء میں پی ایچ ڈی کی سند عطا کی گئی ہے ۔ اس مقالے میں تحقیقی طور پر بتایا گیا ہے کہ پاکستان میں تذکرہ نگاری اور نعتیہ ادب کی رفتار کیسی رہی ہے ۔ یہ مقالہ ابھی تشنۂ طباعت ہے ۔

’’ہماری ملی شاعری میں نعتیہ عناصر (سقوطِ دلی سے سقوطِ ڈھاکہ)‘‘ کے موضوع پر مقالہ لکھنے پر ، ڈاکٹر محمد طاہر قریشی نے جون ۲۰۱۳ء میں جامعہ کراچی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی ۔ ڈاکٹر محمد طاہر قریشی نے اس مقالے میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۷۱ء تک اردو ادب میں ملی رجحانات کی حامل شاعری کو کھنگال کر اس میں نعتیہ عناصر کا سراغ لگایا ہے ۔ یہ مقالہ بھی غیر مطبوعہ ہے ۔

’’حافظ لدھیانوی کی نثر اور شاعری‘‘ کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹر شبیر احمد قادری نے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی ۔ حافظ لدھیانوی چوں کہ ایک اہم نعت گو شاعر تھے اس لیے اس مقالے میں ان کی نعت گوئی کے حوالے سے بہت کچھ کہا گیا ہے ۔ یہ مقالہ ابھی شائع نہیں ہوا ہے ۔

لکھنؤ کا دبستانِ شاعری، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ۔ یہ مقالہ شاعری کے عمومی رجحان کی عکاسی کرتا ہے ۔ لیکن یہ اردو ادب میں پہلا تحقیقی مقالہ ہے جس میں ’’محسن کاکوروی‘‘ کے نعتیہ کلام پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

گویا یہ مقالہ نعتیہ شاعری کے ادبی معیارات اور شعریت و شریعت کی پرکھ کی طرف متوجہ کرنے کی اولین کوشش ہے۔

اردو کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔ یہ کتاب **نعتیہ ادب** کے مبصرانہ جائزے کی صورت میں ۱۹۷۴ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اس کتاب **نے** پاکستان میں ادبی سطح پر نعتیہ شاعری کی اہمیت کا احساس دلایا۔

تنقید: ۱۹۹۵ء میں کراچی سے صبیح رحمانی نے ایک کتابی سلسلہ ''نعت رنگ'' کا اجرا کیا جس کا مقصد نعتیہ ادب میں تنقید کو فروغ دینا تھا۔ الحمدللہ اس کتابی سلسلے کے ۲۳ شمارے منظرِ عام پر آ چکے ہیں جن میں تنقیدی مضامین کی تعداد پاکستان میں شائع ہونے والے تمام رسائل سے زیادہ ہے۔ اسی لیے اس میں شائع ہونے والے تنقیدی مضامین بعد ازاں کتابی صورت میں بھی شائع ہوئے۔ پھر اور لوگوں نے بھی تنقید کی طرف توجہ دی اور کچھ کتب منصۂ شہود پر آ گئیں۔ کتب کی تفصیل درج ذیل ہے:

☆ اردو نعت اور جدید اسالیب (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
☆ نعتیہ ادب میں تنقید اور مشکلاتِ تنقید، ادیب رائے پوری
☆ نعت کی تخلیقی سچائیاں (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
☆ ہنر نازک ہے (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
☆ نعت کے تنقیدی آفاق (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
☆ نعت اور تنقیدِ نعت، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی
☆ شاعرانِ نعت، راجا رشید محمود
☆ فنِ نعت کی نئی جہات، محمد حیات چغتائی
☆ اردو میں نعت گوئی، چند گوشے، پروفیسر شفقت رضوی
☆ سرودِ نعت، ابوالامتیاز، ع۔ س۔ مسلم
☆ نعت کے جدید رنگ، جاذب قریشی
☆ اردو نعت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، شریعتِ اسلامیہ کے تناظر میں، رشید وارثی
☆ نعت گوئی اور اس کے آداب، پروفیسر عبداللہ شاہین، نظرِ ثانی: پروفیسر ڈاکٹر اشفاق احمد ورک
☆ نعت حقیقت کے آئینے میں، محمد شفیق اختر
☆ غالب ثنائے خواجہؐ، سید صبیح الدین صبیح رحمانی
☆ نعت اور آدابِ نعت، کوکب نورانی اوکاڑوی
☆ صحفِ ہزار رنگ، میرزا امجد رازی
☆ نعت نگر کا باسی، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کی نعت گوئی و نعت شناسی کا ایک جائزہ، صبیح رحمانی
☆ نعت میں کیسے کہوں، پروفیسر محمد اقبال جاوید
☆ قافلۂ شوق کے مسافر، پروفیسر محمد اکرم رضا
☆ تاجدارِ ملکِ سخن، اعلیٰ حضرت احمد رضا خاںؒ، پروفیسر محمد اکرم رضا
☆ نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش، پروفیسر محمد اکرم رضا

☆ کاروانِ نعت کے حُدی خواں، پروفیسر محمد اکرم رضا
☆ جادہ ٔ رحمت کا مسافر، ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی
☆ نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ، پروفیسر شفقت رضوی
☆ دلیلِ آفتاب، مطالعاتِ نعت، ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی
☆ نعت کے آبدار موتی، محمد اقبال نجمی
☆ نعت شناسی، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، مرتبہ: ڈاکٹر داؤد عثمانی
☆ عاشقِ رسولؐ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، مرتبہ: طاہر سلطانی
☆ توثیق، سرشار صدیقی کے شعرِ عقیدت پر اہلِ علم کے تاثرات، مرتبہ: اطہر عباسی

یہ تمام کتب ایسی ہیں جن میں نعتیہ شاعری کی پرکھ کے شواہد ملتے ہیں اور جن میں نعتیہ تخلیقات کے بیشتر محاسن کا جائزہ لیا گیا ہے۔ بعض کتب میں کسی حد تک معائبِ سخن کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان کتب میں نعتیہ مجموعوں پر تفصیلی یا اجمالی آرا موجود ہیں۔ ان کتب کی اشاعت کے بعد ناقدینِ فن بھی اس طرف متوجہ ہوئے اور اب نعتیہ ادب میں تنقیدی تحریروں کا دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے۔

تدوین: نعتیہ ادب میں ''گلدستے'' شائع کرنے کی روایت بڑی پرانی ہے۔ پاکستان میں انفرادی نعتیہ مجموعوں کے ساتھ ساتھ بعض لوگوں نے نعتیہ انتخاب بھی شائع کیے ہیں۔ ان کتب میں قابلِ ذکر انتخاب درج ذیل ہیں:

۱۔ خیر البشرؐ کے حضور میں، مرتبہ: ممتاز حسن
۲۔ ارمغانِ نعت، مرتبہ: شفیق بریلوی
۳۔ مخزنِ نعت، مرتبہ: محمد اقبال جاوید
۴۔ جواہر النعت، مرتبہ: عزیز (احسن) صابری
۵۔ نقوش، رسول نمبر، جلد ۱۰، انتخابِ نعت
۶۔ انوارِ حرمین، مرتبہ: صدیق اسماعیل
۷۔ بوستانِ نعت، مرتبہ: احمد علی سیف کلانوری
۸۔ بہارِ نعت، مرتبہ: حفیظ تائب
۹۔ صلی اللہ علیہ وسلم، مرتبہ: راز کاشمیری
۱۰۔ گلدستۂ نعت، مرتبین: ضیا محمد ضیا و طاہر شادانی
۱۱۔ کشف العرفان، مرتبہ: ڈاکٹر نور محمد ربانی
۱۲۔ رحمتِ تمام، بزمِ ادب نیشنل بینک آف پاکستان
۱۳۔ نعت کائنات، مرتبہ: راجا رشید محمود
۱۴۔ ایوانِ نعت، مرتبہ: صبیح رحمانی
۱۵۔ حریمِ نعت، رئیس احمد
۱۶۔ مستند نعتیہ کلام، مرتبہ: قاری محمد اسحٰق ملتانی

۱۷۔ انتخابِ نعت، مرتب: عبدالغفور قمر۔ تیرہ جلدیں
۱۸۔ شہرِ نعت، مرتب: آصف بشیر چشتی
۱۹۔ درود ان پر سلام ان پر، مرتب: یوسف مثالی
۲۰۔ رنگِ نعت، (نعت رنگ شمارہ ۱ تا ۱۹ سے نعتوں کا انتخاب)، مرتب: پروفیسر محمد فیروز شاہ
۲۱۔ خواتین کی نعتیہ شاعری، ترتیب و تقدیم: غوث میاں

ان انتخاب ہائے نعت میں نعتیہ شاعری کے حوالے سے تحقیقی اور کسی حد تک تنقیدی مضامین بھی ہیں جن میں مرتبین کا تحقیقی و تنقیدی شعور جھلکتا ہے۔ کئی تحریریں ایسے مباحث پر مبنی ہیں کہ اگر مستقبل کا محقق توجہ دے گا تو بہت زیادہ تحقیقی مقالے صرف ان انتخابوں کے دیباچوں یا مقدموں میں اٹھائے ہوئے نکات کی روشنی میں لکھے جا سکتے ہیں۔

دبستانِ وارثیہ، کراچی کے اربابِ قلم نے طرحی مشاعروں کے لیے صرف ردیف کا لفظ یا الفاظ دینے کی طرح ڈالی۔ ان کے مشاعرے کئی برس سے ماہانہ بنیاد پر منعقد کیے جاتے ہیں اور ہر سال کے آخر میں ان مشاعروں میں پیش کیے جانے والے کلام کا انتخاب شائع کر دیا جاتا ہے۔

تذکرہ نگاری:

☆ تذکرہ نعت گویان (راولپنڈی، اسلام آباد)، تحقیق و ترتیب: قمر رعینی، اسلام آباد
☆ بہر زماں بہر زباں، (غیر مسلم نعت گو شعراء کا عالمی تذکرہ) تحقیق و ترتیب: نور احمد میرٹھی، کراچی
☆ عصرِ حاضر کے نعت گو، گوہر ملسیانی، لاہور
☆ پاکستان کے نعت گو شعراء، سید محمد قاسم، کراچی
☆ نعت گو شاعرات، ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہاں پوری
☆ تذکرہ نگاری کے ضمن میں، پروفیسر سید یونس شاہ، شاکر کنڈان اور محمد صادق قصوری کے اسمائے گرامی بھی نمایاں ہیں۔

نعتیہ کتابی سلسلے، مجلّے اور رسائل:

نعت، جب نعت خوانی کی محافل سے ''ادبی'' میدان میں آئی تو اس کی ترویج کے لیے کچھ رسائل، کچھ کتابی سلسلے اور کچھ مجلّے بھی منظرِ عام پر آئے۔ ایسے رسائل، کتابی سلسلوں اور مجلوں کی تعداد کا مکمل طور پر احاطہ کرنا تو ناممکن ہے۔ چند مطبوعات کے نام البتہ پیش کیے جا سکتے ہیں:

☆ ''خاتونِ پاکستان'' مدیر شفیق بریلوی۔ ادارہ مسرت جہاں اور طلعت شہناز۔ رسولؐ نمبر
☆ ''ماہِ نو'' سیرتِ رسولؐ، مدیر: ظفر قریشی
☆ ماہنامہ بصیر، کراچی، رسولؐ پاک نمبر، مدیرِ اعلیٰ ظفر حمید دہلوی
☆ سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر، مدیرِ اعلیٰ، سید قاسم محمود
☆ صریر خامہ قصیدہ نمبر، مدیرہ علیا: ریحانہ طلعت خاں، (جامعہ سندھ) یہ مجلّہ نعت سے متعلق نہیں ہے لیکن اس میں نعتیہ قصائد پر بھی مضامین ہیں۔
☆ حمایت علی شاعر، مرتب: صریر خامہ، نعت نمبر (شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی، حیدر آباد)

☆ حضرت حسان نعت ایوارڈ، کراچی مجلّہ (مدیر اعلیٰ) غوث میاں، حضرت حسان حمد و نعت بک بینک کراچی

☆ محمد اقبال نجمی، مفیض، سہ ماہی (نعت نمبر)، گوجرانوالہ

☆ مجلّہ لیلۃ النعت، گل بہار نعت کونسل پاکستان ٹرسٹ کراچی

☆ فروغِ نعت، اٹک، مدیر: سید شاکر القادری چشتی نظامی، القلم ادارۂ مطبوعات اٹک (پاکستان)

☆ ماہنامہ سیارہ، عبدالعزیز خالد نمبر، مینیجنگ ایڈیٹر: نوید اسلام صدیقی

☆ شام و سحر، نعت نمبر، مدیر خالد شفیق

☆ مجلّہ گورنمنٹ سٹی کالج (پاکستان نمبر)، مدیر: پروفیسر وسیم فاضلی، ناظم آباد کراچی (اس مجلّے میں راقم الحروف کا ایک طویل مضمون "پاکستان میں نعت گوئی" ہے)

☆ کتابی سلسلہ ایوانِ نعت، مرتب: ملک فاروق مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور

☆ دنیائے نعت، مرتبہ: عزیز الدین خاکی کراچی

☆ عقیدت، مرتبہ: شاکر کنڈان، سرگودھا

☆ ماہنامہ الاحسن، مفتی زر ولی خان، کراچی

☆ ماہنامہ الرشید (نعت نمبر) مدیر: عبدالرشید ارشد، لاہور

☆ "بیاض" ماہنامہ، نعت نمبر، خالد احمد، عمران منظور، لاہور

☆ 'اوج' لاہور مجلّہ ترتیب و تدوین ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی گورنمنٹ ڈگری کالج شاہدرہ لاہور

☆ ماہنامہ نعت، (مدیر) راجا رشید محمود، لاہور

☆ 'ماہنامہ حمد و نعت' (مدیر) شہزاد احمد، کراچی

☆ کتابی سلسلہ ایوان نعت، (مرتبین) وقار مصطفیٰ ملک فاروق احمد، لاہور

☆ کتابی سلسلہ نعت رنگ، (مرتب) سید صبیح الدین صبیح رحمانی، کراچی

☆ ماہنامہ نوائے نعت (مدیر اعلیٰ) ادیب رائے پوری، کراچی

☆ کتابی سلسلہ کاروان نعت، بانی و ناشر و مدیر محمد ابرار حنیف مغل، لاہور

☆ کتابی سلسلہ سفیر نعت، (مرتب) آفتاب کریمی، کراچی

☆ کتابی سلسلہ راہ نجات، (مرتب) غلام مجتبیٰ احدی، کراچی

☆ سہ ماہی عقیدت، (مرتب) شاکر کنڈان، سرگودھا

☆ کتابی سلسلہ نعت نیوز، (مرتب) محمد زکریا شیخ الاشرفی، کراچی

☆ کتابی سلسلہ شہر نعت، (مدیر اعلیٰ) شبیر احمد قادری، فیصل آباد

☆ کتابی سلسلہ خوشبوئے نعت، سرگودھا، (مرتب) ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم

☆ ششماہی "متاعِ امیر" (میلادِ مصطفےٰ نمبر)، مدیر اعلیٰ: محمد امیر نواز امیرؔ، فیصل آباد

☆ نقوش رسول نمبر، مدیر محمد طفیل، لاہور

☆ ماہنامہ دعوۃ (سیرت و نعت نمبر)، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

☆ ماہنامہ تحریریں (نعت نمبر)، مدیر: حفیظ صدیقی، زاہدہ صدیقی
☆ ماہنامہ لکھاری (نعت نمبر)، ایڈیٹر: اقبال زخمی، لاہور
☆ گلِ چیدہ، حفیظ تائب، لاہور

ان کتابی سلسلوں؟ مجلوں اور رسالوں میں سے اکثر باقاعدگی سے نکل رہے ہیں۔ ''نعت رنگ'' ان میں سرِ فہرست ہے یہ واحد کتابی سلسلہ ہے جس کا تنقیدی جائزہ بھی شائع ہو چکا ہے اور جس میں شامل مضامین اور خطوط بھی کئی کتب کی صورت میں منظرِ عام پر آ گئے ہیں۔ نیز اہلِ علم کی نظر میں اس کتابی سلسلے کی جو قدر ہے اس پر بھی ایک کتاب مرتب کی جا چکی ہے۔ اس کے اداریوں پر مشتمل ایک کتاب الگ سے مرتب کی جا چکی ہے اور ڈاکٹر سہیل شفیق نے نعت رنگ میں شائع ہونے والے مضامین اور دیگر لوازمے کا اشاریہ بھی مرتب کر دیا ہے جو کتابی صورت میں طبع ہو چکا ہے۔

مصاحبے (INTERVIEWS):

طاہر سلطانی نے ''نعت کی بہاریں'' کے نام سے ۶۲۴ صفحات پر مشتمل کتاب مرتب کی ہے جس میں کراچی کے ۱۰۳ نعت گو شعراء سے مصاحبوں کا اندراج ہے۔

نعتیہ شاعری کرتے ہوئے، غیر ثقہ شعراء کا تو ذکر ہی کیا، بعض ثقہ شعراء سے بھی متنی (Textual) اغلاط ہو جایا کرتی ہیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مضمون کے آخر میں چند تنقیدی اشارے بھی دے دیے جائیں۔ یہ تنقیدی نکات میں نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے ''اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ'' میں ذرا تفصیل سے پیش کر دیے ہیں۔ یہاں ان کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔

لفظوں کا صحیح استعمال:

تلفظ: ادب چوں کہ لفظوں کے بہترین استعمال کا متقاضی ہے، اس لیے اشعار میں لفظ کے تلفظ کی پابندی لازمی ٹھہرتی ہے۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ لفظ کا تلفظ شعر ہی سے واضح ہوتا ہے اسی لیے سند کے طور پر صرف اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

معنوی استعمال: جن الفاظ کے معنوی پھیلاؤ میں اچھے اور کراہیت آمیز، دونوں طرح کے مفاہیم پیدا ہونے کا احتمال ہو ان کا ترک کرنا ضروری ہے۔ حضورِ اکرمؐ کی محفل میں ''راعنا'' کے بجائے ''انظرنا'' کا لفظ استعمال کرنے کا قرآنی حکم پیشِ نظر رہنا ضروری ہے۔ ایک مثال سے یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے: میٹھے نبیؐ:

ایک صاحب نے بلا سوچے سمجھے حضورِ اکرم کے لیے میٹھے نبیؐ کی ترکیب استعمال کی ...... میٹھا، اشیاء کی شیرینی کے لیے تو استعمال ہوتا ہے، افراد کے لیے اس کے استعمال میں خوبی کے بجائے ذم کا پہلو ہے۔

''عرشِ علیٰ سے اعلیٰ میٹھے نبیؐ کا روضہ
ہے ہر مکاں سے بالا میٹھے نبیؐ کا روضہ''

اس نعتیہ غزل کے بارہ اشعار ہیں۔ اس طرح ''میٹھے نبیؐ'' کی ترکیب تیرہ مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ اب لفظ ''میٹھے'' کے وہ استعمالات ملاحظہ فرمایئے جو افراد کے لیے ہوں تو کیا معانی دیتے ہیں:

میٹھا: ا۔ (کنایۃً) وہ شخص جس کی باتیں اور حرکتیں عورتوں کی سی ہوں، زنان مُتری، زنانہ، زنخا، ہیجڑا (فرہنگِ آصفیہ)

۲۔ میٹھا ٹھگ: میٹھی میٹھی باتیں بنا کر ٹھگنے والا یار، دغاباز، بددیانت، جھوٹا دوست، بے ایمان دوست؛ ٹھگوں کے اس فرقے کا آدمی جو میٹھا تیلیا (ایک زہر) کھلا کر مسافروں کو ہلاک کرتا اور لوٹ لیتا ہے، میٹھے والا (پلیٹس؛ فرہنگِ آصفیہ؛ مخزن المحاورات)۔ ۳۔ میٹھی چھری: ۱۔ (مجازاً) دشمن نما دوست، وہ شخص جو دوستی کے پیرائے میں دشمنی کرے، وہ شخص جو بظاہر دوست اور بباطن دشمن ہو، ظاہر میں خوشنما اور اصل میں مضرت رساں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ "میٹھا" اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو حلیم الطبع، بردبار، دھیمے مزاج کا آدمی ہو اور جسے غصہ نہ آئے ...... لیکن یہ بات طے ہے کہ جس لفظ میں برائی کا کوئی پہلو پوشیدہ ہو وہ خیر البشر جناب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے استعمال کرنا بے ادبی اور روحِ قرآن کے منافی ہے۔

عروض: کلاسیکی یا روایتی اصنافِ سخن مثلاً غزل، رباعی، قطعہ، مثنوی، مسدس، مسمط، مخمس، ترجیع بند وغیرہ، صنفی ہیئت کے علاوہ عروضی اوزان و بحور کی بھی پابند ہوتی ہیں۔ یہ ضروری تو نہیں کہ ہر شاعر عروض داں ہو۔ لیکن ہر شاعر کا موزوں طبع ہونا بہر حال لازمی ہے۔ عروضی اسقام سے بچنے کے لیے تھوڑی بہت عروض کی شدبد بھی ہونا چاہیے۔

صنائع بدائع کے استعمالات کا جائزہ: شاعری میں حسن پیدا کرنے کے لیے خیال کو اچھے سے اچھے اور انتہائی موزوں الفاظ کا جامہ پہنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کوشش میں شاعر کچھ صنائع بدائع کا استعمال بھی کرتا ہے۔ صنائع بدائع کے بالقصد استعمال سے کچھ الفاظ میں حسن تو پیدا ہو جاتا ہے لیکن اشعار میں تصنع اور بناوٹ کا عنصر بھی داخل ہو جاتا ہے۔ تاہم محتاط کاوش، شعری حسن میں اضافے کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

معائبِ سخن سے گریز: شاعر کے لیے معائبِ سخن سے بچنا بھی ضروری ہے مثلاً اسے معلوم ہونا چاہیے کہ عیبِ تنافر کیا ہے اور کیسے پیدا ہوتا ہے؟ تعقید کسے کہتے ہیں اور اس کی موجودگی سے شعر میں کیسی کراہیت پیدا ہو جاتی ہے؟ شترگربہ کیا ہوتا ہے اور اس عیب سے شاعری میں کیا خرابی پیدا ہوتی ہے؟ ایطا کسے کہتے ہیں اور اس سے بچ کر شعر کہنا کتنا ضروری ہے؟ معائبِ سخن کی فہرست خاصی لمبی ہے۔

شرعی معیارات کی پرکھ کے اصول: نعت کے مافیہ (content) یا متن (text) کی اہمیت ہر قسم کی شاعری کے مافیہ سے زیادہ ہے۔ نعت کے نفسِ مضمون کے فکری رشتے قرآن و حدیث سے بڑے گہرے ہیں۔ اس لیے قرآن و حدیث کے مفاہیم کو شعری قالب میں ڈھالنے کے ہنگام استنادی شان کو برقرار رکھنا اور متن کا شعری حسن بھی برقرار رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ تاریخ اسلام کے مستند حوالوں کو شعری پیکر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس موقع پر اپنے جذبات، اپنی خواہشات اور اپنے مذہبی تعصبات کو قابو میں رکھتے ہوئے راہِ مستقیم پر چلنا اور وادیِ نعت سے سرخرو گزر جانا بہت بڑی کامیابی کی دلیل ہے۔ کیوں کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ سچائی کا عنصر ہر سطح پر برقرار رہ سکے۔ نعتیہ شاعری میں جذبے اور احساس کے ارتعاشات کو شعری پردے پر ابھارنے کا عمل انتہائی سچائی اور احتیاط کا تقاضا کرتا ہے۔ یہاں شاعر کا ایمان داؤ پر لگا ہوتا ہے۔

جدید عہد نے نعتیہ مضامین کو بڑی وسعتوں سے ہمکنار کیا ہے۔ ان موضوعات میں کیا کیا شامل ہے؟ اس طرح کی کوئی فہرست بنانا تو ممکن نہیں ہے لیکن اس مسئلے کو چند احساساتی اور فکری ابعاد (dimensions) کے حوالے سے دیکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھ کر نعت کہی جا سکتی ہے:

☆ حضورِ اکرمؐ کی ذات کے جمالِ صوری، اسمائے مبارکہ کی معنوی تنویر، جمالِ معنوی یعنی اسوۂ مقدسہ

☆ حضورِ اکرمؐ کی الفت اور آپؐ کی اتباع کی آرزو
☆ حضورِ اکرمؐ کی تعلیمات کا ذکر
☆ حضورِ اکرمؐ کا تعلق مع اللہ
☆ نبیؐ کا تعلق مع الخلق
☆ نبیؐ کی ذات کی عظمت کا ذکر
☆ نبیؐ کے معجزات کا ذکر، اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نبی اکرمؐ کے تعلق کا اظہار
☆ نبیؐ کا اپنے اہل بیت یعنی آپؐ کی ازواج مطہرات کے ساتھ تعلق
☆ نبیؐ کا اپنی آل اور اہلِ قرابت کے ساتھ تعلق
☆ نبیؐ کے اقوال، نبیؐ کے اعمال
☆ نبیؐ کی "تقریر"، حضورِ اکرمؐ کے غزوات کا ذکر، حضورِ اکرم کے خطبات کا منظوم اظہار
☆ حضورِ اکرمؐ کی بزم آرائی، شاعر کی طرف سے اپنے غم کا استغاثے کی شکل میں اظہار، امت کی طرف سے استغاثہ پیش کرنے کا عمل، شفاعت طلبی کی التماس
☆ خواب میں حضورِ اکرمؐ کے دیدار کی آرزو کا شعری اظہار، حضورِ اکرم سے نسبت رکھنے والے اشخاص، اصحاب، ازواج اور اشیاء کا ذکر (شرط صرف یہ ہے کہ آپؐ کے اقوال یا تاریخی حوالوں سے بات بالکل سچی ہو اور بیان میں اعتدال رہے)، مدینہ منورہ کا ذکر، اس تک رسائی کی آرزو اور اس شہر کی فضیلتوں کا بیان، گنبدِ خضریٰ کا تذکرہ سب ہی کچھ نعتیہ ادب کا حصہ بن سکتا ہے۔ شاعر اپنے احساسات کی سچی عکاسی کرتے ہوئے حبِ رسولؐ کا اظہار کرے تو وہ بھی نعت ہی ہے شرط صرف یہ ہے کہ شاعر موضوع کے تقدس کا خیال رکھے اور زبان و بیان کے معاملے میں محتاط طریقہ اپنا سکے۔

شاعروں کے لیے یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ اگر وہ براہِ راست حضورِ اکرمؐ سے مخاطبہ کریں تو قرآنِ کریم کی ہدایات کو پیش نظر رکھیں۔ قرآن کریم میں ہے:

يَـٰٓاَيُّهَا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُوْا لَا تَـرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ
بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ بلند کرو اپنی آوازیں اوپر نبی کی آواز کے اور نہ اونچی کرو اپنی آواز اس کے سامنے بات کرتے وقت جیسے اونچی آواز میں بولتے ہو تم ایک دوسرے کے ساتھ، کہیں ایسا نہ ہو کہ غارت ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمھیں خبر بھی نہ ہو O (القرآن ۴۹:۲)

ممنوعاتِ نعت: نعت کے اشعار کی شعری بُنت میں شرعی حدود کا خیال رکھنے کے لیے کچھ امتناعی زاویوں کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً

☆ نبی کریمؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس تصور کے منافی کوئی خیال شعر میں نہیں باندھنا چاہیے۔
☆ حضورِ اکرمؐ، اللہ رب العزت کے بندے ضرور ہیں لیکن اللہ کی تمام مخلوقات میں صرف آپؐ کی ذات افضل ہے۔

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ایسی صورت میں کسی اور کو آپؐ کا ہم مرتبہ یا ہم رتبہ ظاہر کرنا۔ کسی خاص صفت میں نبیؐ کا شریک قرار دینا۔ صریحاً شرک فی النبوت ہے۔ حضورِ اکرمؐ کی ذات ہی صرف وجہِ تخلیقِ کائنات ہے۔ صرف حضورِ اکرم ہی کی ذات "معصوم عن الخطاء" ہے۔ حضورِ اکرم کے قرابت دار، اصحاب اور ازواج سب "محفوظ عن الخطاء" ہیں۔ یہ نکتہ ضرور ملحوظ رہے۔

☆ محض عوام میں مقبولیت حاصل کرنے کے خیال سے کسی فلمی گانے کی طرز پر نہ تو شعر کہے جائیں اور نہ ہی اس گانے کی دھن اپنائی جائے۔

☆ حضورِ اکرمؐ سے ایسا مطالبہ نہ کیا جائے کہ "آپؐ ایک بار پھر دنیا میں تشریف لا کر ہماری حالتِ زار ملاحظہ فرمائیں"۔ کیوں کہ اسلام میں آپؐ کی بعثتِ ثانی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ استغاثہ بحدِ اعتدال پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

☆ انبیائے سابقین کی ذات سے حضورِ اکرم کی ذاتِ اقدس کی افضلیت ثابت کرتے ہوئے کہیں ان انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کا پہلو نہ نکلے۔ اس ضمن میں بہت احتیاط درکار ہے۔

☆ کسی صحابی یا آپؐ کے کسی رشتہ دار امتی کا ذکر اس طرح نہ کیا جائے کہ حضورِ اکرمؐ کی تبلیغی سرگرمیوں کی کامیابی کا سہرا ان کے سر باندھنے کی کوشش ظاہر ہو۔ یا یہ ظاہر ہو کہ اگر وہ صحابی نہیں ہوتے تو دین پھیلتا ہی نہیں۔ تمام اصحاب النبیؐ، ازواج النبیؐ اور نبیؐ کے ہاشمی قرابت دار، امت کے لیے محترم ضرور ہیں لیکن حضورؐ کے صرف خادم اور امتی ہیں۔

☆ معراج میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرمؐ کو اپنی نشانیاں دکھانے کے لیے فلک الافلاک کی سیر کرائی تھی۔ اسی بات کا ذکر قرآنِ کریم میں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے۔ معراج کی تفصیلات قرآن کریم میں موجود ہیں اور تفاسیر میں معراج کی روایت صحیح احادیث کی روشنی میں بھی ملتی ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ "اللہ نے حضورِ اکرمؐ کو دیدار کے لیے طلب فرمایا تھا" بڑی بھاری غلطی اور ظلم ہے کیوں کہ اللہ کی شان "البصیر" کا استخفاف ہوتا ہے۔

☆ معجزات کے بیان میں بھی صرف حضورِ اکرمؐ کی عظمت کا خیال پیش کیا جائے، کسی صحابی کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے کسی معجزے کا تصور پیش کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔

☆ نعتیہ اشعار میں اصحاب النبیؐ، ازواج النبیؐ اور نبیؐ کے قرابت داروں کا ذکر مناقب کے اشعار کی صورت میں آ تو سکتا ہے۔ لیکن صرف اس لیے کہ ان اشعار سے حضورؐ ہی کی عظمت ظاہر ہو۔ ان حضرات میں سے کسی کا بھی حسنِ سیرت و کردار، کرامت، اور حسنِ معنوی، صرف اور صرف حضورِ اکرمؐ کی تربیت اور فیضانِ نظر کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

تاریخی استناد کی روشنی میں نعتیہ اشعار کی پرکھ کے اصول:

☆ تاریخی واقعات کو بھی اپنے تعصب کی نذر نہیں کیا جانا چاہیے۔ حقائق کسی کے توڑنے مروڑنے سے چھپتے نہیں ہیں، البتہ ان کوششوں سے تفرقے پیدا ہو جاتے ہیں۔ تاریخ میں کذب و دروغ کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ تاریخ اسلام میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں۔

☆ خیال کو واقعہ بنا کر پیش کرنے کی وجہ سے نعت میں بھی "کذب و دروغ" کو فروغ ملتا ہے جو نعتیہ شاعری کے مطلوبہ معیار اور مزاج کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات سے بھی متصادم ہے۔ ایسے اشعار بہت بڑی تعداد میں مل سکتے ہیں جن میں یا تو شاعر قبر سے شعری زبان میں گفتگو کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے یا حشر کے ہنگام اپنی

کامیابی کا اعلان کرتا ہوا لگتا ہے۔ عام شاعری کے اس رویئے پر ڈاکٹر عندلیب شادانی نے گرفت کی تھی۔ وہ ملاحظہ فرمالیجیے اور نعت کے حوالے سے تصور فرمایئے کہ یہ روش اس صنفِ مقدس کے لیے کتنی مضرت رساں ہوسکتی ہے۔

''معاد کا عقیدہ تو اکثر مذاہب میں پایا جاتا ہے لیکن قیامت کب آئے گی اس کی تعیین کسی نے نہیں کی ...... ہمارے شعراء خصوصاً چوٹی کے غزل گو جس درجہ حساس واقع ہوئے ہیں، وہ ظاہر ہے۔ بھلا ان سے اس غیر معین حالت کی برداشت کہاں ممکن تھی اور وہ کب تک انتظار کرسکتے تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنی خیالی دنیا بنائی اور اس دنیا میں پہنچنے کے لیے فرضی طور پر یا تو جلادِ محبوب کی چھری سے ہلاک ہوئے یا پھر اس کے جور و ستم کے باعث ایڑیاں رگڑ رگڑ کے جان دیدی۔ پھر قیامت قائم کی۔ حشر و نشر کے سامان ہوئے۔ خدائی دربار رچایا اور داورِ محشر کے سامنے فریاد لے کر پہنچے۔ چوں کہ یہ حضرات شاعر ہونے کی حیثیت سے گویا ایک ہی ''امت'' کے افراد ہیں۔ اسی لیے حشر میں سب کو تقریباً ایک ہی قسم کے واقعات پیش آتے ہیں''۔

(دورِ حاضر اور غزل گوئی، ڈاکٹر عندلیب شادانی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۵۱ء)

اس تحریر کی قرأت کے بعد یہ کہنے کی قطعی حاجت باقی نہیں رہتی کہ نعت میں قبر و حشر کا حال اس طرح بیان کرنا جیسے وہ پیش آچکے ہیں یا پیش آرہے ہیں بڑا جھوٹ ہونے کے باعث لائقِ ترک ہے۔

☆ اللہ کے ذاتی نام کے غلط تلفظ کی مثال:

قمر رعینی اپنی کتاب ''ولائے رسولؐ'' میں لکھتے ہیں:

> ''[میں نے] لفظ اللہ کو فعلن کے وزن پر الاٗ نہیں لکھا بلکہ اس میں اللہ کی ہائے ہوز کو واضح طور پر مفعول کے وزن پر باندھا ہے یعنی
>
> ع اللہ کو الاٗ نہیں اللہ کہا''

اللہ کا لفظ پانچ حرفی ہے (بروزن مفعول) اور اس کا ہر لفظ پورا پڑھا جاتا ہے۔ اس لیے اسے کسی طور چار حرفی (بروزن فعلن) بنا کر نہیں لکھنا چاہیے۔

☆ ''کبریا'' کا بے محل استعمال:

کبریا کا لفظ ہمارے ہاں بڑے بڑوں نے ''اللہ'' کے صفاتی نام کے طور پر استعمال کیا ہے۔ شعراء نے کبھی اس طرف دھیان نہیں دیا کہ ''کبریا'' کو پہلے پہل جس نے بھی اللہ کے صفاتی نام کے طور پر استعمال کیا ہوگا اس نے عربی قاعدے سے ناواقفیت کی بنا پر یا اپنے غلط اجتہاد کی بنا پر ایسا کیا ہوگا۔ حالانکہ یہ صرف صفت ہے اسمِ صفت نہیں ہے۔ قرآنِ کریم میں یہ لفظ صرف دوبار آیا ہے۔ سورۂ یونس اور الجاثیہ میں:

۱۔ وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآ ءُ فِي الْاَرْضِ ط

۲۔ وَ لَهُ الْكِبْرِيَآ ءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ص

۱۔ اور حاصل ہوجائے تم دونوں کو سرداری اس ملک میں۔ (القرآن ۱۰:۷۸)

۲۔ اور اسی کو سزاوار ہے بڑائی آسمانوں اور زمین میں۔ (القرآن ۴۵:۳۷)

قرآن کریم کی درج بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ کبریا بڑائی کو کہتے ہیں ''بڑے'' کو نہیں۔ اللہ کے لیے ''اکبر'' بھی اسمِ ذات (اللہ) کے ساتھ کہا جاتا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ یہ غلطی اتنی عام ہوگئی ہے کہ اردو لغت

بورڈ کی مرتب کردہ لغت میں بھی ''کبریا'' کے معنی خدا تعالیٰ کے صفاتی نام کے ہی دیئے ہیں۔ حالانکہ اسی لغت میں اس لفظ کے معنی بزرگی، عظمت، شان وشوکت، جاہ وجلال، قدرت اور فضیلت بھی رقم ہیں اور میر کا یہ شعر بھی درج ہے جو اس لفظ کے بالکل درست استعمال کی طرف اشارہ کررہا ہے:

''میرؔ ناچیز مشتِ خاک اللہ
ان نے یہ کبریا کہاں پائی''

ان حقائق کی روشنی میں ''کبریا'' کو اللہ کے صفاتی نام کے طور پر برتنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

☆ مدینہ منورہ کے لیے یثرب کا استعمال:

حضورِ اکرمؐ کے ورودِ مسعود سے قبل جو شہر ''یثرب'' کہلاتا تھا وہ آپؐ کی آمد کے بعد ''مدینۃ النبیؐ'' ہوگیا۔ اس لیے نعت گو شعراء کے لیے یثرب کا لفظ استعمال کرنا مناسب نہیں۔ پھر اس لفظ کے معانی بھی اچھے نہیں ہیں۔ بعض احادیث میں بھی مدینہ منورہ کو ''یثرب'' کہنے کی ممانعت آئی ہے۔

قرآن کریم میں سورۂ احزاب [۳۳] کی آیت نمبر ۱۳ میں لفظ یثرب، منافقین کے قول کے طور پر آیا ہے:

وَاِذْقَالَتْ طَّآ ئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ (اور جب کہ ان (منافقوں) کی ایک پارٹی (یعنی اوس بن قبطی اور اس کے ساتھیوں) نے کہا: ''اے یثرب والو! (یہاں) تمہارے قیام کا کوئی موقع نہیں''۔

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیری حاشیے میں لکھا:

بغوی نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا: یہ طابہ ہے۔ حضورؐ نے مدینہ کو یثرب کہنا اس لیے پسند نہیں فرمایا کیوں کہ یثرب کا لفظ تَثْرِيْبٌ، يَثْرِبُه اور ثَرَّبَهٗ اور ثَرَّبَ عَلَيْه اور اَثْرَبَهٗ سے مشتق ہے (یعنی مادہ سب کا ایک ہے لیکن استعمال فَعَلَ يَفْعَلُ اور تَفْعِيْل اور افعال سے ہوتا ہے) اور ثرب ہو یا اثراب یا تثریب سب کا معنی ہے ملامت کرنا، عار دلانا، کسی جرم پر ذلیل کرنا اور مُثَرِّب اس شخص کو کہتے ہیں جو بخشش میں دراز دست نہ ہو۔ قاموس۔ (تفسیرِ مظہری، جلد نہم، ص ۲۲۵)

میں نے اپنے مضمون میں اچھے، زبان وبیان کے لحاظ سے قدرے بے داغ، اسلوب میں دلکش اور اظہار میں کلاسیکی یا جدید معیارات کے دروبست کے حامل اشعار کے زیادہ سے زیادہ نمونے قرطاس پر بکھیر دیے ہیں۔ لیکن بہت ساری کتب ایسی بھی نظر سے گزریں جن میں نہ تو زبان ہی معیاری تھی اور نہ ہی بیان میں احتیاط کے شواہد پائے جاتے تھے۔ تاہم میں نے کتب کے نقائص ظاہر کرنے کے بجائے اچھے دو دو چار چار اشعار منتخب کر لیے ہیں۔ مضمون کی محدودات کے پیشِ نظر اچھی شاعری کے نمونے بھی بعض صورتوں میں زیادہ بعض میں بہت کم دیئے ہیں۔ اس مضمون میں کسی شعری کاوش میں نقائص کی نشاندہی سے گریز کیا ہے۔ اسی لیے آخر میں معائبِ سخن کی چند صورتوں کی صرف نشاندہی کردی ہے۔

حضورِ اکرمؐ کے زمانے میں عرب کا بچہ بچہ شعری ذوق سے مالا مال تھا۔ اس ماحول میں بھی معیار برقرار رکھنے کے لیے حضورؐ نے دوسرے شعراء پر حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح دی اور ان کی اس قدر عزت بڑھائی کہ منبر بھی عطا فرمایا اور ان کے لیے دعا بھی فرمائی ''اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ'' (اے اللہ! روح القدس کے ساتھ اس کی مدد فرما!) ...... کیا آج کا کوئی سنجیدہ شاعر نعتیہ شاعری کرتے ہوئے اس حقیقت کو نظر انداز کرسکتا ہے؟؟؟

اس مقالے میں اردو نعتیہ شاعری کے ادبی سفر کا جائزہ لینے کے لیے پاکستان کی تخلیق کے بعد سے ۲۰۱۳ء تک ایسے نعت گو شعراء کا زیادہ ذکر ہے جن کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں ۔ اس لیے ۱۹۴۷ء سے قبل کی اردو شاعری کا ذکر نہیں چھیڑا گیا ۔ اختتام پر اقبالؔ کے دو اشعار ضرور دینا چاہتا ہوں:

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں ، وہی فرقاں ، وہی یٰسیں ، وہی طٰہٰ

(اقبال ، بالِ جبریل ، ۲۵ ، کلیات اردو ۳۱۷)

اس مختصر سے جائزے سے اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد بتدریج شعرا میں عشقِ نبویؐ ، تعلیمِ رسولؐ اور سیرت و کردارِ رسولؐ کے ذکر سے اپنے کلام کو معتبر بنانے کا رجحان بڑھ رہا ہے جو ”رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ“ (اے نبیؐ! ہم نے تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا ...... القرآن ۴: ۹۴) کے اعلانِ ربانی کی عملی تفسیر ہے۔

خواجہ میر درد نے معرفت کے مضامین کے حوالے سے پیش گوئی کی تھی:

پھولے گا اس زبان میں گلزارِ معرفت
یاں میں زمینِ شعر میں یہ تخم بو گیا

ہمارے عہد میں فروغِ نعت کی کوشش کرنے والا کوئی بھی شاعر کہہ سکتا ہے:

کھلتے رہیں گے مدحتِ آقاؐ کے اب گلاب
یاں میں شعورِ نعت کا وہ تخم بو گیا

☆☆☆☆

نوٹ: مضمون کے متن میں ممکنہ حد تک کتابوں کے حوالے درج کر دیئے گئے ہیں ۔ اس لیے کتابیات کا تفصیلی ذکر ضروری نہیں سمجھا گیا ۔

ڈاکٹر احسان اکبر

برِصغیر اور زبانِ اُردو تک سیرت نگاری کا سفر

عرب ہند رابطے تو بہت پہلے سے تھے مگر محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ کی فتح سے عرب ہند رشتہ ایک تسلسل کے ساتھ قائم ہوا۔ ورنہ جنوب میں مالابار کے ساحل تک عرب تاجروں کے بیڑے بہت پہلے سے آتے جاتے رہے ہیں۔ شمال تک بھی عرب قرامطہ آتے رہے ہیں۔ فتح سندھ کے ساتھ یہ ہوا کہ برصغیر کا عرب کے علمی مراکز یعنی مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، بغداد، دمشق، کوفہ اور بصرہ کے علمی و عسکری مقامات سے رشتہ قائم ہو گیا۔ سندھ میں املاء کے لیے عربی رسم الخط مقامی زبان کے لیے بھی رائج ہو گیا۔ پہلی بارہ صدیوں تک یہاں کے مسلمان اہل علم نے عربی میں جن میدانوں میں کام کیا وہ فقہ، اصول فقہ، ادبیات، معقولات، حدیث، تفسیر اور قرآن کریم کی تعلیم پر ہونے والا کام تھا۔ اس سارے زمانے میں سیرت النبیؐ اور معازی پر کام کی توجہ نہ تھی۔ ورنہ علمی رفتار یہ تھی کہ اکیلے شہر ٹھٹھہ (سندھ) کے اہل علم کی کتب کنیت وکم میں عرب علماء کے کارناموں کے برابر ہوتیں۔ دوسری صدی ہجری کے امام عبدالرحمٰن الاوزاعیؒ، محمد ہاشم ٹھٹھویؒ، ابوالحسن سندھی، محمد عابد سندھی کے کتب کے کام عرب دنیا میں مقبول اور مشہور ہو چکے تھے۔

تاہم سیرت رسول کریمؐ کے ناتے برصغیر کے اندر جو اہم کام ہوا وہ حالیہ دو صدیوں میں ہوا اور یہ ایسا اہم کام تھا کہ عرب اہل علم نے اپنی کتب میں ان کے حوالے دیئے۔ کہنا چاہیے کہ انہی کے کام نے عرب علماء کو اس میدان میں آگے بڑھنے کے ناتے مہمیز فراہم کی۔ محمود غزنوی کے زمانے کے عرب حکمران بنو عباس جو تھے ان کی کمزوری نے انہیں محدود کر دیا تھا۔ اب برصغیر کے واسطے قدرت نے فیض کا دوسرا دروازہ فارسی کے ناتے کھول دیا۔ دہلی کی خودمختار حکومت قطب الدین ایبک کے زمانے ابھرتی ہے۔ تب یہاں وسط ایشائی نصاب ہائے تعلیم پڑھائے گئے۔ تدریس میں بھی قرآن شریف، حدیث پاک اور سیرت آنجنابؐ پر پوری توجہ ہی نہ دی جاتی تھی۔ اور یونانی اذکار کی اہمیت کے حوالے سے علم الکلام پر بہت زیادہ زور رہا۔ برصغیر کے مسلمان کو اب تو عربی اور فارسی زبانوں کی وسیع لغت اور زبان دانی ہی نہیں بلکہ ان کے ناتے ہنر و علم کا فیض بھی نصیب ہوا۔ یہ اثر نئی ابھرنے والی زبان کے لیے کھاد کا کام کر رہا تھا۔ اردو کو ابھرتے ہی اظہار کے یہ توانا خزائن نصیب ہو گئے۔ برصغیر کی مسلم بادشاہتوں نے گو اسلام کے پھیلنے کے حوالے سے کوئی خدمات انجام نہ دی تھیں تاہم عربی و فارسی زبان و ادب تک رسائی رکھنے کے باعث یہاں کا مسلمان دین اسلام کو اس کے بنیادی مخارج و ذرائع سے پہچاننے اور سمجھنے کے ہمیشہ قائل رہا اور مذہب کسی تصوف کی بھول بھلیوں میں گم نہیں ہوا۔ باوجودیکہ یہاں بہت سی مقامی تحریکوں نے اسلام کو جذب کر کے ختم کر دینے کے پورے اہتمام ہر زمانے میں کیے۔

پہلے ہزار برس گزرنے کے ساتھ ہی 'الفی' تحریک کے زمانے سے ایک پرفریب ہلچل یہ کہہ کر جاری کر دی گئی کہ اسلام صرف ایک ہزار سال کے لیے آیا تھا۔ اقبال جسے دانشور ہی دیکھ سکے ہیں کہ اس

دھوکہ کا پردہ چاک کرنے کا کتنا بڑا کام حضرت مجددؒ نے اپنے مقدس ہاتھوں میں لیا۔ جنہوں نے بڑے منضبوط اور مبسوط دلائل سے اس فتنہ کا تاروپود بکھیر کے رکھ دیا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ، شیخ احمد سرہندی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کام میں عمریں کھپادیں۔ اسی عظیم الشان کام کو روشن تر رکھنے والی سیرتِ محمدیؐ تھی، روایات و احادیث تھیں۔ شاہ ولی اللہؒ، حضرت محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ نے فارسی زبان میں سیرت آنحضورؐ پر بنیادی کام کیا۔ پہلی کتاب شیخ محدثؒ کی تھی۔

۱۸۵۷ء سے پہلے اردو میں بھی سیرت کے موضوع پر بیس پچیس کتب لکھی جا چکی تھیں۔ ان میں بدرالدولہ کی کتاب سیرت اولیت رکھتی ہے۔ غیاث احمد کاکوروی انگریز کے معتوب ہو کر انڈمان کے جزائر میں بھجوا دیئے گئے تھے۔ وہاں گندگی اٹھانے کی ڈیوٹی بھی کرائی گئی مگر واہ ری حب رسولؐ اس سارے پراگندہ ماحول میں بھی لکھنے کو وقت نکالتے رہے اور محض یاداشت کے زور پر "تواریخ حبیب اللہ" لکھ دی۔ تاہم احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اصل ذرائع دیکھے بغیر طباعت کو نہ جانے دی۔ آزاد ہو کر کتب خانے دیکھے تو "تواریخ" کے مندرجات کو مُو بہ مُو درست پایا۔

فارسی کتب سیرت کا ایک سلسلہ تو عربی زبان سے کیے جانے والے ان تراجم پر مشتمل ہے جو مآخذ کی حیثیت رکھتے تھے۔ "سیرت ابن ہشام" کا ترجمہ "فتوح الشام" کے نام سے چھپا۔ فتوح الشام کا پھر اردو میں منظوم ترجمہ ہوا جو بے حد مقبول بھی رہا۔ امام ترمذی کی "شمائل نبویؐ" کا ترجمہ کرامت علی جونپوری نے کیا۔ "زادالمعاد" کا ترجمہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے کیا۔ "سیرت ابن ہشام" کا ایک ترجمہ مولوی انشاء اللہ نے بھی کیا۔ اسی طرح قاضی عیاض کی کتاب "الشفاء" کا فارسی ترجمہ مولانا اسمٰعیل کاندھلوی نے کیا۔

نورِ مصطفویؐ کے شعلے کو جب طوفانوں نے بجھانا چاہا ہے تو یہ آنحضورؐ کے محبان کی روایت رہی کہ انہوں نے اور بھی تن دہی سے خدمات سیرت نگاری کو توجہ دی۔

لارڈ کیک کے زمانے میں دہلی کی آخری شمع بھی جب بجھ گئی۔ مسلمانوں کے عقائد و روایات شک اور تعزیر کی زد میں لائے گئے تو ایک طرف عمادالدین جیسے لوگ پادری ہو کر آنحضورؐ کے خلاف لکھنے لگے وہاں مولانا حالیؔ اور چراغ علی ایسے دانشوروں نے سیرت پاک کا لکھ کر دفاع کیا۔ سرسید نے یوپی کے لیفٹیننٹ گورنر کی لکھی کتاب "Life of Muhammad" جو چار جلدوں میں تھی اس کا جواب دیا۔

سرسید احمد خاں نے علمی انداز میں خالص معروضی حوالوں سے سیرت پاک کا پہلی جلد میں جائزہ لیا۔ ۶۴۔۱۸۶۰ء میں لکھی گئی اس کتاب کا سرسید بھی چار ہی جلدوں میں جواب دینا چاہتے تھے۔ مگر دیار فرنگ میں رہنا ان کے لیے مشکل ہو گیا سو انہیں واپس آنا پڑا۔ سرسید اس کام کے لیے اپنا کتب خانہ کیا جائیداد تک فروخت کر کے اسے مکمل کرنا چاہتے تھے۔ سرسید اردو میں لکھ کر انگریزی میں ترجمہ کرا کے طبع کراتے تھے۔ اس کتاب نے تاہم سیرت نگاری کے جذباتی کے بجائے علمی اسلوب اور معروضی نقطۂ نظر کو جو راہ دی تھی اسی نے بعد کے سیرت نگاروں کو فائدہ پہنچایا ہے۔

ظہورِ پاکستان سے ملتے زمانے میں مولوی عبدالحق نے سیرت آنحضورؐ کے سلسلے میں لکھنے والوں کا ایک قاموس مرتب کرایا تھا جس کے مطابق تب تک اردو میں سیرت پاک پر کوئی دو سو کتب اور میلاد ناموں معجزات ناموں وغیرہ کے الگ سے کوئی سوا دو سو نسخے ۲۲۵ مطبوعہ طور پر موجود تھے۔

ان زمانوں میں اور طرح سے یادگار کام سامنے آئے ۔ پروفیسر سید نواب علی کی لکھی سیرت کے علاوہ قاضی سلیمان منصور پوری کی ''رحمۃ اللعالمین''، مولانا شبلی اور سید سلمان ندوی کی ''سیرت النبیؐ'' ایسی یادگار تواریخی تحاریر سامنے آئیں ۔ ''خطباتِ مدارس'' میں بھی شبلی نے سیرت کے حوالے سے اہم کام چھوڑا ہے ۔ مگر حب رسولؐ ایسا موضوع نہیں کہ شمع رسالت کے پروانے اپنے حصے کی خدمت انجام دینے سے رک جاتے ۔ شاید ان سب سے اہم کام وہ ہے جو آخری نصف بیسویں صدی پر محیط ڈاکٹر حمید اللہ کا سیرت نبیؐ، غزوات اور قانونِ اسلام پر مشتمل تحقیقی کام ہے ۔

اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ بیسویں صدی ایسے دور کے زمانے کا دانشور مورخ صدر اول کی تاریخ کی کڑیاں قرآن، صحفِ قدیم، احادیثِ صحیحہ اور ادبی تحاریر کی داخلی شہادتوں سے تاریخ کا مورد بننے والے مواقع و مقام کی اس صحت سے باز آفرینی کر لے گا ۔ انہوں نے خود سفر کیے، ذاتی طور پر جریب اور فٹ کی پیائشیں لیں اور سارے ہی میدان جہاں محاربات ہوئے، سب محل جہاں اہم فیصلے ہوئے ان کی نشان دہی کر دی ۔ ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم فرانسیسی، جرمن، انگریزی، عبرانی، عربی، فارسی اور اردو سب سے حسبِ ضرورت مدد لے سکتے تھے ۔ سب کے وسیلے سے تحقیق کر کے ماخذ تک جا سکتے تھے ۔ ایک ہزار مقالات اس عظیم علمی کام کے علاوہ بھی جس کا نام ہے:"The Prophet of Islam-His Life and Work" انہوں نے یہ کتاب اولاً فرانسیسی میں لکھی ۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے بڑھتے ہوئے شغفِ تحقیق کو بھی مخالف اور معاصر یورپی اسرائیلی مستشرقین و ''محققین'' کے ان بودے دعووں نے مہمیز دی جن کا لب لباب یہ تھا کہ نعوذ باللہ آنحضورؐ بنی اسمٰعیل ہی سے تعلق نہیں رکھتے تھے یا حدیثیں غیر تاریخی بنیاد رکھتی ہیں یا اسی طرح قرآن کریم کے بارے میں ان کے بہت سے دعاوی ۔ اسی حوالے سے روایت کے استناد کو ڈاکٹر صاحب نے توجہ دی اور مشکوک روایت کو دلائل سے رد کر کے عموماً صحفِ قدماء سے اپنی دلیلیں لیں جن کا معترضین جواب نہیں دے سکتے تھے ۔ ان کے مضامین کو دیکھ کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ مغرب اسلام کے بارے میں محض تنگ نظر ہی نہیں ضدی بھی ہے ۔ یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ مغازی کے ناتے انہوں نے جس اعتماد اور صحت و تدقیق سے بات کی ہے وہ خود مغازی کی مرکزی اہمیت کو واضح کرتی جاتی ہے ۔

اردو میں مغازی کے ناتے مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری کی کتاب اپنا ہی مقام رکھتی ہے ۔ مولانا ادریس کاندھلوی کی سیرت نے پہلے کے سیرت نگاروں کی بعض کوتاہیوں کو درست کیا مگر مستشرقین کی مسلسل دراندازیاں شاید ان کے علم ہی میں نہیں آئیں ۔

علامہ اقبال کی ایک نامکمل آرزو یہ تھی کہ قرآن پاک سے سیرت پاک کا نقشہ مرتب کیا جائے ۔ یہ آرزو لگتا ہے کہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے ہاتھوں پوری ہوئی ہے ۔ عسکریات کے ناتے پاکستان کے جنرل اکبر خاں کی ''حدیث دفاع'' اور بریگیڈیئر گلزار کی غزواتِ نبوی قابل توجہ کتب ہیں ۔ تاہم عراق کے بریگیڈیئر جنرل محمود شیت خطاب کی ''الرسول القائد'' نے جزئیات پر لکھنے کا حق ادا کر دیا ۔ شام کے جنرل مصطفیٰ طلاس نے اپنے رنگ پر حربیات پہ لکھا ۔ ان کتابوں کے اردو تراجم کی شاید ابھی صورت نہیں بن سکی ۔

☆ ☆ ☆ ☆

ڈاکٹر اقبال آفاقی

نعت: ایک روحانی تجربہ

نسیم اللغات کے مطابق نعت سے مراد وہ نظم ہے جو حضورؐ کی مدح میں ہو۔ نعت کی اس تعریف میں تین الفاظ اہم ہیں۔ ایک نظم، دوسرا مدح اور تیسرا حضورؐ۔ چونکہ یہاں تیسرا لفظ مرکزیت کا حامل ہے، اس لیے بات کا آغاز اسی سے کرتے ہیں۔ جب حضورؐ کا سراپا ذہن میں اُبھرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی احسن و اکمل کے تصورات بھی طلوع ہوتے ہیں۔ شیخ سعدی سے منسوب تصوراتِ کمال و جمال کو اپنے ایک نعتیہ قطعے میں کچھ اس طرح باندھا ہے کہ یہ قطعہ اسلام کی تہذیبی روایت کا ناقابلِ فراموش حصہ بن چکا ہے۔ لکھتے ہیں ـــ حضورؐ کی ذات میں کمال ایسا تھا کہ سدرۃ المنتہا کی خبر لائے اور جمال ایسا کہ جس نے زمانے کی تاریکیوں کو پاش پاش کر دیا۔ جہاں تک نعت کے حوالے سے لفظ 'نظم' کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ نعتیہ شاعر کو قادر الکلام، فصیح و بلیغ اور ہنر مند ہونا چاہیے۔ بعد ازاں لفظ 'مدح' توجہ طلب ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ مدح کس کی اور کیوں؟

یہ دنیا جس میں ہم زیست کرتے ہیں کمینگی، لالچ اور فریب کی دنیا ہے۔ چاپلوسی اور مطلب براری کے لیے انسان کس کس کی تعریف نہیں کرتا؟ حاکمِ وقت کی قصیدہ خوانی تو ہر عہد میں ہوتی رہی ہے۔ بعض اوقات ہم چھوٹے چھوٹے عہدے داروں کے دل جیتنے کے لیے تعریفوں کے پل یہاں تک باندھتے ہیں کہ قعرِ مذلت میں گرتے چلے جاتے ہیں، قرطاس و قلم کی تقدیس کا معاملہ تو خیالِ محال کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ حزم و احتیاط تو ایک طرف ہم عزتِ نفس کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ نعت کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ جب نبی اکرمؐ کی مدح کا مقام آتا ہے تو حزم و احتیاط کے ساتھ احترامِ آدمیت کی شرط لازمی قرار پاتی ہے۔ یہاں رندی و دیوانگی چلتی ہے نہ ہی مطلب براری۔ چاپلوسی اور Propitiation کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آخری لفظ طلسم و سحر کی دنیا سے متعلق ہے۔ اس لیے زیادہ پرہیز کی ضرورت پڑتی ہے۔ یوں کہہ لیجیے کہ پُل صراط کا سفر در پیش ہوتا ہے۔ خدا کے معاملے میں دیوانگی کا اظہار ممکن ہے۔ مگر جب ہم مدحتِ رسولؐ میں کچھ لکھنا چاہیں تو ہوش و حواس میں رہنا پڑتا ہے۔

حضرت اقبال عاشقِ رسولؐ تھے۔ اس کے باوجود ڈر ڈر کر قدم رکھتے تھے۔ چنانچہ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ با محمد ہوشیار باش یعنی دربارِ رسالت میں حاضری کے لیے حدِ ادب کی پاس داری ہی پروانہ راہ داری ہے۔ غالب کو ہی دیکھ لیجیے جب وہ توحید و جودی پر مضامین باندھتا تو سرشاری اور بے باکی سے اس قدر کام لیتا کہ تاویلات کے پر لگا کر اُڑتا ہی چلا جاتا۔ وہ وحدت الوجودی تھا۔ حکماء نے کہا ہے وحدت الوجود برائے شعر گفتن خوب است۔ غالب کے ساتھ بھی کچھ یہی معاملہ تھا۔ اس میدان میں اس کا توسنِ فکر سرپٹ دوڑتا تھا لیکن جب وہ حضورؐ کے بارے میں کچھ کہتا تو وہ بڑی احتیاط سے کام لیتا یا گنگ ہو جاتا کہ ثنائے خواجہ میں رندی و دیوانگی کا وہ بیانیہ ممکن ہی نہیں جو غالب کے یہاں بافراط موجود ہے۔ ایک اور وجہ شاید احساسِ گناہ کا غلبہ ہے۔ وہ خود آگاہ آدمی تھا، اپنے اعمالنامے کو کیسے فراموش کر سکتا

تھا۔ وحدت الوجودی تصور جہاں کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تاویل کی دنیا اس حد تک وسعت پذیر ہوتی ہے کہ عالم مثال تک چلی جاتی ہے اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انفرادیت و داخلیت کا عمل دخل بہت زیادہ ہوتا ہے، انا، آتما یا Self کی تحلیل کی جاتی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ غالب کے یہاں اپنی انا کی تحلیل کا ذوق بہ مقدار وافر موجود تھا۔ اس سلسلے میں ہوتا ہے شب و روز تماشا میرے آگے والی غزل کا ایک ایک شعر گواہی دیتا ہے۔ ایسے انا پرست شخص کے لیے نعت کے میدان میں طبع آزمائی کرنا کیوں کر ممکن تھا؟ اس کے باوجود غالب کا یہ نعتیہ شعر کمال کی چیز ہے:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دان محمد است

غالب کے بارے میں اس قدر طویل گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کو اپنی انا اتنی ہی عزیز ہے تو کوچۂ عشق میں داخل ہونے سے گریز میں ہی خیر و برکت ہے۔ کوچۂ عشق میں تو عجز و انکسار سے کام لینا اور سراپا باادب ہونا پڑتا ہے ورنہ ہم اختر شیرانی جیسے رند مشرب شاعر کو بھی گستاخ کا سر پھوڑنے کو تیار پاتے ہیں۔ نبی اکرمؐ کا احترام، اُن کی توقیر اسلام کا بنیادی جز ہے۔ صحابہ کرامؓ آپؐ کو اپنے والدین اور جان و مال سے زیادہ عزیز رکھتے۔ وہ نہ صرف آپؐ کے معتقد اور پیروکار رہتے بلکہ آپؐ کی حرمت و تقدیس کے تحفظ کے لیے جان نثار کرنے کے لیے ہر لحظہ تیار رہتے۔ رسول مقبولؐ کی ذات مقدس میں ان کو وہ سب کچھ نظر آتا جو بہوت کن اور تحیر زا معجزوں میں موجود ہوتا ہے۔ اس تجربے کو ایک ایسی مابعدالطبیعی ڈائمنشن کہا جا سکتا ہے جسے وٹگنس ٹائن نے Seeing-as کا نام دیا ہے۔ اس میں ادراکی تجربے کی کیفیت تجربے سے معنویت میں مختلف ہو جاتی ہے۔

اگرچہ آقائے نامدارؐ نے اپنے بشر ہونے پر مسلسل اصرار کیا اور خود کو ذات حق تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ اور پیمبر ظاہر کیا جس کو اللہ نے اپنے احکامات لوگوں تک پہنچانے کی ذمے داری (vocation) سونپی تھی لیکن بایں ہمہ حضورؐ کی صحبت کا شرف حاصل کرنے والوں کو سرِ نہاں معلوم تھا۔ وہ راز جسے ابوجہل اور اس کے پیروکار کبھی نہ جان سکے کیونکہ وہ علمیاتی اندھے پن (Epistemic Blindness) کا شکار تھے۔ ان کے برعکس صحابۂ کبار کو خدا نے وہ پہچان عطا کی تھی جو ہیرے اور پتھر کا فرق کرنا جانتی تھی۔ یاد رہے کہ ہیرا کوئلے کی کان سے ہی برآمد ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ ان کے نزدیک فرق صاف ظاہر تھا۔ وہ نہ صرف خدا کے محبوب اور مثالی انسان تھے بلکہ انؐ کے ہر کام میں خُدا کا ہاتھ نظر آتا۔ اسوۂ حسنہ کے ہر ایک پہلو میں ان کو عالم مثال کا عکس دکھائی دیتا۔ حضورؐ کی ذات صحابہؓ کے لیے ایک سراپا نور اور تجلیات ربانی کا مرکز تھی۔ انؐ کی عظمت کا ایک ایک نقش صحابہ کرامؓ کے قلوب پر کچھ ایسا ثبت ہوا کہ پھر کبھی مٹ نہ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی مصاحب کو کبھی جوڈا اسکاریٹ کی طرح ان سے بے وفائی کرنے اور پیٹر کی طرح ان کے انکار کی جسارت نہ ہوئی۔ آپؐ سے بے پناہ محبت کا یہ فیضان تھا کہ ان کے مصاحبین دونوں جہاں کی دولتوں سے مالا مال ہوئے۔ انہیں نبی مکرمؐ کی کیمیاگری نے خالص کندن میں تبدیل کر دیا۔ یوں کہیے کہ یہ ستاروں کا ایک جھرمٹ تھا جو زمین پر اُتر آیا تھا۔ یہ ستارے اپنے سورج کے اس قدر وفا کیش تھے کہ تاریخ میں ان کی مثالیں نہیں ملتیں۔ وفا کیشی اور کردار کے کندن پن کا انعام یہ تھا کہ حضورؐ کے شیدائی جلد ہی قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے مالک بن گئے۔ علامہ فرماتے ہیں:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

صحابہ کرامؓ کے لیے حضورؐ کی ذاتِ اقدس اس قدر پُرکشش تھی کہ ایک جماعت جنھیں اصحابِ صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مسجدِ نبوی کے صحن میں ایک چبوترے میں آن بیٹھی تاکہ نہ صرف رشد و ہدایت سے فیض یاب ہوں بلکہ آفتابِ رسالتؐ کا مسلسل دیدار بھی کر سکیں۔ سید علی ہجویری لاہوریؒ کی کتاب کشف المحجوب میں اصحابِ صفہ کی مکمل فہرست مندرج ہے۔ ان عاشقانِ نبوت نے کبھی واپسی کا تصور بھی نہ کیا۔ کیونکہ آنحضرتؐ کی Presence سے ان کو وہ الوہی شعورِ ذات حاصل ہوا تھا جس نے ان کی زندگیوں کو تسکین اور اطمینان سے بھر دیا تھا۔ اب ان کے یہاں حزن و ملال تھا نہ رنج و پشیمانی۔ حتیٰ کہ موت کا خوف بھی منہا ہو چکا تھا۔ اس سے بڑا معجزہ اور کیا ہو سکتا تھا۔

لاریب توحید کے تصور کو قرآن میں مرکزیت حاصل ہے لیکن نشان خاطر رہے کہ توحید کا تصور حجاز کی سر زمین پر نیا نہیں تھا۔ حضورؐ کی بعثت سے پہلے بھی یہ تصور موجود تھا۔ مزید یہ کہ مکہ کے مشرک اللہ کے وجود کے منکر نہیں تھے۔ وہ اسے رب کعبہ کے علاوہ رب الارباب کے نام سے بھی جانتے تھے۔ اگرچہ وہ لات منات اور عزیٰ کے بتوں کی پرستش بھی ساتھ ساتھ کرتے۔ یہ بت بیت اللہ میں پرستش کے لیے رکھے گئے تھے چنانچہ اندازہ یہی ہے کہ وہ Pagan نہیں تھے۔ قریش مکہ کو بالخصوص ان کے بارے میں تشکیک بہرحال لاحق ہوگی۔ کیونکہ اگر ان کا یہ دعویٰ درست تھا کہ وہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی اولاد ہیں تو دین ابراہیمی کی بنیادی شرائط ان کے تحت الشعور کے کسی نہ کسی کونے کھدرے میں ضرور جاگزیں ہوں گی۔ ان کے درمیان احناف کا موجود ہونا ہمارے اس دعوے کی تائید کرتا ہے۔ احناف سختی سے دیوی دیوتاؤں کے منکر تھے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر پختہ ایمان رکھتے۔ احناف کی فہرست میں بہت سے حضرات کا نام آیا ہے۔ قرآن کریم میں بھی احناف کا ذکر ملتا ہے۔

مستشرقین کے مطابق قدیمی نظریہ توحید (Primordial Monotheism) کے خد و خال بھی عرب روایات میں شامل تھے۔ یہاں سوال پیدا یہ ہوتا ہے کہ اس قدیمی نظریہ توحید اور اسلام کے مابین بنیادی فرق کیا تھا؟ اور پھر احناف کے نظریہ توحید اور اسلام کے نظریہ توحید کے درمیان حد فاصل کون سی چیز تھی۔ وہ کون سی تھیوری تھی جس نے اسلام کی امتیازی شان کو واضح کیا؟ ان سوالات کا جواب حضورؐ کی شخصیت اور ان کے نظریۂ رسالت میں مضمر ہے۔ جو بات خاص طور پر وجہ افتخار و امتیاز تھی وہ رحمت للعالمین کا تصور اور حضورؐ کے بعد دنیا میں نبوت کے اختتام (لا نبی بعدی) کا نظریہ تھا۔ یہ ایک بالکل نیا تصورِ جہاں تھا، یہود و نصاریٰ کے تصورات جہاں سے بالکل مختلف۔ نہ کسی انسان کی خدائی کا دعویٰ تھا اور نہ ہی خدا کی منتخب قوم کا تصور۔ اسلام کے تصورِ جہاں میں حضورؐ کی سیرت و رسالت اور انسانی مساوات کو مرکزیت حاصل تھی۔ شہادت صرف یہ نہیں کہ کوئی الٰہ نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ شہادت کا دائرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ ہم اس بات کی گواہی نہ دیں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ گویا اسلام کا اصل راز حضورؐ کی نبوت اور خاتمیت میں ہے۔ اگر آپ توحید کی تصدیق کریں اور حضورؐ کی رسالت و شخصیت کو فراموش کر دیں یا انسانی شرف و مساوات کے تصور کو پس منظر میں دھکیل دیں تو آپ کا اسلام مکمل نہیں ہوتا۔

یہ وہ خصوصی نکات ہیں جو اسلام کی شناخت کا سبب بنے اور جن پر مسلم تہذیب کی بنیادیں استوار

ہوئیں۔ ان کے بغیر نہ اسلام کا امتیاز واضح ہوتا ہے اور نہ ہی توحید کے معنی۔ کون سی توحید؟ کیا یہ وہ توحید ہے جسے یہودی مانتے ہیں؟ یا یہ وہ توحید ہے جس کی تشریح مسیحی نظریہ تثلیث کے حوالے سے کی جاتی ہے۔ یقیناً اسلام کا نظریہ توحید ان دونوں روایات سے مختلف ہے۔ اسلام میں توحید کے وہ معنی قابل قبول ہیں جن کو نبی کریمؐ نے رائج کیا، جن کا ایک مخصوص سیاق وسباق ہے اور ایک مخصوص متن۔ اس متن سے باہر توحید کے معنی بدل جاتے ہیں۔ ہم ایک تصور جہاں سے دوسرے تصور جہاں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

اس تصور توحید کو حقیقت محمدیہ کی تفہیم کے بغیر جانا نہیں جا سکتا۔ واقعہ معراج حقیقت محمدیہ کی تفہیم کا ایک مقدم اشارہ (Signifier) ہے اور سورہ الم نشرح کی آیت "**وارفعنا لک ذکرک**" اس اشارے کی تصدیق۔ حقیقت محمدیہ کے سرنہاں کو منصور حلاج سے ابن عربی اور جامی وسعدی و بوصیری تک سب ایک تجربے کے طور پر جانتے اور مانتے تھے۔ اقبال نے بھی 'دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے' کی بات اسی حوالے سے کی۔ یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ حقیقت محمدیہ میں صرف لوگوں کے معنی ہی نہیں، اس میں انسانیت کی معراج، تہذیب کی سربلندی، روح کے ارتفاع اور فرد کی توقیر کے معانی بھی موجود ہیں۔ گویا حقیقت محمدیہ کے تصور کا دائرہ بے پناہ وسعت کا حامل ہے۔ اس میں جاہ وجلال کے مقامات بھی آتے ہیں اور احساس جمال کے پُرلطف لمحات بھی۔ اس جلال وجمال کے وسیع تر دائرے میں ہی اسلامی تہذیب کی تشکیل اور انسانیت کی تکمیل ہوئی ہے۔ نعت رسولؐ بھی چونکہ جلال وجمال کے اس وسیع تر دائرے سے برآمد ہوئی ہے، اس لیے نعت رسولؐ بنیادی طور پر ایک روحانی تجربہ ہے جو حضوری (Presence) کے شعور کے بغیر ناممکن ہے۔ بقول شمیم احمد نعت کا شعور ایک ایسے انسانی تہذیبی اور فکری شعور سے برآمد ہوا ''جس نے دنیا کو ایک نئے موڑ اور ایک نئی جہت سے آشنا کیا ہے۔''

میرے نزدیک نعت کا مقصد ایک قلبی واردات کو شعری سانچوں میں ڈھالنا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل میں نہ صرف شعری نزاکتوں اور قرینوں پر مکمل دسترس کی اہمیت نا قابل فراموش ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اظہار عقیدت اور جذبہ محبت کو تہذیب اور شائستگی کی حدود میں رکھنا بھی لازمی ہے۔ نعت یقیناً ایک تخلیقی عمل ہے لیکن عام شاعری کے تخلیقی عمل سے ذرا مختلف۔ نعت کے تخلیقی عمل کا ایک پہلو شعری جمالیات ہے جس میں احساس مسرت وحظ کی اپنی حیثیت ہے۔ احساس مسرت جو Sublime کے وقوف سے بھرپور ہونا چاہیے۔ تاہم نعت جمالیاتی مسرت وحظ کی خاطر ذہنی آوارہ گردی اور تخیل کے بے محابا استعمال کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ یہاں کسی کو Poetic Licence کے دعوٰی کا یارا نہیں۔ جس کا دعوٰی نظم میں بالعموم اور غزلیہ شاعری میں بالخصوص شعرا کرتے نظر آتے ہیں۔ نعت میں تلازمۂ خیال کی ایک حد متعین ہے۔ نعت کے تخلیقی عمل کا دوسرا پہلو روح کی لطافت وترفع ہے۔ کچھ اس طرح کہ روح کا گداز پن آبگینوں کو پگھلاتا چلا جائے۔ محبتیں ذات کی گہرائیوں میں اترتی چلی جائیں اور رشتوں اور رابطوں کی ایک حسین دنیا آباد ہوتی چلی جائے۔ چراغ سے چراغ روشن ہو۔ چونکہ یہ اظہار ایک روحانی واردات کا آئینہ دار ہوتا ہے، لہٰذا اس میں غلو اور ژولیدہ سری کا کوئی کام نہیں۔ نعت کی ان کڑی حدود کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

نعت جس قلبی واردات سے برآمد ہوتی ہے، اس میں یقیناً ورائیت کا ایک ایسا مقام بھی آتا ہے جہاں زمان ومکاں پسپا ہو جاتے ہیں۔ بس ورائیت ہی ورائیت رہ جاتی ہے لیکن اس ورائیت میں حالت سکر سے گریز اور شطحیات سے پرہیز کڑی شرط ہے۔ گویا نعت کا مافیہ نا قابل گرفت ہونا چاہیے۔ بلند آہنگی اور خودسری بھی یہاں ممنوع ہے۔ نعت

لکھتے ہوئے نبی اکرمؐ کے شخصی وقار اور ان کی سیرت و تعلیمات کی پابندی ہی سرچشمہ خیر و برکت ہے۔ یہاں ہم کسی قسم کی مقصدیت کی بات نہیں کر رہے، بات تو سعادت کے معیار اور لوازمات حدِ ادب کی ہو رہی ہے یعنی نعت کے شاعر کے تخیل کو دانش و حکمت کی حدود اور اس کے روحانی ترفع کو شریعت کے قواعد کی پاس داری کرنا ہوتی ہے۔ چنانچہ نعت ایک ایسی تنگنائے ہے جس سے گزر کر ہی نعت گو قبولیت و کامرانی کی منزل کو پا سکتا ہے۔ ورنہ دونوں اطراف میں غولِ بیابانی کی عمل داری ہے جو انسان کو گمراہ کر کے جلتے ہوئے صحرا کے بیچ لا کھڑا کرتے ہیں۔ اس صورتِ حال کی مزید وضاحت کے لیے قصیدۂ بردہ کے مصنف امام شرف الدین بوصیری کا یہ شعر مددگار و معاون ہو سکتا ہے۔

دع ما ادعتہ النصارٰی فی نبیھم
واحکم بما شئت مدحاً واحتکم

ترجمہ: مدحِ رسولؐ میں صرف وہ بات چھوڑ دو جس کا دعوٰی نصرانیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کیا ہے، اس کے بعد جو تمھارا جی چاہے حضورؐ کی شان میں کہو اور جو حکم چاہے لگاتے جاؤ۔

☆☆☆☆

جاذب قریشی

قرطاس وقلم کی روشنیاں

انسانی تاریخ کے سفر میں بیسویں صدی ایک ایسی اُبلتی ہوئی آتش فشاں چٹان کی تمثیل بن گئی ہے جس کے آس پاس آفات وامکانات کا شمار سہل نہیں ہے۔ حیرتوں کے غیبی منظروں کے درمیان انسان زمینوں سے اُڑ کر خلاؤں میں سیاروں تک جا پہنچا ہے۔ علمی وسائنسی بصیرتوں کی گہرائی اور عملی وتکنیکی قوتوں کے پھیلاؤ سے ذاتی اعتماد واعتبار کو وہ نیا سائبان ملا ہے جس میں بہت سے ارضی وسماوی تصوراتی چہرے اپنے رنگ اور اپنے خدوخال تبدیل کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ تغیرات کا ایک سیلاب انسان کے باطن سے خارج تک کے معتبر عقائد کو تسلیم شدہ اصولوں کو اور زندہ تجربات کو خس وخاشاک کی طرح بہائے لیے جا رہا ہے، زلزلہ خیز نئے اجالوں میں بہت سی بلند حویلیاں شکستہ ہو کر پابوس ہو گئی ہیں لیکن اس ہولناک منظر نامے کے درمیان بھی محمد مصطفیٰؐ کی عظمتوں کو ان ذہنوں نے تسلیم کیا ہے جن کے سلسلے بیسویں صدی کے سائنسی، علمی اور تکنیکی انقلاب سے جا ملتے ہیں۔ قرآن کریم کی صداقتوں کو مقبولیت حاصل ہے کہ رسول اکرمؐ کے ان گنت عملی حوالے جدید انسانی فکر میں تحلیل ہو کر نئے زمانوں کی دستاویز میں لکھے جا رہے ہیں۔

حضور اقدسؐ کا آخری خطبہ جدید دنیا کے انسانی منشور کی اساس ہے۔ اعتبار انسانی میں یہ بات بھی شریک ہے کہ تکوین کائنات اور تخلیق فطرت کا اولین محرک رحمت للعالمینؐ کی ذات گرامی کا پرتو ہے۔ آپؐ کی آمد کے بعد جن بہترین بشری سلسلوں کی ابتداء ہوئی ہے وہ آپؐ ہی کی ذاتِ گرامی سے خود کو وابستہ کیے ہوئے ہیں۔ معلوم سے نامعلوم تک زمین وآسمان کے درمیان کوئی ایسی دوسری شخصیت نہیں ہے جو آپؐ کی مثال کہی جا سکے۔

محمدؐ کی ثناء کا پہلا نقش خدائے قدوس کی آواز میں قرآنِ حکیم کی آیات کے درمیان چمکا ہے جہاں سورۂ حجر، سورۂ نور، سورۂ احزاب، سورۂ آلِ عمران، سورۂ مائدہ اور سورۂ نساء کے علاوہ متعدد جگہوں پر مدحتِ مصطفیٰؐ کی خوشبو لکھی ہوئی ہے۔ مدحِ رسولؐ کی نظم شدہ تحریر کو عام طور پر نعت سمجھا جاتا ہے لیکن اہل علم ودانش نے اس قید کو توڑ دیا ہے اور حضورؐ کی مدحت میں لکھی ہوئی ہر نثر ونظم کو نعت کہا ہے۔ ملت اسلامیہ کی تمام زبانوں کے ادب میں نعت کو ایک ایسی صنف تصور کیا جاتا ہے جس میں حضورؐ کے اوصاف عالیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی محبتوں کو اظہار میں لایا جائے۔ اللہ نے اپنے محبوبؐ کی جو ثناء قرآن مجید میں لکھوائی ہے اسے اسالیبی اور معنوی دونوں سطحوں پر ابدیت حاصل کی ہے۔

اللہ کے بعد صحابہ کرامؓ بھی رسول اکرمؐ کے مدحت گزار رہے ہیں۔ ان میں حسان بن ثابتؓ، کعب بن زہیرؓ، عبداللہ بن رواحہؓ اور علامہ نصیری کے علاوہ ایک بڑی تعداد عربی میں لکھنے والے غیر صحابیوں کی ہے جنہوں نے نعتیں لکھی ہیں، لیکن جو شہرت وسعادت مذکورہ حضرات نے پائی ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں مل سکی ہے۔ حسان بن ثابتؓ کو تو شاعر دربارِ رسولؐ کہا جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ، حسان بن ثابتؓ کے لیے منبر لگواتے اور نعت پڑھنے کی تلقین کرتے۔ حسانؓ کھڑے ہو کر حضورؐ کی جانب سے مدافعت ومفاخرت کرتے تو حضورؐ فرماتے

''بیشک اللہ تعالیٰ، حسانؓ کی مدد جبریلؑ سے فرماتا ہے''۔

نعتیہ شاعری کی اپنی ایک مذہبی روایت ہے جو عربی سے فارسی میں منتقل ہوئی اور پھر اردو ہندی زبانوں کے علاوہ برصغیر کی تمام علاقائی زبانوں تک پھیل گئی۔ فارسی کے نامور شاعروں نے نعت گوئی کو اپنے ہنر، اپنی فکر، اپنی محبتوں اور اپنی تہذیبی قدروں کا اظہار بنایا ہے۔ عطار، نظامی، خاقانی، رومی، سعدی، جامی، امیر خسرو، عرفی، قدسی، نظام الدین اولیاء اور اقبال نے نعت گوئی کے حوالے سے بڑی اہمیت پائی ہے۔ اردو میں قلی قطب شاہ سے غالب تک تمام شاعر اپنے دیوان میں حمدیں اور نعتیں عاشقانہ تہذیبی عقیدت کے ساتھ پیش کرتے رہے لیکن حالی نے جدید شاعری کی طرح جدید نعت کو بھی متعارف کرایا۔ انہوں نے پہلی بار آشوب عصر کی آگہی کو اور ملت اسلامیہ کے نامساعد حالات کو نعت کے حوالے سے پیش کرنے کی کوشش کی۔ حالی نے نعت کے عاشقانہ یا جمالیاتی اسلوب میں فکری و عملی عناصر کو شامل کیا۔ رسول اکرمؐ کی زندگی کو اپنی زندگی کے مسائل سے ملا کر خود کو سمجھنے اور سمجھانے کی ایک تازہ جہت کو مسدس حالی کی نعتیہ مناجات میں تلاش کیا ہے۔

اے خاصہء خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

حالی نے مشرقی اقدار کی شکست و ریخت کو اسلامی تعلیمات سے دوری کو اور مسلمانوں کو انگریزی غلامی کی ذلتوں سے آگاہ کیا۔ جدید نعت کی اس روایت کے ساتھ نئے تقاضوں کے پیش نظر ہادیٔ برحق کے اسوۂ حسنہ کو موضوع بنانے کا رجحان پیدا ہوا۔ اردو میں نعتیہ شاعری کی یہ ایک نئی توانائی اور ایک نئی صورت تھی۔ اس سے پہلے امیر مینائی، محسن کاکوروی اور بیدم وارثی نے اپنے اپنے تخلیقی اسالیب میں نعت کو آگے بڑھایا تھا۔ محسن کاکوروی نے اپنی لازوال نعت کے ذریعے ہند اسلامی تہذیب کو اور اپنی مٹی اور اپنے موسموں کی خوشبو کو نعت کا پیراہن دیا اور کہا کہ:

سمتِ کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

محسن کاکوروی کا یہ نعتیہ اسلوب آگے چل کر غیر منقسم ہندوستان میں ایک نیا رجحان ثابت ہوا۔ ان سب سے پہلے کرامت علی خان شہیدی اور غلام امام شہید، وہ رسولؐ سے محبت کرنے والے تھے جنہوں نے نعت گوئی کے معیار کو بلند کرنے کی اہم کوششیں کی تھیں۔ ان دونوں شاعروں نے فارسی اور اردو زبانوں میں نعتیں لکھی ہیں۔ بیسویں صدی کے برصغیر میں افرنگیوں کی آمرانہ عملداریوں میں مسلمانوں پر ہونے والے تشدد کو شاعروں نے بھی محسوس کیا اور نعتیہ اسالیب میں اپنے احساس و خیال کا اظہار کرنے کی کوششیں کیں۔ علامہ اقبال، محمد علی جوہر، ظفر علی خان، حسرت موہانی، جوش اور حفیظ جالندھری نے حالی کے پیش کردہ نعتیہ اسالیب کو ایک ایسی جدت کے ساتھ تخلیق کیا کہ نعت کو پوری توانائیوں کے ساتھ آگے بڑھنے کی سکت مل گئی۔ اقبال نے نعت کو نہ صرف فکر و عمل سے ہم آہنگ کر دیا بلکہ اقبال اردو کے اہم ترین نعت نگاروں میں شمار کیے جانے لگے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں متعدد جگہوں پر آنحضرتؐ کی سیرت کا والہانہ اظہار کیا ہے۔ جرمن شاعر گوئٹے کی مشہور نظم (نغمۂ محمدی) کا آزاد ترجمہ بھی کیا جو ''پیام مشرق'' میں ''جوئے آب'' کے نام سے شامل ہے۔ اقبال کی شاعری کا حقیقی محور سیرت محمدیؐ اور اسوۂ رسولؐ ہی ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اس زمانے میں لطف بدایونی نے ایک ایسا شعر لکھا جس کی مثال نہیں مل سکے گی۔ انہوں نے لکھا کہ:۔

رُخِ مصطفیٰؐ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

لطف بدایونی نے اس شعر میں جس طرح عاشقانہ جمالیات کو اور سیرت طیبہ کو ایک دوسرے سے پیوست کیا ہے کہ اس میں خدا اور انسان دونوں کے درمیان رسول اکرمؐ کی عظمت کا اعتراف ہو جاتا ہے۔ یہی وہ اسلوب تھا جس پر پاکستانی شاعروں نے حیات طیبہ کی عملی و فکری، مادی اور روحانی صداقتوں کو الگ الگ لکھ کر ایک عظیم وحدت میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ رسول اکرمؐ کی بزرگی و برتری ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ نعت لکھنے والے قرآن و احادیث سے روشنی اخذ کر کے اپنی تمام تر ذہنی و وجدانی صلاحیتوں کے ساتھ لکھنے کی خواہش کرتے ہیں، اس طرح فن اور خیال مل کر اعلیٰ معیار زندگی کے عمل کو تیز کر دیتے ہیں۔

اللہ کی یاد نبیؐ کی محبتوں سے وابستہ ہے کہ ذات حق تو مبتدا کی طرح ہے جس کی خبر رسول اکرمؐ ہیں۔ گمان سے یقین تک کے سارے امکانات رسول اکرمؐ کے ذریعے ہی کھلتے ہیں اور رسول کی صفات کا ادراک اور اس کا اظہار شاید اور کسی طرح امکان میں نہیں جس طرح اللہ کی عظمتوں کو محدود عقلیت کے ساتھ سمجھنا اور اس کا بیان امکان میں نہیں۔

ہزاروں سال کا انسانی ارتقا ہمارے جدید عہد کی ٹیکنالوجی اور سائنسی ایجادات کے ساتھ اپنی جن فتوحات تک پہنچا ہے ان کے درمیان رسول اکرمؐ کی فکر اور ان کا عمل اپنے اہم ہونے اور اپنے اثبات کے ساتھ موجود ہے بلکہ گزرے ہوئے موجودہ اور آنے والے زمانوں کی تصدیق و تائید رسول اکرمؐ کے فکر و عمل ہی سے ہو رہی ہے۔

موجودہ نعتیہ شاعری رسول امامؐ کی ان صفات کا انتخاب کرتی ہے جو عصر حاضر میں بند دروازوں کو کھول سکیں۔ پاکستان کے بعد نعتیہ شاعری کے حوالے سے شناخت رکھنے والے بزرگوں میں بہزاد لکھنوی، حمید صدیقی لکھنوی، یوسف ظفر، نعیم صدیقی، ماہر القادری، جگر مراد آبادی، شیم ملیح آبادی، خورشید آرا بیگم، منور بدایونی اور رابعہ پنہاں کے نام شامل ہیں۔

رسول اکرمؐ کے حوالے سے شہر مدینہ اور گنبد سبز رنگ نعت گوئی کے اہم موضوعات رہے ہیں۔ اس شہر کی عقیدت و محبت کی تمام بنیادیں رسول اکرمؐ کے تعلق پر رکھی گئی ہیں۔ نبی کریمؐ کی صفات و توصیف بے حد و حساب ہیں کہ اس سمندر کا کوئی ساحل نہیں۔ اس کے آفاق بے کنار او راس زمین کے طویل سلسلے کا اختتام نہیں۔

پچھلی دہائی میں جن شاعروں کی پہچان نعتیہ شاعری بنی ہے ان میں حفیظ تائب، حنیف اسعدی، مظفر وارثی، سرشار صدیقی، اعجاز رحمانی، ماجد خلیل، ادیب رائے پوری، قمر انجم اور قمر وارثی کے نام سامنے ہیں۔

حفیظ تائب تسلسل کے ساتھ نعتیں لکھتے رہے ہیں۔ انہوں نے سیرت طیبہ کے طاقوں میں بے شمار چراغ جلائے ہیں، ان کی عقیدتیں بڑی گہری ہیں۔ وہ عربی اور فارسی لفظیات کے درمیان اردو کے لفظوں کو ایسی عاجزی سے لکھتے کہ نعت کا داخلی و خارجی وجود اجالے کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ حفیظ تائب کے اسالیب میں علمی و نظری سطح

ابھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے لیکن ان کی روح کا گداز آ بگینے کو پگھلا دیتا ہے۔ حنیف اسعدی کا نام چند برسوں میں تواتر کے ساتھ آیا ہے۔ وہ سادہ اور سہل لفظوں میں جذبوں کی شدت کو اور لہجے کے بے ساختہ پن کو اس طرح لکھ دیتے کہ ان کی محبتیں ذات میں اترتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ محبوب خدا ان زمانوں کے لیے بھی رحمت ہیں جو زمانے ابھی نہیں آئے ہیں۔ حنیف اسعدی نے رسول اکرمؐ کے حوالے سے خالق کائنات کو پایا ہے۔ وہ اپنے آقاؐ کی محبت کو آسودہ زندگی کی اساس کہتے کہ اسی چھاؤں میں انسانی رشتوں کی رفوگری کا ہنر سیکھا جا سکتا ہے۔ مظفر وارثی ان معتبر نعت لکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں جن کی نعتیں عمومی اور خصوصی شہرت و مقبولیت تک جا پہنچتی ہیں۔ پاکستان، ہندوستان اور عرب ممالک میں مظفر وارثی کی نعتیہ آواز سنی جاتی ہے، پڑھی جاتی ہے اور لحن میں لائی جاتی ہے۔ ان کے بیشتر اسالیب استعاراتی ہیں جس کی بنا پر ان کی نعتیں تخلیقی روح کی پکار بن گئی ہیں جو فن کے اعتبار سے بھی تازہ اور خوبصورت ہیں اور اپنی معنویت میں بھی بھرپور اثر پذیریوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ سرشار صدیقی مذہبی شاعری لکھنے والے روایتی نظری علم و تربیت کے ساتھ خالق کائنات کو اور محبوب ربِّ دو جہاں کی عظمتوں کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ سرشار صدیقی نے پہلے اپنے ربّ کو پھر محبوب ربّ کو جذبہ و خیال کا تجربہ بناتے ہوئے اپنے احساس ناتمامی کے اعتراف کے ساتھ پورے وجود کو اعتبار و اعتماد کا حصہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح سرشار صدیقی اپنے تجربے میں اور اپنے اسلوب میں منفرد ہو گئے ہیں۔ رسول اللہؐ کے نمائندہ کردار کو خصوصی طور پر اپنی نعتوں کا موضوع بنانا اعجاز رحمانی کی پسندیدگی کی بنیاد ہے۔ ان کی بیشتر نعتیں ہمیں ہماری عملی و فکری کوتاہیوں کا احساس دلاتی ہیں۔ ان کے اسلوب میں آسان لفظ اظہار پاتے ہیں۔ وہ عمومی انداز کی نعت لکھتے ہیں اور اجتماعی شہرت حاصل کر لیتے ہیں۔

گذشتہ چند دہائیوں میں ان گنت نعتیں لکھی گئی ہیں اور سینکڑوں کتابیں شائع ہوئی ہیں جن کی فہرست لکھنا امکان میں نہیں لیکن جو چند نام یادداشت میں ہیں ان میں صبا اکبرآبادی، سلیم گیلانی، طفیل ہوشیارپوری، محشر رسول نگری، احسان دانش، تابش دہلوی، راغب مرادآبادی، محشر بدایونی، شاعر لکھنوی، اقبال عظیم، اعظم چشتی، اقبال شوقی، عارف عبدالمتین، شبنم رومانی، صہبا اختر، عبدالعزیز خالد، حافظ لدھیانوی، صبا متھراوی، قمر ہاشمی، صابر کوثر، صاحبزادہ نصیر، خالد احمد، اقبال صفی پوری، محمد علی ظہوری، عاصی کرنالی، صبیح رحمانی اور امید فاضلی شامل ہیں۔

پچھلی صدی کی آخری چار دہائیوں کے درمیان اردو ادب میں نعت نگاری کو جو ارتقاء حاصل ہوا ہے اس کے حوالے سے نعت کے لب و لہجے اور نعت کے اسلوب کے ساتھ لفظیات میں بہت کچھ تبدیلیاں آئی ہیں۔ رسول اکرمؐ کی عقیدت و محبت تو وہی ہے لیکن نعت اپنے شعری تخلیقی و فنی رویوں کے ساتھ زندگی کے بنیادی اعتماد اور کائنات کے جدید تجربوں کو لے کر آگے بڑھی ہے سینکڑوں بلکہ ہزاروں قلم نعت کو لکھ رہے ہیں، پڑھنے والوں کی ان گنت دھڑکنیں پیش کردہ نعتوں کے مطالعے سے گزر رہی ہیں۔ موجودہ عہد روح انکار کی تمثیل ہے۔ یہاں تک کہ انسان خود اپنی ذات کو ہونے اور نہ ہونے کے درمیان رکھتا ہے۔ اس شعلۂ انکار میں انسانی اقدار جل رہی ہیں اور انسانی تاریخ کے اثباتی اوراق کالی آندھیوں میں اُڑتے چلے جا رہے ہیں، مگر موجودہ نعت سے نئے آدمی کی کردار سازی کا کام لیا جا رہا ہے۔

شمیم احمد نے نعتیہ شاعری پر لکھتے ہوئے کہا ہے کہ "حیات نو کا مرکزی جوہر حضورؐ کی ذات گرامی ہے جو ایک مثالی اور باعمل معاشرتی نصب العین کا وہ منارۂ روشنی ہے جو پوری انسانی تاریخ میں ایک آئیڈیل معاشرے کی تعمیر

کرتا ہے اور اسے اپنے ہاتھوں سے عمل میں بھی لے آتا ہے۔ جدید نعتیہ شاعری کی روح کوئی مذہبی تشخص نہیں ہے بلکہ وہ انسانی تہذیبی اور فکری شعور ہے جس نے دنیا کو ایک نئے موڑ سے اور ایک نئی جہت عمل سے آشنا کیا ہے''۔

نعتیہ شاعر کے سامنے صرف ایک صنف سخن کی ضرورتوں کا مسئلہ ہی نہیں ہے بلکہ عظمت کی بے حد وحساب رفعتیں، خیال واحساس کے لیے اونچی اڑانوں کا سبب بنتی ہیں جہاں ہر جنبش پر خود احتسابی چاہتی ہے۔ نعت ایسے سچے جذبوں اور ایسے پاکیزہ خیالات کی تصویریں اتارتی ہے جو ہر اعتبار سے محترم سمجھی جاتی رہی ہیں۔ نعت شاعر کے ذہن وضمیر کی آواز ہوتی ہے بلکہ پورے وجود کا اظہاریہ ہوتی ہے۔ مدح رسولؐ عمومی اوصاف کا تذکرہ نہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو شاعر ہر کسی کی تعریف میں مبالغہ کی حدوں کو پار کر کے رائی کو پہاڑ بنانے کا فن جانتے تھے وہ مدحت رسولؐ میں ایسے ژولیدہ بیان ہوئے کہ ایک شعر بھی نہ لکھ سکے۔ سفلی جذبات کے اور مادی خواہشات کے لوگ نعت کے قائل نہیں ٹھہرتے۔ نعت لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ حضور اکرمؐ کے حالات وواقعات، سیرت اور ان کی تمام فکری وعملی فضیلتوں کا مطالعہ کیا جائے تاکہ جدت طرازی کے درمیان غلو آرائی سے بچا جا سکے۔ امیر حسن سنجری نے خواجہ نظام الدین اولیاء سے شاعری میں مبالغہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو آپ نے جواب دیا کہ ''جھوٹ بولنا گناہ ہے لیکن وہ جھوٹ جو شعر میں بولا جائے گناہ نہیں ہے''۔ خواجہ صاحب نے اس کے ساتھ لکھنے والے کے ہنرمند ہونے کو ضروری قرار دیا ہے اور ارشاد کیا ہے کہ شعری صداقت حسن واثر پذیری میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ ذات ممدوح کے اوصاف سے بے خبر یا فریب خوردگی توصیف کے بجائے تردید بن جاتی ہے۔ نعت میں شعری تلازمات اور عظمتِ رسولؐ کے مقام کا شعور نعت کو ادب عالیہ میں برتر مقام دلا دیتا ہے اور ایسا قرینہ احترامِ رسالتؐ کے حوالے سے شہرت وسعادت کی علامت بن جاتا ہے۔

ہمارے عہد کی نعت گوئی کوئی رسمی چیز نہیں ہے۔ یہ ہمارے سنجیدہ ترین ابلاغ اور پرخلوص جذبات سے دہکی ہوئی شاعری ہے جس سے نعت گوئی کے سرمائے میں جدید اسالیب کا وہ بھرپور تجربہ شامل ہو گیا ہے جس نے نعتیہ شاعری کو باقاعدہ فن کی شکل دے دی ہے۔ نعتیہ شاعری صنفِ سخن نہیں ہے ایک عظیم موضوع ہے جس کے حوالے سے آخر میں ایک بات کا تذکرہ اور کرنا چاہوں گا کہ دنیا کی شاعری کے اساسی موضوعات کائنات، انسان اور ان دونوں کے درمیان پیدا ہونے والے عملی وفکری سوالات وواقعات ہیں لیکن نعتیہ شاعری کا مرکز اور اس کا دائرہ اور اس کے دائرے کے تمام پھیلاؤ ایک عظیم ذات ایک اکمل ترین انسان اور ایک لازوال نام سے وابستہ ہیں۔ رسول اکرمؐ ایک ایسے ممدوح ہیں اور ایک ایسا موضوع ہیں جن کی انفرادیت کو جن کی یکتائی کو اور جن کی بے کناری کو ان گنت اسالیب میں لکھنے کے بعد بھی کوئی قلم اپنی تحریر پر آسودہ نہیں ہوا ہے۔ رسول اکرمؐ کی حیاتِ لازوال کو لکھنے والے تمام ہاتھ شرمندہ ہیں کہ وہ رحمتِ عالمینؐ کی مکمل تصویر اتارنے سے قاصر ہیں اور ڈیڑھ ہزار سال سے حنیف اسعدی کی طرح یہی دعا کر رہے ہیں کہ:۔

یارب یہ تمنا ہے کہ نازل ہو وہ ہم پر
جو نعت ابھی قرض ہے قرطاس و قلم پر

☆☆☆☆

پروفیسر ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان

ممدوحِ کائناتؐ

مشہور روایات کے مطابق رحمتِ کائناتؐ کی صفات عالیہ کا بیان اسی دم سے آغاز ہوا جب آدمؑ کی تخلیق ہوئی۔ جب آدمؑ پر پہلا الہام ہوا تو آپؑ کو ''ابو محمدؐ'' کہہ کر پکارا گیا۔ آدمؑ نے نور محمدی دیکھ کر تعجب سے پوچھا۔ اے میرے پروردگار یہ کیسا نور ہے؟ ارشاد ہوا:۔

''یہ نور اس نبیؐ کا ہے جو تمہاری اولاد میں سے ہوگا۔ جس کا نام آسمانوں پر احمدؐ اور زمین پر محمدؐ ہوگا۔ اگر یہ نور نہ ہوتا تو میں نہ تمہیں پیدا کرتا نہ یہ زمین و آسمان پیدا کئے جاتے''۔ (سیرت النبویہ و الآثار المحمدیہ از سید احمد زینی الشافعی، حاشیہ سیرت حلبی مطبوعہ ۱۳۲۰ ہجری صفحہ نمبر ۷)

گویا خود رب کائنات نے اپنے بندے کا تعارف کرایا اور جہاں عالم مثال میں اولاد آدم کی روحوں سے عہد لیا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُم؟ وہاں اولاد آدم سے مبعوث کئے جانے والے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی روحوں سے اپنے بندے اور رسول کی نصرت و اعانت کا عہد بھی لیا۔

و اذاخذاللہ میثاق النبین لمآ آتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جآء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ و لتنصرنہ. قال ءاقررتم و اخذتم علیٰ ذالکم اصری. قالوا اقررنا. قال فاشھدوا و انا معکم من الشھدین. **(۳/آل عمران: ۸۱)**

ترجمہ: ''اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو مصدق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرف داری بھی کرنا۔ فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟ وہ بولے ہم نے اقرار کیا۔ ارشاد فرمایا تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں''۔

یہ اولین مجلس میلاد النبیؐ، مقصدِ میلاد کا کھلا بیان ہے۔

ہبوطِ آدم کے بعد جب آدمؑ کو حضرت حوا سے قرب کی خواہش ہوئی تو حضرت حوا کا مہر حضرت محمدؐ پر بیس بار درود ٹھہرا۔ (نشر الطیب فی ذکر الحبیبؐ، مولانا اشرف علی تھانوی، فصل دوم روایت ۳، بحوالہ سلوۃ الاحزان، ابن جوزی، سیرۃ النبویہ، ص ۸)

روئے زمین پر حبیبِ خداؐ کا یہ پہلا ذکر تھا، پہلا درود، پہلی مدح اور پہلی نعت جو انسانوں کے جدِ امجد، پہلے انسان اور خدا کے پہلے مامور خلیفہ ارضی، حضرت آدمؑ نے آنے والے محمدؐ بن عبداللہ کے حضور میں پیش کی ـــ اب تو ہر آنے والے پر واجب ہو گیا کہ جانے سے پہلے ممدوحِ کائناتؐ کے آنے کی بشارت دے۔ اس کی نشانیاں بتائے (نعت کہے) اور اس کی صفات بیان کرے (مدح کہے)۔ مشرق و مغرب کے سبھی انبیاء و مصلحین نے اس روایت کو

نبھایا۔ تمام آسمانی کتابیں، الہامی صحائف امتداد زمانہ کے ہاتھوں ردوبدل کے باوجود آج بھی اس شہادت کی ادائیگی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ نے تورات کے حوالے سے آپؐ کی یہ صفات بیان کیں:۔

''اُمت کے حال کا گواہ، بشارت دینے والا، ڈرانے والا، گروہ اُمیّین کا پناہ دہندہ، میرا بندہ، میرا پیغمبر، نہ بدخلق نہ سخت مزاج، برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینے والا بلکہ معاف کر دینے والا اور بخش دینے والا، نابینا آنکھوں کو بینا اور ناشنوا کانوں کو شنوا کر دینے والا اور سربستہ دلوں کو کشادگی دینے والا''۔ (حدیث عطاء ابن یسارؓ، مشکوٰۃ المصابیح، بحوالہ مسلم باب فضائل سیدالمرسلینؐ)

حضرت کعب الاحبارؓ تورات سے یوں نقل کرتے ہیں:

''محمدؐ رسول اللہ میرے پسندیدہ بندے، بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور درگزر فرماتے ہیں۔ آپؐ کی جائے پیدائش مکہ، مقام ہجرت مدینہ اور مرکز سلطنت شام ہے''۔

(نشر الطیب، بحوالہ مشکوٰۃ و دارمی، سیرت النبویہ ص ۴۹)

ان علامات و صفات کے سبب لوگ ایک نبی آخرالزمان کے منتظر تھے۔ ہر ہادیٔ زمانہ سے پوچھتے، کیا تو ''وہ نبیؐ'' ہے؟ کعب ابن لوئی شاید پہلا شخص تھا جو عروبہ (جمعہ) کے دن لوگوں کو اکٹھا کر کے خطبہ دیا کرتا تھا۔ اپنے ان خطبات میں کعب، النبی المنتظرؐ کی بعثت کی بشارات سناتا اور آپؐ کی صفات بیان کرتا۔ سیرت النبویہ میں ان کے کئی شعر نقل ہوئے ہیں۔ ایک شعر میں جناب کعبؓ زندگی کی دعا مانگتے ہیں تا کہ آنے والے نبیؐ کی تائید کر سکیں۔

یا لیتنی شاھدًا فحواہ دعوتہ
حین العشیرۃ تبغی الحق خذلاناً

ترجمہ: اے کاش میں آپؐ کی دعوت تک زندہ رہتا جب آپؐ کے اہل خاندان حق کی اعانت سے ہاتھ اٹھا لیں گے۔

عرب میں کاہنوں کی ایک جماعت لوگوں کو مقفّٰی و مسجّع کلام میں غیب کی خبریں سناتی تھی۔ حضور اکرمؐ کی ولادت کے قریب یہ لوگ ایک نبیؐ کی آمد کی عموماً پیش گوئیاں کرتے تھے۔ سفیان ابن مجاشع نے ایک کاہنہ کے گرد لوگوں کو جمع دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گیا وہ کسی کی اعانت کرنے والوں کی تعریف کر رہی تھی اور اس کے مخالفوں کی تباہی اور رسوائی کا بیان کرتی جاتی تھی۔ سفیان نے کہا تجھے تیرے باپ کی قسم بتا وہ کون ہے؟ بولی وہ ایک نبیؐ ہے جس کی غیبی تائید ہوگی اور اس کی بعثت کا زمانہ قریب ہے۔ وہ اسود و احمر کی طرف مبعوث ہوگا اور ایک لاثانی کتاب کے ساتھ آئے گا اس کا نام محمدؐ ہوگا۔ یبعث الیٰ الاحمر والاسود بکتاب لاینفد اسمه محمد. سفیان نے پوچھا وہ عربی ہوگا یا عجمی؟ بولی مجھے بلندیوں والے آسمان کی قسم اور گھنی شاخوں والے درختوں کی قسم وہ معد ابن عدنان کے قبیلے سے ہوگا۔۔۔ انه لمن معد ابن عدنان. شرح شفا میں ہے کہ سفیان نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا۔ حضورؐ کی بعثت سے قبل کئی ایک کو محمد نام دیا گیا ایک تو یہی محمد بن سفیان بن مجاشع التمیمی جو پادری تھے اور قبیلہ بنو تمیم سے تھے۔ دوسرے محمد بن خزاعی بن کنانہ قبیلہ بنو سُلیم سے تھے یہ ابرہہ کا ہم مذہب اور اس کے ہمراہ یمن میں داخل ہونے والوں میں شامل تھا۔ علاوہ ازیں محمد جشمی، محمد اسیدی، محمد فقیمی وغیرہ ہوئے مگر صرف محمد نام کے حوالے سے معروف ہوئے۔ (محمدؐ رسول اللہ، از محمد رضا مصری اردو ترجمہ محمد عادل قدسی طبع چہارم ۱۹۶۱ء مطبوعہ تاج کمپنی صفحہ ۹۲) اس طرح کی پیش گوئیاں کرنے والے کئی ایک کاہن ہوئے جن کا ذکر کتب احادیث و سیر میں ملتا ہے۔ صاحب الاغانی علامہ اصفہانی نے کہانت پر مفصل بحث

کی ہے جس کا اندراج یہاں ممکن نہیں۔

ان کاہنوں کی کہانت کا کاروبار بالوضاحت ان کتب سماوی پر منحصر تھا جن سے اہل عرب آشنا تھے۔ شرک و بت پرستی سے متنفر رہے اور اپنی کتابوں کے حوالے سے رسول اکرمؐ کی آمد کے چرچے عام کرتے رہے اور آپؐ کی آمد کے منتظر رہے۔ یہ مصلحین کا گروہ تھا۔ اور ان کی پیش گوئیوں کی بنیاد کتب سماوی پر تھی۔

اناجیل میں یوحنا کی انجیل نے حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے الوداعی پیغامات میں جس روح القدس (فارقلیط جو پیر کلی طوس کا معرب ہے اور جس کا معنیٰ احمد ہے، برناباس نے اپنی انجیل میں "احمد" بحال رکھا۔۔۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو انجیل برناباس (اردو) سعات خلیل بک مطبوعہ ۱۹۲۶ صفحہ ۱۱، انجیل برناباس اردو پروفیسر بشیر محمود اختر مطبوعہ ۱۹۷۶ء) مددگار شفیع سچائی کی روح اور وکیل اسی فارقلیط یا احمد کی صفات ہیں۔ انجیل میں بار بار ذکر ہوا۔ مثلاً:

۱۔ حضرت عیسیٰؑ کی اصل تعلیم جسے لوگ بھلا چکے یا جس میں ردوبدل کر دیا گیا از سرِ نو یاد دلانے والا۔

۲۔ حضرت مسیحؑ کی عظمت و جلال کو دنیا میں قائم کرنے والا۔

۳۔ حضرت مسیحؑ کی گواہی دینے والا اور ان پر ایمان نہ لانے والوں کو گنہگار ٹھہرانے والا۔

۴۔ اپنی طرف سے کچھ نہ کہنے والا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتیں بیان کرنے والا۔

(یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۵، ۲۹ / باب ۱۵، آیت ۲۶ / باب ۱۶ آیت ۴ تا ۱۴)

یوحنا نے جب بپتسمہ دینا شروع کیا تو یروشلم سے فریسیون کے فرستادہ کاہن اور لاوی (یہودی علماء) اس سے پوچھنے لگے کیا تو "وہ نبی" ہے؟ تو اس نے جواب دیا، "نہیں میں تو اس کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے لائق بھی نہیں۔ وہ ابدالآباد تک تمہارے ساتھ رہے گا"۔ غرض یوحنا، لوقا، اعمال، کتاب پیدائش، مکاشفہ، یوحنا اور استثناء میں حضور اکرمؐ کی مذکور صفات یوں ہیں:

"زور آور، روح القدس، دنیا کا سردار، بنی اسرائیل کے بھائیوں سے آنے والا، مثیلِ موسیٰؑ، فاران سے ظاہر ہونے والا، جب تک سورج رہے گا اس کا نام رہے گا، ایک ابدی عہد باندھنے والا تاکہ اولادِ ابراہیم ابدالآباد تک خدا کو یاد کرنے والی رہے، سچا، برحق اور راستی کے ساتھ انصاف کرنے والا، بہت تاجوں والا، بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند یعنی جامع الکمالات نبیؐ"۔ (علی الترتیب لوقا باب ۳، آیت ۱۴،، یوحنا باب ۱۴ آیت و ۳۵، اعمال باب ۳ آیت ۲۱ تا ۲۳، استثناء باب ۳۳ آیت ۲، حبقوق باب ۳ آیت ۲، کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت ۱۷، مکاشفہ باب ۱۹ آیت ۱۱ تا ۱۴)

سات برس کی عمر میں آپ آشوبِ چشم میں مبتلا ہوئے تو دادا محترم آپؐ کو عکاظ کے راہب کے پاس لے گئے جو امراضِ چشم کا ماہر تھا۔ اس نے آپؐ کو دیکھتے ہی کہا "تو وہی ہے جسے حضرت سلیمانؑ خلومحمدیم کا خطاب دے چکے ہیں"۔

(ماہِ نو کراچی سیرۃ رسول نمبر، جولائی اگست ۱۹۶۳ء، صفحہ ۴۶)

مہاتما بدھ نے بوقتِ مرگ نندا کو روتے دیکھا تو تسلی دیتے ہوئے کہا:

"میں کوئی آخری بدھ نہیں۔ اپنے وقت پر دنیا میں ایک اور بدھ آئے گا۔ مقدس، منورالقلب، عمل میں دانائی سے لبریز، مبارک، عالمِ کائنات اور انسانوں کا عظیم سردار، جو غیر فانی حقائق میں نے ظاہر کئے وہ بھی ظاہر کرے

گا ۔ وہ ایک مکمل ضابطۂ حیات اور کامل نظام زندگی کی تبلیغ کرے گا''۔

مہاتما نے نندا کے جواب میں یہ بھی فرمایا:

''وہ تیریا (رحمت عالم) کے نام نامی سے آئے گا''۔ (النبی الخاتمؐ، از مناظر احسن گیلانی، اخبار ریڈر الہ آباد، ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۰) ویدوں میں آپؐ کے والد بزرگوار کا نام وشنو بھگت (عبداللہ) والدہ ماجدہ کا نام سمانی (آمنہ) جگہ پیدائش سالمدیپ (عرب) اور تاریخ بارھواں دن سوموار بتائی گئی ہے۔ ویدوں نے آپؐ کو جگت گرو (سرور عالم) محامد، محمت اور کلکیکی اوتار (خاتم النبیین) کے لافانی خطابات والقابات سے یاد کیا ہے۔ بھگوت گیتا، کلکی پران اور بھوشیہ پران کے علاوہ سام وید بھاگ ۲ کھنڈ ۶ منتر ۸ میں آپؐ کی صفات یوں بیان ہوئی ہیں: ۔ احمدی پتو پر میدھیا امرتسیہ جیا گرہا ہم سو دیہ ایو جتی۔

ترجمہ: احمدؐ نے اپنے رب سے پر حکمت شریعت پائی (جس کے کارن) میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں۔

(تفصیلی مطالعہ کے لیے مجلہ پندرھویں صدی، کراچی شمارہ جولائی ۱۹۸۵ء سید الانبیاءؐ از سید احمد حسین ص ۲۲، ملاحظہ ہو)

یمن کے بادشاہ ابا کرب نے جسے تبع ثانی بھی کہتے ہیں، یثرب پر چڑھائی کی ۔ اوس اور خزرج دن بھر اس سے مصروف جنگ رہتے اور رات کو اس کے لشکر کے لیے کھانا وغیرہ بھیجتے۔ تبع نے اس اخلاق سے متاثر ہو کر صلح کی درخواست کی ۔ معاہدہ صلح طے پانے کے بعد، اوس وخزرج کے نمائندوں احیحہ بن حلاج اور بن یامین قرظی سے کہا۔۔۔ حیرت ہے آپ لوگوں نے دوران جنگ میں میری فوجوں کو اس طرح خوراک پہنچائی جس طرح قومیں اپنے لشکریوں کی نگہداشت کرتی ہیں ۔ مجھے اسی شے نے متاثر کیا آخر یہ سب کچھ کیوں؟ بنیامین قرظی نے جواب دیا ۔ دراصل ہمیں یقین تھا کہ آپ اس شہر کو فتح نہیں کر سکتے ۔ وہ کیوں؟ تبع نے سوال کیا ۔ بنیامین بولے، یہ شہر ایک نبی کی فرودگاہ ہے جو قریش سے ہوگا، یہ شہر مامون کے طور پر مذکور ہے ۔ اس پر تبع لرز گیا ۔ اس کا یہ شعر اس واقعہ کی یادگار ہے:

الفیٰ الی نصیحة کی ازدجر
عن قریة محجورة بمحمد

ترجمہ: مجھے اس بستی سے ہٹ جانے کی نصیحت کی جو محمدؐ کے لیے محفوظ و مامون رکھی گئی ہے۔

پھر اس نے یہ شعر کہے:

شهدت علیٰ احمد انه
نبی من الله باری ء النسم
فلو مد عمری الیٰ عمره
لکنت وزیر له و ابن عم
وجاهدت بالسیف اعداء ه
و فرجت عن صدره کل غم
له امته سمیت فی الزبور
له امة هی خیرا لامم

ترجمہ: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ احمدؐ اللہ کے نبی ہیں جو جان ڈالنے والا ہے۔ آپؐ کے ظہور تک اگر

میری زندگی نے وفا کی تو میں آپؐ کا وزیر (مددگار) اور چچا زاد بھائی ہوں گا۔ تلوار سے آپؐ کے دشمنوں کے خلاف لڑوں گا یہاں تک کہ آپؐ کی دل تنگی کشادہ دلی اور فرحت میں بدل جائے اور آپؐ کے دل سے سارے غم دور ہو جائیں۔ آپؐ کی امت جس کا ذکر زبور میں ہوا بہترین امت (خیر الامم) ہوگی۔

تُبّع کے دو شعر اور بھی خاصے مشہور ہوئے جو خالص نعت کے ذیل میں آتے ہیں:

و یاتی بعده رجل عظیم
نبی لایُرَخص فی الحرام
یسمیٰ احمد یا لیت انی
اُعمّر بعد مبعثه بعام

ترجمہ: ''اس کے بعد ایک عظیم انسان آئے گا وہ نبی جو کسی حرام کی اجازت نہیں دے گا۔ اس کا نام نامی احمدؐ ہوگا۔ اے کاش میں آپؐ کی بعثت کے بعد ایک آدھ سال تک زندہ رہتا''۔ (شرح الشفاء جلد ثالث، رحمت العالمین، جلد دوم صفحہ ۱۴۱، سیرت النبویہ جز اول صفحہ ۳۸۴) تُبّع کے شعروں میں آپؐ کا نام بار بار ''احمد'' لیا جا رہا ہے۔ اس پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ تبّع، زبور، تورات اور دوسرے آسمانی صحائف کا حوالہ یثرب کے یہود و نصاریٰ سے سن کر آپؐ کو ''احمد'' کہہ رہے ہیں۔ فرقان حمید کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی آپؐ کو ''احمد'' کے نام ہی سے یاد فرمایا۔

سیرت النبویہ میں ہے کہ ابوایوب انصاریؓ کا وہ مکان جہاں ہجرت مدینہ کے بعد آپؐ نے قیام فرمایا۔ اسی تبّع نے آپؐ کے لیے تعمیر کرایا۔ **وذکر ابن اسحاق ان هذا لبیت الذی لابی ایوب بناه له (ص) تبع الحمیری۔**

ولادت پاک سے سال ڈیڑھ سال قبل آپؐ کے والد کو ایک دیوتا کے حضور ذبح کیا جانا تھا مگر ایک کاہنہ کے مشورے سے سو اونٹوں اور خواجہ عبداللہ پر قرعہ ڈالا گیا۔ قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ اونٹ ذبح کر دیے گئے اور خواجہ عبداللہ قریش مکہ کی خواہش کے مطابق بچ گئے اور جب خواجہ عبداللہ کے گھر آپؐ کی ولادت کی خبر مکہ میں عام ہوئی تو چھوٹے بڑے کی زبان پر یہ ترانہ تھا۔

بارک فیک الله من غلام
یابن الذی من حومة الحمام
نجاء یعون الملک العلام
قودی غداة الغرب بالسهام
بمائة من الابل سوام

ترجمہ: تو نہایت ہی مبارک لڑکا ہے۔ اے اس شخص کے فرزند جو خداوند عالی کی اعانت سے موت کے منہ سے بچ گیا۔ قرعہ کے روز اس کے عوض سو اونٹ قربان کئے گئے۔ (فخر موجودات از ابوجلال ندوی، ماہ نو، کراچی، سیرت رسولؐ نمبر جولائی اگست ۱۹۶۳ء) دادا محترم نے آپؐ کا نام محمدؐ اور والدہ ماجدہ نے احمدؐ رکھا۔ سبحان اللہ! اس سراپا ستودہ صفات کو نام بھی کیا ملے جن پر قصائد کے کروڑوں دفتر قربان۔

اک طرف یا نبیؐ اسمِ خاص آپؐ کا
نعت میں لکھے دفتر تمام اک طرف

(راقم الحروف)

دستورِ وقت کے مطابق رضاعت کے لیے جب حلیمہ سعدیہؓ نے آپؐ کو یتیم بچہ سمجھ کر تامل کیا تو آپؐ کی والدہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:۔

یا ظیر سلی عن ابنک فانہ سیکون لہ شان

ترجمہ: اے دایہ! تسلی رکھ۔ تیرے اس بچے کی بڑی شان ہوگی۔

جب حلیمہ سعدیہؓ آپؐ کو لے چلی تو اماں آمنہ نے یہ شعر پڑھے۔ ظہورِ قدسی کے بعد آپؐ کی شان میں کہے گئے نعتیہ شعروں میں ان شعروں ہی کو وجہ اولیت حاصل ہے۔

اعیذ باللہ ذی الجلال
من شر ما مر علی الجبال
حتیٰ اراہ جامل الحلال
ویفعل العرف الی الموالی
وغیرھم من حشوۃ الرجال

ترجمہ: اللہ کی پناہ مانگتی ہوں (اس بچے کے لیے) اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے شتر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں اور درماندہ لوگوں کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے والا ہے۔ (رحمۃ العالمین، سلمان منصور پوری، جلد دوم، صفحہ ۹۴، طبقات ابن سعد، حصہ اول، اخبار النبی صفحہ ۱۸۰۔۱۶۹)

فتح الباری اور مواہب کے مطابق، آپؐ کی ولادت کی اگلی صبح ایک یہودی راہب جس کا نام یوسف تھا مکہ آ رہا تھا، اس نے قریش سے کہا:

"اے گروہِ قریش! دیکھو، آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ آج شب اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی ہے"۔۔۔۔ قریش نے معلومات کیں تو معلوم ہوا خواجہ عبداللہ ابن عبدالمطلب کے گھر بچہ پیدا ہوا تھا۔ جب یہودی نے آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان، مذکورہ نشانی دیکھی تو بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد بولا:

اے گروہِ قریش بنی اسرائیل سے نبوت ختم ہوئی۔ سن لو یہ تم پر ایسا غلبہ پائے گا کہ اس کی خبر مشرق و مغرب تک شائع ہوگی۔ (سیرت النبویہ ص ۳۶۔۳۵ نشر الطیب چھٹی فصل روایت نمبر ۷)

علماء یہود نے اس نشانی کو مہرِ نبوت سے تعبیر کیا۔ اور بعض باطل گروہوں نے "خاتم النبیین" یعنی نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والا اور آخری نبی، کے معانی مہرِ نبوت لے کر سلسلۂ نبوت کو جاری رکھنے کی راہ کھول دی اور اپنے ارتداد کو اسلامی غلاف پہنا دیا۔ حالانکہ یہ معلوم عربی قاعدہ ہے کہ خاتم کے ساتھ جب تک علیٰ کا صلہ نہ ہو مہر کے معنی دیتا ہی نہیں اور آیت قرآنی ما کان محمدٌ ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ میں "علیٰ" ہے ہی نہیں لہٰذا سوائے سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے والا، کے اور کوئی مفہوم خاص کر نبیوں کی مہر بنتا ہی نہیں۔۔۔۔

سفر شام سے واپسی کے بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ کی زبانی آپؐ کی صفات اور بحیرہ و نسطورا (راہبوں) کی باتیں سنیں تو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے ان کا ذکر کیا۔ بزرگ ورقہ الٰھیات کے بہت بڑے عالم اور مذہباً عیسائی تھے۔ انہوں نے حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کی صفات سننے کے بعد وہ قصیدہ کہا جسے بعض سیرت نگاروں نے وحی اولیٰ کے واقعہ سے منسوب کیا ہے۔ یہ قصیدہ ابن ہشام نے جسے اولین قریبی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے، حدیث خدیجہؓ کے تحت عنوان، واقعہ نکاح کے بعد باب ۳۱ میں نقل کیا ہے جب کہ وحی اولیٰ کے نزول کا ذکر باب ۴۰ میں ہے۔ خود قصیدہ کی داخلی شہادات بھی اس خیال کی تصدیق کرتی ہیں۔

لجیت و کنت فی ذکریٰ لجوجا
لھم طالما بعث النشیجا
ووصف من خدیجہ بعد وصف
فقد طال انتظاری یاخدیجا
ببطن المکتین علیٰ رجائی
حدیثک ان اری منہ خروجا
بما خبرتنا من قول قس
من الرھبان اکرہ ان یعوجا

(سیرت النبویہ الابن ھشام (عربی) جلد اول ص ۱۹۱، بلوغ الارب جلد دوم ص ۲۰۹)

ترجمہ: ۱۔ میں نے ایک ایسے معاملے کا طویل انتظار کیا۔ جس نے رو رو کر گلوگرفتہ ہو کر بیٹھ جانے والے کو بھی مستعد بنایا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں پند و موعظت کا ہمیشہ ہی منتظر رہا۔

۲۔ خدیجہؓ سے ایک کے بعد ایک وصف سنا، خدیجہ! میرا انتظار بہت طول کھینچ گیا۔

۳۔ اے خدیجہؓ! تیری بات کا ظہور مکہ کے دونوں بطحوں کے درمیان ہوگا۔

۴۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ قس اور دوسرے رہبان کی جو بات تو نے مجھے سنائی ٹیڑی یا غلط ہو جائے۔

بزرگ ورقہ نے آپؐ کے عنقریب سردار ہونے کی پیش گوئی کی اور آپؐ کا ساتھ دینے والوں کے غلبہ اور آپؐ سے لڑنے جھگڑنے اور جنگ آزما ہونے والوں کی شکست کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:۔

فیا لیتی اذا ما کان ذاکم
شھدت وکنت اکثرھم ولوجا
وان اھلک فکل فتیٰ سیلقیٰ
من الاقدار متلفۃً خروجا

ترجمہ: ۱۔ کاش! میں بھی اس وقت تک زندہ رہوں (حاضر و موجود رہوں) جب تمہارے سامنے ان واقعات کا ظہور ہوگا اور اس (دین ہدایت) میں داخل ہونے والوں میں سب سے زیادہ حصہ دار بنوں۔

۲۔ اور اگر میں مر جاؤں تو ہر جوان مرد کو قضا و قدر کے فیصلوں کے بمو جب ہلاک ہونا اور اس دنیا سے چلے جانا ہے۔

جبل النور میں جب پہلی بار آپؐ پر وحی نازل ہوئی تو حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے یہ تاریخی کلمات کہے:۔

کلا واللہ لایخزیک اللہ ابدًا انک تصل الرحم و تجعل الکل و تکسب المعدوم و تقری ءُ الضیف وتعین علیٰ نوائب الحق ۔(مشکوٰۃ المصابیح، باب بدا الوحی، بخاری شریف تفسیر سورہ العلق، سیرت حلبی جز اول ص ۲۶۶ / رحمت اللعالمین جلد اول ص ۴۷، جلد دوم ص ۱۴۵)

ترجمہ: ’’گھبرایئے نہیں اللہ آپ کو غمزدہ نہیں کرے گا کیونکہ آپ قرابت داروں سے جڑ کر رہتے ہیں ۔ درماندوں کی دستگیری کرتے ہیں، تہی دستوں کی امداد فرماتے ہیں اور مصیبت زدوں کے کام آتے ہیں‘‘۔ اور آپ کو صدیق اکبرؓ کے ہمراہ بزرگ ورقہ کے پاس لے گئیں۔ تفصیل سن کر ورقہ نے حضور اکرمؐ کے سر مبارک پر بوسہ دیا اور کہنے لگا:

قدوس قدوس و الذی نفسی بیدہ انک لنبی ھذہ الامۃ....الخ

’’قدوس قدوس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آپؐ اس امت کے حقیقی نبی ہیں ۔ آپؐ کے پاس بلاشبہ وہ ناموس اکبر آیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔ آپؐ کی قوم آپؐ کو جھٹلائے گی آپؐ کو ایذا دے گی، مکہ سے نکال دے گی (یہ مثیل موسیٰؑ ہونے کا مفہوم ۔مؤلف) اگر میں اس دن تک زندہ رہا **لانصرن اللہ نصراً یعلمہ**۔ میں اللہ کی مدد کروں گا جیسا کہ نصرت کا حق ہے، یعنی میں دین حق کا کما حقہٗ ساتھ دوں گا‘‘۔

اس دور کی نعت نے جس میں موضوع و معروض باہم گتھم گتھا ہیں دنیا والوں کو ایک ایسے انسان کی آمد کی خبر دی اور ایک ایسے بشرِ کامل سے متعارف کرایا جس کی سیرت بشر مکلم ہوتے ہوئے رہتی دنیا تک اسوۂ حسنہ ٹھہری --- اسے مزید گرمیاں قرآن حکیم کی ان آیات نے پہنچائیں جو حب محبوبؐ اور اطاعت حبیبؐ کا موضوع لیے ہوئے ہیں۔

صحفِ سماوی، کہان و احبار اور قدیم ترین مذہب ہندومت اور گوتم بدھ کی زبانی النبی المنتظرؐ کی جو شان بیان ہوئی قرآن مجید نے نہ صرف اس کی تصدیق کی بلکہ سیرت رسولؐ کا ایک ایک پہلو اس کا ثبوت لایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ کی قدوسی جماعت نے آپؐ کو ایسا ہی پایا اور مانا جیسا کہ سنا اور آپؐ کے نام لیوا آپؐ پر آج بھی ایسا ہی ایمان وایقان رکھتے ہیں اور عہد نبوت سے چودہ سو سالہ دوری کے باوجود بلاتمیز رنگ و نسل اور قوم و وطن آپؐ ہی کے اسوۂ حسنہ کو مشعلِ راہ اور آپؐ ہی کی ذات ستودہ صفات کو مرکز ملت سمجھتے ہیں۔ محبت و فرقت کی آگ میں جلتے تڑپتے ہیں تو رضائے محبوبؐ کی پیاس اور شربت دیدار کی آس میں جیتے ہیں کہ **اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم** کا فرمان الٰہی اب بھی جاری ہے۔ قرآن حکیم میں توحید کی جو تعلیم دی گئی ہے اس کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب کہ یہی مقصد رسالت اور مدعائے نزول قرآن تھا، مگر اطاعت رسولؐ اور حب محبوبؐ کے سلسلے میں جس شدومد سے خطبے دیے گئے اتنا زور توحید کی تعلیم پر بھی نظر نہیں آتا ۔ کیونکہ اسلامی معاشرے کے استحکام اور اسلامی ضابطۂ حیات کے قیام ودوام کے لیے مرکز ملت سے استواری ازبس لازمی ہے۔ اس ضمن میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ حضورؐ پر پہلی وحی رب کی حمد و ثنا میں تھی (**اقراء باسم ربک الذی خلق**) تو دوسری وحی اس کے رسول، مثالی انسان (**عبدہٗ**) کی مدح میں، جو ایک طرف آپؐ کو تسلی و تشفی کے اہتمام میں ہے تو دوسری طرف آپؐ کے خلق کریم و عظیم کی سند مہیا کرتی ہے۔

ن. والقلم و ما یسطرون. ما انت بنعمۃ ربک بمجنون. ان لک لاجر غیر ممنون.
و انک لعلیٰ خلقٍ عظیم. فستبصر ویبصرون. بایکم المفتون۔ (۶۸/القلم آیت ۱ تا ۶)

ترجمہ: ”قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔ آپؐ اپنے رب کے فضل سے ہرگز ہرگز مجنون نہیں۔ بلاشبہ آپؐ کو کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ملے گا۔ آپؐ تو اخلاقِ حسنہ کی معراج پر ہیں۔ پس ذرا صبر کیجئے آپؐ بھی دیکھ لیں گے اور وہ (مجنون کہنے والے) بھی دیکھ لیں گے کہ کس کا دماغ چل گیا ہے“۔

گویا پہلی ہی وحی میں دوسری وحی کا لاحقہ لگا کر نبوت کے فرائض و حقوق بیان کر دیے گئے۔ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے سارے تقاضے سمجھا دیے گئے۔ **اقرا باسم ربک** اور **اقراء و ربک الاکرم** کا حق پورا نہیں ہو سکتا جب تک **انک لعلیٰ خلقٍ عظیم** کو مشعلِ راہ نہ بنایا جائے۔ **من یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدٰی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولیٰ ونصله جهنم وسآءت مصیراً** ۔ (۴/النسآء آیت ۱۱۵) اور جو شخص امرِ حق ظاہر ہونے کے بعد الرسول کی مخالفت کرے گا اور اہلِ ایمان کی راہ چھوڑ دے گا۔ ہم بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور واصلِ جہنم کر دیں گے یاد رکھو جہنم بدترین جگہ ہے ۔۔۔ **و من یطع الرسول فقد اطاع اللہ** ۔ (۴/النسآء آیت ۸۰) جس نے رسولؐ کی اطاعت کی صرف اسی نے اللہ کی اطاعت کی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی اور محبت کا دعویٰ بے معنی ہے جب تک الرسولؐ کا اتباع اور پیروی نہ ہو گی۔ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ** ۔ (۳/آل عمران آیت ۳۱) کہہ دیجئے اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میں محمدؐ کا اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا دے گا۔ حقیقت تو یہی ہے کہ قرآنی تعلیمات کی روح، اطاعت رسولؐ ہی سے روحوں میں رچ بس سکتی تھی۔ یہی تو وہ واسطہ ہے جس کے ذریعے انسانوں نے جبریل و خدا اور قرآن والہٗ سے آگاہی حاصل کی۔ اسی واسطے نے تو ہمیں عبد و معبود اور بندۂ و مولا کے باہمی رشتے اور وحدت و رسالت کے اصول و ضوابط سے آگاہ کیا۔ اسی لیے جہاں قرآن پاک کا ایک معتد بہٖ حصہ بذاتہ حضور نبی کریمؐ کی سیرت و کردار (خلقِ عظیم) اور شانِ رسالت **وما ارسلنا ک الا رحمةً للعالمین** کے ساتھ ساتھ تکمیلِ بشریت و عبدیت **قل انما انا بشر مثلکم ط یوحیٰ الیّ انما الهکم اله واحد** کا آئینہ دار رہے وہاں اہلِ ایمان کے لیے **ان اللہ و ملئکته یصلون علی النبی یا ایها الذین آمنو اصلو ا علیه و سلموا تسلیما** واجب ٹھہرا۔ جہاں آپؐ کو **و للآخرت خیر لک من الاولیٰ** کی نوید سنائی گئی اور **ثم دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین اوادنی** کی معراجِ کمال پہ دکھایا وہاں **ما زاغ البصر وما طغی** سے آپؐ کی صلاحیت و شخصیت اور خداداد قابلیت بھی جتائی اور **وما ضل صاحبکم وما غویٰ** کی لایزالی سندِ فضیلت سے بھی نوازا ۔۔۔ غرض تیس پارے قرآن کریم کی آیات میں تدبر کرنے والے ہر آیت کو نعت رسولؐ کا مرقع پاتے ہیں کان خلقہ القرآن ۔ نہ آپؐ کی صفات کا شمار ممکن نہ قرآن حکیم کا احاطہ ممکن۔ غرض:

نہ حسنش غایتی دارد نہ سعدی راسخن پایاں

یہی وہ تعلیمات قرآنی اور صحف آسمانی کی بشارات تھیں جن کے ساتھ خلق محمدیؐ کی چاشنی نے صحابہ کرامؓ کو مجسم عشق بنا دیا تھا۔ جب قرآن حکیم حب الٰہی کے لیے اطاعتِ رسولؐ کو بنیادی شرط قرار دے تو حضرات صحابہؓ کے رگ و پے میں آقائے نامدار کی محبت خون کی طرح دوڑتی ہی تھی۔ بخاری و مسلم، طبقات ابن سعد، اسد الغابہ، حکایات صحابہ، سیرت رسول اور سیرت صحابیات جیسی سینکڑوں کتابیں صحابہؓ کے عشقِ رسولؐ کے واقعات سے بھری ہیں۔ اس باب کی وسعت اہلِ خبر و نظر سے پوشیدہ نہیں چند واقعات سے آنکھیں روشن کئے دیتے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں بھی ان کی صف میں

شامل ہونے کی توفیق سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

العقد الفرید، جمہرۃ اشعار العرب، اسد الغابہ، مواہب اللدنیہ اور مجموعہ النبھانیہ کے علاوہ سیرت کی تمام کتابوں میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ حضور اکرمؐ سے ابوسفیان وغیرہ اہل قریش کی یاوہ گوئی کی شکایت کی گئی، آپؐ نے فرمایا ''اے اللہ! لوگ میری ہجو کہتے ہیں، میں شاعر نہیں تو خود میری طرف سے ان کی ہجو کہہ''۔ بعض دوسری روایات میں ہے آپؐ نے اپنے جاں نثاروں کو جمع کر کے فرمایا:

''تم لوگوں نے تلوار سے میری مدد کی قریش میری ہجو کہتے ہیں کیا تم میں کوئی ہے جو زبان شعر سے میری مدد کرے''۔

حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ آگے بڑھے مگر حضورؐ نے فرمایا ''یہ تمہارا کام نہیں''۔ پھر حضرت حسانؓ اٹھے۔ آپؓ اسلام سے پہلے حیرہ اور غسان کے ملوک کے درباری شاعر رہ چکے تھے اور الاعشیٰ اور الخنساء جیسے نابغہ سے عکاظ وغیرہ میلوں میں داد سخن پا چکے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں! مگر تو قریش کی ہجو کیسے کہہ سکے گا؟ جب کہ میں خود بھی ان میں سے ہوں۔ حضرت حسانؓ نے عرض کی فکر نہ کیجئے میں آپؐ کو ان سے اس طرح (اس احتیاط سے) الگ کردوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال''۔ (انی اسلک منھم کما تسل الشعرۃ من العجین)
تاریخ ادب عربی میں حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ، حضرت کعبؓ بن مالک، اور حضرت حسانؓ ابن ثابت کے علاوہ حضرت عباس ابن مرداس اور حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب کو وہ شعرائے رسول لکھا گیا ہے جنہوں نے ہر موقع پر اعدائے دین کے شعراء کا جواب لباس شعر میں دیا۔ آپؐ کے شفیق چچا خواجہ ابو طالب، جب تک زندہ رہے آپؐ کی حمایت میں سینہ سپر رہے۔ وہ آپؐ ہی تھے جنہوں نے قریش کی دھمکیوں سے بے پرواہ ہو کر فرمایا ''بھتیجے جاؤ جو جی میں آئے کرو، خدا کی قسم میں تمہیں تنہا کبھی نہ چھوڑوں گا''۔ اس موقعہ پر خواجہ ابو طالب نے یہ شعر بھی کہے:

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم
حتی اوسد فی التراب دفینا
فاصدع بامرک ما علیک غضاضة
وابشر بذاک وقر منک عیونا
ودعوتنی وزعمت انک ناصحی
ولقد صدقت وکنت ثم امینا
وعرضت دینا لا محالہ انہ
من خیر ادیان البریة دینا

ترجمہ: ۱۔ اللہ کی قسم وہ اپنی تمام جمعیت کے ساتھ تجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک میری پیٹھ قبر کی مٹی سے نہ لگ جائے۔ (جب تک میں زندہ ہوں)

۲۔ تجھ پر کوئی تنگی نہیں جا اپنی دعوت عام کر خوش رہ اور اپنے کام سے آنکھیں ٹھنڈی کر۔

۳۔ تو نے مجھے خیر خواہ کی حیثیت سے دعوت حق دی، تو نے سچ کہا بلاشبہ تو ہمیشہ سے امانت دار ہے۔

۴۔ جو دین تو نے پیش کیا لامحالہ وہ دنیا کے تمام ادیان سے بہترین دین ہے۔

آپ کا ایک معروف قصیدہ جس میں ایک ایک قبیلے کو نام بنام محمدؐ کی اعانت پر ابھارا، اور اعلان کیا کہ محمدؐ کو ہرگز ہرگز تنہا نہیں چھوڑا جائے گا۔ قصیدہ کا لفظ لفظ خلوص میں ڈوبا ہوا نشتر ہے۔ غیرت، حمیت اور سوز اس قصیدہ کا جوہر ہے اور سچ مچ عتاب لطیف اور عذر جمیل کا آئینہ دار ہے۔ پورا قصیدہ نقل کرنے کے قابل ہے مگر موقع کی مناسبت سے انتخاب درج ہے:

فمن مثله فی الناس ائُ مؤمل
اذ قاسه الحکام عند تفاضل
حلیم رشید عادل غیر طایشٍ
یوالی الهاً لیس عنه بغافل
و ابیض یستقیٰ الغمام بوجهه
ثمال الیتا سیٰ عصمة للارامل
لقد علموا ان ابننا لا مکذب
لدینا ولا یعتنی بقول الاباطل
کذبتم و بیت الله نبزی محمدًا
ولما نطاعن دونه وتناصل
ونسلمه حتیٰ نصرع حوله
ونذهل عن ابنائنا والحلائل

(سیرت ابن ہشام، جلد اول، ص ۲۵۶ تا ۲۶۹)

ترجمہ: ۱۔ مخلوق میں آپؐ جیسا کون ہے؟ جب فضیلتوں کا موازنہ کرنے والوں نے موازنہ و مقابلہ کیا تو آپؐ میں عجیب قسم کی برتری پائی۔

۲۔ وہ بردبار، سیدھی راہ چلنے والا منصف ہے۔ جلد باز نہیں اور آپؐ کا ایسے معبود سے تعلق ہے جو اس سے غافل نہیں۔

۳۔ جو ایسا روشن چہرے والا ہے کہ اس کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کا سرپرست اور بیواؤں کی پناہ ہے۔

۴۔ سب جانتے ہیں کہ ہمارا بیٹا (محمدؐ) کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور نہ جھوٹے اقوال کی طرف اعتناء کرتا ہے۔

۵۔ بیت اللہ کی قسم، تم غلط سمجھے کہ ہم محمدؐ کے بارے میں تم سے دب جائیں گے۔ ابھی تو ہم نے آپؐ کی حفاظت میں نیزہ زنی ہی کی ہے نہ تیر اندازی۔

۶۔ ہم اپنے اہل و عیال اور بیوی بچوں سے غافل ہو کر آپؐ کی حفاظت میں آپؐ کے اطراف میں بچھ جائیں گے۔

آپؐ کے دوسرے چچا امیر حمزہؓ اپنی ہمشیرہ کی زبانی آیاتِ قرآنی سن کر متاثر ہوئے اور دین اسلام قبول کیا اس موقع پر یہ شعر کہے:

و احمد مصطفیٰ فینا مطاع
فلا تغشوه بالقول العنیف
فلا والله نسلمه بقوم
ولما نقض فیهم بالسیوف

ترجمہ: ۱۔ احمد مصطفیؐ ہم میں ایک برگزیدہ شخصیت ہیں جن کی اطاعت اور پیروی کی جاتی ہے۔ لہٰذا آپؐ کی شان میں کوئی نا ملائم بات نہ کہو۔

۲۔ خدا کی قسم ہم کسی طرح ان کو قوم کے حوالے نہیں کر سکتے جن کے بارے میں ہماری تلواریں کوئی فیصلہ نہیں کر لیتیں۔

قریش کے مظالم روز بروز بڑھتے رہے یہاں تک کہ ہجرت حبشہ پر مجبور کر دیے گئے۔ ہجرت کرنے والوں میں عبداللہ ابن حارثؓ بھی تھے۔ مہاجرت حبشہ سے متعلق آپؓ کے اشعار کو کافی شہرت ملی:

یاراکباً بلغا عنی مغلغلةً
من کان یرجوا بلاغ الله والدین
انا وجدنا بلاد الله واسعةً
تنجی من الذل والمخزاة والهون
انا تبعنا رسول الله واطرحوا
قول النبی وعالوا فی الموازین
فاجعل عذابک فی القوم الذی بغو
وعائذابک ان یغلوا فیطغونی

(سیرت ابن ہشام، جلد اول، ص ۳۰-۳۲۹)

ترجمہ: ۱۔ اے مسافر! میری جانب سے (شہر در شہر، مغلغلہ بمعنی سرکلر) ان لوگوں کو جو اللہ کے احکام اور اللہ کے دین کی تبلیغ و ترویج چاہتے ہیں، کہہ دے:

۲۔ یہ کہ ہم نے اللہ کے شہروں کو وسیع پایا جو اہانت، ذلت اور رسوائی سے چھڑاتے ہیں (یعنی ادھر چلے آؤ)۔

۳۔ ہم نے اللہ کے رسولؐ کی پیروی کی مگر قریش نے نبیؐ کی بات پس پشت ڈال دی اور حقوق کی ادائیگی میں خیانت کی۔

حضور اکرمؐ کے پھوپھی زاد بھائی ابو احمد بن جحشؓ نابینا تھے۔ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔ آپؓ نے ہجرت کے کرب انگیز واقعہ کا رقت آمیز بیان ان شعروں میں کیا۔

الی الله وجهی والرسول و من یقیم
الی الله یوماً وجهه لایخیب
وکم قد ترکنا من حمیم مناصح
وناصحة بدمعٍ تبکی و تندب

اجـــابـــوابـحـــمـــد الـلـــه لـمـــا دعـــاهـــم
الـــى الـــحـــق داعٍ والـــنـــجـــاة فـــاوعـــوا

(ابن ہشام، اول ص ۸۳ـ۴۸۲)

ترجمہ: ۱۔ میرا رخ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جو کوئی اللہ کی طرف متوجہ ہو کب محروم رہتا ہے۔
۲۔ اور ہم نے کتنے ہی خیر خواہ اور گہرے دوستوں کو اور خیر خواہی میں چیختی چلاتی آنسو بہاتی خواتین کو چھوڑا۔
۳۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم نے حق اور نجات کی طرف بلانے والے کی دعوت پر لبیک کہی۔

مکہ اور مکہ والوں کے مظالم کے بیان میں اہل ایمان کا کلام دردانگیز ضرور ہے مگر اس میں ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے پر اظہار افسوس کی بجائے اللہ کا شکر اس کلام کا جوہر ہے۔ ہجرت کے صدمات کا بیان بھی اس سے خالی نہیں لیکن جلد ہی غزوات کا سلسلہ شروع ہوا۔ خواجہ ابو طالب تو نہ تھے مگر نیز ہ بازوں کے نیزے، تلوار زنوں کی تلواریں مشرکین کے خون ناپاک سے سیر ہو رہی تھیں۔ سراقہؓ بن مالک کی ابوجہل کے نام منظوم تنبیہ ظاہر ہونے لگی تھی اگر چہ ابھی وہ مشرف با سلام نہ ہوا تھا۔

یـــأ مـــر یـــود الـــنـــاس فـیـــه یـــا مـــرهـــم
بـــان جـــمـیـــع الـــنـــاس طـرایـســـالـمـــه

(ابن ہشام، ج ۱ (عربی) حاشیہ ص ۴۹۰)

ترجمہ: (اے اباحکم (ابوجہل) تجھ پر لازم ہے کہ) قوم کو محمدؐ کے پیچھے دوڑانے کی بجائے اس کام سے روک دے۔ کیوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کا معاملہ ایک دن ظاہر ہو رہے گا اور اس کا پرچم سر بلند ہوگا۔

ہجرت مدینہ کے ساتھ آپؐ کو ایسے دوست مل گئے کہ آپؐ کو بطیب خاطر دین حق کے نفاذ کا موقع ہاتھ آیا۔ مواخاۃ قائم ہوئی میثاق مرتب ہوا اور امن و امان کی فضا قائم ہوئی۔ ابوقیس صرمہؓ بن ابی انس انتہائی درجہ حق گو بزرگ تھے۔ ترک علائق کر کے بتوں کی عبادت سے بیزار ہو چکے تھے۔ فرماتے میں رب ابراہیمؑ کی پرستش کرتا ہوں۔ توحید باری کی تذکیر موضوع سخن تھا۔ (بلوغ الارب جلد سوم ص ۲۰۴) حضورؐ مدینہ تشریف لائے تو اسلام قبول کیا وہ آپؐ کی تشریف آوری کو اللہ کریم کا خصوصی انعام اور فضل و کرم قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

نـعـــادی الـــذی عـــادی مـن الـنـــاس کـلـهـم
جـمـیـعـــاً وان کـــان الـحـبـیـــب الـمـصـــافـیـا

ترجمہ: جن لوگوں نے آپؐ سے دشمنی کی اور جس سے آپؐ نے دشمنی رکھی وہ ہمارا کیسا ہی دوست کیوں نہ ہو ہم بھی اس سے دشمنی رکھتے ہیں۔

اب گویا النبی المنتظرؐ، النبی المویدؐ کی منزل میں داخل ہو گئے۔ عمرانی تاریخ میں کمال انقلاب آیا۔۔۔ ریاست مقتدر اعلیٰ ہونے کی بجائے اہل ریاست کا عمرانی معاہدہ قرار پائی اور آئینی ریاست کا ایسا نقش جما کہ آج دنیا کی کوئی ریاست بے آئین نہیں۔۔۔ ہائے افسوس! خود اس دین اسلام کے نام لیوا آئین سے باغی، آئین معطل کرنے والوں اور منسوخ کرنے والوں کے دست و بازو بننے پر فخر کرتے نہیں شرماتے۔

حضرت سواد ابن قارب، اہل یمن کے اسلام لانے والوں میں سرفہرست ہیں۔ ان کے ایمان لانے کا

دلچسپ واقعہ بلوغ الارب میں محمود شکری نے امام الماوردی کی کتاب اعلام النبوت، الاستیعاب اور اصابہ فی احوال الصحابہؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور پڑھنے کے لائق ہے۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس واقعہ کی بابت پوچھا تو آپؓ نے ساری تفصیلات بیان کرتے ہوئے رسول اللہ کی خدمت میں پیش کی گئی معروضات کا اعادہ فرماتے ہوئے کہا۔ میرا خادم جن برابر تین رات میرے پاس آتا رہا اور جگا کر کہتا تمہارے پاس لوئی بن غالب میں سے ایک رسول آیا ہے۔۔۔ پس میں نے اونٹنی پر سامانِ سفر باندھا اور بیابانوں سے ہوتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی:

و انک ادنـــی الـمــرسـلـیـن وسیـلة
الـی الـلــه یـا بـن الاکـر میـن الاطـائـب
فـمـرنـا بـمـا یـاتیک یـا خیـر مـرسـلٍ
وان کــان فیـمــا جنـت شیـب الاوائب
وکــن لـــی شـفـیـعـاً یـوم لاذو شـفـاعةٍ
بـمـغـن فتیلاً عــن سـواد ابــن قــارب

(بلوغ الارب جلد۴، ۳۰۸)

ترجمہ: ۱۔ اے ارباب عزت اور پاکیزہ ترین لوگوں کی اولاد میں گواہی دیتا ہوں کہ تمام انبیائے کرامؑ میں آپ کی ذات اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا قریب ترین وسیلہ ہے۔

۲۔ اے خیر المرسلینؐ! ان باتوں کا حکم دیجئے جو اللہ کی طرف سے آپؐ لے کر آئے ہیں (تا کہ ہم ان پر عمل کریں) چاہے ہمارے بال بھی سفید کیوں نہ ہو جائیں۔

۳۔ یا رسول اللہ! آپؐ اس دن میرے شفیع ہونا جس دن سواد ابن قارب کو کسی اور کی سفارش ذرہ بھر فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔

یہ تو معلوم حقیقت ہے کہ اہل یثرب نے بیعت عقبہ میں یثرب آنے کی دعوت ایک ایسا سردار ہونے کی حیثیت دینے کے لیے دی تھی جو ان کے درمیان جنگ بعاث کے پھیلائے ہوئے نفاق کو دور کرے اور کسی ایسے جھگڑے اور نزاع کی صورت میں تحکیم کا فرض انجام دے سکے۔ کچھ لوگ اس جنگ کے دوران میں غیر جانبدار رہنے والے سردار عبداللہ ابن ابی کے لیے تاج شاہی بھی تیار کرا چکے تھے مگر قبل اس کے کہ رسمِ تاجپوشی ادا ہو حضورؐ ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے اور اہل یثرب نے آپؐ کو اپنا مطاع تسلیم کر لیا۔ عبداللہ بن ابی ساری عمر اقتدار کے حصول کے لیے کوشاں رہا اس کی یہی کوششیں وہ نفاق انگیزی تھی جس کی بنا پر وہ رئیس المنافقین کہلایا۔۔۔ آئین سلطنت (میثاق مدینہ) میں مسلم اور غیر مسلم شہریوں کے لیے الگ الگ حصے ہمیں کیا پیغام دے رہے ہیں ان پر بحث کا یہ موقع نہیں۔۔۔ درج یہ تھا کہ اس معاہدے کے تمام شرکا اپنے تنازعات اللہ اور رسولؐ کے سامنے پیش کرنے کے پابند ہوں گے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن اعور الاعشیٰ المازنیؓ اپنا ایک مقدمہ لے کر حضورؐ (اولی الامر منھم) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا استغاثہ منظوم ہے اس لیے درج کرنا مناسب لگا۔ یہاں یہ وضاحت بھی بے محل نہ ہو گی کہ اعشیٰ کئی ایک ہوئے جن کی تعداد نو بتائی جاتی ہے۔ ان میں سے تین مشہور ہوئے اعشیٰ المازنیؓ، اعشیٰ بن قیس اور اعشیٰ بنو بکر۔ صرف اعشیٰ المازنی اسلام

لائے ۔ مولانا عبدالقدوس ہاشمی نے ارمغان نعت مرتبہ شفیق بریلوی کے مقدمہ میں، اعشیٰ بن قیس کو اعشیٰ المازنیؓ سمجھ کر صحابی لکھ دیا ۔ اسی طرح اعشیٰ بنو بکر کو بھی صحابی لکھ گئے ۔۔۔ حالانکہ وہ ایمان نہ لایا تھا ۔۔۔ اعشیٰ المازنیؓ کی زوجہ (معاذہ) جھگڑالو خاتون تھی، اعشیٰ سفر سے واپس آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ معاذہ لڑ جھگڑ کر مطرف بن بہصل کے پاس چلی گئی ہے ۔ وہ فریاد لے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا ۔۔۔ یہ نظم استغاثہ کی اولین مثال ہے اس لیے نقل کی جاتی ہے:

یا سید الناس ودیان العرب
الیک اشکوا ذربة من ذرب
کالذئبة الفسا فی طل الرب
خرجت ابغیها الطعام فی الرجب
فخلفنی بنزاعٍ و حرب
اخلفت العهد ولطت الذنب
وتواذأنی بین غیضٍ مرتشب
وھن شرّ غالب لمن غلب

(اسدالغابہ باب الھمزہ مع عین ص ۱۴۶)

حضورؐ نے آخری مصرعہ وھن شتر غالب لمن غلب بے حد پسند فرمایا اور بار بار دہرایا ۔

ترجمہ: ۱۔ یا سردارِ عالم! اور عرب کے منصفِ اعظمؐ میں ذرب کی بیٹی (معاذہ) کی شکایت لے کر حاضر ہوا ہوں ۔

۲۔ میں رجب میں اس کے لیے روزی کی تلاش میں نکلا ۔ معاذہ ٹل کی پھوار میں بھوری بھڑ کی طرح جھگڑالو تھی ۔

۳۔ میرے پیچھے وہ جھگڑا فساد کر کے گھر چھوڑ گئی ۔ اس نے عہد توڑا اور آلودۂ گناہ ہوئی ۔

۴۔ وہ مجھے گھنے جنگل میں پھنسانا چاہتی ہے ۔ یہ عورتیں ایسا شر ہیں کہ جو دب جائے اسے خوب دباتی ہیں ۔

گھنے جنگل سے مراد باہمی فتنہ و فساد ہے ۔ ظاہر ہے ان الجھیڑوں سے بچنے کا احساس اہل یثرب کو میثاق مدینہ ہی نے دلایا تھا ۔

طوالت کے خوف سے ایک سے ایک بہتر شعر اور ایک سے ایک بلیغ نظم چھوڑنے پر مجبور ہیں تا کہ ان شعروں اور شاعروں کا ذکر ہو سکے جنہوں نے اسلام کی حرکی تاریخ کو منظوم قلمبند کیا ۔

اسلام کے حرکی دور کی شاعری میں النبی المنتظرؐ کے سیرت و کردار، فضائل و شمائل اور دعوتِ توحید اور تبلیغ دین کی سچائی و بڑائی کے بیان کے ساتھ بحیثیت النبی الموئید، اصحاب رسولؐ کی قربانیوں فداکاریوں اور والفتوں محبتوں کا ذکر ضرور ملتا ہے ۔ لیکن سابق ادوار کی طرح محض مظلوم اور ستم رسیدہ اتبیان رسولؐ کا درد و کرب اور بے پناہ مشکلات و مصائب پر صبر و شکر کے تذکرے کم سے کم تر ہوتے جاتے ہیں ۔ اس دور کی شاعری میں حق کے نام لیواؤں کی برتری، بالادستی، شان و شکوہ، فتح و کامرانی اور باطل کی شکست و ریخت، دل برشتگی اور خستگی، تباہی اور بربادی کے چرچے ہیں ۔ جو والعصر ان الانسان لفی خسر. الا اللین آمنوا و عملوا الصالحات الخ کے بیان کردہ فلسفہ تاریخ کی حقانیت و صداقت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے ۔ یہی کچھ ماضی میں ہو چکا تھا ۔ والتین و الزیتون و طور سینین و ھذا

البلد الامین ۔۔۔ اسی والعصر کی تفسیریں اور تفصیلیں ہیں ۔ یہی بدر وحنین و احزاب وتبوک کی کیفیات کا درس ہے۔ اہل حق فتح وظفر سے اور اہل باطل ذلت وشکست سے دوچار ہوئے ۔ روداد وسیع اور اہل ذوق اصحاب رسولؐ کی رزمیہ ریزیاں دلنشین اور روح افزاء ہیں لیکن صفحات کا دامن تنگ ہے اس لیے بس نمونہ از خروارے ۔۔۔ اس دور کا آغاز، یوں تو بیعت عقبہ ہی سے ہو جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا، **اُذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا و ان الله علیٰ نصر هم لقدیر** (۲۲/الحج آیت ۳۹) جن اہل ایمان کو ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اب انہیں بھی جنگ کی رخصت دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر قادر ہے ۔۔۔ گویا نصرت صرف ان کا حق ہے جو اپنے حق کے لیے اٹھ کھڑے ہوں ۔ اسی سے تو قوم موسیٰ نے انکار کیا ۔ **فاذهب انت و ربک فقاتلا انا هٰهنا قاعدون** (۵/مائده، آیت ۲۴) اے موسیٰ تو اور تیرا خدا جا کر لڑو ۔ ہم ادھر بیٹھے ہیں (جیت گئے تو آ کر ہمیں بھی لے جانا) ۔۔۔ کتنی اور کیسی ستم ظریفی ہے کہ آج ہماری ساری قوتیں آپس کی جنگوں اور دہشت گردیوں میں ضائع ہو رہی ہیں مگر منبر ومحراب اے اللہ کشمیر کو آزاد کر، اے اللہ فلسطین اور بوسنیا کے مسلمانوں کی امداد کر ۔ کیا یہ عمل **فاذهب انت و ربک فقاتلا** ، سے مختلف ہے ۔ بہر حال یہ ایک جملہ معترضہ ہو گیا ۔ اسلام کی حرکی تاریخ کی ترجمان عربی شاعری بہت زیادہ ہے، ہم چند ایک شعر بغیر کسی تفصیل کے درج کرتے ہیں:

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ:

وان یرکبو طغیانهم و ضلالهم
فلیس عذاب الله عنهم بلابث

ترجمہ: پھر اگر وہ اپنی گمراہی اور سرکشی کے گھوڑے پر اسی طرح سوار رہیں تو اللہ کا عذاب ان سے دریغ نہیں کرے گا۔

(ابن ہشام جلد اول باب ۹۲ ۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ابو بکر صدیقؓ نے اسلام لانے کے بعد شعر کہے ہی نہیں ۔ ہشام عربی، حاشیہ ۴ ص ۵۹۲)

حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ:

فما یعتد رامٍ فی عدو
بسهم یا رسول الله قبلی
فذالک ان دینک دین صدقٍ
وذوا حقٍ اتیت به وعدل

(سیرت ابن ہشام ج ا ص ۶۴۴)

ترجمہ: ۱۔ اے اللہ کے رسولؐ! دشمن پر مجھ سے قبل کوئی تیر چلانے والا تیر نہ چلا سکے گا۔

۲۔ اس لیے کہ آپؐ کا دین سچا ہے اور آپؐ نے اس کے ذریعے حق اور انصاف کی بات پیش کی ہے۔

حضرت امیر حمزہؓ:

بامر رسول الله اول خافقٍ
علیه لواء لم یکن لاح من قبلی

ترجمہ: الرسول کے حکم سے جو اس امر کا پہلا پرچم کشا ہے ۔ ایسا پرچم اس سے قبل میں نے کبھی کھلتے نہیں دیکھا۔

مقتولین بدر پر اسود ابن المطلب کے نوحہ کا ایک شعر:

فلاتبکی علیٰ بکرٍ ولکن
علیٰ بدرٍ تقاصرت الجدود
(ابن هشام ج ا ص ٧٠٦)

ترجمہ: اے عورت! جوان اونٹ کے کھو جانے پر نہ رو۔ رونا ہے تو بدر کے سانحہ پر رو جب سرداران مکہ کا نصیبہ پھوٹ گیا۔

حضرت حسانؓ:

ینادیهم رسول الله لما
قذفناهم کباکب فی القلیب
فما نطقو اولو نطقو لقالوا
صدقت وکنت ذارایی المصیب

(ابن هشام ج ا ص ٢٩٦٠٩٧)

ترجمہ: ۱۔ جب ہم نے ان کے جتھے کے جتھے گڑھے میں ڈالے تو رسول اللہؐ نے انہیں پکار کر فرمایا۔ کیا تم نے نہیں جان لیا کہ میری بات سچی تھی اور اللہ کا حکم دلوں کو پکڑ لیتا ہے۔

۲۔ انہوں نے کوئی بات نہ کی، بول سکتے تو کہتے کہ آپؐ نے سچ کہا، صحیح رائے آپؐ ہی کی تھی۔

باطل کے مقابلے میں یہ لہجہ معذرت خواہانہ نہیں رہا۔ اب سنت آنکھ سے آنکھ ملا کر حق کی آواز بلند کرنے کا لہجہ اختیار کر رہی۔ جشن فتح، طعنہ زنی ضرور رکھتا ہے مگر سر سجدہ شکر میں خم اور آنکھیں اشک مسرت سے نم ہیں۔

ان قصائد میں کچھ قصائد تو وہی ہیں جن کی تشبیب بانسیب اسی جاہلی طرز پر استوار ہے جس کی بنیاد امراء القیس نے رکھی تھی۔ مثلاً کعب بن زہیر کا قصیدہ بانت سعاد، الاعشیٰ کا قصیدہ الم تغتمض عیناک اور حضرت حسانؓ کے دوسرے قصائد کے علاوہ عفت ذات الاصابع شامل ہیں۔۔۔ کچھ دوسرے قصائد وہ ہیں جو دشمنان اسلام کی ہجائیہ شاعری کے جواب میں کہے گئے۔ ہر دو قسم کے قصائد محض دین حق کی سربلندی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اتباع میں مجاہدین اسلام کی قربانیوں ہی کا تذکرہ کرتے ہیں اس لیے انہیں نعت کے مقاصد سے الگ نہیں رکھا جا سکتا۔ جناب ذکی مبارک نے نعت کے اس پہلو پر توجہ نہیں دی اس لیے انہیں یہ قصائد نعت کے ذیل میں نظر نہ آئے۔ حالانکہ یہی وہ قصائد ہیں جنہیں پیمانۂ سخن اور معیار فن قرار دے کر آئندہ کے نعتیہ ادب کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جاتا رہا ہے۔ ان کی زمینوں میں ہر دور کے بدیہہ گوؤں نے نعتیہ قصائد کہہ کر داد سخن دی۔ ان کو مثلث، مخمس، مسدس کا روپ دے کر ثنائے خواجہ کی محرابیں سجائی جاتی رہی ہیں۔۔۔ شراب و شباب کا ذکر ایسا ہی معیوب و معتوب ٹھہرے تو متاخرین خصوصاً صوفیاء کے کلام کا اکثر و بیشتر حصہ پھاڑ پھینکنے کے لائق ٹھہرے گا۔

حضور اکرمؐ کی حیات طیبہ کے آخری ایام میں جب آپؐ غزوہ تبوک سے فارغ ہو کر فاتح عرب کے لقب سے ملقب ہو چکے تھے۔ بنو تمیم کا ایک وفد اپنے شعراء و خطباء کی معیت میں مقابلے اور مباحثے کے لیے آیا۔ وفد کے نامور شاعر زبرقان کے جواب میں حضرت حسانؓ نے اسی کی زمین میں انیس اشعار کا فی البدیہہ قصیدہ کہا:

ان الذوائب من فهر و أخوانهم
قد بينوا سنة للناس تبع

ترجمہ: ”فہر اور فہر کے معاصر قبیلوں کے چوٹی کے سرداروں نے وہ طرز زندگی اختیار کیا لوگ جس کی پیروی پر مجبور ہیں ---“ ایک دو شعروں کے علاوہ جو براہ راست نعت یا محاسن دینیہ کے بیان میں ہیں باقی سب اہل مدینہ کی تعریف میں ہیں۔ ملاحظہ ہو:

اکرم بقوم رسول اللہ شیعتهم
اذ تفرقت الاهواء والشیع
(ابن هشام ج ۲ ص ۹۲. ۲۹۰)

ترجمہ: وہ قوم جس کی جماعت رسول اللہ کی جماعت ہے اس وقت کتنی صاحب شرف و مجد ہوتی ہے جب قوموں کی تقسیم خواہشات و نظریات کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔

جناب ذکی مبارک اس قصیدے کو نعتیہ تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اس قصیدہ میں وہ دینی روح نہیں اس لیے کہ شاعر اتباع رسول کی عظمت بیان کرتا ہے مگر قبیلہ اور گروہ (عصبیت) کے حوالے سے۔ (المدائح النبویہ ص ۳۰-۲۹) بحث طویل ہے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ رسول اللہ کی جماعت کی تعریف اور دین کی پیروی کے سبب اس کی دوسری اقوام اور جماعتوں پر فوقیت یقیناً حزب اللہ کی حزب الشیطان پر فوقیت ہے جو روح دین ہے۔ یہی دل و زبان کی رفاقت کا تاثر ہے جو روح کو بالیدگی اور کلام کو اثر آفرینی بخشتا اور تقرب الٰہی کا ذریعہ بنتا ہے۔ ایسا کلام نعت کے زمرے سے کس طرح خارج کیا جا سکتا ہے؟ والذین معہٗ کے حوالے سے قرآن نے بھی تو محاسن دین بیان کیے۔ **مثلهم فی التورٰة و مثلهم فی الانجیل** کا آسمانی خراج کیا **اشداء علی الکفار رحماء بینهم** ہی کی وجہ سے نہیں؟ حضرت حسانؓ کے اس قصیدہ میں اسی جماعت یا عصبیت کا حوالہ تو ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا صلوٰۃ و سلام، و آلہ کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا کیا ذکی مبارک اس کو بھی عصبیت کی تیغ سے قطع کر دیں گے؟ وہ ایسا نہیں کر سکے نہ کسی کو یہ جرأت ہو سکتی ہے۔ ان کی کتاب المدائح النبویہ کا پورا باب آل بیت رسولؐ کے لیے وقف ہے۔ کیا یہ عصبیت نہیں جسے جناب ذکی مبارک نے روح دین کے منافی نہیں سمجھا۔ اسی امت کی کثرت تو الکوثر ہے، وہ انعام جس نے ابولہب اور ابوجہل جیسے کئی عقل مندوں کو ابتر ثابت کر دیا ہے۔ اسلامی ادب کا ایک طویل باب معرکۂ کربلا کے حوالے سے رقم ہوا اور قریب قریب دو سو سالہ ادب براہ راست نعت کے وجود سے خالی ہے۔ یہ پورا دور اہل بیت کی تعریف کے حوالے سے نعت ہی کا ایک منفرد دور ہے جسے نہ عصبیت کا الزام دیا جا سکتا ہے نہ روح دین سے خالی قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیا امام شافعیؒ کا یہ اعلان حب رسول سے خالی ہے؟

لو کان رفضاً حب آل محمد
فلیعلم الثقلان انی رافض

اگر آل محمدؐ کی محبت رفض ہے تو ساری دنیا جان لے میں رافضی ہوں اور شاید کوئی شخص مسلمان ہوتے ہوئے آل محمدؐ سے بغض رکھنے کی جہالت نہیں کر سکتا۔

حضرت کعبؓ ابن مالک نے بدر سے متعلق جو شعر کہے جمع کر دیے جائیں تو ایک دفتر بن جائے۔ ضرار بن الخطاب کے ہجو یہ قصائد کا تو ایسا جواب دیا کہ وہ شکست کی خفت مٹاتے مٹاتے اور بھی رسوا ہوئے۔ بنی معد کے جاہل اور متین سبھی نے ہمیں تیروں کا نشانہ بنایا:۔

لان عبدنا الله لم نرج غیره
رجاء الجنان اذا اتانا زعیمها
نبی له فی قومه ارث عزه
واعراق صدق هذبتها ارومها
ضربنا حتی هوی فی مکرنا
لمنخر سوء من تری عظیمها

(ابن ہشام جلد دوم باب اول)

ترجمہ: کیونکہ ہمارے پاس ان کا زعیم آیا تو ہم نے اللہ کی بندگی اختیار کر لی اور جنت کی امید میں اس کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ وہ ایسا نبی ہے کہ اسے قوم میں موروثی عزت حاصل ہے اور اس کے سچے اصولوں نے اسے مہذب بنا دیا ہے۔ چنانچہ ہم نے بھی (بنو معد کے جاہلوں پر) یہاں تک شمشیر زنی کی کہ ہمارے حملے میں بنولوی کے سردار اوندھے منہ گڑھے میں جا گرے۔

ونطیع امر نبینا ونجیبه
واذ دعا لکریهة لم نسبق
ومن یطیع قول النبی فانه‘
فینا مطاع الامر حق مصدق‘

(ابن ہشام ج ۲: باب غزوہ خندق ص ۲۶۲)

ترجمہ: ۱۔ اور ہم اپنے نبی کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور لبیک کہتے ہیں۔ جب آپؐ جنگ کے لیے پکارتے ہیں تو ہم کسی سے پیچھے نہیں رہتے۔

۲۔ حضورؐ ہم میں واجب الاطاعت ہیں آپؐ سچائی پر ہیں اور تصدیق شدہ امور کی طرف بلاتے ہیں۔ جس نے آپؐ کی اطاعت کی وہ بھی مطاع ہو گیا۔

حضرت کعبؓ کے ذیل شعر پر تو رسول خداؐ نے آپؓ سے فرمایا کعب! اللہ نے تمہارا شکریہ ادا کیا ہے۔

وجاءت سخینة کی تغالب ربها
فلیغلبن مغالب الغلاب

ترجمہ: سخینہ (جاہلیت میں قریش کا لقب تھا) اس لیے آئے تھے کہ غلبہ پانے میں اپنے رب سے مقابلہ کریں مگر سب پر غالب آنے والے کا مقابلہ کرنے والے ضرور مغلوب ہو کر رہتے ہیں۔

حضرت عباسؓ ابن مرداس نے ہر موقع پر قصیدہ کہا لیکن وہ قصیدہ جس میں بنو سلیم کے ضحاک بن سفیان کلابی کی بطور سپہ سالار تقرری کا ذکر ہے، صحابہؓ کے رحماء بینھم اشداء علی الکفار کے کردار کی بولتی تصویر ہے۔

یا خاتم النباء انک مرسل
بالحق کل ھدی السبیل ھداکا
ان الاله بنی علیک محبة
فی خلقه و محمد سماکا
ثم الذین وفوا بما عاھدتھم
جند بعثت علیھم الضحاکا
مایرجون من القریب قرابة
الا بطاعة ربھم وھواکا

(ابن ہشام ج ۲ باب غزوہ حنین)

ترجمہ: ۱۔ یا خاتم النبیینؐ! آپؐ بے شک رسولِ برحق ہیں۔ آپؐ ہی کی ہدایت صحیح ہدایت ہے۔

۲۔ بلاشبہ اللہ نے اپنی مخلوق میں محبت کی بنیاد آپؐ ہی پر رکھی اور بجا طور پر آپؐ کا نام محمدؐ (قابلِ تعریف) رکھا۔

۳۔ پھر وہ لوگ (اصحابؓ) جنہوں نے آپؐ سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا وہ لشکر جس پر آپؐ نے ضحاک کو امیر مقرر فرمایا۔

۴۔ وہ رشتہ داروں کی رشتہ داری سے بے نیاز صرف اپنے رب کی اطاعت اور آپؐ کے منشاء کی تکمیل میں مصروف تھے۔

حضورؐ نبی کریم نے آپؓ کو جس قصیدہ پر اپنا خلعہ مبارک عطا فرمایا اس کے دو شعر نقل ہیں۔

رایتک یا خیر البریة کلھا
نشرت کتاباً جآء بالحقِ معلّما
شرعت لنا دین الھدی بعد جورنا
عن الحق لما اصبح الحق مظلما

(ناسخ التواریخ از محمد تقی، ج ا ص ۹۹ ـ ۲۹۸)

ترجمہ: ۱۔ اے خیر البریہؐ آپؐ نے ایک ایسی کتاب پیش کی جس نے حق و صداقت کی تعلیم دی۔

۲۔ آپؐ نے ہمیں دین حق پر مبنی شریعت دے کر راہ راست دکھائی جب کہ ہم راہ حق سے بھٹک کر تاریکی میں کھو گئے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضورؐ پرنور آپ کا کلام خندق کھودتے ہوئے پڑھتے جاتے تھے۔

اللھم ان الاجر اجر الآخره
فارحم الانصار و المھاجره

ابن رواحہؓ کے جن شعروں نے آفاق گیر شہرت پائی:

روحی الفداء لمن اخلاقه شھدت
بانه خیر مولودٍ من البشر

عمت فضائله كل العباد كما
عم البرية ضوء الشمس القمر
لولم يكن فيه آيات مبينة
كانت بداهيته تكفي عن الخبر

ترجمہ: ۱۔ میری روح اس ذات پاک پر فدا جس کے اخلاق حسنہ اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں سب سے افضل ذات ہے۔

۲۔ اس ذات پاکؐ کے فضائل وکرم کا چشمہ فیض تمام بندگان خدا کو اسی طرح سیراب کرتا ہے جس طرح آفتاب و ماہتاب کی ضیا باریاں بلا تخصیص کائنات کے لیے عام ہیں۔ اگر اس ذات پاکؐ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والی روشن نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو بھی آپؐ کی اپنی ذات آپؐ کے پیغام کی صداقت کے لیے کافی تھی۔

فاتح خیبر اسداللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہٗ نے کعب ابن اشرف منافق کے قتل اور بنو نضیر کی جلا وطنی پر جو شعر کہے وہ ان کی شان علمیت کا مظہر ہیں۔

عرفت ومن يعتدل يعرف
وايقنت حقاً ولم اصدف
عن الكلم المحكم الملاء
من لدى الله ذى لرافت الاراف
فياايها الموعدوه سقاهاً
ولم يات جوراً ولم يعنف
الستم تخافون ادلى العذاب
وما آمن الله كا الاخوف
فانزل جبريل فى فتله
بوحي الىٰ عبده ملطف

(ابن ہشام عربی ج ۲ ص ۱۹۷)

ترجمہ: میں نے حق بات جان لی اور جو بھی اعتدال کی راہ اپنائے گا جان لے گا مجھے یقین ہو گیا اور اس سے اعراض نہ کروں گا۔۔۔ رحمت وشفقت والے اللہ کی طرف سے میں نے یہ یقین حاصل کیا۔۔۔ اے گمرہو باوجود اس کے کہ حضورؐ کی طرف سے کوئی ظلم زیادتی نہیں تم جہالت میں انہیں دھمکیاں دیتے ہو۔۔۔ جسے اللہ تعالیٰ کی امان حاصل ہو اور جس کی حفاظت کا وعدہ اللہ نے کر رکھا ہے (**والله يعصمك عن الناس** کی طرف اشارہ ہے) وہ کب خوف زدہ ہوتا ہے۔ کیا تمہیں عذاب الٰہی کا خوف نہیں؟ پس اللہ تعالیٰ نے جبریل امینؑ کے ذریعے اپنے صاحب لطف وکرم بندے کو کعب کے قتل کا حکم دیا۔

غزوہ طائف کے یرغمالی افراد میں مالک ابن عوف بطریق الھمازی کے اہل وعیال بھی شامل تھے۔ حضورؐ

کو بتایا گیا کہ وہ ثقیف کے پاس طائف میں ہیں تو آپؐ نے فرمایا اگر اسلام قبول کر کے آئے تو نہ صرف اس کے آل و عیال اور مال ومنال واپس کر دوں گا بلکہ سو اونٹ مزید دوں گا۔ مالک راتوں رات حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حسب وعدہ مال ومنال لے کر لوٹے۔ حضورؐ نے انہیں ان کی مسلم قوم پر عامل مقرر فرمایا۔ ان کا ایک شعر اس حوالے سے پیش کیا جاتا ہے:

ما ان رایت ولا سمعت بمثله
في الناس کلّهم بمثل محمد

ترجمہ: دنیا بھر کے انسانوں میں محمدؐ جیسا نہ میں نے دیکھا نہ سنا۔

ایک استقبال وہ تھا جب آپؐ اور صدیق اکبرؓ بیعت عقبہ کے ایفا میں وارد مدینہ ہوئے اور قبا میں بنی نجار کی بچیوں نے دف بجا بجا کر نحن جوار من بني نجار یا حبذامن جار کے گیت گائے۔ وہ ایک بے وطن مہاجر کا استقبال تھا۔ ایک دن وہ بھی آیا جب فاتح مکہ کی حیثیت میں غزوہ تبوک سے واپس لوٹے، ریاست مدینہ کے سربراہ (اولی الامر منهم) کا استقبال ہوا۔

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
مادعا للّه داع
ایها المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

(کلام الملوک مرتبہ حضرت تھانوی ص ۱۷۲)

ترجمہ: جنوبی پہاڑیوں (وداع کی گھاٹیوں) سے ہم پر بدر کامل طلوع ہوا۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے۔ اس عمدہ تعلیم دین کے لیے جس کی جانب آپؐ بلا رہے ہیں۔ اے اللہ کی طرف سے مبعوث رسولؐ! آپؐ ایسا امر لے کر آئے جس کی اطاعت واجب ہے۔

پہلے یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ حضرت حسان کو المؤید بروح القدس کے خطاب سے شعرائے دربار رسالت کی سرخیلی نصیب ہوئی۔ آپؓ نے اپنے قصائد میں حسب اعلان قریش کے ہم کفو حضور اکرمؐ کو بکمال احتیاط الگ رکھا۔ اس قصیدہ میں جو ابوسفیان ابن الحارث کے قصیدے کے جواب میں کہا حسانؓ نے حضورؐ کی شان اس طرح بیان کی:۔

اتهجوه ولست له بکفو
فشر کما لخیر کما فداءُ

ترجمہ: تم آنحضرتؐ کی ہجو کہتے ہو حالانکہ وہ تمہاری کفو سے ہیں۔ میں تمہارے شر کو تمہارے خیر پر قربان کرتا ہوں۔ (تمہاری ان کی کیا برابری)

رب العالمین جل جلالہ نے خود آپؐ کو "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" سے کے خطاب سے نوازا۔ العالمین۔۔۔ ہژدہ ہزار عالموں کو محیط ہے۔ اولاد آدم تو ازل سے ابد تک آپؐ کی نعت کہتی آئی اور کہتی رہے گی۔ مگر تاریخ

نے نسل انسانی کے ساتھ ساتھ شجر و حجر چرند پرند کو بھی اس احسان عظیم کا مداح اور ثنا گو دکھایا ہے۔ مٹھی میں بند کنکریوں نے آپ ؐ کی صداقت پر گواہی دی، جانوروں نے اپنے مالکوں کی ناانصافی کے خلاف نالش کی اور چارہ سازی دیکھی۔ جنگلی ہرن شکاریوں کے خلاف فریاد لے کر آئے اور بچوں کو پا کر چوکڑیاں بھرتے خوش خوش لوٹے۔ مکڑیوں نے غار ثور کے دہانے پر جالے تان کر شان نبوت کی حفاظت میں حصہ لیا۔ یہی نہیں وہ سراپا تقدیس ملائک جنہوں نے آدم کو خلافت ارضی سے نوازے جانے پر **اتجعل فیھا من یفسدفیھا ویسفک الدماء** کی گرہ لگائی تھی۔ آپ ؐ کی رحمۃ للعالمینی کے پرچم تلے خود بدر میں مشرکین کا خون بہانے میں حصہ لیا۔ اس بے نفس اور ہر طرح تابع فرمان مخلوق کے علاوہ ایک سرکش اور نافرمان مخلوق جنات بھی اسی رحمۃ للعالمینی پرچم تلے آنے پر مجبور ہوئی۔ ابلیس جس نے آدم کی بشریت کی تحقیر کرتے ہوئے ابٰی واستکبار کرتے ہوئے بیعت سے انکار کیا اور **فاخرج فانک رجیم** کا ابدی حکم سنا اسی مخلوق سے تھا **انہ کان من الجن**۔ مگر جب آنحضرت ؐ کے پرچم رحمت کھلے تو آپ ؐ کی چوکھٹ پر سر تسلیم خم کرتی ہوئی آئی ۔۔۔۔ قرآن پاک کے مطابق جنوں کی جماعت نے کتاب اللہ سن کر تعجب کیا۔ یہ عجیب کلام ہے یہ بھلائی کے راستے کی طرف بلاتا ہے ہم اس پر ایمان لائے۔ کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہیں بنائیں گے۔ سواد ابن قارب ؓ کے ایمان لانے کا واقعہ پہلے درج ہو چکا ہے۔ جنوں کے قافلہ در قافلہ، چلنے کا علم ہی انہیں اکساتا رہا۔ اہل عرب جنوں سے بہت خوفزدہ تھے۔ کاہنوں اور شاعروں کے قبضے میں جن کا ہونا ان کے بنیادی عقائد اور توہمات میں سے ہے اسی حوالے سے انہوں نے حضور ؐ کو شاعر مجنون کہا۔

اہل عرب دوران سفر کسی وادی کے اندر شب باشی پر مجبور ہو جاتے تو بلند آواز میں اس وادی کے غالب جن کی پناہ مانگتے تھے۔ اس نے جنوں کو اور بھی سرکش بنا دیا تھا (سورہ جن)۔ مگر جب حضور ؐ نے توحید کا ڈنکا بجایا تو جن بھی اللہ کی پناہ مانگنے لگے۔ حضرت خریم کو جنوں کی پناہ مانگنے کے جواب میں جن ہی کی طرف سے تنبیہ ہوئی۔ تجھ پر افسوس ہے اب بھی جنوں کی مانگتا ہے اللہ کی پناہ میں آ۔

ویحک اللہ عذباللہ ذی الجلال
والمجد والنعماء والافضال

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۳۱)

تجھ پر افسوس اللہ کی پناہ مانگ جو صاحب جلال بزرگی اور نعمتوں والا اور فضل کرنے والا ہے۔ ہاتف غیبی نے حضرت خریم کو مطلع کیا، اللہ کے رسول حضرت محمد ؐ کی بعثت کے بعد جنوں کے فریب جل گئے۔ یہ جن مالک ؓ نامی نجد کے مسلمان جنوں پر حضور ؐ کی طرف سے امیر مقرر کیا گیا تھا۔ یہ طویل مضمون ہے اس لیے اسی تعارف کے ساتھ عمرو الجنی ؓ کے ایک نادر نعتیہ قصیدہ کے انتخاب پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

عمرو الجنی، گمشدہ قافلوں کے لیے رونے والیوں سے مخاطب ہے کہ ان لوگوں کا نام نہ لے کہ ساری مصیبتیں ان کے سبب نازل ہوئیں۔ تجھے چاہیے کہ نوعمر اونٹنیوں پر کجاوے کس کر دربار رسالت میں حاضر ہو جا وہاں پہنچ کر تیری ساری کلفتیں دور ہو جائیں گی۔

وارحل قرصاً یقدمن علیٰ
روفٍ فتزاح بہ الکرب

لنبی ھدی ونبیه تقیٰ
فذاک تدین له العرب
بمحمد ن المبعوث و ذی ال
خیرات منازله الرحب
فصلوٰۃ الٰه الخلق علیک
وجاد محلتک السکب

(قصیدہ جیمیہ، عمرو الکلبی مکتبہ ظفر ۱۹۶۸)

ترجمہ: نوعمر اونٹنیوں پر کجاوہ کس کر دربار رسالت میں حاضری کے لیے نکل کھڑا ہوتا کہ وہ تمہیں آنحضرتؐ کی خدمت میں لے جائیں۔ آپؐ کی ذات ستودہ صفات مجسم رحمت ورافت ہے۔ آپؐ کی خدمت میں پہنچ کر تمہاری ساری کلفتیں دور ہو جائیں گی۔ اس نبیؐ کی بارگاہ میں جو اہل عالم کے ہادی، بڑی شان والے اور صاحب تقویٰ ہیں اور اسی وجہ سے سب اہل عرب نے آپؐ کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردنوں میں ڈال دیا ہے۔ اس محمدؐ کی جناب میں جو بنی نوع انسان کے ہادی بن کر آئے۔ آپؐ کی بارگاہ رحمت ورافت کے لحاظ سے نہایت کشادہ ہے اور آپ بڑی بزرگیوں اور عظمتوں والے ہیں۔ بس آپؐ پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ وسلام ہو اور رحمت ورضوان الٰہی کی بارش آپؐ کی فرودگاہ پر ہمیشہ ہمیشہ رہے ــــ آمین۔

☆☆☆☆

شاکر کنڈان

کتابیاتِ پاکستانی نعت

معلوم حوالے کے مطابق منظوم نعتِ رسولِ مقبولؐ کا آغاز حضور نبی کریمؐ کی ولادت سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے ہو چکا تھا، جس میں تبع الحمیری پہلے شاعر گنے جاتے ہیں۔ تب سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور ابد تک رہے گا۔ اُردو میں حضرت امیر خسروؒ کے نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ اور تب سے یہ سلسلہ ورفعنا لک ذکرک کی فضا کو قائم رکھے ہے۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد حضور نبی کریمؐ کی شانِ اقدس کے منظوم بیان اور ذکر میں اضافہ ہوا اور خاص طور پر محمد ضیاءالحق کے دورِ حکومت سے نعتیہ کتابوں کی اشاعت میں تیزی آئی۔ جب سے تقریباً ہر شاعر حضورؐ کی شان میں کوئی تحریر چھوڑ جانا سعادت اور وسیلہ مغفرت سمجھتا ہے۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے اب تک ہزاروں مجموعہ ہائے نعت اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ ہر کتاب تک رسائی تو ناممکن ہے لیکن جو چند ایک میرے علم میں آسکیں ان کی کتابیات یہاں پیش کر رہا ہوں۔ ترتیب سن وار دی گئی ہے۔ پہلے کتاب کا نام، پھر شاعر کا نام اور بعد ازاں جس شہر سے شائع ہوئی، مضمون کے طویل ہو جانے کی وجہ سے باقی معلومات درج نہیں کی گئیں۔ نیز جن کتب کی مکمل معلومات نہیں مل سکیں ان کو بھی شامل کتابیات نہیں کیا گیا۔

سرِ دست اگست ۱۹۴۷ء سے لے کر جنوری ۲۰۱۴ء تک ۱۵۴۰ (پندرہ سو چالیس) نعتیہ شعری مجموعوں کا اشاریہ پیش ہے۔ یہ مختصر معلومات اکٹھی کرنے کے لیے بہت سی کتب سے استفادہ کیا گیا۔ جن کے نام تحریر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔

۱۹۴۷ء

روحِ قرآن، دل محمد، خواجہ، لاہور

۱۹۴۸ء

کفر و ایمان، بہزاد لکھنوی، لاہور
تابشِ افسر، افسر بے خودی، مولانا، کراچی
حرفِ ثنا، محشر بدایونی، لاہور

۱۹۴۹ء

نغمہ ہائے مبارک، ضیاءالقادری بدایونی، کراچی
کوثر و تسنیم، آفاق صدیقی، پروفیسر، کراچی
دیوانِ قادری، قادری جالندھری، لاہور
دفترِ رباعیات، اصطفا لکھنوی، کراچی
سلامِ فیروز، فیروز دین ڈسکوی، لاہور

۱۹۵۰ء

دیارِ نبیؐ، ضیاءالقادری بدایونی، کراچی
رازِ حیات، ہما صدیقی، کراچی

آفتاب تاج، تاج عرفانی، لاہور
نغمۂ روح، خاور رودانی، لاہور

۱۹۵۱ء

جامِ وارث (حصہ اول) قیصر وارثی، کراچی
رزم و بزم، اسد شامی، لاہور (آخر میں قومی نظمیں اور کچھ غزلیں بھی شامل ہیں)

۱۹۵۲ء

گنجینۂ تاج سرِ عرش، تاج جام نگری، کراچی
گلدستۂ نعت، عاقل اکبر آبادی، کراچی
سلامِ عقیدت، عبدالمجید فانی، کراچی
میلادِ حسن پیغمبرؐ، افسر بے خودی، مولانا، کراچی
ذکرِ حبیب، امیر مینائی، لاہور
آہنگِ حجاز، عرش ملسیانی

۱۹۵۳ء

شمعِ حرم، محمود حسن رضوی، سید، کراچی
شاخِ طوبیٰ، آغا صادق، کوئٹہ
جامِ وارث (حصہ دوم) قیصر وارثی، کراچی
قصیدۂ نعتیہ، وارث جیلانی، فیصل آباد

۱۹۵۴ء

تحفۂ حرم، اسد ملتانی، ملتان
مسدسِ کامل، کامل جہا نگرھی، کراچی
ثنائے حبیبؐ، بہزاد لکھنوی، کراچی
مجموعۂ نعت، محمد خیر الدین، لاہور

۱۹۵۵ء

بادۂ کوثر، امین شرقپوری، لاہور
انتخاب کلام امیر مینائی، مرتبہ: خالد مینائی لاہور
شانِ مصطفیؐ، شیر محمد ترمذی، سید، لاہور
ارمانِ نبی، ارمان اکبر آبادی، کراچی
بہارِ عقیدت، اختر الحامدی، سیالکوٹ
دیوانِ نعت، محمودہ خاتون، لاہور

۱۹۵۶ء

ذکرِ حضورؐ، بہزاد لکھنوی، کراچی
صدقِ مقال، عبدالمجید صدیقی، کراچی
تمنائے مدینہ، عبدالحفیظ خان، لاہور

۱۹۵۷ء

فردوسِ عقیدت، صابر براری، کراچی
گہوارۂ مغفرت، امداد حسین نصرت، کراچی
نغماتِ صداقت، ابوالسیف عتیق، کراچی
کیفِ بہاراں، آرزو اکبر آبادی، کراچی
نغمۂ ربانی، ضیا القادری، مولانا، کراچی
محامد سید المرسلین، محمد علیم اللہ آبادی، میر پور خاص

۱۹۵۸ء

بحضور سرورِ کائناتؐ، اثر صہبائی، لاہور
چراغِ صبحِ جمال، رئیس امروہوی، کراچی
نقشِ وفا، وفا ڈبائیوی، کراچی

۱۹۵۹ء

خزینۂ بہشت، ضیا القادری، کراچی
ریاضِ ہاشمی، محمد سلیم، کراچی

والیِ بطحا، عنایت گورداسپوری، لاہور
افسرِ انبیاء، افسر بے خودی، مولانا، کراچی

۱۹۶۰ء

جمالِ رسول، اختر الحامدی، حیدرآباد
گلہائے نعت، رہبر چشتی، صوفی، کراچی
گل کدۂ حرم، بہر بیلی بھیتی، کراچی
تنویر، اصطفا لکھنوی، کراچی
افسرِ جلیل، افسر صابری، کراچی
گردِ کارواں، احمد شجاع ساحر، حکیم، لاہور
فروغِ محامد، افق کاظمی امروہوی، ملتان
افکارِ جمیل، طالق ہمدانی لدھیانوی، گجرات

۱۹۶۱ء

غبارِ حجاز، راسخ عرفانی، گوجرانوالہ
آمنہ کا چاند، صابر براری، کراچی
جامِ نور، عزیز حاصل پوری، لاہور
فخرِ کونین (حصہ اول) محشر رسول نگری، کوئٹہ
شہابِ ثاقب، ثاقب زیروی، کراچی
چراغِ حرم، سید مختار علی ضیائی، کراچی

۱۹۶۲ء

بستانِ نبیؐ، غلام نبی، کراچی
تجلیٔ فاراں، احسان امروہوی، کراچی
تجلیات، احسان الحق فاروقی، کراچی
کمالِ رسولؐ، اختر الحامدی، حیدرآباد
شعر و الہام، علیم النساء ثنا، کراچی
صلوٰۃ و سلام، شفیق طارق، لاہور
نذرانۂ عقیدت، علی رضا صدیقی، کراچی
گلہائے صفات، ہوش اعظمی، کراچی

۱۹۶۳ء

نذرانۂ ادب، محمد عبدالغنی قادری، کراچی
خونابۂ دل، نور جہاں بدایونی، کراچی
خلوتِ ہاشم، ہاشم رضا ضیائی، کراچی
تسکینِ روح، سکندر لکھنوی، کراچی
انتخاب کامل نمبر ا، کامل جوناگڑھی، کراچی
جلوۂ معصومیت، احسان امروہوی، کراچی

۱۹۶۴ء

فارقلیط، عبدالعزیز خالد، لاہور
جامِ حیات، ساحر صدیقی، لاہور
فخرِ کونین، (حصہ دوم) محشر رسول نگری، کوئٹہ
گل کشتِ بہشت، علی شائق، سید، کراچی
حدیثِ نعت، ولدار علی شاہ، ڈھاکہ
نعتِ لطیف، عبداللطیف، کراچی
نذرانۂ عقیدت، محمد اختر، حکیم، کراچی

۱۹۶۵ء

عطرِ جذبات، اثر ہاپوڑی، کراچی
ترتیل، اختر حسین اختر، کراچی
نالۂ ذبیح، محمد اسماعیل ذبیح، کراچی
صہبائے مدینہ، آثم نظامی، لاہور
کرم ہی کرم، جمیلہ کیانی، سیالکوٹ
گلہائے حسنِ عقیدت، محمد خان ہمدم، قصور

۱۹۶۶ء

جانِ رحمت، ہلال جعفری، ملتان
معراجِ مصطفیؐ، ہلال جعفری، ملتان

تمنّا، عبدالعزیز خالد، لاہور
چشمۂ کوثر، ظہیر الدین علوی، گوجرانوالہ
گلشنِ چشتی، مقصود احمد چشتی، لاہور
تنویرِ مودت، فدا بخاری، سید، ملتان
قصیدۂ شاہِ کونینؐ، نیاز الدین نیاز، کراچی

۱۹۶۷ء

چشمۂ کوثر، آغا صادق، ملتان
درد کا درماں، درد کاکوروی، کراچی
شاخِ طوبیٰ، ادیب سیمابی، ملتان
عرفان، سہیل بنارسی، لاہور
ثنائے حبیب، محمد علی ظہوری، لاہور
یہ ہیں کارنامے رسولِ خدا کے، محمد عبداللہ نیاز، لاہور
کلامِ یکتا، محمد فریدالدین یکتا، کراچی
میلادِ حامد، حامد الوارثی، لائل پور
متاعِ بردہ، عبدالرحمٰن غور، ملتان
نوائے سروش، نثار احمد، کراچی

۱۹۶۸ء

خزینۂ نعت، بشیر زواری، کراچی
سحابِ رحمت، سکندر لکھنوی، کراچی
ریاض الفردوس، محمد پیر بخش چشتی، حافظ، ملتان
گل ہائے عقیدت (دیوانِ ریاض)
ریاض جالندھری، سرگودھا
گلبانگِ حرم، حمید صدیقی لکھنوی، کراچی (آخری حصہ غزل ہے)
نغماتِ حرم، مریم قادری، کراچی
چراغِ مصطفویؐ، عرفان رشدی، لاہور
خزینۂ قمر، قمر یزدانی، سیالکوٹ
غذائے روح، محمد اعظم چشتی، لاہور (چھٹا ایڈیشن)

۱۹۶۹ء

مینائے کوثر، انجم وزیرآبادی، لاہور
سراجِ منیر، بشیر زواری، کراچی
عقیدت کے پھول، اطاعت علی صدیقی، کراچی
جامِ کوثر، درد کاکوروی، کراچی
تسبیحِ رعنا، رعنا اکبرآبادی، کراچی
بادۂ رندان، فقیر قادری، لاہور

۱۹۷۰ء

خم خانۂ زمزم، مینا زبیری، کراچی
نیرِ اعظم، اعظم چشتی، لاہور
گلہائے عقیدت، مینا زبیری، کراچی
خم خانۂ محمدؐ، قمر یزدانی، سیالکوٹ
فخرِ کونین (تیسرا حصہ) محشر رسول نگری، کوئٹہ
ارمغانِ عقیدت، منظور حسین منظور، لاہور
شعاعِ نور، مقبول قریشی، کراچی
یادِ حرمین، سالک نقوی، کراچی
تجلیات، محمد مظہر الدین، حافظ، راولپنڈی

۱۹۷۱ء

ثنائے خواجہ، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
عقیدت، محمود اختر کیانی، راولپنڈی
فروغِ نور، نور بریلوی، کراچی
طلوعِ سحر، ہلال جعفری، ملتان
نغماتِ عشق، عبدالغنی علیگ، کراچی

۱۹۷۲ء

سبز گنبد، ساغر صدیقی، لاہور
قرارِ جاں، خالد محمود نقشبندی، کراچی
ریاضِ رسول (حصہ دوم) ریاض الدین سہروردی، کراچی
نغماتِ عشق، محمد غنی نیازی، کراچی
لاکھوں سلام، اختر الحامدی، حیدر آباد
گلدستۂ نقشبندی، بشیر نقشبندی، فیصل آباد
خمستانِ حجاز، مینا زبیری، کراچی
انوارِ عقیدت (تضمین) اختر الحامدی، گوجرانوالہ
دربارِ رسالت، صبا متھراوی، کراچی
قصیدہ بلا الف، سیف الدین طاہر، کراچی
برگِ طوبیٰ، منظور احمد عاجز، لاہور
اعجازِ مصطفیٰؐ، اعجاز رحمانی، کراچی
ہدیۂ عثمانی، عثمان احمد قاسمی، لاہور

۱۹۷۳ء

دعائے نیم شبی، نصرت عبدالرشید بیگم، لاہور
پھول ہی پھول، ظہیر احمد تاج، کراچی
تجلیات، ذکی کاکوروی، کراچی
گلستانِ مدینہ، ناظر فاروقی، کراچی
قربانِ مدینہ، بہزاد لکھنوی، کراچی
محفلِ اعجاز، حسن رضا حسن، سید، لاہور
دیوانِ منور، نور الدین بخاری، سید، لاہور

۱۹۷۴ء

نعتِ محل۔ ذوقِ نعت نبویؐ، اختر الحامدی، لاہور
موجِ نور، شہاب دہلوی، بہاولپور
دارین، احسان دانش، لاہور
قندیلِ حرم، غافل کرنالی، مظفر گڑھ
قندیلِ حرم، بیان یزدانی، لاہور
مجموعہ نور، نور خالدی، لاہور
منور نعتیں، منور بدایونی، کراچی
گلدستۂ تسلیمات، محمد حسین غریب، کراچی
ارمغانِ حرم، سکندر لکھنوی، کراچی
ارمغانِ ضمیر، ضمیر جعفری سید، راولپنڈی
صہبائے حرم، سہیل اختر، کراچی

۱۹۷۵ء

شاخِ سدرہ، عبدالکریم ثمر، لاہور
جلوہ گاہ، مظہر الدین حافظ، راولپنڈی
حرف و نوا، شمس وارثی، کراچی
ذکرِ حبیبؐ، شفیق اکبر آبادی، کراچی
شعاعِ دل، الطاف احسان میرٹھی، کراچی
مینائے عقیدت، مینا زبیری، کراچی
کرم بالائے کرم، بہزاد لکھنوی، کراچی
پیامِ مغفرت، ساجد اسدی، کراچی
درِ و دانؐ پر، یکتا امروہوی، کراچی
متاعِ کارواں، شفیق اکبر آبادی، کراچی
گلِ منیر مغفور، بہاء الدین وقار، کراچی
جامِ طہور، عبدالرحمٰن عاجز، فیصل آباد

۱۹۷۶ء

حمطایا، عبدالعزیز خالد، لاہور
ممدوحِ کائنات، سکندر لکھنوی، کراچی

تجلیاتِ شمس، شمس الحق حاجی، لاہور
شمس و قمر، قمر میرٹھی، لاہور
سو نعتیہ اشعار، راغب مرادآبادی، کراچی
فریادِ طاہرہ، طاہرہ صدیقی، کراچی
زمزمۂ حق، محمد ظہور الحق، حافظ، راولپنڈی
صحیفۂ نعت، اکبر غالبی، کراچی
مدحت، عاصی کرنالی، لاہور
مرآۃ العرفان، مہر علی شاہ، پیر سید، راولپنڈی
بابِ حرم، مظفر وارثی، لاہور
اس قدم کے نشاں، ادیب رائے پوری، کراچی
لب کشا، اقبال عظیم، کراچی
فغانِ دل، خالد علیم، لاہور

۱۹۷۷ء

دیوانِ اظہر، محمد خدا بخش اظہر، شجاع آباد
بقعۂ انوار، شمیم یزدانی، فیصل آباد
انوارِ سخن، ساجد اسدی، کراچی
روحِ کائنات، صائم چشتی، فیصل آباد
جمالِ مدینہ، حسن المرتضیٰ خاور، لاہور
رنگِ عقیدت، سکندر حیا بریلوی، کراچی
شمشیرِ ضیابار، رحمان کیانی، کراچی
عشقِ محمدیؐ، انوری بیگم، سکھر
آئینۂ کلام، محمد حسین رضی، لاہور
خمخانۂ حجاز، بیناز بیری، کراچی
قندیلِ نور، صابر کاسگنجوی، اسلام آباد
ورفعنا لک ذکرک، رشید محمود راجا، لاہور
قندِ مکرر، ساجد اسدی، کراچی
مختارِ کل، انور فیروزپوری، لاہور
حمد و ثنا، تبسم رضوانی، ڈاکٹر، لاہور
رازِ ہدایت، اختر اقبال، کراچی
قابِ قوسین، اقبال عظیم، کراچی
شانِ رسول، بشیر قادری، لاہور
نعتِ خیرالبشر، فیضی، سید، لاہور
افکارِ نفیس، نفیس فتحپوری، کراچی

۱۹۷۸ء

چراغِ حرا، مسرور کیفی، کراچی
گفتارِ عزیز، عزیز الحق عزیز، کراچی
بابِ جبریل، مظہر الدین، حافظ، راولپنڈی
جامِ طہور، صابر براری، کراچی
نذرِ حبیبؐ، حبیب نقشبندی، لاہور
نور و نغمہ، ظہیر احمد تاج، کراچی
مطلعِ انوار، جعفر بلیغ آبادی، سیالکوٹ
نغمۂ محبوب، خالد حفیظ، سید، لاہور
مدحتِ خیرالبشرؐ، راغب مرادآبادی، کراچی
نغمۂ محبوب، محمد رفیق قادری، ڈسکہ
روشنی، سیف زلفی، لاہور
نعتِ مصطفیٰؐ، قیوم نظر، لاہور
منبعِ انوار، محمد یامین وارثی، کراچی
بصیرت، نعیم تقوی، کراچی
اوصافِ ختم المرسلین، جمیل رضوی امروہوی، کراچی
طیبہ کو چلو، حمید بیگ عالم، کراچی
نسیمِ گلشنِ نعت، حقیر فاروقی، لاہور
جلوؤں کی سحر، خورشید احمد عابد، لائل پور
نویدِ سحر، قمر حجازی، اوکاڑہ (غزلیں بھی شامل ہیں)
صلوا علیہ و آلہٖ، حفیظ تائب، لاہور

۱۹۷۹ء

حسنت جمیع خصالہٖ، قمر انجم، کراچی
ذکرِ خیر، راسخ عرفانی، گوجرانوالہ

سفینۂ دل، سکندر لکھنوی، کراچی
سراجاً منیرا، سکندر لکھنوی، کراچی
سامانِ بخشش، مصطفیٰ خان نوری، سکھر
نوائے شاکقانہ، نصر اللہ خان شائق، لاہور
آیۂ رحمت، ستار وارثی، کراچی
نذرانہ، عاقل بریلوی، کراچی
نور و نکہت، فیاض احمد کاوش، سیالکوٹ
مخزنِ نعت، جاوید اقبال، لاہور
بحضور رحمۃ للعالمین، مبارک علی شاہین، لاہور
خیر الوریٰ، ظہیر صدیقی، لاہور
نعم، کرم حیدری، لاہور

قاسمِ خلد، سکندر لکھنوی، کراچی
عقیدت کے پھول، محمد عاشق، لاہور
نشید حضوری، حافظ لدھیانوی، لاہور
تصویرِ کمالِ محبت، ادیب رائے پوری، کراچی
آہ خنک شہرے، صائم چشتی، فیصل آباد
نغماتِ نعت النبیؐ، غلام نبی بسیط، کراچی
دریتیم، اختر سدیدی، فیصل آباد
آخری کرنیں، خورشید آرا بیگم، کراچی
معراجِ لمسِ رسولؐ، شفیق حسن، کراچی
چشمۂ نور، نور اللہ شاہ، لاہور

۱۹۸۰ء

ملجاو ملاذی، مسرور کیفی، کراچی
نعت حبیبؐ، سعادت حسن خان شیدا، سکھر
آہِ سحر گاہی، نصرت عبدالرشید بیگم، لاہور
مہرِ درخشاں، قمر یزدانی، سیالکوٹ
نوائے ظہوری، محمد علی ظہوری، لاہور
صل علیٰ، محمد احمد شاد، گوجرانوالہ
شعاعِ ایمان، الطاف احسانی، کراچی
متاعِ عزیز، عزیز لدھیانوی، گوجرانوالہ
آیاتِ عشق (اول) عبدالغنی علیگ، کراچی
نالۂ شب، حافظ لبصیر پوری، ملتان
دیدارِ محمدؐ، غلام رسول غازی، نارووال
صبحِ ازل، نسیم امروہوی، لاہور
انوارِ سخن، ابوالفاروق انور، لاہور
ارمغانِ حق، صابر القادری بریلوی، کراچی

نجمِ سحر، ذوقی مظفر نگری، لاہور
فیوض الحرمین، عبدالعزیز شرقی، ملتان
سرو نور، ماجد صدیقی، راولپنڈی
سلسلۂ خواب، بُلبل آغائی، حیدر آباد
افکارِ قدس، انور ڈیرہ دونی، کراچی
دیوانِ حمد و نعت، ماہر شکوہ آبادی، کراچی
گنبدِ نور، وفا نازشی، کراچی
نو بازل، قیصری کانپوری، کراچی
صدرنگ، ابرار صدیقی، کراچی
ضیائے نبوت، عبدالرحیم ضیاء، لاہور
ریاضِ مدینہ، محمد انور قادری، لاہور
ارمغانِ نور، نورالحسن چشتی، لاہور
شاخِ بریدہ، شاد افسری، لاہور
ہم کلام، محمد نصیر خان، سیالکوٹ

۱۹۸۱ء

نور الہدیٰ، احسان فاروقی، کراچی
رجائے بخشش، عبدالغنی سالک، لالہ موسیٰ
مصحفِ بیدم، بیدم شاہ وارثی، لاہور

جمالِ حرم، مسرور کیفی، کراچی
حدیثِ آشنا، اقبال صلاح الدین، لاہور
حدیثِ جاں، راسخ عرفانی، گوجرانوالہ

اقرا، صہبا اختر، کراچی
منور قطعات، منور بدایونی، کراچی
حسنِ کائنات، صائم چشتی، فیصل آباد
امام القبلتین، سکندر لکھنوی، کراچی
مصدر الہام، صبا متھراوی، کراچی
مدحِ رسولؐ، راغب مراد آبادی، کراچی
نعت کے پھول، محمد احمد شاد، گوجرانوالہ
عبدہٗ، عبدالعزیز خالد، فیصل آباد

ہوائے طیبہ، عبدالرحمٰن قاضی، لاہور
نعتیہ قطعات، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
حمد و نعت، سرور بجنوری، فیصل آباد
سرمایۂ حیات، اخلاق احمد سالک، کراچی
میلادِ حبیب، حبیب احمد، حافظ، کراچی
پیغمبر انقلاب، رحمٰن کیانی، کراچی
مدینۂ نعت، نیر ندیم، کراچی
فخرِ کونینؐ (مکمل) محشر رسول نگری، کوئٹہ (بار دوم)

۱۹۸۲ء

احسن تقویم، عبدالکریم ثمر، لاہور
مولائے کل، مسرور کیفی، کراچی
سازِ حجاز، سیماب اکبر آبادی، کراچی
موج کوثر، عبرت صدیقی، کراچی
حسرتِ نعت، آسی ضیائی، سیالکوٹ
نوائے حجاز، صفیہ شمیم ملیح آبادی، راولپنڈی
اثر ریز، محمد عباس اثر، سیالکوٹ
صبح صادق، عبدالرحمٰن عاجز، فیصل آباد
قدم قدم سجدے، خالد محمود نقشبندی، کراچی
مثنوی جمالِ محمدؐ، شمس الحق بخاری، کراچی
شانِ کائنات، صائم چشتی، فیصل آباد
حدیثِ شوق، رشید محمود راجا، لاہور
ثنائے حبیب، نجم پیلی بھیتی، کراچی
دیوانِ ریاض، ریاض الدین سہروردی، کراچی
آقا ہمارے، سعادت حسن آس، اٹک

نور بکھرو تکے، رابعہ نہاں، سیدہ، لاہور
پہلی کرن آخری روشنی، اعجاز رحمانی، کراچی
حریمِ نعت، اقبال شیدا، فیصل آباد
مے خانۂ تصور، آباد پیلی بھیتی، کراچی
لوحِ عقیدت، شوکت اللہ خان جوہر، کراچی
حرف حرف روشنی، قمر صدیقی، راولپنڈی
قوتِ پروردگار، ساغر مشہدی، ملتان
مظہر نور، گوہر ملسیانی، صادق آباد
رحمت کے دریچے، حمید بیگ عالم، کراچی
کیفِ مسلسل، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
تضمین مبین، عزیز حاصل پوری، ملتان
عروج، ثریا واسطی امروہوی، کراچی
نعت اور سلام، وحیدہ نسیم، کراچی
گلہائے عقیدت، غلام جیلانی باصر، لاہور

۱۹۸۳ء

چادرِ رحمت، منیر قصوری، لاہور
ثنا، الطاف قریشی، مظفر آباد
فیضانِ کرم، عابد نظامی، خواجہ، لاہور
آئینۂ مظہر، تاج محمد مظہر صدیقی، پشاور
م۔ص، فدا خالدی دہلوی، کراچی

نور رب العالمین، حشمت آرا حجاب، ڈاکٹر، لاہور
نور ریز داں، مسرور کیفی، کراچی
صحیفۂ نور، عزیز حاصل پوری، لاہور
ثنائے حبیب، بیابی مراد آبادی، کراچی
نغماتِ اویس، اویس مظہر، میاں، راولپنڈی

مرسلِ آخر، قمر ہاشمی، کراچی
نعتِ رسول مقبول، حنیف احمد، کراچی
سیدالمرسلین، سکندر لکھنوی، کراچی
کتاب حرم، اطہر حسین زیدی، کراچی
بحضور صاحب لولاکؐ، بیدل فاروقی، راولپنڈی
حرف آگہی، مجید کھام گھانوی، کراچی
سوزِ دروں، شبیر بخاری، لاہور
نعتِ رسول، نجم نعمانی، لاہور
صبح سعادت، یزدانی جالندھری، گوجرانوالہ
آیاتِ عشق (دوم) عبدالغنی علیگ، کراچی
سلسبیل، اثر زبیری، کراچی
گلدستۂ عقیدت، سلطان محمود، کراچی
جمالِ نور، عزیز حاصل پوری، ملتان
نعت و منقبت، سرور بجنوری، فیصل آباد
قرطاسِ عقیدت، ضمیر اظہر، راولپنڈی
موجِ نور، نجم سبزواری، لاہور

۱۹۸۴ء

کاروانِ شوق، ناظم برمی، گوجرانوالہ
خورشید حرا، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
بعد از خدا، طفیل دارا، لاہور (دوسری بار)
آیۂ رحمت، سرور بدایونی، فیصل آباد
حرف حرف حقیقت، غلام زبیر نازش، گوجرانوالہ
زادِ سفر، باقی صدیقی، راولپنڈی
میرے آقاؐ، امید فاضلی، کراچی
ذکرِ خیر الانام، حنیف اسعدی، کراچی
رحمتِ کل، مہر پیلی بھیتی، کراچی
فیضانِ نظر، عبدالشکور روکش اجمیری، کراچی
سدرۃ المنتہٰی، رضا ہمدانی، پشاور
چاند ستارے، ع۔ بخار علیگ، کراچی
نورِ حرا، نصیر آرزو، کراچی
محفلِ نعت، ظہیر صدیقی، لاہور
نزولِ کرم، الطاف احسانی، کراچی
کلامِ حشمت، حشمت علی، حیدرآباد
جمالِ مدینہ، رشید ہادی، لاہور
نعت حبیبؐ، نسرین گل، کراچی
بابِ رحمت، سرور بدایونی، فیصل آباد
لولاک لما، انور جمال، ملتان
عقیدت، راشد برمی، ملتان
یا ایہا الرسولؐ، کرم حیدری، اسلام آباد
میزابِ رحمت، سرور کیفی، کراچی
ہلالِ حرم، ہلال جعفری، ملتان
تشبیب، خالد احمد، لاہور
حمد و نعت، ع۔ س۔ مسلم، لاہور
نو بازل، مظفر وارثی، لاہور
حمد و ثناء، شاہد الوری، کراچی
شہر آرزو، نصیر آرزو، کراچی
ارمغانِ سیفی، مکرم علی سیفی، کراچی
گل فشاں، محمد احمد عزمی، کراچی
انوارِ شہِ لولاک، آفتاب وارثی، گجرات
شرابِ طہور، محمد اسماعیل ذبیح، راولپنڈی
جلوۂ تاباں، تاباں عابدی، ملتان
الہام، خالد عرفان، کراچی
صلی اللہ علیہ وسلم، فاضل حمیدی، شہدادپور
مدحتِ مصطفیٰؐ، محمد ہارون کاسانی، کراچی

۱۹۸۵ء

محمدؐ ہی محمدؐ، امین علی نقوی، فیصل آباد
پیامبر فجر، اصغر علی شاہ، ملتان

میرے حضورؐ، سید محمد وجیہ السیما عرفانی، لاہور
نکہت و نور، خادمی اجمیری، حیدر آباد
حرفِ نیاز، ساجد علوی، لاہور
جمالِ الہام، حشمت یوسفی چھتاری، کراچی
چراغِ عالمین، اسماعیل انیس، کراچی
زادِ راہ، شیدا جبل پوری، کراچی
صحیفۂ ندرت، ندرت میرٹھی، کراچی
عرفانیت، عارف سیمابی، کراچی
حرا کی خوشبو، انجم نیازی، جھنگ
نسیمِ کرم، الطاف احسان، کراچی
گلدستۂ حمد و نعت، اے آر چنگیز، جسٹس، لاہور
حبیبِ کریمؐ، سکندر لکھنوی، کراچی
بے مثال، عارف عبدالمتین، ملتان
کلیاتِ قادری، غلام رسول قادری، کراچی
صل علیٰ محمدؐ، عابد نظامی، لاہور
نسیم منیٰ، راسخ عرفانی، گوجرانوالہ
نوائے صائم، صائم چشتی، فیصل آباد
مرکزِ نور، حکیم حاذق، لاہور
نعت حبیبؐ، سکندر لکھنوی، کراچی
ارمغانِ فیض، فیض الحسن شاہ، صاحبزادہ، گوجرانوالہ

ماحیؐ، ساغر مشہدی، ملتان
ارمغان حافظ، عبدالغفور، حافظ، کراچی
یادِ نبی میں، شبیر انصاری، حیدر آباد
بعد از خدا بزرگ توئی، رحمان خاور، کراچی
رحمتِ سفر، ذاکر علی خان، کراچی
سرمہ خاکِ پا، وقار صدیقی، کراچی
صل علیٰ یا محمدؐ، شکیل احمد طاہر، کراچی
مدحتِ شانِ رسولؐ، اخلاق احمد سالک، کراچی
احسن العبادت، احمد علی اسیر، کراچی
ارمغانِ جمیل، جمیل نقوی، کراچی
ماذ ماذ، عبدالعزیز خالد، لاہور
کلامِ سراج، سراج الدین، کراچی
وسیلہ، عاصم گیلانی، لاہور
نعتیں، قیوم نظر، لاہور
بحضور خاتم الانبیاء، راغب مراد آبادی، کراچی
تقدیس، تابش دہلوی، کراچی
القلم، بدر ساگری، حیدر آباد
نور الانوار، صدر جگرانوی، لاہور
انوارِ حرمین، صدیق اسماعیل، کراچی
داعی اسلام، صادق علی صادق دریا آبادی، کراچی

۱۹۸۶ء

عکسِ جمال، ارشد لدھیانوی، گوجرانوالہ
ضامن حقیقت، ضامن حسنی، حیدر آباد
صاحب الجمال، انجم رحمانی، لاہور
یا نبی سلام علیک، قیوم حسان، پروفیسر، فیصل آباد
نورِ نظر، شمشاد علی اثر، کراچی
ثمرِ نور، عزیز فاطمہ متیو، فیصل آباد
نعتِ ایوبی، صلاح الدین ایوبی، کراچی
فردوسِ نعت، صائم چشتی، فیصل آباد
ریاضِ رسول (حصہ سوم) ریاض الدین سہروردی، کراچی

معطر معطر، ستار وارثی، کراچی
سید الکونینؐ، مسرور کیفی، کراچی
مینارِ حرم، بشیر فاروق، کراچی
المزمل، طفیل دارا، لاہور
مہرِ عرب، فضل حق چوہدری، لاہور
سروشِ سدرہ، ارمان اکبر آبادی، کراچی
برقِ تجلی، بادشاہ حسین رعنا، کراچی
شمس الضحیٰ، قمر وارثی، کراچی
گلستانِ ثنا، سکندر لکھنوی، کراچی

سوئے حرم سوئے طیبہ، گہر اعظمی، کراچی
بہشت عقیدت، واثق بنگلوری، کراچی
قندیلِ عرش، شریف امروہوی، کراچی
نعتِ مصطفیٰؐ، محمد رفیق غازیانی، کراچی

مضراب جاں، اختر بجنوری، کراچی
ثنائے حبیبؐ، علی اکبر سلیم، لاہور
انوار، کرم حیدری، اسلام آباد

۱۹۸۷ء

برگِ سبز، اختر ہوشیارپوری، اسلام آباد
معراجِ سخن، حافظ محمد مستقیم، حیدرآباد
گلہائے عقیدت، انور فاخرہ انوری، سکھر
مطلعِ فاراں، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
حمد و ثناء، الطاف علی احسانی، سید، کراچی
مدینے کی خوشبو، محمد حبیب قادری، لاہور
مختارِ کونین، سکندر لکھنوی، کراچی
نوائے خادم، محمد حنیف خادم، کراچی
ارمغانِ نعت، فیض الحسن شاہ، صاحبزادہ، فیصل آباد
سفینۂ بخشش، رضا خان اختر، کراچی
سازِ حقیقت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
زادِ عقبیٰ، ساقی گجراتی، لاہور
اظہارِ عقیدت، صدیق فتحپوری، کراچی
مری آواز مکے اور مدینے، خیال آفاقی، لاہور
نور کی ندیاں رواں، نعیم صدیقی، لاہور
افکار کی خوشبو، اعجاز رحمانی، کراچی
بستانِ فیوض، عاشق حسین عاشق، راولپنڈی

سوئے طیبہ، محمد اسلم خواجہ، لاہور
فیضانِ نظر، اشہر مشانوی، میانوالی
ورثہ، سعید وارثی، کراچی
طاب طابؐ، عبدالعزیز خالد، لاہور
ثنائے رسولؐ، گہر اعظمی، کراچی
مرحبا، مسرور کیفی، کراچی
نعت ہی نعت، نیر اسعدی، کراچی
وحدت و مدحت، جمیل عظیم آبادی، کراچی
حرفِ معتبر، منیر احمد، یوکے
حرا کا چاند، محمد صابر کوثر، کراچی
نور و نکہت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
سیدنا، سلیم گیلانی، سید، لاہور
نعت حافظ، رشید محمود، راجا، لاہور
شہرِ علم، سہیل غازی پوری، کراچی
خورشیدِ رسالت، خورشید ایلچپوری، کراچی
صبحِ بہاراں، عزیز لطیفی، کراچی

۱۹۸۸ء

نیرِ حرم، بے چین رجپوری، لاہور
ساغرِ کوثر، قمر یزدانی، مریدکے (شیخوپورہ)
برگِ ثنا، تابش صمدانی، ملتان
آفتابِ حرا، نظیر لدھیانوی، لاہور
بارانِ رحمت، منیر کمال، فیصل آباد
طلع البدر علینا، ریاض احمد پرواز، فیصل آباد
رحمت لقب، اقبال صفی پوری، کراچی

سجدۂ حرف، مسرور کیفی، کراچی
ثنا اور طرح کی، انجم رومانی، لاہور
لوح بھی تو قلم بھی تو، راز کاشمیری، گوجرانوالہ
عشقِ محمدؐ، ایمن علی نقوی، فیصل آباد
حضورؐ، اختر لکھنوی، کراچی
شمع فروزاں، وحید انجم، سیالکوٹ
کاروانِ حرم، ع۔ س۔ مسلم، لاہور

سرشکِ تبسم، غلام مصطفیٰ تبسم، لاہور
مصدرِ انوار، مہر وجدانی، کراچی
یا رسول اللہ، رفیق احمد کلام رضوی، کراچی
نمودِ صبح، تہور علی زیدی، حیدر آباد
لا نبی بعدی، امین علی نقوی، فیصل آباد
چراغِ طور، طور نورانی، لاہور
ثنائے محمدؐ، کوثر جہاں، کراچی
قصیدہ رسول تہامی، عبدالغفار حافظ، کراچی
ورفعنا لک ذکرک، احمداللہ فاروقی، کراچی
جذبہء محبت، یونس ہویدا، کراچی
حدیثِ عشق، نذیر احمد علوی، لاہور
برقِ تپاں، احمد علی نکانوی، شیخ، لاہور
ثنائے محمدؐ، عبدالسلام حکیم، راولپنڈی
شانِ مظہر جمیل، منور قادری، کراچی

۱۹۸۹ء

بیعت، جعفر بلوچ، لاہور
تجلیاتِ حرم، اثر فاضلی، کراچی
شہِ دوسرا، اصغر سودائی، سیالکوٹ
صبح صادق، منیر کمال، فیصل آباد
نگاہِ حرم، ممتاز بجنوری، کراچی
ذکرِ خیر الوریٰ، عزیز الدین خاکی، کراچی
مضراب، اقبال عظیم، کراچی
صدائے فقیر، عنایت رسول قادری، کراچی
مدحتِ رسولؐ اللہ، محمد وکیل جیلانی، فیصل آباد
نکہتِ حرا، راسخ عرفانی، گوجرانوالہ
شمیم صحرا، الطاف احسانی، کراچی
ثنائے خواجہ، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
وسیم فردوس، ذوقی مظفر نگری، لاہور
حسنِ رحمت، محمد منظور علی شیخ، لاہور
منارۂ نور، حیرت الہ آبادی، کراچی
طلوعِ شمس، شمس الحق نظامی، کراچی
کعبہء عشق، مظفر وارثی، لاہور
محمد رسول اللہؐ، محمد امین علی نقوی سید، فیصل آباد
صحیفہء نعت، لطیف اثر، کراچی
گہر ہائے فروزاں، عرفان رضوی، لاہور
مشعلِ عشق، عرفان رضوی، راولپنڈی
خزینہ ندرت، محمد عبدالحلیم امروہوی، کراچی
پھولوں کی ڈالی، ریاض حسین زیدی، ساہیوال
مہر جہاں تاب، انور حسین انور، کراچی
ذکرِ سرور، فرید احمد قریشی، لاہور
ریاض الجنہ، مزمل سفری، بہاولنگر
حرفِ نیاز، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
نگارِ عقیدت، عبدالغفار حافظ، کراچی
کیفِ مسلسل، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
ذکرِ جمیل، ماہر القادری، لاہور
وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین، ندیم نیازی، رحیم یار خان
تقدیس، حسین سحر، ملتان
ماہِ طیبہ، مسبح رحمانی، کراچی

۱۹۹۰ء

آس کے پھول، سعادت حسن آس، اٹک
ضوفشاں، محبت خان بنگش، کوہاٹ
یا صاحب الجمال، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
عنوانِ تمنا، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
راہِ حجاز، عرفان رضوی، راولپنڈی
صل علی النبیؐ، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
معراجِ سخن، مسعود رضا خاکی، لاہور
مہر فاراں، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور

مدینے کی مہک، طاہر سلطانی، کراچی
کلیاتِ راقب، مرتبہ محمد صادق قصوری، لاہور
آیہء رحمت، منیر قصوری، لاہور
معجزاتِ رسول، فضل جالندھری، لاہور
اشکِ فروزاں، بدر فاروقی، کراچی
کشکول، ازہر درانی، لاہور
سبحان اللہ العظیم، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
اساس، سرشار صدیقی، کراچی
مہر جہاں تاب، مقبول شارب، حیدر آباد
میلادِ عاشی، بیگم رضیہ احمد، لاہور
عکسِ خورشید، ساجد رضوی، راولپنڈی
مرحبا سیدی، تابش صمدانی، ملتان
زخمِ طیبہ، سعید احمد خان، لاہور
توفیقِ الٰہی، عارف بیکانیری، کراچی
قصیدہ بنام خیر الانام قمر اجنالوی، لاہور
گلشنِ انوار، عبد اللطیف مظہری، ملتان
نعتیہ ہائیکو محمد اقبال نجمی، گوجرانوالہ
خیابانِ رضا، محمد مرید احمد چشتی، فیصل آباد
عرشِ تمنا محمد افضل کوٹلوی، فیصل آباد
سبحان اللہ وبحمدہ، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
وسلموا تسلیما، حفیظ تائب، لاہور
وسیلہء بخشش محمد حفیظ نقشبندی، کراچی
بہارِ گلشنِ نعت، عزیز یار خان، لاہور
بدرِ کمال، ممتاز اختر ظافر، گوجرانوالہ
نورِ مصطفیٰؐ، عبد الکریم عابد، بہاولنگر
وحدت کے پھول، رئیس خان جمال، فیصل آباد
ثنائے حبیب، حبیب سید، کراچی

۱۹۹۱ء

ستونِ نعت قمر انجم، کراچی
جذبِ حسان، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
جمالِ خلیل، خلیل خان، مفتی، حیدر آباد
معراجِ تخیل، ساجدہ خاکی، سرگودھا
رؤف و رحیم، عابد نظامی، خواجہ لاہور
نسیمِ حجاز، غنی دہلوی، کراچی
مدحت خیر الانام، کاوش زیدی، فیصل آباد
دیوانِ محمدی محمد یار فریدی، رحیم یار خان
حی علی الثناء، ریاض مجید، فیصل آباد
کیفیات، اختیار حسین کیف، ڈاکٹر مرزا، کراچی
عقیدت، شمیم بلتستانی، اسلام آباد
ابرِ رحمت، مسعود خانم، کراچی
شفاعت، قمر زیدی، سید، ملتان
ھواللہ العشق، عنبر شاہ وارثی، کراچی
بدر الدجیٰ، عبد الستار نیازی، فیصل آباد
صلوا علیہ والہ، حفیظ تائب، لاہور
برگِ سدرہ، خلیق قریشی، فیصل آباد
عطا کی خوشبو، عارف رضا، فیصل آباد
میانِ دو کریم، عابد نظامی، خواجہ، لاہور
عرفانِ عبد، عبد الرحمٰن عبد، امریکہ
کیف و سرور، مقبول احمد قادری، راولپنڈی
لالہ زارِ نعت، لالہ صحرائی، ملتان
بدر الدجیٰ، راغب مراد آبادی، کراچی
صبحِ تجلی، رابعہ نہاں، سیدہ، راولپنڈی
ابرِ کرم، طالب جلال، کراچی
فردوسِ آرزو، عارف اکبر آبادی، حیدر آباد
تاباں تاباں، لیث قریشی، کراچی
صبحِ تجلی، شریف امروہوی، کراچی
بابِ رحمت، سرور بدایونی، فیصل آباد
کیف و سرور، اکرم علی اختر، لاہور

قندیلِ حرم، نجم نعمانی سبزواری، لاہور
حریم حرف، ندیم نیازی، رحیم یار خان
شعاعِ نور، الطاف احسانی، کراچی
المعراج، غلام فرید فریدی، فیصل آباد
نعتِ مصطفیٰؐ، ناصر زیدی، راولپنڈی

عطائے محمدؐ، محمد افضل فقیر، صوفی، لاہور
تطہیر، اطہر ضیائی، کراچی
کملی میں بارات، عرش صدیقی، ملتان
شعاعِ نور، کشور علی صابر، لاہور
ثنا طرازِ سخن، ثنا طواسطی، لاہور

۱۹۹۲ء

آبشارِ کرم، محمد ہارون الرشید ارشد، لاہور
سبز گنبد نیلا آسمان، احمد فاخر، کراچی
حرفِ عطا، سرور کیفی، کراچی
جمال، احمد ندیم قاسمی، لاہور (پہلی بار ۱۹۷۷ء)
شہپرِ جبریل، بقا نظامی عظیم آبادی، کراچی
تائیدِ جبریلؑ، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
جمالستانِ رحمت، حبیب اللہ حاوی، اسلام آباد
جمالِ کون و مکاں، طاہر لاہوری، لاہور
متاعِ درویش، عزیز لدھیانوی، گوجرانوالہ
بارانِ نعت، لالہ صحرائی، کراچی
بامِ عرش، منظور احمد مجبور، لاہور
تحفۂ نظامی، انصار الٰہ آبادی، شاہ، کراچی
سوئے حرم، فضل حق، چوہدری، لاہور
نعتِ نفیس، نفیس القادری، کراچی
مدحت، ابرار کرتپوری، کراچی
نگا ہے یا رسول اللہ نگا ہے، نثار احمد خان فتحی، کراچی
دستۂ گل، فاضل عثمانی، لاہور
سحر کا غازہ، بشریٰ شمس، کراچی
سیرتِ منظوم، رشید محمود، راجا، لاہور
تجلی انوار، سخاوت علی جوہر، کراچی
سرمایۂ حیات، دانیال ساجد، لاہور
موجِ عرفان، عارف رحمانی، حیدرآباد
تجلیاتِ حرم، عارف صدیقی، اسلام آباد
رحمت لقب، مزمل سفری، لاہور

محفلِ سرکار، اسلم متیلا، خانیوال
چراغِ آرزو، سجاد مرزا، گوجرانوالہ
لازوال، حفیظ صدیقی، لاہور
میرِ حجاز، بشیر فاروقی، کراچی
اطاعت، حامد یزدانی، لاہور
نعتیہ رباعیات، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
سعادتِ سعید، سعید اللہ خان، لاہور
قریہ قریہ خوشبو، اخلاق عاطف، لاہور
جانِ جہاں، محمد افضل فقیر، حافظ، فیصل آباد
دل سے در نبی تک، مظفر وارثی، لاہور
حسنِ محمدؐ، امین علی نقوی، فیصل آباد
رحمتِ یزداں، طفیل ہوشیارپوری، لاہور
صحیفۂ نور، لطیف اثر، کراچی
توصیفِ خیر البشر، یزدانی جالندھری، لاہور
کوثر و تسنیم، رفیق شاکر، کراچی
بلاوا، غوث متھراوی، کراچی
زادِ آخرت، مولانا جامی بدایونی، کراچی
ارم در ارم، نظیر شاہجہان پوری، کراچی
رحمتوں کا سایہ، محمد مہر و زاختر، حیدرآباد
خزینۂ نور، سمیعہ ناز اقبال، یوکے
وردِ نفیس، ریاض الدین عطش، کراچی
اظہارِ عقیدت، اظہار اشرف سید، کراچی
رحمتِ مصطفیٰؐ، کفیل احمد قادری، کراچی
صحیفۂ نور، نور صابری، شجاع آباد

کیفِ منظوم، اختر بیگ، مرزا، اسلام آباد

۱۹۹۳ء

نظر نظر طیبہ، شعیب آبروفیض آبادی، کراچی
جادۂ رحمت، صبیح رحمانی، کراچی
آئینۂ انوار، سرور کیفی، کراچی
شانِ دوکریم، محمد الیاس، جسٹس، لاہور
سیدِ سادات، خالد بزمی، لاہور
دیوانِ بیدم، بیدم شاہ وارثی، لاہور
نویدِ رحمت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
رہبر رہبراں، مسعود احمد رہبر، صوفی، کراچی
حرفِ منزہ، انوار ظہوری، سید، لاہور
نورِ حرا، جان محمد عاطف، کوہاٹ
کعبہ و طیبہ، ع۔ س۔ مسلم، لاہور
زمزمۂ سلام، ع۔ س۔ مسلم، لاہور
خورشیدِ نبوت، خورشید اعجوپوری، کراچی
سراج السالکین، انصار الٰہ آبادی، شاہ، کراچی
جادۂ رحمت، راغب مراد آبادی، کراچی
نوائے بےنوا، یونس ہویدا، کراچی
رسالت مآب، نشتر اکبر آبادی، کراچی
یا اللہ یا رسول اللہ، اے کے طالب، کراچی
۹۴ (قطعات) رشید محمود، راجا، لاہور
میلادِ رحیم، رحیم دہلوی، کراچی
خیاباں خیاباں ارم، عبدالرحمان خالد، ملتان
صدائے حبیبی، محمد افضل حبیبی، چونیاں

جلوۂ سرکار، انوار عثمانی، واہ کینٹ
نسیم طیبہ، ا۔ د۔ نسیم، ڈاکٹر، لاہور
خاتم النبیینؐ کے حضور ہدیۂ اشعار، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
سنہری جالیوں کے سامنے، خالد بزمی، لاہور
خاورِ حجاز، بشیر فاروق، کراچی
پیامِ خضر، خضر حسین چشتی، کوٹلہ سارنگ
ریاضِ نعت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
وجد و سرور، محمد صابر قادری، سیالکوٹ
حرفِ شیریں، عاصی کرنالی، کراچی
نور ریز داں، سرور کیفی، کراچی
اللہ و رسول، ع۔ س۔ مسلم، لاہور
زمزمۂ درود، ع۔ س۔ مسلم، لاہور
ثنائے محمد، ایاز صدیقی، ملتان
صلوٰۃ و سلام، انصار الٰہ آبادی، کراچی
خوانِ رحمت، بشیر حسین ناظم، لاہور
نعت نذرانہ، ضمیر جعفری، سید، راولپنڈی
قلم سجدے، لالہ صحرائی، کراچی
افکارِ برق، برق اجمیری، کراچی
نذرانۂ عقیدت، بشیر فاروق، کراچی
حمد و نعت، ظفر عمر زبیری، کراچی
گنبدِ خضرا کی ٹھنڈک، علیم الدین علیم، کراچی
نوائے نور، نور صابری، لاہور

۱۹۹۴ء

حرفِ عقیدت، محمد کمال اظہر، لاہور
الّٰھم صلِ علیٰ محمدؐ، ریاض مجید، فیصل آباد
اجمل و اکمل، محسن احسان، اسلام آباد
حرفِ معتبر، ستار وارثی، نیویارک
عطائے رسول، محبوب الٰہی عطا، ایبٹ آباد

اظہارِ عقیدت، اظہار قریشی، نواب شاہ
موجِ کوثر، اقبال احمد خان سہیل، کراچی
ذکرِ صلِ علیٰ، عزیز الدین خاکی، کراچی
شاخِ نور، شوکت ہاشمی، لاہور
کلام لاکلام، انصار الٰہ آبادی، شاہ، کراچی

حرفِ تابندہ، نعیم میرٹھی، کراچی
صد صلوٰۃ و صد سلام، سبطین شاہ جہان پوری، اسلام آباد
میزابِ رحمت، مسرور کیفی، کراچی
دیوانِ حمد و نعت (جلد اول) احمد حسین قریشی، گجرات
احد و احمد، محمد الیاس، جسٹس، لاہور
ارمغانِ نیاز، عبدالغنی تائب، لاہور
صبحِ ازل، افتخار حیدر، سید، گجرات
بعد از خدا، بیامی مراد آبادی، کراچی
ایقان، جمیل نظر، کراچی
سید سادات، خالد بزمی، لاہور
قوسِ عقیدت، سہیل اختر، کوئٹہ
زرِ خاص، شہاب کاظمی، امریکہ
سوغات، منظور رحمانی، کراچی
رفیع الشان، عزیز لدھیانوی، فیصل آباد
چراغِ راہِ حرم، لطیف اثر، کراچی
چراغِ تجلی، محسن کاکوروی، کراچی
قدیر و بشیر، محمد الیاس، جسٹس، لاہور
سرمایۂ درویش، امین گیلانی، سید، شیخوپورہ
معراجِ فن، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
ذکرِ ارفع، مبارک مونگیری، کراچی
ایک طاق دو چراغ، شوکت اللہ خان جوہر، کراچی
اشکوں کے پھول، مانی فاروقی، کراچی
ریحان بخش، رضا خان ریحان، کراچی
انوارِ مدینہ، عمر دراز، سید، کراچی
کشکولِ عقیدت، عشرت حسینی، لاہور
مہمانِ معلّٰی، آثم فردوسی، لاہور

۱۹۹۵ء

نغمۂ فاراں، سلیم اختر فارانی، گوجرانوالہ
زخمۂ دل، ہرو سہارن پوری، لاہور
خیرِ کثیر، سلمان رضوی، سید، اسلام آباد
اول بھی آپ آخر بھی آپؐ، زائر زیدی، نیویارک
آیات و حدیث رباعی افروز، راغب مراد آبادی، کراچی
تابندگی، خمار انصاری، کراچی
پیکرِ نور، اقبال عظیم، کراچی
شافعِ محشر، لطیف اثر، کراچی
نذرانۂ اشک، ادیب رائے پوری، کراچی
نبی الحرمین، رہبر چشتی، صوفی، کراچی
ریاضِ مدینہ، ریاض بابر، لاہور
آہنگِ ثنا، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
لامثال، حفیظ صدیقی، لاہور
رحمت بیکراں، جاوید اقبال ستار، کراچی
سارے حروف گلاب، شوکت ہاشمی، لاہور
متاعِ شوق، گوہر ملسیانی، صادق آباد
جانِ کون و مکاں، محمد نواز اختر، لاہور
موجِ زمزم، ضیا محمد ضیاء، لاہور
سرورِ انبیاء، ریاض احمد پرواز، فیصل آباد
چراغِ حرا، شوکت الہ آبادی، کراچی
رنگ روشنی خوشبو، سجاد سخن، کراچی
مدحت کے پھول، حامد امروہوی، کراچی
سرکار، اختر لکھنوی، کراچی
سرکارِ دو عالم، لطیف اثر، کراچی
سب اچھا کہیں جسے، انعام گوالیاری، کراچی
عالمِ رحمت، شاداں دہلوی، کراچی
ردائے رحمت، ریاض احمد پرواز، فیصل آباد
نعتیہ مثنویاں، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
زرِ معتبر، ریاض حسین چودھری، لاہور
روشن آواز، سکندر ایاز، فیصل آباد
کہف الوریٰ، قمر وارثی، کراچی
کائناتِ ثنا، منیر، سید، لاہور

گلستانِ نعت، نادم صابری، رحیم یار خان

عرش رسا، آثم فردوسی، لاہور
چراغِ مدحت، اعجاز رحمانی، کراچی
یہ جو سلسلے ہیں کلام کے، نسیم سحر، اسلام آباد
بارگاہِ ادب میں، خالد عباس الاسدی، اسلام آباد
حضوریوں کے رنگ، تجلی کنجاہی، لاہور
جادۂ نور، غفار بابر، ڈیرہ اسماعیل خان
اعترافِ عجز، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
ذوقِ نعت، حسن رضا خان، مولانا، لاہور
سلسلہ انوار کا، خاطر غزنوی، پشاور
قندیلِ مدحت، احمد شہباز خاور، فیصل آباد
نورٌ علیٰ نور، نظر زیدی، سید، لاہور
حرفِ معتبر، شوکت ہاشمی، لاہور
طور سے حرا تک، افسر ماہ پوری، کراچی
گلِ مراد، افضل منہاس، راولپنڈی
حرفِ ابد، حزیں صدیقی، ملتان
نورِ ایمان، کفیل احمد قادری، کراچی
نورٌ علیٰ نور، نور الدین نور، لاہور
راہِ محبت، عرفان رضوی، راولپنڈی
شہرِ کرم، رشید محمود، راجا، لاہور
میرے اچھے رسولؐ، مظفر وارثی، لاہور
الہامِ نور، یوسف شاہ یوسف، گوجرانوالہ
حریمِ عرش، نثار اصغر قریشی، لاہور
سعادت کے موتی، رجب علی نصرت نعیمی، کراچی
مجتبیٰ، اختر ہوشیارپوری، لاہور
نازِ سخن، عطا قاضی، پسرور
نعتِ منیر، منیر حامدی، کراچی
نعت میری زندگی، طاہر سلطانی، کراچی
نورِ بے مثال، حیرت الہٰ آبادی، کراچی

ندائے نوری، مسرت جہاں نوری

۱۹۹۶ء

اسمِ احمدؐ، محمد افتخار الحق ارقم، گجرات
عالم افروز، خالد شفیق، لاہور
جمالِ احمدِ مرسلؐ، حسن رضوی، لاہور
نقشِ جمال، سرور کیفی، کراچی
معراج، محمد اعظم چشتی، لاہور
جبلِ نور، محمد بشیر، مولانا، لاہور
فردوسِ خیال، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
آپؐ، حنیف اسعدی، کراچی
نغماتِ طیبات، عزیز الدین خاکی، کراچی
نفس نفس خوشبو، احمد خیال، کراچی
روح کی خوشبو، شاہین بھٹی، لاہور
گل کدۂ عابد، عابد چشتی، کراچی
ذوالجلال والاکرام، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
رحمت للعالمین، عارف لکھنوی، کراچی
تحسینۃ النعت، محمد سبطین شیغم نقوی، لاہور
سرورِ حرم، منظور اعظمی، کراچی
حریصٌ علینا، شہزاد مجددی، لاہور
جانِ ارض و سما، قیس جالندھری، لاہور
تاجدارِ حرم، منظور الحق، ڈاکٹر مخدوم، لاہور
میزاب، مظہر الدین حافظ، لاہور
سخن سخن خوشبو، محمد حنیف نازش قادری، کاموکی
اے ہوا مؤذن ہو، نذیر قیصر، لاہور
نوائے نور، نور صابری، لاہور
حرفِ طیب، محمد رمضان اطہر، فیصل آباد
آوازِ دل، صلاح الدین میر، لاہور
انوارِ حرا، تنویر پھول، کراچی
نذرانۂ عقیدت، سبطین شاہ جہانی، اسلام آباد
نوائے شوق، شوق پونوی، کراچی

محبوب، جاوید اقبال معصومی، کوئٹہ
یہ تو کرم ہے ان کا ورنہ، کوثر بریلوی، کراچی
مدیح سرکار، رشید محمود، راجا، لاہور
محراب حرم، رحمان خاور، کراچی
حرف حرف خوشبو، عبدالستار نیازی، لاہور
ارمغان مدینہ، صائم چشتی، فیصل آباد
برکات النعت، غافل اجمیری، کراچی
ہادی برحق، اسرار عارفی، کراچی
ممدوح کائنات، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
سرکار کی گلی میں، محمد حسین حافظ، لاہور
حسنِ ازل، خالد محمود نقشبندی، کراچی
سجدہ گاہ دل، صدیق فتح پوری، کراچی

روح عالم، یوسف طاہر قریشی، فیصل آباد
یاسین، وحیدالحسن ہاشمی، لاہور
مولائے کائنات، زائر زیدی، سید، نیویارک
نصاب جمال، محمد اکرام شاہ جیلانی، لاہور
عکسِ تمنا، مسرور کیفی، کراچی
سفر نور، ضیاء نیر، لاہور
سرکارِ دو عالم، طاہر یوسف قریشی، فیصل آباد
نورِ مبین، ریاض تصور، لاہور
نغمات مدحت، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
سلٰوت، حسرت حسین حسرت، لاہور
فرش پہ عرش، محمد علی حسن اشرفی، لاہور
آنکھ بنی کشکول، آفتاب کریمی، کراچی

۱۹۹۸ء

ذوق عرفان، اسرار احمد سہاروی، گوجرانوالہ
رنگ، نکہت، روشنی، پریمی اجمیری، کراچی
لوح بھی تو قلم بھی تو، منور ہاشمی، اسلام آباد
نقوش حرم، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
آئینۂ کرم، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
نورِ اول و حسن و حسین، ظہور حیدر جارچوی، لاہور
مدحت کے چراغ، امتیاز احمد راہی، کراچی
شوق نیاز، سجاد مرزا، گوجرانوالہ
مدحت رسول کی، شکیل اورنگ آبادی، فیصل آباد
توصیف، محمد علی ظہوری، لاہور
عطائے حرمین، عطاء الرحمٰن شیخ، لاہور
نورِ کونین، موسیٰ حکیم نظامی، لاہور
جمال جہاں فروز، بشیر حسین ناظم، اسلام آباد
نو با دب، قربان نظامی، لاہور
والضحیٰ، ولی محمد واجد، ملتان
گنبدِ بے در، محمد عبدالحفیظ چشتی، لاہور
ثنائے کریمین، محمد الیاس جشنس، لاہور

مرسل و مرسل، منصور ملتانی، کراچی
نور و سرور، ساجد علوی، اسلام آباد
وہی یٰسں وہی طٰہٰ، حفیظ تائب، لاہور
کیفیات دوام، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
مطلع الفجر، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
اوصاف پیغمبرؐ، منظور حسین خیامی، لاہور
کتاب عشق، محمد جعفر ضیاء القادری، لاہور
جان ایمان، محمد سعید نقشبندی دہلوی، کراچی
فیضان رحمت، شوکت ہاشمی، لاہور
نگاہ مدینہ، عابد علی شاہ، لاہور
نفس الایمان، محمد مشتاق احمد فاروقی، لاہور
بے کنارہ کوثر، مانی فاروقی، کراچی
کیف حضوری، منور علی انجم، لاہور
مدحت مولائے کل، شریف الدین نیر سہروردی، لاہور
صبح مدینہ، اختر شیرانی، لاہور
طائر مدینہ، نسیم اختر محترمہ، لاہور
دستِ دعا، صبا اکبر آبادی، کراچی

وسیلۂ نجات، ساحر شیوی، نئی دہلی
قطعاتِ نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
حرف حرف خوشبو، وقار صدیقی اجمیری، کراچی
حی علی الصلوٰۃ، رشید محمود، راجا، لاہور

۱۹۹۹ء

ابرِ نیساں، احسان دانش، لاہور
رسالت مآب، اختر ہوشیار پوری، لاہور
نزول، شفیق الرحمان شارق، کراچی
روحِ کونین، عثمان ناعم، واہ کینٹ
مختارِ کل، انور فیروز پوری، لاہور
برکاتِ کل، احمد میاں برکاتی، حافظ، لاہور
قرآنِ ناطق، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
آنکھ میں گنبدِ خضریٰ، حیدر گردیزی، ملتان
سعادت، حسین سحر، ملتان
بہارِ گنبدِ خضریٰ، شفیق بریلوی، کراچی
رنگِ رضا، صدیق اسماعیل، کراچی
طلع البدر علینا، علیم ناصری، لاہور
نسبت، محمد ابوالخیر کشفی، سید، کراچی
فیضانِ انیس، شوکت جمیل مستانہ، شیخوپورہ
متاعِ کون و مکاں، ماہر کرنالی، لاہور
اذنِ حضوری، عزیز لدھیانوی، گوجرانوالہ
ان کی یاد ان کا خیال، ساجد علوی، راولپنڈی
نعت ستارے، لالہ صحرائی، جہانیاں (خانیوال)
زبورِ حرم، اقبال عظیم، کراچی
مخمساتِ نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
جہانِ عقیدت، عزیز جبران انصاری، سکھر
ساقیِ کوثر، کوثر چشتی، نیو یارک
آہنگِ اذان، فہیم ردولوی، کراچی
ضیائے ہفت رخشاں، سلیم اختر فارانی، گوجرانوالہ
لوح و قلم، حیرت طاہر سیفانی، لاہور
گلِ نایاب، سید محمود گیلانی، لاہور
خیر الورید، شکیل ساقی، کراچی
بارانِ رحمت، سلطان احمد چشتی فاروقی، لاہور
مصدرِ خیر، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
لمعاتِ نور، حزیں کاشمیری، لاہور
رزقِ ثنا، ریاض حسین چودھری، لاہور
راحت العاشقین، مزمل سفری، لاہور
بہارِ طیب و طاہر، شوکت ہاشمی، لاہور
ضیاء السرکار مدینہ، محمد یعقوب عاجزؔ، لاہور
مدینہ مدینہ پیارا مدینہ، محمد یعقوب فردوسی، گوجرانوالہ
قربِ محمدؐ، مریم فیض، صاحبزادی، لاہور
ازل تا ابد، نگار فاروقی، کراچی
نکہتِ نعت، ریاض احمد قادری، فیصل آباد
بابِ رحمت، محمد احمد شاد، پروفیسر، گوجرانوالہ
نغمۂ عندلیب، محمد یوسف علی عزیز، حافظ، کراچی
محبوبِ آقا، ہشام علی حافظ، کراچی
مِ محمدؐ، غالب عرفان، کراچی
گلزارِ خلیل، خلیل بدایونی، سرگودھا
سراپا رحمت، فاطمہ کنول، اسلام آباد
منبعِ رحمت، مسعودہ خانم، کراچی

۲۰۰۰ء

تبرکاتِ حرمین، محمد حسین آسی، پروفیسر، شکر گڑھ
خیر البشر، اختر ہوشیار پوری، لاہور
تمنائے حضوری، ریاض حسین چودھری، لاہور
عبدہٗ و رسولہٗ، شریف احسن، حکیم، فیصل آباد
صلِ وسلم دائماً، ارشاد اعجاز رانا، فیصل آباد
گلشنِ صلِ علیٰ، عظمت اللہ خان، فیصل آباد

انوارِ رسالت، عبدالرؤف راسخ، حافظ
سلام کے لیے حاضر غلام ہوجائے، صبیح رحمانی، کراچی
حسنت جمیع خصالہٖ، انور جمال، ملتان
المدثر، جمیل عظیم آبادی، کراچی
مدینے کی ہوا، حسن رضوی، لاہور
ثنا کی خوشبو، عارف رضا، فیصل آباد
تقدیسِ قلم، رشید ساقی، اسلام آباد
نکہت و نور، شاعر لکھنوی، کراچی
رحمت مآب، ظفر اکبر آبادی، لاہور
بابِ جبریل، غلام فخرالدین سیالوی، لاہور
صاحب التاج، مظفر وارثی، لاہور
دین ہمہ اوست، نصیرالدین نصیر، پیر، گولڑہ شریف
عین النعیم، امداد نظامی، لاہور
نعت نیر محمد ریاض الحسن جیلانی، سید، کراچی
ثنائے آقا، عبدالجبار اثر، کراچی
حرفِ نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
نقشِ اویس، زاہد فتح پوری، کراچی
سجدوں کی معراج، فاروق نازاں، کراچی
نورِ مبین، ریاض تصور، لاہور
عکسِ انوار، انوار فیروزپوری، علامہ، فیصل آباد
کلیاتِ اعظم، محمد اعظم چشتی، لاہور
بشارتیں، بشیر رحمانی، لاہور
شہرِ مدینہ ایسا ہے، محمد حسین حافظ، لاہور
توشۂ بخشن، خاور امروہوی، کراچی
ریاضِ مدحت، ریاض حسین زیدی، ساہیوال
گوہرِ انوار، محمد ایوب ساگر، لاہور
صفات، احمد ظفر، لاہور
ہر لحظہ نیا طور، غلام مصطفیٰ مجددی، لاہور
نذرانہ، قتیل شفائی، لاہور
سوئے مصطفیٰؐ، منیر قصوری، لاہور
عین نور، نور محمد جرال، لاہور
حمد و نعت، سہیل غازی پوری، کراچی
خیر الکلام، منظور احمد ناظم صابری، رحیم یار خان
ثنائے حضورؐ، ریاض حسین چودھری، لاہور
ابرِ کرم، ثاقب انجان، کراچی
صدا بہ صحرا، شمس جیلانی، کینیڈا
لفظ لفظ آس، ناصرالدین صدیقی، کراچی

۲۰۰۱ء

دیوانِ احمد، احمد علی، لاہور (دوسری بار)
صدقہ ہے مدینے والے کا، محمد شرف حسین انجم، لاہور
نجات، عابد سعید عابد، گوجر خان
خواب مدینے کے، محمد یعقوب فردوسی، لاہور
اک دعا پُر اثر ہوگئی، کاظم حسین کاظمی، لاہور
حضورؐ میرے، گہر اعظمی، کراچی
روشنی ہی روشنی، ماجد خلیل، کراچی
عقیدت کے پھول، صلاح الدین ناصر، راولپنڈی
عقیدت، اشفاق نیاز، سیالکوٹ
گلہائے عقیدت، حمیدالدین احمد، کراچی
ہم مدینے چلے، افضل حیدری، ڈاکٹر، لاہور
صدائے دل، احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری، گجرات
محمدؐ کے نام سے، محمد یعقوب فردوسی، لاہور
نازشِ دوعالم، اسلم فریدی، کراچی
ماہِ حرا، کلیم عثمانی، لاہور
نعت، محمد لطیف، لاہور
یہ میری عقیدت، صلاح الدین ناصر، راولپنڈی
جہانِ شوق، ابوبکر ناظم، لاہور
حرفِ نیاز، غلام ربانی فروغ، اٹک
کاروانِ حرم، ع۔ س۔ مسلم، لاہور

محرابِ جاں، ساجد علوی، راولپنڈی
نوٗ رُ بہ نور، غضنفر علی جاوید چشتی، لاہور
فیضان، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
خزینہ، ریاض مجید ریاض الدین سہروردی، لاہور
ذکرِ رسولؐ، زماں سہرابی، کراچی
رحمتوں کا سائبان، عبدالرشاد شاد، لاہور
طورِ سینا، طور نورانی، لاہور
چرخِ اطلس، محبوب الٰہی عطا، لاہور
محمدؐ محمدؐ، زاہد فخری، لاہور
حضوری، عاطف معین قاسمی، کراچی
کھلتا ہے دل کا گلشن، عابد بریلوی، کراچی
حرفِ مدحت، اختر ہاشمی، ڈاکٹر، لاہور
کتابِ نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
اشعارِ نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
خیر الکلام فی مدح سید الانامؐ، غلام رسول قاسمی، سرگودھا
جمالِ سید لولاک، ریاض حسین زیدی، لاہور

نسبت، محمد رضوان رانا، لاہور
روشنی ہی روشنی، خورشید انور رضوی، راولپنڈی
توشہ، شوکت راز، لاہور
متاعِ قلم، ریاض حسین چودھری، لاہور
یہ سفر خوشبو کا ہے، تجلی کنجاہی، لاہور
باریابی، صدیق شاہد، لاہور
وظیفہ، عاصم گیلانی، لاہور
کوکبِ نور، محمد اکرم علوی، راولپنڈی
جانِ جہاں، ساجد علوی، راولپنڈی
العظمت اللہ، رشک ترابی، سرگودھا
خیابانِ نعت، اقبال عالم، کراچی
سلامِ ارادت، رشید محمود، راجا، لاہور
فردیاتِ نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
تضامینِ نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
تاجدارِ حرم، احمد یار خان بلوچ، خوشاب
کلامِ رضوی، خالد رضوی، کراچی

۲۰۰۲ء

تو ہی تو چار سو، امیر نواز امیر، فیصل آباد
خمستانِ سرمدی، فدا حسین فدا، لاہور
سوئے مصطفیٰؐ، منیر قصوری، لاہور
نعت کروں تحریر، امیر نواز امیر، فیصل آباد
توشہ، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
آقا آقا، سرفراز احمد راہی، لاہور
سرکار کی گلی تک، محمد زاہد نیازی، لاہور
جامِ طہور، شاد چغتائی، بیگم، لاہور
پرتوِ ماہِ تمام، شوکت قادری، کراچی
ثنا کا موسم، شہزاد مجددی، لاہور
جانِ بہار، صائم چشتی، فیصل آباد (چھٹی بار)
حاضری، نورین طلعت عروبہ، لاہور

زبورِ سخن، تنویر پھول، کراچی
ولائے رسولؐ، قمر رعینی، راولپنڈی
باغِ عبد، اصغر علی اعجاز، لاہور
ربّ آشنا، قیصر نجفی، کراچی
مہرِ جہاں فروز، محمد عبداللہ جمال، گوجرانوالہ
کشکولِ آرزو، ریاض حسین چودھری، لاہور
مقصودِ کائنات محمدؐ، جاوید سوز، ڈاکٹر، لالہ موسیٰ
اے چاند ربیع الاول کے، شکیب وجدانی، ساہیوال
ارمغانِ ادیب، شہزاد احمد، کراچی
مدحت حضور کی، یوسف شیدائی، لاہور
سرمایہ، طلعت اشارت، کراچی
التجا، حسن اکبر کمال، کراچی

عقیدت، کنیز فاطمہ، کراچی
وارفتگی، محسن علوی، کراچی
دیارِ نور، سرور کیفی، کراچی
سبحان اللہ ماشاءاللہ، معین الحق گیلانی، اسلام آباد
دیارِ گل، ناصر کاسگنجوی، کراچی
اور بھی کچھ مانگ، عبدالستار نیازی، لاہور
خوشبوئے مدینہ، حبیب الرحمٰن رومی، کراچی
اوراقِ نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
عرفانِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
حمد و نعت، شمس الحسن شمسی، لاہور
حضوری چاہتی ہوں، پروین جاوید، کراچی
جمالِ مجسم، قاسم جہانگیری، شاہ، کراچی
جانم محمد مصطفیٰؐ، علی احمد نسیم، لاہور
گلزارِ نعت، محمد گلزار چودھری، شاہ کوٹ
کرم در کرم، سرور کیفی، کراچی
فکرِ معطر، بشیر احمد مسعود، فیصل آباد
مثال، منیر سیفی، لاہور
توصیف کا تحفہ، نوازش علی فقیر قادری، حافظ آباد
میثاق، سرشار صدیقی، کراچی
ضیائے مصطفیٰ، ضیاء الحسن ضیا، کراچی
مدحتِ سرور، رشید محمود راجا، لاہور
دیارِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
صاحبِ معراج، پرویز اختر، کراچی
روشنی کے پیغمبر، علی حسین رضوی، شکاگو
سیلِ تجلی، نصیر کوئی، کراچی

۲۰۰۳ء

سوزِ عقیدت، سردار سوز، ڈاکٹر، نیوجرسی
زیارت، عابد سعید عابد، گوجر خان
رنگِ ثنا، سرور کیفی، کراچی
حاصلِ زندگی، شمس وارثی، کراچی
جمالِ حرف، صدیق ظفر، شیخ، لاہور
آقا کملی والے، محمد یعقوب فردوسی، راولپنڈی
مینڈے بجپال آقا، محمد یعقوب فردوسی، راولپنڈی
جذباتِ شوق، گوہر ملسیانی، صادق آباد
خیراتِ مدحت، محمد اقبال نجمی، گوجرانوالہ
ثنائے حضورؐ، ثنااللہ خان، لاہور
جوئے بارِ بخشش، حامد امروہوی، کراچی
خاتم المرسلین، اختر ہوشیارپوری، راولپنڈی
گلشن میں بہار آئی، محمد شرف حسین انجم، لاہور
کلیاتِ بے چین (جلد دوم)، بے چین رجپوری، لاہور
عشقِ رسول، احسان الحق احسان، حافظ، لاہور
جمالِ گلِ حرا، ہارون الرشید تبسم، پروفیسر ڈاکٹر، لاہور
آبرو، محمد حنیف نازش قادری، کاموکی
قندیلِ حرا، تنویر پھول، کراچی
میرے دل میں ہے یادِ محمدؐ، ناصر علی، چودھری، لاہور
جبینِ نعت، صفدر قریشی، راولپنڈی
معراجِ فکر و آگہی، عزیز معینی، کراچی
مینڈے سوہنے آقا، محمد یعقوب فردوسی، راولپنڈی
بقعۂ نور، کرم علی کیفی فریدی، لاہور
گلزارِ صابری، منظور احمد ناظم، لاہور
برگِ گل، نفیس الحسینی، سید، لاہور
شرفِ سخن، سلطان احمد شرفی، لاہور
سفیرِ کائنات، آثم فردوسی، لاہور
میں غلام آپ کا، امیر نواز امیر، فیصل آباد
کلیاتِ بے چین، (جلد اول) بے چین رجپوری، لاہور
کوثریہ، حفیظ تائب، لاہور
صاحب ام الکتاب، عبدالوحید تاج، کراچی
عرفانِ مدینہ، ساجد امروہوی، کراچی

خوشبوئے دوست، ستار وارثی، کراچی
آرزو، عبدالمالک مضطر، کراچی
تسبیحِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
تجلّی حرا، رفیق احمد رفیق، کراچی
مدینہ میری منزل ہے، واحد لدھیانوی، ملتان
خلقِ مجسم، محمد حنیف اخگر، کراچی
صباحِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
احرامِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
لمحاتِ کریمی، طاہر عثمان، کراچی

۲۰۰۳ء

فیضانِ رسالت، محمد جان عاطف، کوہاٹ
رحمتِ بیکراں، حاجی رحمت علی رحمت، لاہور
قبولیت، عابد سعید عابد، گوجر خان
روحِ عالم، تابش الوری، بہاولپور
دیوانِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
وارداتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
تجلیاتِ نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
سفر پل صراط کا، نصیر احمر، کراچی
ساقی کوثر، ندیم نیازی، کراچی
کلیاتِ نیازی، عبدالستار نیازی، لاہور
ہر لفظ کے لب پر صلِ علیٰ، شوذب کاظمی، ملتان
خوشبوئے التفات، رشید وارثی، کراچی
منزلِ آگہی، قمر وارثی، کراچی
عقیدت، افتخار اجمل شاہین، کراچی
بیانِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
شعاعِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
مدینہ مدینہ، کمال اظہر، لاہور
جمالِ نعت، محمد ریاض بابر، لاہور
آئینۂ نعت، محمد ریاض بابر، لاہور
سرورِ کائنات، حسن عسکری کاظمی، لاہور
محامدِ محمد، خالد علیم، لاہور
جمالِ نظر، خورشید بیگ میلسوی، میلسی
صریرِ خامہ مدحت طراز، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
حدائقِ بخشش، احمد رضا بریلوی، لاہور
وسیلہ، وقار عظیمی، کراچی
جانِ تمنا، عرفان رضوی، سروبا، راولپنڈی
محمود الوریٰ، محمد ہارون الرشید احمد، لاہور
شہ کون و مکاں، محمد اصغر قادری، راولپنڈی
مقشراتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
مینائے نعت، رشید محمود راجا، لاہور
نعتِ مصطفیٰ، ظہیر الدین ظہیر، سرگودھا
نور الہدیٰ، نثار احمد، ڈاکٹر، کراچی
حرفِ ثبات، مقبول نقش، کراچی
ذکرِ حبیب، واصف علی واصف، لاہور
شہرِ تمنا، غنی دہلوی، کراچی
سرکارِ دو عالم، تابش الوریٰ، بہاولپور
فانوسِ ہفت رنگ، رشیدہ عیاں، کراچی
مدینے کی گلیاں، احمد اجمل قادری سبحانی، کراچی
ردائفِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
ماہتابِ حرا، اطہر سعید صدیقی، کراچی
نگارِ گنبدِ خضرا، اکبر حمزئی، راولپنڈی
سبد گل، بقا نظامی عظیم آبادی، کراچی
جذباتِ حامد، حامد قادری محمد الحامد، کراچی
موجِ عشق، محمد خالد بخاری، سید، بہاولپور
عشقِ اتم، خان کوئی، کراچی
جواہرِ نعت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
نورِ برحق، رشید عثمانی، لاہور
مدینہ یاد آتا ہے، رضا اللہ حیدر، لاہور

سلام علیک، ریاض حسین چودھری، لاہور
بلغ العلیٰ بکمالہٖ، ساجد سعید ساجد، لاہور
فردوسِ نعت، صائم چشتی، فیصل آباد (بار سوم)
رسائی، عابد سعید عابد، گوجر خان
تاجدارِ حرم، فرحت عباس شاہ، لاہور
شاہکارِ کن فکاں، سردار محمد، قاری، فیصل آباد
مرحبا صل علیٰ سید مکی مدنی، عبدالحمید قیصر، لاہور
دربِ خدا نما، مسرت جبیں زیبا، لاہور
شاہِ خوباں، صائم چشتی، فیصل آباد
ہر سانس پکارے صل علیٰ، طاہر سلطانی، کراچی
مہکتے پھول، محمد بشیر عاجزؔ، حافظ آباد
باوضو آرزو، محمد فیروز شاہ، راولپنڈی
شمع اجالا، شبیر حسین قمر، لاہور
مدینے کے قریں، سرور جالندھری، اسلام آباد

۲۰۰۵ء

ایوانِ مصطفیٰؐ، محبت خان بنگش، کوہاٹ
نعتِ محمدؐ، سرور انبالوی، راولپنڈی
سلام ان پر، سرور کیفی، کراچی (ساتویں بار)
مرحبا، سرور کیفی، کراچی (بار دوم)
برہانِ رحمت، طارق سلطان پوری، لاہور
مشارق، اسد ملتانی، لاہور
آسمانِ رحمت، اعجاز رحمانی، کراچی
صدقے حضورؐ کے، امیر نواز امیر، فیصل آباد
نغماتِ انور، نور محمد انور، حافظ، کراچی
سبز گنبد دیکھ کر، خالد بزمی، لاہور
خیر الوریٰ، ناصر حسین چشتی سیالوی، لاہور
کلیاتِ حفیظ تائب، حفیظ تائب، لاہور
کیفِ دوام، محمد حسن زیدی، اسلام آباد
عقیدتوں کی مہک، رشید میواتی، لاہور
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ساجد سعید ساجد، لاہور
عافیت، عابد سعید عابد، گوجر خان
سوہنی سرکار، محمد اکرم قلندری، لاہور
آئینہ، محمد حنیف مائل، راولپنڈی
نعت میرا بھرم، محمود احمد مفتی، فیصل آباد
رحمتِ سفر، نوازش علی فقیر قادری، سکھیکی منڈی
صاحبِ خیرِ کثیر، شاعر علی شاعر، کراچی
صدائے سحر، عبدالرشاد رشاد، میاں چنوں
خاکِ مدینہ، ساحر شیوی، کراچی
النور والمنیر، عاصم احمد، ملتان
ہالۂ نور، سرور کیفی، کراچی (تیسری بار)
قوسین، آفتاب کریمی، کراچی
نچھاور جاں مدینے پر، احمد جلیل، لاہور
صحرا عبور کرنا ہے، امیر عابد، گوجرانوالہ
مدحِ مزمل، ام عبد منیب، لاہور
خوشبو درود کی، محمد مشرف حسین انجم، سرگودھا
کشف الدجیٰ بجمالہٖ، برکات احمد فاروقی، کراچی
کرم و نجات کا سلسلہ، عزیز احسن، کراچی
حسنِ کامل، ناصر حسین چشتی سیالوی، لاہور
سائبانِ رحمت، شیر افگن جوہر، کراچی
دریچۂ نور، احمد ثقلین حیدر شاہ، لاہور
مہرِ حرا، زہیر کنجاہی، پروفیسر، راولپنڈی
کشکولِ گدائی، شکیب وجدانی، لاہور
بے تابی، قطب الدین فریدی، لاہور
صاحبِ قاب قوسین، قمر الزمان قمر، فیصل آباد
ہمہ رنگ، رفیق مغل، کراچی
سرمایۂ ناز، ناز اکبر آبادی، کراچی
جانِ رحمت، سکندر سہراب میو، لاہور
آبشارِ نور، کوثر شاہ جہاں پوری، کراچی
اللّٰھم بارک علیٰ محمدؐ، ریاض مجید، فیصل آباد

نورِ مبین، ریاض تصور، لاہور
شبستانِ حرا، شبیر احمد عثمانی، کراچی
تجلیاں قمر وارثی، کراچی
گلستانِ مدحت، عزیز جبران انصاری، سکھر
عنایتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
نیازِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
ذکرِ خدا اور رسولؐ، خورشید شاہ پوری، سرگودھا
مشکبار، عدیم یوسفی کنجاہی، لاہور

الرحم الراحمین، تنویر پھول، کراچی
فیضانِ مصطفیؐ، اقبال احقر الہ آبادی، کراچی
روشنی کے خدوخال، رفیع الدین راز، کراچی
التفاتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
مرقعِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
کشکولِ ادراک، امان اللہ خان اجمل جنڈیالوی، سرگودھا
حسنِ ازل، نادر شاہ ناطق بخاری، اٹک

۲۰۰۶ء

قلزمِ انوار، محمد سبطین شاہجہانی، اسلام آباد
نسبت، تنویر احمد سید، اٹک
خوشبوئے مصطفیٰؐ، محمد زکریا کاندھلوی، کراچی
سرودِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
صدائے نعت، رشید محمود راجا، لاہور
جانِ رحمت، عبدالغنی تائب، لاہور
برقِ نور، حبیب احمد محسنی، کراچی
چراغِ مصطفویؐ، سراج الدین سراج، کراچی
آفتابِ نیم شب، ظفر ہاشمی، کراچی
آیاتِ درود، ظفر ہاشمی، کراچی
تسبیح کریمین، ظفر ہاشمی، کراچی
ورفعنا لک ذکرک، ذوالفقار حسین نقوی، کراچی
عودِ سخن، خیال آفاقی، کراچی
چشمۂ نور، مسعود گیلانی القادری، لاہور
مواجہ کے سامنے، محمد زاہد نیازی، لاہور
نغمۂ نور، شاکر خادمی، کراچی
نعتِ عشقِ محمدؐ، صادق شاہ سید، لاہور
آوازِ دل، عاصی کرنالی، ملتان
دیوانِ شاہ نیاز، نیاز شاہ بریلوی، لاہور
طلوعِ نور، عبدالرزاق صدف، لاہور
خورشیدِ بطحا، حنیف ساجد، سرگودھا

بارانِ رحمت، طارق سلطانپوری، لاہور
سبز گنبد کے سائے میں، غلام مجتبیٰ قادری، لاہور
بستانِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
تابشِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
مدحت سرائی، محمد ممتاز راشد، لاہور
لاریب، اقبال حیدر، کراچی
مولائے کل حبیبنا محمدؐ، سلیم یزدانی، کراچی
حُسنِ موجودات، ظفر ہاشمی، کراچی
معلمِ عالم، ظفر ہاشمی، کراچی
معراجِ قلم، ظفر ہاشمی، کراچی
آبِ سراپا نور، قمر وارثی، کراچی
انوارِ سمائے نبیؐ، مبصرہ حیات، لاہور
شہِ لولاک، امان خان دل، کراچی
حمدِ ربِ العلیٰ نعتِ خیر الوریٰ، راسخ عرفانی، گوجرانوالہ
ردائے عشقِ محمد، ساغر چنیوٹی، لاہور
محمدؐ جانِ محبوبی، شکیب وجدانی، لاہور
ودیعت، عابد سعید عابد، گوجر خان
دربارِ رسالت، نجم آفندی، لاہور
توشۂ ہلال، ہلال جعفری، اسلام آباد
شہرِ شرف، عبدالرحمان انجم، فیصل آباد
ثنائے رسالت مآبؐ، محمد امین بابر، رحیم یار خان

عو دِ گلستانِ رسول، سلیم اختر فارانی، گوجرانوالہ
ثنا ہے زندگی میری، امیر نواز امیر، فیصل آباد
کلامِ ریاض، ریاض الدین سہروردی، لاہور
ارمغانِ حرم، شعیب جاذب، ملتان
میلادِ خلیل، خلیل خان مفتی، لاہور
رحمتِ پروردگار، علی اصغر عباس، لاہور
حسرتِ دیدارِ مدینہ، آمنہ ایمان، وزیر آباد
چشمہ بصیرت، حفیظ بصر، ڈاکٹر، ملتان
سراجِ منیر، منیر احمد خاور، فیصل آباد

۲۰۰۷ء

حضوریاں، حفیظ تائب، لاہور
نظرِ کرم، محمد طاہر حسین قادری، منگانی شریف
ثنا کے پھول، مبشر حسن فیضی، لاہور
نورِ مدینہ، آزاد لدھیانوی، فیصل آباد
حمد و نعت، محمد اکرم اعوان، فیصل آباد
ہاشمی گلاب، عبدالوحید تاج، کراچی
بیاض، عزیز الدین خاکی، کراچی
چراغِ حب، شاہ دین، احمد خیال، کراچی
سرکارِ دو جہاں، محمد ایوب ساگر، لاہور
حمد و نعت، بشیر احمد عرشی، لاہور
حصارِ نعت، کوثر بریلوی، کراچی
مقامِ محمود، محمود حسن شاہ مستوار، لاہور
شہرِ کرم، منیر قصوری، لاہور
خوشبوئے مدینہ، نسیم صدیقی، لاہور
سنہری جالی آقا کی، اجمل قادری، کراچی
کیف آفریں تابانیاں، قمر وارثی، کراچی
محرابِ عقیدت، امین راحت چغتائی، اسلام آباد
متاعِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
اسباب، امجد اسلام امجد، لاہور
ظہورِ مصطفیٰ، محمد الیاس، جسٹس، لاہور
انوارِ جمال، احمد ندیم قاسمی، لاہور
بن جائے سنسار مدینہ، تاج قائم خانی عطاری، میر پور خاص
محامد، مختار گیلانی، میاں چنوں
مرشدِ جبریل، اسحاق آشفتہ، لالہ موسیٰ
انگلی یا رسول اللہؐ و پھولوں کی خوشبو، محمد مشرف حسین انجم، سرگودھا
نویدِ بخشش، محمد افضل خاکسار، راولپنڈی
سیلِ تجلیات، خالد محمود نقشبندی، کراچی
ثمراتِ نعت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
حرا کا چاند، مجید سالک، وہاڑی
المعراج، غلام فرید فریدی، فیصل آباد
یہی قصرِ دل کی اذان ہے، محسن علوی، کراچی
متاعِ آخر، منظر ایوبی، کراچی
عقیدت ہے، صلاح الدین ناصر، راولپنڈی
عشقِ کبریا عشقِ رسولؐ، عبدالحفیظ قادری، کراچی
ارمغانِ حمد و نعت، محمد نعمان طاہر، کراچی
قوسین نشیں، حمید یوسفی، اسلام آباد
منہاجِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
روائفِ نعت (حصہ دوم) رشید محمود راجا، لاہور
ایمان و عقیدت کے پھول، شوق بلیاوی، کراچی
عرفانیاتِ عارف، عارف اکبر آبادی، کراچی

۲۰۰۸ء

ممدوحِ خلائق، آفتاب کریمی، کراچی
جانِ من، منظور آفاقی، ڈیرہ غازی خان
جل اللہ و صل اللہ، عبدالرزاق اویسی، لاہور
خم خانہ مدینہ، قدر القادری، حیدر آباد
جہانِ اجاگر، نثار علی اجاگر، علامہ، کراچی
حریمِ نعت، ثاقب عرفانی، گوجرانوالہ

محمد محورِ عالم، گستاخ بخاری، فیصل آباد
صبغت اللہ، ثاقب علوی، کاموکی
فانوسِ حرم، حسین سحر، ملتان
ثنائے کریمین، ضیا نیر، لاہور
سبز با دل، اخلاق عاطف، سرگودھا
حرم سے حرم تک قمر وارثی، کراچی
ثنائے محمدؐ، شبانہ کوثر، لاہور
ثنائے سرورِ عالم، محمد سلیم محروم، فیصل آباد
کلیاتِ منور، منور بدایونی، کراچی
رفیع نعتیں، رفیع بدایونی، کراچی
فانوسِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
ذوقِ مدحت، رشید محمود راجا، لاہور
معجزاتِ تاجدارِ کائنات، خورشید شاہ پوری، سرگودھا
مدنی ماہی، محمد نوید مقبول شاکر، حافظ، گوجرانوالہ

دل مدینہ، صدیق ظفر، لاہور
مولیٰ یا صلِ وسلّم، ساجد سعید ساجد، لاہور
در کی گدائی، محمد رمضان شاہد، لاہور
بخت رسا، محمد عارف قادری، لاہور
انوارِ سروش، محبوب الٰہی عطا، فیصل آباد
زینتِ ارض و سما، عبدالحمید قیصر، لاہور
خیرالبشر، نوربا نو محجوب، کراچی
زبورِ نعت، ع۔ س۔ مسلم، لاہور
حاضری و حضوری، سجاد سخن، کراچی
ہادیٔ برحق، گہر اعظمی، کراچی
چراغ تیری عنایتوں کے، علی اعظم بخاری، میانوالی
قندیلِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
سلام ربی علیٰ نبیؐ، شفیق احمد فاروقی، کراچی

۲۰۰۹ء

الہام کی بارش، شاعر علی شاعر، کراچی
مکے سے مدینے، سہیل غازی پوری، کراچی
مدحِ رسولؐ، کامران اعظم، لاہور
سراپا نور ہے وہ ذاتِ اقدس، سجاد احمد سجاد مراد آبادی، کراچی
شہرِ توفیق، عزیز احسن، کراچی
سید دنیا و دیں، عبدالحمید قیصر، لاہور
ذکرِ نبیؐ، مجذوب چشتی، لاہور
آنکھوں سے چوموں جالی تیری، ناصر چشتی، لاہور
ٹھارنبیؐ، ناصر چشتی، لاہور
انوار مدینے کے، محمد اقبال نجمی، گوجرانوالہ
رنگِ مدحت، محمد اقبال نجمی، گوجرانوالہ
خلدِ نعت، آصف بشیر چشتی، فیصل آباد
یا رسولِ عربیؐ، اختر اندوری، کراچی
طیب مطیب، محمد رمضان اطہر، حکیم، فیصل آباد

اللہ کی سنت، منظر عارفی، کراچی
صلوا علی الحبیب، محمد مسعود اختر، فیصل آباد
مدحتِ رسالت، کامران اعظم، سوہدرہ
آہنگِ گداز، عابد سعید عابد، گوجر خان
نعلین کی خوشبو، اشفاق احمد شیرازی، لاہور
مطلعِ انوار، محبوب الٰہی عطا، فیصل آباد
نعت چمن، لالہ صحرائی، ملتان
گدائے کوئے رسولؐ، محسن علی فریدی، اوکاڑا
سب سے میٹھا نام تمہارا، ناصر چشتی، لاہور
عقیدت کا اعجاز، صلاح الدین ناصر، لاہور
بہارِ مدحت، محمد اقبال نجمی، گوجرانوالہ
ثبتِ شفیق، کامران اعظم، سوہدرہ
سجدۂ شوق، نصیر احمر، لاہور
فریادِ شوق، ارشاد بھٹی، کاموکی
طلع البدر، ظہور علی شاہ اقدس، لاہور

ارمغانِ محبت، محمد محب اللہ نوری، بصیر پور
شانِ مصطفیٰؐ، احسان علی تنہا، لاہور
گنبدِ خضرا، جاوید رسول جوہر، کراچی
جمالِ نعت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
نکہتِ فردوس، زاہد بخاری، سیالکوٹ
محمدؐ رسول اللہ، گہر اعظمی، کراچی
سوغاتِ کشکول، مظفر سعیدی، ملتان
مشعلِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
اہتزازِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
نزولِ نعت، غلام زبیر نازش، قاری، گوجرانوالہ
درود پڑھتے ہوئے، تبسم قادری، فیصل آباد
نعت میں کیسے کہوں، محمد جاوید اقبال، کراچی
زینتِ دوجہاں، محمد حسین رانا، لاہور
خلدِ سخن، ریاض حسین چودھری، لاہور
حرفِ عقیدت، زبیدہ حی، فیصل آباد
جانِ دوعالم، محمد رفیق مغل، کراچی
ذکرِ رسولِ امام، انور کیف، کراچی
کہکشانِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
شجرِ طیبہ کے سائے میں، فرخ راجا، راولپنڈی

۲۰۱۰ء

آبشارِ نور، مسرور کیفی، کراچی
فیضانِ نعت، اکرم سعید، فیصل آباد
نعتیہ ترویجیاں، محمد مشرف حسین انجم، کراچی
بہشتِ تمنا مین، عبدالغفار حافظ، کراچی
روح زائر ہے شہرِ طیبہ کی، احمد شہباز خاور، فیصل آباد
صدائے ساجد، ساجد ڈھلوں، شاہدرہ
ثناخوانِ محمد، سلیم عمران، لاہور
نورِ حرا، فرزند علی شوق، گوجرانوالہ
حرف حرف خوشبو، محمد یعقوب فردوسی، گوجرانوالہ
مرے سرکار کی خوشبو، یاسمین کوثر، ملتان
خوشبو تری جوئے کرم، ریاض ندیم نیازی، لاہور
وہی یاسین وہی طٰہٰ، مختار احمد کاشف، لاہور
سائباں، حیات نظامی، کراچی
متاعِ عقیدت، سجاد مرزا، گوجرانوالہ
نعتِ زریں، رشید محمود راجا، لاہور
محاوراتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
گلزارِ محمدؐ، گل بخشالوی، کھاریاں
کلیاتِ نعت، اعجاز رحمانی، کراچی
محامد خاتم النبیینؐ، امیر مینائی، کراچی
طاقِ حرم، حفیظ تائب، لاہور
کلیدِ فردوس، حمید صابری، پیرزادہ، لاہور
دیوانِ ریاض، محمد ریاض الدین سہروردی، لاہور
قرآنِ ناطق، محمد اکرم سحر فارانی، لاہور
جسم کراچی روح مدینہ، تنویر احمد سوز ڈیروی، کراچی
زہے مقدر، نورین طلعت عروبہ، اسلام آباد
جلال سے جمال تک، عثمان قیصر، کراچی
اسماء النبیؐ، ع۔ س۔ مسلم، لاہور
تحیت، شہزاد مجددی، لاہور
خیابانِ نعت، اقبال عالم، کراچی
تنویرِ حرا، قمر سلطانہ، کراچی
فرش پہ عرش، محمد اشرفی جیلانی، لاہور
نوری اکھر، عبدالستار منعم، فیصل آباد
کلامِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
قربان شہ والا، منظر پھلوری، فیصل آباد

۲۰۱۱ء

سوئے حرم، ارشد صابری، کراچی
جمالِ مصطفیٰؐ، حسن عسکری کاظمی، لاہور

روشن روشن نعت کی خوشبو، شرف حسین انجم، سرگودھا
دل آئینہ ہوا، رفیع الدین راز، کراچی
روحِ الہام، شاعر لکھنوی، کراچی
خلدِ نظر، عابد سعید عابد، گوجر خان
وجب شکر علینا، عمران نقوی، لاہور
تجلیاتِ سراجِ منیر، غلام مصطفیٰ قمر، گوجرانوالہ
نعتِ شفق، لالہ صحرائی، ملتان
راستے مدینے کے، منیر احمد منیر، فیصل آباد
متاعِ نور، نور احمد قادری، اسلام آباد
ذکرِ خیر الوریٰ روشنی روشنی،
منظور عباس ازہر، فیصل آباد
سوغاتِ نور، مظفر سعیدی، ملتان
نورِ سحر، خادم عظیم آبادی، کراچی
آئینہ صلِ علیٰ، عزیز الدین خاکی، کراچی
ذکرِ شہِ والا، ریاض حسین زیدی، ساہیوال
فکرِ بقا، مقبول الٰہی شاکر، کنجاہ
خوشبوئے محمدؐ، خالد خان عاطر، ننکانہ صاحب
جمالِ مصطفیٰؐ، محمد اکرم قلندری، لاہور
ارمغانِ شوق، گوہر ملسیانی، لاہور
روحِ ایمان، منظر عارفی، کراچی
ہوئے جو حاضر درِ نبیؐ پر، ریاض ندیم نیازی، لاہور
روحِ کائنات، محمد یٰسین قریشی، کراچی
سوئے حرم، ارشد صابری، کراچی
میرے محمدؐ، ضمیر آفتاب ضمیر، لاہور
نکہتِ بادِ بہاری، غنی عاصم، لاہور

۲۰۱۲ء

باریاب، انور مسعود، اسلام آباد
نو بایمان، بیدل رام پوری، لاہور
مرا محور مدینہ ہے، احمد جلیل، لاہور
توفیقِ ثنا، محمد اکرم رضا، گوجرانوالہ
نعت روشنی، طاہر سلطانی، کراچی
مجھے بھی مدینہ دکھا میرے مولا، محمد عبدالحق ظفر، لاہور
مدحِ ممدوحِ خدا، گستاخ بخاری، فیصل آباد
حرفِ عطائے خاص، شفق بنارسی، کراچی
بر لبِ حسنِ ازل، محمد نواز ایمن، جھنگ
کوثرِ رحمت، عبدالسلام ثمر، لاہور
سفرِ نعت، جمشید کمبوہ، لاہور
نور سے نور تک، شاعر علی شاعر، کراچی
اعزازِ حضوری، محمد طاہر صدیقی، فیصل آباد
امید طیبہ رسی، عزیز احسن، کراچی
تیرا وجود الکتاب، نسرین گل، لاہور
بحرِ تجلیات، ریاض ندیم نیازی، لاہور

۲۰۱۳ء

مرے اندر مدینہ بولتا ہے، بسمل شمسی، فیصل آباد
ارحمِ عالم، منظر پھلوری، کراچی
کلیاتِ مظہر، مظہر الدین حافظ، لاہور
غزل کاسہ بکف، ریاض حسین چودھری، لاہور
ہالۂ رحمت، شاہد کوثری، راولپنڈی
گنبدِ خضرا کے سائے میں، محمد مشرف حسین انجم، سرگودھا
زیارت، بشیر رحمانی، گوجرانوالہ
معراجِ محبت، ساجد ڈھلوں، شاہدرہ
عبدِ کامل، محمد اقبال نجمی، گوجرانوالہ
لی مع اللہ، محبوب الٰہی عطا، فیصل آباد
نگاہِ کرم یا محمدؐ، مشرف حسین انجم، سرگودھا

۲۰۱۴ء

خلعتِ توقیر، شاکر کنڈان، لاہور

ڈاکٹر نثار ترابی

جدید اردو غزل میں نعتیہ تخلیقی رویے کا وفور

وطنِ عزیز کے معرضِ وجود میں آجانے کے بعد سے لمحہ موجود تک کا شعری منظرنامہ یہ بتاتا ہے کہ غزل نے اپنی عہد بہ عہد رونما ہونے والی فکری وفنی توانائیوں کا ہمیشہ خیر مقدم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ لسانی تشکیلات کے عہد سے گذشتہ ایک دہائی تک غزل کی جو جدید شعری روایت تشکیل پاتی ہے وہ نہ صرف یہ کہ اپنے متنوع اسالیب اور مختلف فکری وفنی زاویوں سے خود کو باثروت کرتی دکھائی دیتی ہے بلکہ اس نے ہر مروجہ شعری صنف پر اپنے اسلوبیاتی او رموضوعاتی اثرات بھی مرتب وقبول کیے ہیں۔ یہاں تک کہ نعت جیسی خالص دینی صنفِ سخن بھی اس سے ہم آہنگ ہو کر فکری وفنی رویوں کے نوبہ نو جہانِ معانی سامنے لارہی ہے۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ متعدد اہم نعت گو شاعر بنیادی طور پر غزل گو شاعر ہیں اور دوسرا سبب خود غزل کی ہیئت میں شامل تاثر وتاثیر کا وہ تشکیلی ڈھانچہ ہے جو براہ راست ہمارے مزاج سے ہم آہنگ ہے۔ برصغیر کا مزاج قافیے کا مزاج ہے اور قافیے کے زور پر آگے بڑھنے والی اظہار کی منظوم صورتیں شاعری کے قارئین کے لیے ہمیشہ سے خصوصی دلچسپی اور یادآوری کا باعث بنتی چلی آرہی ہیں۔ اس حوالے سے جب ہم جدید نعت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر کھلتا ہے کہ جدید نعت گو شعرا نے اپنے نعتیہ شعری تجربات کو خصوصیت کے ساتھ ردیف کی بنیاد پر آزمانے کی کوشش کی ہے اور ایسی ردائف اور قوافی کو نبھانے کی شعورانہ صلاحیت کا مظاہرہ بھی کیا ہے جو مجموعی طور پر انہیں منفرد تخلیق کار ثابت کرنے کا وسیلہ بنتی ہیں۔ ان شعرا نے غزل کی نفسیات کو برت کر نعت کہنے کا فن اُجاگر کیا ہے۔

منیر شہرِ محمدؐ میں جا کے دیکھیں ذرا
بلادِ کفر میں خود کو بہت گنوا دیکھا

(منیر نیازی)

ہر نئی نسل کو اک تازہ مدینے کی تلاش
صاحبو اب کوئی ہجرت نہیں ہوگی ہم سے

(افتخار عارف)

کون سے نور کی زد پر ہے کہ شب کٹتی ہے
تیری آمد کے قرینے ہیں کہ پو پھوٹتی ہے

(خورشید رضوی)

اسی جائے نماز و راز پہ اک روز ثروت
اچانک در کھلے گا اور وہ جھونکا ملے گا

(ثروت حسین)

جدید غزل کی طرح نئی نعت کا ایک فنی وصف یہ ہے کہ اس میں مروجہ لفظیات سے ہٹ کر ایسی تراکیب، بندشوں، زمینوں اور بحور کو برتا گیا ہے جو اس کو قدیم طرز کے فنِ نعت گوئی سے الگ شناخت دلاتا ہے۔ مختلف ہیئتوں، اسالیب اور موضوعاتی پھیلاؤ کے باوصف جدید نعت ندرتِ خیال اور طرزِ اظہار کا نادر نمونہ بن کر سامنے آئی ہے جس کی جھلک اُن نعتیہ اشعار میں بہ آسانی دیکھی جا سکتی ہے جو اوپر درج کیے جا چکے ہیں۔

غزل ایک عشقیہ صنفِ سخن ہے اور نعت سر بہ سر عشقیہ صنفِ سخن ہو کر بھی موضوع کے مرکزی چناؤ، طرزِ احساس اور نعت کی صنف کے آداب کی حدود و قیود اور خصوصی احترام کی رو سے غزل کی صنف سے یکسر مختلف ہو جاتی ہے کیونکہ نعت کی صنف موضوعاتی برتاؤ کے اعتبار سے غزل کی طرح آزادانہ پھیلاؤ نہیں رکھتی۔ اس کے موضوع کو اپنی خیالی دُنیا کے تحت پھیلایا نہیں جا سکتا بلکہ ایک ہی موضوعی وحدت کا دائرہ نعتیہ صنف کو ایک خاص سمتاؤ میں رکھتا ہے یہ الگ بات ہے کہ اس خاص موضوعاتی سمتاؤ میں بھی ایک طرح سے بکھراؤ کے امکانات یوں پوشیدہ رہتے ہیں کہ یہ موضوع جس عظیم ہستیؐ کی سیرت و کردار کا احاطہ کرتا ہے اُس کا بیان اظہار کے ہزار ہا رنگوں سے عبارت ہو کر بھی تشنہ ہی رہتا ہے۔

یہاں خیال کی قوت کو موضوع کے متعین کردہ آداب و احترام کے تابع رکھنا پڑتا ہے مگر جذبۂ عشق اس عشقیہ صنف کے دوش بہ دوش رہتا ہے اور یوں اس کی تخلیق کا ظاہری انداز غزل کی تخلیق کے ظاہری انداز سے ہم رشتہ محسوس ہوتا ہے اور اسی سبب سے غزل کہنے والوں کے لیے عموماً نعت کہنا اور نعت کہنے والوں کے لیے عموماً غزل کہنا چنداں مشکل تخلیقی عمل نہیں سمجھا جاتا مگر اس کے ساتھ ہی اس حقیقت سے انکار کی بھی گنجائش نہیں کہ نعت کہنا مشقِ سخن کا کمال نہیں خصوصی توفیق سے مشروط ہے۔

غزل کی طرف آئیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غزل میں محبوباؤں کا ایک بازار سجا ملتا ہے مگر نعت میں قاری کا محبوب و مطلوب ایک ہے۔ یہاں وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کے جلوے ہیں۔ یہاں محبوب غزل کی طرح عاشق کا کوئی روایتی رقیب نہیں اس لیے کہ نعت کے محبوب کا کوئی رقیب ہو ہی نہیں سکتا۔ البتہ یہ بات دوسری ہے کہ شیفتگی اور عقیدت کی بنا پر رشک کی صورتیں ضرور دکھائی دیتی ہیں اس لیے کہ یہ عشق و عقیدت کی والہانہ سرمستی میں قلب و روح کی بے تابیوں کا بیان ہے۔ اس میں مجازی سرور نہیں روحانی کیف ہے۔ دوسری طرف جدید غزل کی طرح جدید نعت بھی زمینوں کے انتخاب سے لے کر بات کہنے کے انداز تک، انفرادی تخلیقیت کو ظاہر کرتی ہے۔ لب و لہجہ کی تازگی، لحن کی نادرکاری، بیان کی شائستگی، اظہار کی سلیقہ مندی اور وجدانی کیفیات کو جمالیاتی احساس میں بسا کر پیش کرنے کا انداز، سوز و گداز، وارفتگیٔ شوق، کہیں ایمائی تو کہیں واضح اسلوب، عہد کے آشوب کے ساتھ ساتھ ذاتی دکھوں کو فریاد کی لے میں ڈھال کر التجا کرنے کا رویہ، وفورِ جذبات سے شوق کی آنچ پر جذبوں کے پگھلنے کا عمل سب کچھ جب نعت کے تخلیقی رویے میں ڈھلتا ہے تو اُس کا رنگ و آہنگ، قلبی کیفیت اُس کی کسک، تڑپ اور سوز کی بنا پر غزل جیسا ہی محسوس ہوتا ہے۔

جدید اردو غزل میں نعتیہ تخلیقی وفور کے فکری نقش کے ضمن میں بلا مبالغہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اشعار بطور حوالہ درج کیے جا سکتے ہیں اس لیے کہ اس تقدس مآب موضوعِ سخن کو غزل کے ہر شاعر نے برتنے کی سعادت حاصل کی ہے مگر زیرِ نظر مضمون کو سمیٹتے ہوئے متعدد شعراء کے غزلیہ شعری مجموعوں سے اپنے دعوے کے ثبوت کے طور پر کچھ اشعار پیش کیے جاتے ہیں اور یہ اشعار وہ ہیں جو نعتیہ کلام سے انتخاب نہیں کیے گئے بلکہ سراسر غزلوں سے انتخاب کیے گئے ہیں:

محسوس ہورہا ہے کہ دل کا معاملہ
دربارِ مصطفیٰؐ سے خدا تک پہنچ گیا

(جمیل یوسف)

اِک تجلّی ایسا بھی ہے انسانیت پرور کہ جو
مانگنے والے کو ہرگز شرم سار آنے نہ دے

(سلطان رشک)

اُسؐ کو گزرے ہوئے زمانہ ہوا
جگمگاتی ہے اب بھی راہ تمام

(باقی احمد پوری)

درِ زنداں سے مقتل تک سفر ہوتا گیا آساں
لگایا ہم نے جب اسمِ محمدؐ اپنے سینے سے

(غلام مصطفیٰ بسمل)

باغ سارا اسی نے مہکایا
جتنی خوشبو ہے اک کلی میں ہے

(غلام رسول زاہد)

عطا اُسی کی ہے یہ شہد و شہود کی توفیق
وہی کلیم میں یہ نانِ بے جویں لایا

(افضال احمد سید)

مروں تو شہرِ مدینہ ہو سامنے فیصل
خدا کے بعد کسی کو جواب دینا ہے

(فیصل عجمی)

سب کچھ ہے ترے کرم کے صدقے
دامن میں ہمارے کیا نہیں ہے

(پیر نصیرالدین نصیر)

لبوں کو چھو رہی ہے خوش کلامی
غزل میں نعت کا رنگ آ گیا ہے

(اختر شیخ)

اے مری عمر کی پلکوں پہ لرزتے ہوئے خواب
بس تجھ کو سرکار کا فیضان سنبھالے ہوئے ہے

(جنید آذر)

اِک جھلک دیکھ کے جاگ اُٹھیں گے مردہ چہرے
تم جو آؤ گے تو ہوجائے گا محشر آباد

(فرخ راجا)

کبھی دیکھو طلسم روز و شب کے در کھلے اُنؐ پہ
نجوم اُنؐ کی نظر میں ہیں خبر میں سب ستارے ہیں

(عائشہ مسعود ملک)

چہرہ صبح پہ چمکتی ہیں
وہی کرنیں تری جبین کے بعد

(عابد سیال)

☆☆☆☆

عارف منصور

اردو نعت پر غزل کے اثرات

برصغیر کی گنگا جمنی تہذیب پر اسلامی تہذیب کے اثرات کا جب بھی ذکر کیا جائے گا تو تذکرہ کرنے والے اس بات کو اپنے نتائج میں شامل کئے بغیر نہیں رہ سکیں گے کہ ان تہذیبوں کے اختلاط نے دنیا کے لسانی منظر نامے پر ایک نئی زبان یعنی اردو کو متعارف کرا دیا۔ عربی، فارسی اور ہندی کے علاوہ ترکی اور پھر مقامی علاقائی بولیوں کے خوش رنگ پھولوں سے اپنے دامن کو بھرتی ہوئی یہ زبان اردو اس لحاظ سے بھی بڑی خوش قسمت ہے کہ اس کی ابتداء ہی سے اس میں حمد و نعت کے مقدس اور معطر چشمے جاری ہوئے۔

زبان اردو میں نعت کے حوالے سے ایک اہم محقق ڈاکٹر طلحہ رضوی برق کی اس بات سے سبھی متفق ہیں کہ اردو کو دیگر زبانوں کے درمیان یہ عز و افتخار حاصل ہے کہ یہ اپنی پیدائش کے وقت ہی مومنہ اور کلمہ گو رہی ہے، صوفیائے کرام اور مبلغین کے ہاتھوں دین متیں کی ترویج و اشاعت کے لیے یہ پروان چڑھی اور شروع ہی سے اس کی توتلی زبان پر حمد و ثنا اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جاری ہو گئی۔(۱)

اردو میں اولیت کا سہرا تحقیق کرنے والوں کی اکثریت نے خواجہ گیسو دراز کے سر باندھا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا نام ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کا ہے اورانہوں نے خواجہ کے نعتیہ اشعار بھی اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں دیے ہیں اور مولوی عبدالحق کی کتاب اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا حصہ کے علاوہ پروفیسر آغا حیدر حسین صاحب کی مملوکہ بیاض اور چکی نامہ مخطوطہ کتب خانہ ادارہ ادبیات حیدر آباد دکن کے حوالے بھی دیے ہیں، چکی نامے میں نعت کے اشعار حسب ذیل ہیں:(۲)

الف اللہ اس کا دتا
میانے محمد ہو کر بستا
سچے طلب یوں کو دتا
کہے یا بسم اللہ ہو، ہو اللہ

ڈاکٹر ریاض مجید نے بھی نعت کے اولین نمونے کے طور پر خواجہ گیسو دراز ہی کی نعت اپنے مقالے میں شامل کی ہے، جب کہ بعد میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی اس صراحت کے پیش نظر کہ خواجہ گیسو دراز یا ان کے بیٹے سید اکبر حسین کی کوئی اردو تصنیف نہیں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:

اس دور کی سب سے پہلی تصنیف جواب تک دریافت ہوئی ہے فخر الدین نظامی کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہے۔ لہٰذا اردو نعت کے اولین اور باقاعدہ اور مستند نمونے کی تلاش میں ہمیں ان سے پہلے اسی مثنوی سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔(۳)

راجارشید محمود، ڈاکٹر ریاض مجید کی اس ادبی کروٹ کو قبول نہیں کرتے اور رقم طراز ہیں کہ:۔

> ان حالات میں فخر الدین نظامی کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ اردو کی پہلی باقاعدہ تصنیف قرار پائے یا بندی اور پراکرت کا مجموعہ ٹھہرے۔ حضرت گیسو دراز کی نثر کی کتاب معراج العاشقین ان کی تسلیم کی جائے یا حسین بیجاپوری کی، جب تک کوئی محقق حضرت خواجہ گیسو دراز کی نعتیہ شاعری کو ان کی بجائے کسی اور کا ثابت نہ کر دے اردو نعت کا اولین سہرا انہیں کے سر رہے گا۔ (۴)

اس کے بعد اردو زبان میں دکن سے لے کر دبستان دہلی تک، دبستان دہلی سے لے کر دبستان لاہور یا دبستان کراچی تک بے شمار افراد نے جن میں مسلمان صوفیاء کے علاوہ دیگر شعرائے کرام بلکہ غیر مذہب کے بھی بہت سے شعراء نے نعت کہنے کی سعادت حاصل کی۔ البتہ یہ بات اہم ہے کہ ہمیں اردو نعت کے بھی ابتدائی نمونے مثنوی کی ہیئت میں ملتے ہیں، کیونکہ یہ صنف سخن فارسی سے حاصل کی جانے والی ان ادوار کی مقبول ترین صنف سخن تھی۔

اب آیئے فارسی ہی سے اردو میں آنے والی ایک اور اہم صنف غزل کی بات کرتے ہیں۔ عربی نعتیہ قصائد کے اثرات عربوں کے ہاتھوں عجم کی فتوحات کے بعد فارسی قصائد پر پڑے اور فارسی والے بھی رفتہ رفتہ نعتیہ قصائد کی طرف مائل ہوئے۔ فارسی کے سخن وروں نے ہی ایک ادبی اجتہاد کرتے ہوئے قصیدہ کی پہلی (یعنی تشبیب) سے غزل کو علیحدہ کرنے کا کارنامہ کر دکھایا اور پھر دیکھتے دیکھتے غزل کو عظیم شعرا نصیب ہوئے جن کے فارسی میں سرخیل حافظ شیرازی ٹھہرے۔ اردو زبان پر عربی، فارسی اثرات کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں سو قصیدہ اور غزل بھی اردو میں داخل ہوئے۔ مثنوی کے بعد قصیدہ ہی دوسری اہم صنف ٹھہرا کہ خاص طور پر شاہی اور سلطانی ماحول میں امراء اور روٴسا کو خوش رکھنے کے لیے یا تو قصے کہانیاں مثنوی کی شکل میں منظوم کرنا یا پھر ان کے کارناموں پر قصائد لکھنا اس دور کی معاشی ضرورت معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ شعراء نے اپنی فنکارانہ حس کی تسکین کے لیے غزل کا سہارا لینا شروع کیا، کہ کبھی کبھی تو کچھ اپنے من کو خوش رکھنے کے لیے بھی کہنا ضروری ہوتا ہے۔ یوں غزل بھی اردو ادب میں اپنی داخلی رعنائیوں کے ساتھ داخل ہو گئی اور پھر یہ صنف سخن ایسی مقبول ہوئی کہ اردو زبان کو اس پر ناز ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ بھی رہی ہو گی کہ اپنی ہیئت کے اعتبار سے ڈاکٹر وزیر آغا کے بقول ہمارے مشرقی گھر کی طرح ہے جس میں سب مل جل کر رہتے ہیں اور سب کی انفرادی حیثیت بھی قائم رہتی ہے۔ یہی کچھ غزل میں بھی ہوتا ہے۔

نعت کے حوالے سے یہ بات تو ہو ہی چکی ہے کہ ابتداء ہی سے اردو میں حمد و ثنا اور نعت لکھی گئی، البتہ تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ ہی وہ شاعر اول ہے جس نے غزلیہ ہیئت میں نعت بھی کہی۔ وہ خواجہ حافظ شیرازی کا پہلا مترجم ہے۔ اس کے دیوان میں نعت کا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ مرتبین کلیات نے اس کی دیگر منظومات کے علاوہ غزل کی ہیئت میں پانچ نعتوں کی نشاندہی کی ہے، چار کے مطلعے درج ذیل ہیں:

تجھ مکھ اجت کے جوت تھے عالم دیہارا ہوا
تجھ دین تھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا

اسمِ محمدؐ تھے اہے سو جگ میں خاقانی مجھے
بندہ نبی کا جم رہے سہتی ہے سلطانی مجھے

چاند سورج روشنی پایا تمہارے نور تھے
آب کوثر کوں شرف تھنڈی کہ پانی پور تھے

خدا مج مہر سوں آپی کیا نبی صدقے کیا رافع
مجھے تختِ سلیماں چوں وہی آپی دیا رافع

اردو اور غزل اپنے دامن کو پھیلا پھیلا کر اپنے اندر نعت کے خزینے سمیٹتیں رہیں اور ایک محتاط اندازے کے مطابق نعت کا نوے (۹۰) فیصد ذخیرہ غزل کے روپ ہی میں ہے۔ اردو کے قدیم اساتذہ کے ادوار میں بھی (میر سے غالب تک) بیشتر شعراء نے حصول برکت کے لیے ہی سہی نعت کہی اور زیادہ تر غزل کو ہی چنا۔ اس کے بعد ہمیں ایک دور ایسا بھی ملتا ہے جس میں صرف نعت کے لیے اپنی سخن وری کو مخصوص کر دینے والے شعراء کا ذکر آتا ہے۔ جن میں کرامت علی شہیدی، مولانا کفایت علی کافی، غلام امام شہید، لطف بریلوی، تمنا مراد آبادی اور بعد میں خاص طور پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا نام نمایاں ہے۔ اسی دور میں ہمیں غزلیہ نعت کی روایت سے جڑے ہوئے دو اور اہم شاعر ملتے ہیں جناب محسن کاکوروی اور جناب امیر مینائی۔ ان کے علاوہ مولانا حالی، شبلی اور علامہ اقبال نے بھی خوب نعت کا فیض سمیٹا۔

قیام پاکستان کے بعد اردو ہندی تفریق نے بالآخر ہندوستان سے تو اردو کو تقریباً ختم ہی کر دیا کہ برصغیر میں بولی جانے والی یہ خوبصورت زبان چونکہ بنیادی طور پر عربی اور فارسی اثرات کی حامل تھی۔ اسی لیے قصداً عربی اور فارسی کے الفاظ نکال کر سنسکرت کے الفاظ شامل کئے گئے اور رسم الخط تبدیل کر کے اسے ہندی کا نام دے دیا گیا حالانکہ بول چال اور لہجے میں معمولی سا فرق ہے۔ یوں برصغیر میں اردو کا مرکز صرف پاکستان ہی رہ گیا ہے۔ اس لیے اب اردو کے حوالے سے دنیا بھر میں اردو بولنے اور لکھنے والے پاکستان ہی کی طرف دیکھتے ہیں۔ پاکستان میں بھی حتی الوسع اردو کی ترقی کے لیے کوششیں جاری ہیں۔ بہر حال ہم ذکر کر رہے تھے نعت پر غزل کے اثرات کا۔ غزل اپنی جن خوبیوں کی وجہ سے پسندیدہ بنی اگر ہم ان کا جائزہ لیں تو وہ کچھ یوں ہیں کہ اس میں شاعر کے داخلی سوز و گداز، ایجاز و اختصار، گہرائی اور گیرائی، تشبیہ و استعارہ، محبوب کے شمائل و فضائل کا ذکر، ہجر و وصال کی کیفیات اور احساسات کی تصویریں ہر طرف بکھری نظر آئیں گی۔ غزل کی دنیا دراصل علامات کی دنیا ہے۔ اس میں لفظ اپنے لغوی مفہوم سے ہٹ کر کچھ الگ ہی معانی دیتے ہیں۔ غزل نے نعت کو صرف اپنی ہیئت ہی پیش نہیں کی بلکہ اس میں اپنے اندر کی کیفیات کو بھی منتقل کر کے اپنے حسن میں انتہائی بیش قیمت اضافہ کیا ہے۔ آج جب ہم نعت یعنی غزلیہ ہیئت میں کہی جانے والی نعتوں کو دیکھتے ہیں تو ان میں حضور کریمؐ کے حوالے سے بے شمار ایسی کیفیات سے واسطہ پڑتا ہے جو عشق رسولؐ اور عقیدتِ رسولؐ میں گندھی ہوئی ہیں اور روح کو سیرابی عطا کرنے کے علاوہ سیرت مطاہرہ کے ذریعے کردار کو سنوارنے کے لیے بھی موثر نظر آتی ہیں۔ بہت سے ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں جہاں ایک غزلیہ نعت کا شعر سننے والے کے دل پر ایسے اثر کر گیا کہ اس کی زندگی کا رخ ہی تبدیل ہو کر رہ گیا۔

قیام پاکستان کے بعد ہمیں نعت کہنے والے بہت سے شعراء کے نام ملتے ہیں جنہوں نے زیادہ تر نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہی لکھی ہیں۔ ان میں مولانا ظفر علی خان، سیماب اکبر آبادی، احسان دانش، تابش دہلوی، ماہر القادری،

حفیظ جالندھری، مولانا ضیاء القادری بدایونی، محشر بدایونی، پروفیسر اقبال عظیم، حافظ محمد افضل فقیر، عبدالعزیز خالد، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، محشر رسول نگری، حفیظ تائب، حنیف اسعدی، پیر نصیر الدین نصیر، حافظ لدھیانوی، ڈاکٹر عاصی کرنالی، بشیر حسین ناظم کے علاوہ بہت سے نام ہیں۔ جب کہ بے شمار موجود شعرا بھی اس سعادت کو حاصل کر رہے ہیں اور ان سب کے کلام سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان سب کے لیے غزلیہ نعت ہی پسندیدہ رہی ہے اور ہے۔ آخر میں نعت کے حوالے سے غزلیہ خصوصیات رکھنے والے چند اشعار پیش ہیں تا کہ موقف پوری طرح واضح ہو سکے۔

داخلی سوز وگداز: یہ غزلیہ شاعری کا وصف خاص ہے اور جہاں عشق مجازی کے زیر اثر اس کے سبب بہت ہی خوبصورت اشعار دامن اردو ادب کی زینت ہیں وہاں اس کی خوبصورتی میں چار چاند نعت کے ان اشعار سے لگتے ہیں جن میں دیدار رسول اور مدینے کی آرزو، خواہش اور تمنا شاعر کے اندر وہ تڑپ پیدا کرتی ہے جو عشق رسول کا تقاضا ہے۔ اسی کیفیت میں کہے گئے مختلف ادوار کے اشعار دیکھئے:

دعا کرو کہ کوئی نیند رائیگاں نہیں جائے
انہیؐ کا خواب نظر آئے خواب جب دیکھو

……

اب کہاں جاؤں تڑپتے دل کی یہ خواہش نکال
اے مدینے کی زمیں میری بھی گنجائش نکال

ایجاز واختصار: غزل کے حسن اور عوام الناس میں اس کی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ اس کا ایجاز واختصار ہے۔ یہ چند لفظوں میں بیان کئے جانے والے وسیع مضامین کا حسن ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے اور انسان بے اختیار ہو کر اسے گنگنانے لگتا ہے۔ نعت میں اس کا حسن دیکھئے:

چادر سی جو نور کی تنی ہے
یہ ماہِ اخضر کی چاندنی ہے

……

عذابوں سے بچے گی نوعِ انساں
اگر انہی اور انؐ کی سمت چل دی

گہرائی اور گیرائی: نعت میں آ کر غزل کی اس صفت دلکشا نے نئی کروٹ لی ہے کہ حضور پاکؐ کی بے پناہ شخصیت سے محبت اور عقیدت کیا کیا رنگ اختیار کرتی ہے اور الفاظ اس کے بیان سے عاجز ہوتے ہوئے بھی حق المقدور بیان کی کوشش کرتے ہیں کچھ اشعار پیش ہیں:

رحمتِ حق سایہ گستر دیکھنا اور سوچنا
اک نظر شہرِ پیمبر دیکھنا اور سوچنا
بس اک لباس ہمارا لباسِ عشقِ رسول
رتوں کے ساتھ بدلتے نہیں قبائیں ہم

تشبیہ واستعارہ: غزل کے صنائع اور بدائع کی جان یہی صنعتیں ہیں۔ اور جب ذکر ہو آقائے نامدار۔ وجہ وجود

کائناتؐ کا تو تشبیہیں دست بستہ ہو کر اور استعارے ادب کے تمام تقاضوں کو نبھاتے ہوئے اشعار کی خوبصورتی میں اضافے کا سبب بنتے ہیں:

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہء ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

غنائیت اور نغمگی: غزل اپنی مترنم بحروں اور نغمگی کے باعث پیشہ ور گلوکاروں کے علاوہ تمام اچھی آواز رکھنے والوں کے لیے پسندیدہ رہی ہے۔ اسی طرح نعت کو عشق رسول اور عقیدت کے جذبات سے مملو ہو کر خوش لحن خواتین و حضرات نے جب بھی پڑھنے کی سعادت حاصل کی ہے تو سننے والوں کے دلوں پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مرے غم خانے کو ہے انؐ کی توجہ درکار
جن کو آتا ہے تبسم سے اجالا کرنا

بیانِ شمائل: محبوب کی ظاہری خوبصورتی کے گن گانا، خاص طور پر لب و رخسار کا ذکر ہمارے شعراء کا پسندیدہ مشغلہ ہے اور اس کے لیے غزل سے بہتر کوئی صنف ہو سکتی ہے مگر جب ذکر اللہ کے محبوب کے حسن و جمال کا ہو تو الفاظ نہ صرف ادب کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں بلکہ ان کے مفاہیم میں بھی تقدس کا انداز نمایاں ہو جاتا ہے۔ دو مختلف نعتوں سے اشعار دیکھیے:

اوصاف کیا بیاں ہوں کہ اس ذات پاک پر
خوشبو کا اختتام ہے رعنائی ختم ہے

....

ہے نمود حسن عالم ان کی زلفوں کے طفیل
جب برستی ہے گھٹا، کن کے لیے، ان کے لیے

بیانِ فضائل: نبی آخر و محبوب رب اکبرؐ کی مدح سرائی میں سب سے زیادہ اہم موضوع انؐ کی سیرت پاک کا بیان ہے۔ یہ ایک ایسا بحر بے کنار ہے جس کے بارے میں جتنا کہا جائے کم ہے۔ یہ ہر نعت گو شاعر کی آرزو ہی ہے کہ وہ اسے ہر نعت میں اپنا موضوع بنائے رکھے اور رب کے محبوبؐ کو اپنا محبوب جان کر انؐ کی سیرت کے سدا بہار گلشن سے پھول چنتا رہے۔ چند اشعار دیکھیے:

اپنے اخلاق سے نفرت کی بجھا دی آتش
آپؐ نے دھوپ کو بھی خامہء شبنم سے لکھا

....

اپنی امت کے لیے اپنا شفاعت نامہ
آپؐ نے آخر شب دیدۂ پرنم سے لکھا

....

اس رحمتِ عالمؐ کی عطا سب کے لیے ہے
سرکارؐ کی شفقت کی ردا سب کے لیے ہے

....

زمیں بھی تیری ممنونِ کرم ہے آسماں بھی
تری رحمت یہاں بھی ہے تری رحمت وہاں بھی

…… ……

بحرِ سخاوت کانِ مروت آیہء رحمت شافعِ امت
مالکِ جنت، قاسمِ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

کیفیاتِ ہجر و وصال: نعت میں آ کر اس حسنِ تغزل کی دنیا ہی بدل گئی ہے کہ یہاں مدینے سے دوری اور پھر اللہ کے کرم اور حضور پاک کے اذن سے حاضری اور حضوری کی کیفیات نے اردو ادب میں اتنے حسین اضافے کئے ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ اس سلسلے میں، مزید مثالیں دیکھئے:

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے وہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں
کوئی سب سے ہو کے رخصت سوئے طیبہ جا رہا ہے
کوئی بے قرار حسرت کو گلے لگا رہا ہے

اور پھر وصل یوں کہ:

کہاں میں اور کہاں طیبہ کی گلیوں کا طواف اے دل
ہوں اپنے بخت پر ناز اں کہ یہ لطفِ پیمبر ہے

…… ……

ادھر ہے روضہء جنت اُدھر ہے دل کشا جالی
زمیں بھی آسماں ہے گنبدِ خضرا کے سائے میں

کیفیات اور اشعار تو بے شمار ہیں مگر مضمون کا اختصار اب مزید اس طرف جانے نہیں دیتا۔ بہر حال یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ نعت اردو ادب میں سب سے زیادہ غزلیہ ہیئت ہی میں لکھی گئی ہے اور اس میں غزل کا سارا رچاؤ اور ساری خوبصورتیاں با ادب طریقے سے شامل ہو کر غزل کے لیے باعث صد فخر و امتیاز بن گئی ہیں اور آج کل جس طرح کثرت سے نعت خوانی کی محفلوں کا انعقاد ہو رہا ہے، محسوس ہو رہا ہے کہ غزلیہ ہیئت ہی آئندہ بھی نعت کے لیے موزوں ہیئت رہے گی اور اس میں تغزل کی پوری شان کے ساتھ مدحتِ رسول کا فریضہ انجام دیا جاتا رہے گا۔

حوالہ جات:

۱۔ اردو کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر طلحہ رضوی برق
۲۔ اردو کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق
۳۔ اردو میں نعت، ڈاکٹر ریاض مجید
۴۔ نعت کائنات دیباچہ، راجا رشید محمود
۵۔ دکن میں نعتیہ شاعری، مضمون نعت رنگ (۲۲) از محمد علی اثر

☆☆☆☆

ڈاکٹر زاہد منیر عامر

مولانا ظفر علی خان کی نعتوں میں مستقبل کی جھلک

کہتے ہیں کہ سلاطینِ زمن کی مدح میں حکیم سنائیؒ غزنوی کے بے مثل قصائد پر تنقید کرتے ہوئے ایک دُرد نوش نے کہا تھا کہ سنائیؒ ایسے بادشاہوں کی مدح کرتا ہے جو اپنی سرزمین کے انتظام سے عہدہ بر آ نہ ہوتے ہوئے بھی دوسرے ممالک کو سر کرنے کی مہم پر نکل جاتے ہیں اس جھوٹی مدح پر سنائیؒ قیامت میں کیا جواب دے گا؟ اس اعتراض کے بعد سنائیؒ غزنی چھوڑ کر مرو چلے گئے اور صوفیانہ زندگی اختیار کر لی۔ جامیؒ کی نفحات الانس میں مذکور یہ قصہ مبنی بر حقیقت ہے یا نہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ مولانا ظفر علی خان کی زندگی میں ایسا کوئی انقلاب نہیں اس لیے کہ ان کے ہاں دورِ طالب علمی سے آغاز ہونے والی شاعری میں پایانِ عمر تک ایک آزادانہ روش کارفرما رہی اور خود ان کے بہ قول سنِ شعور سے ان کے مضامین "خدا کی حمد پیغمبر کی نعت اسلام کے قصے" رہے۔

ان مضامین کے بیان میں ظفر علی خان کی قدرتِ کلام ایسی ہے کہ اُس پر حرف زنی ممکن نہیں۔ وہ دریائے تند و تیز کی طرح شعر کہتے تھے، الفاظ ان کے سامنے سرنگوں اور قوافی دست بستہ دکھائی دیتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان کا طوفانی جوش و خروش جب نعت کے میدان میں اترتا ہے تو کیا رنگ لاتا ہے، یوں تو انھوں نے 'دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمھی تو ہو' جیسی زندہ و پائندہ نعتیں کہیں اور اساتذۂ سخن کی زمینوں میں بھی طبع آزمائیاں کی ہیں اور نعت میں استغاثے کی روش کو اپنا شیوۂ خاص بنا لیا ہے لیکن یہ سطور اُن کی نعتوں میں مستقبل کی جھلک تلاش کرنے کے لیے سپردِ قلم کی جا رہی ہیں۔

اُردو کی ادبی تاریخ میں نعت کا سرمایہ قابلِ لحاظ ہی نہیں قابلِ فخر بھی ہے، مولانا ظفر علی خان کی حیثیت اس سفر میں راہ نما کی سی ہے۔ ان سے پہلے اردو نعت اپنی پیش رو عربی، فارسی نعت کی طرح رسول اللہؐ کے اوصاف و فضائل کے بیان تک محدود تھی لیکن ظفر علی خان نے اسے عصری مسائل سے آمیز کیا اور نعت میں قصیدے کا رنگ پیدا کرتے ہوئے حسنِ طلب کو عصری مسائل کا آئینہ بنا دیا استغاثے کی یہ روش ان سے پہلے صرف حالی کے ہاں دکھائی دیتی ہے ظفر علی خان اگر نعت میں عصری مسائل کے بیان تک محدود رہتے تو کہا جا سکتا تھا کہ ان کی نعتوں کی اپیل محدود زمانی دائرے میں مقید رہتی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ نعت جو عام طور پر ماضی سے جنم لیتی ہے اسے بیانِ حال تک لے آنا ہی ایک کمال تھا لیکن ظفر علی خان کا کمال یہ بھی ہے کہ انھوں نے اسے مستقبل کا آئینہ بھی بنا دیا۔ مستقبل پر نظر، پُر امید زاویۂ نظر کے بغیر ممکن نہیں ہوتی، ظفر علی خان مسلمانوں کے اَدبار، اسلام کی حقیقی تعلیمات سے ان کی دوری اور استعماری طاقتوں کی ستم رانیوں سے گہری واقفیت رکھنے کے باوصف قنوطیت کا رُخ نہیں کرتے اور زوال و ادبار کی کیفیتوں میں تِلْكَ

الْاَ یَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ (یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۳: ۱۴۰) پر یقین رکھتے ہوئے پکارا ُٹھتے ہیں۔

ہے پھر ابرہہ کی کوشش کہ بنائے کعبہ ڈھا دے
مگر اس میں ہم کو شک ہے کہ مہم یہ سر بھی ہو گی
اگر آج ہم پہ آئی شبِ غم پہاڑ بن کر
تو یہ رات یونہی بھاری کبھی آپ پر بھی ہو گی
عرب اور عجم کے ذرّے ہوئے آفتاب جس سے
کسی روز دیکھ لینا وہ نظر ادھر بھی ہو گی

وقت کبھی ایک حال پر نہیں رہتا، ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں ۔ کل کی بالادست طاقتیں آج بالا دست نہیں ہیں اور آج، بالادستی کا تاج پہننے والے کل موجودہ حالت میں نہیں ہوں گے، ہر زمانے کا ابرہہ بنائے کعبہ ڈھانے کے درپے رہتا ہے لیکن وہ یہ بھول جاتا ہے کہ ہر زمانہ اپنا ابرہہ ہی نہیں اپنی ابابیلیں بھی رکھتا ہے ۔ توانا جب سراپائے حقارت سے ہزاروں ناتوانوں کی تمناؤں کو ٹھکراتے ہیں تو زمان کے اسی مرحلے میں ناتوانوں کی توانائی کا بیج بو یا جار ہا ہوتا ہے ۔ اس لیے ظفر علی خان اپنی قوم پر آنے والی شبِ غم کے پہاڑ بن جانے کا عرفان رکھنے کے باوجود شبِ غم کے کٹ جانے پر یقین بھی رکھتے ہیں ۔ انھیں یقین ہے کہ قافلے کی درماندگیاں مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کے اجالے سے سربلندی میں بدل جائیں گی اور برسنے والے بادل ان کے گلشنِ امید کو سرسبز و شاداب کر دیں گے لیکن اس مقصد کے لیے وہ تارِ عنکبوت سے بھی کمزور دنیوی سہاروں سے استمداد نہیں کرتے وہ صورتِ حالات پر اپنا استغاثہ پیش کرتے ہوئے ابابیلوں کی مدد سے بھی بے نیاز دکھائی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ابابیلوں سے لیکن کس لیے مانگیں مدد؟ جب کہ تو خود ہے ہماری فتح و نصرت کی دلیل' ان کا اصل تخاطب رسول اللہؐ سے ہے اور پرامید لہجے میں اپنی التجایوں پیش کرتے ہیں۔

تمھارا قافلہ کچھ لُٹ چکا اور کُچھ ہے لُٹنے کو
رسول اللہؐ کو اس کی خبر بادِ صبا کر دے
نکل آنے کو ہے سورج کہ مشرق میں اُجالا ہو
برس جانے کو ہے بادل کہ گلشن کو ہرا کر دے

نعت کی تاریخ میں عام طور سے رسول اللہ کے محامد و محاسن پر توجہ رہی ہے ظفر علی خان کا قلم اس روش پر گام زن ہوتا ہے تو ان کے دل و دماغ اپنے عہد کے مسائل و معاملات کو بارگاہ رسولؐ میں پیش کرنے کی تحریک دیتے ہیں اس کی بہترین مثال ان کا مشہور مخمس ''اے کہ ترا شہود ہے وجہ نمود کائنات'' ہے یہ جب پہلے پہل ستارۂ صبح میں شائع ہوا تو اس کا ٹیپ کا مصرعہ تھا ۔

سلطنت اک جہاں کی ہے تیری نگاہِ التفات

لیکن نظرِ ثانی کرتے ہوئے انھوں نے اسے جس مصرعے سے تبدیل کر دیا وہ نعت نگاری میں ان کی روشِ خاص کی نشان

دہی کر دیتا ہے ع

ہم سے پھرا ہوا ہے کیوں گوشۂ چشمِ التفات

یہی مصرع ایک اور نعت 'اے کہ ترا جمال ہے زینتِ محفلِ حیات ......الخ' میں برنگِ دگر جلوہ دکھاتا ہے۔ پہلی نعت مخمس کی ہیئت میں تھی یہ نعت غزل کی ہیئت میں ہے اور یہاں اس کا مصرعِ اولیٰ "مورد لطف خاص پر کس لیے آج یہ عتاب" قرار پایا ہے۔ قدما کی زمین میں کہی گئی ان کی مرصع نعتیں ہوں یا ان کے اپنے خاص انداز کے مظہر بن کر سامنے آنے والے بے مثل نعتیہ فن پارے یہ روش ان کے ہاں واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ مشہور و معروف نعت جس کا نام کبھی "شمع حرا" کہیں "صلوا علیہ وآلہ" اور کہیں "صاحب قاب قوسین او ادنیٰ" تجویز کیا ہے یعنی "دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمھی تو ہو' اس میں بھی ارشاد ہوتا ہے۔

بپتا سنائیں جا کے تمھارے سوا کہاں
ہم بیکسانِ ہند کے ملجا تمھی تو ہو

'وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں .... اک روز چمکنے والی تھی کل دنیا کے درباروں میں' سادگی اور فنی حسن کا بے نظیر مرقع ہے اسی طرح مولانا کی ایک اور نادر نعت "محمد مصطفیٰ گنج سعادت کے امیں تم ہو۔ شفیع المذنبیں ہو رحمت للعالمیں تم ہو' اردو نعت کے کسی قاری کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوگی اس نعت میں بھی خالص نعتیہ مضامین بیان کرتے کرتے وہ اپنے عہد کے مسلمانوں کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں ان کی بے عملی اور معصیت کا خیال انھیں گھیر لیتا ہے اور ان کی نعت انھیں امید کے گلستانوں میں لے جاتی ہے وہ رجائی لہجے میں پکارتے ہیں۔

خدا کیونکر نہ کھینچے معصیت پر مغفرت کا خط
مسلماں مذنبیں ہیں اور شفیع المذنبیں تم ہو

اسی نعت میں جہاں وہ مسلمانوں کی عصری صورت حال پر تبصرہ کرتے ہیں ان میں پائی جانی والی نفاق، بغض اور کینے کی بیماریوں پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں وہیں ان کے لیے وَاعتَصِمُوا بِحَبلِ اللّٰہِ جَمِیعاً وَّلاَ تَفَرَّقُوا (۱۰۳:۳) کا قرآنی لائحہ عمل بھی تجویز کرتے ہیں جو انھیں مستقبل کے منظر نامے میں سربلند و مفتخر کرسکتا ہے اور اسی کو امت کا عروۃ الوثقیٰ (۲۵۶:۲) یعنی مضبوط حلقہ قرار دیتے ہیں دیکھیے کس سہولت سے قرآن کے دو مختلف مقامات کی آیتوں کو ایک مصرعے میں سمویا ہے اور ان کے باہمی رشتے کو کس انداز سے دریافت کیا ہے۔

تمھارا عروۃ الوثقیٰ ہے واعتصموا بحبل الله
پھر اس رسی کو یارو تھام لیتے کیوں نہیں تم ہو
اخوت کا سبق تم کو پڑھایا ہے پیمبرؐ نے
مگر دل میں لیے پھرتے نفاق و بغض و کیں تم ہو

بہ قول شورش کاشمیری "حضور سرورِ کائناتؐ سے انھیں جو عشق تھا وہ ان کی شاعری کی جان ہے" اسی عشقِ رسالت مآبؐ کا عکس ان کی نعتوں میں جابجا دکھائی دیتا ہے اور وہ مسلمانانِ ہند کی غلامی اور اغیار کی سربلندی کا تجزیہ کرتے ہوئے اس صورت حال کو ان کی اپنی بے عملیوں کا سبب قرار دیتے ہیں انھیں کفر کی پرچم کشائی کے پس پردہ اپنی ہی کوتاہیِ عمل دکھائی دیتی ہے جس سے اسلامی نظریے پر ان کے غیر متزلزل ایمان کا سراغ ملتا ہے۔

کفر اگر پرچم کشا ہے اس کے ہم ہیں ذمہ دار
سر بلندی دینِ قیم کے نشاں کی تجھ سے ہے

یہ زاویہ نظر ان کی نگاہ کو ماضی سے ہٹا کر مستقبل پر مرکوز کر دیتا ہے، حیات لازوال ماضی کے رشتے کو حال اور استقبال سے جوڑے رکھے بغیر ممکن نہیں۔ شبلی نے تو مسلمانوں کی ترقی ماضی کی طرف رجوع میں پنہاں قرار دی تھی اور اپنی اصل سے وابستگی کے حوالے سے یہ بات درست بھی ہے لیکن ظفر علی خان جو دوسری جگہوں پر ماضی اور اس کی روایات کا گہرا شعور رکھتے ہیں اور اس سے جدائی گوارا نہیں کرتے مستقبل بینی کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

عبث ناز کرتے ہیں ہم ابتدا پر
ہمیں دیکھنا چاہیے انتہا کو
عمل گر یہی ہیں تو ہم حشر کے دن
دکھائیں گے منہ جا کے کیا مصطفیؐ کو

یہاں وہ ''کام وہ اچھا ہے جس کا کہ مآل اچھا ہے'' کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے ملت کو اپنی انتہائی منزل پر دیکھنا چاہتے ہیں اور محض ماضی پرستی پر مطمئن دکھائی نہیں دیتے ۔ روشن مستقبل کو پانے کے لیے وہ اپنی نعتوں میں جا بجا دست بہ دعا دکھائی دیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح ظلمت اور نور برابر نہیں ہوتے اسی طرح اعمیٰ اور بصیر برابر نہیں ہوتے اور عصرِ حاضر کی نابینائی کو بینائی میں بدلے بغیر اگلے وقتوں کی بلند ہمتی حاصل نہیں ہو سکتی ۔ افرادِ قوم کے بازو جب تک پرایوں کی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتے پہلے کی سی توانائی کے حامل نہیں ہو سکتے اس لیے وہ آزادی کی شہنائی کے تمنائی بن کر یوں نغمہ سرا ہوتے ہیں ۔

یہاں تک لکھ چکا تھا مئیں کہ یثرب سے ندا آئی
یہ نابینا ہیں یا رب مرحمت کر ان کو بینائی
عطا کر اگلے وقتوں کی بلندی اُن کی ہمت کو
اور ان کے بازوؤں کو بخش پہلی سی توانائی
پرایوں کی غلامی سے انھیں آزاد کر یا رب
بجے اُن کی حویلی میں پھر آزادی کی شہنائی

مولانا ظفر علی خان کے مجموعہ حمد و نعت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض دعا پر رک جانے والے نہیں بلکہ ان کے نزدیک مستقبل کی روشنیوں کو پانے کے لیے فکر و عمل کی دنیا میں انقلاب ضروری ہے ۔ متعدد منظومات میں حبِ رسولؐ اپنی اصل و اساس سے وابستگی، عصرِ حاضر میں فضائے بدر پیدا کرنے کی ضرورت، نفسا نفسی اور خود پرستی کے اندھیروں میں اخوت کی شمعیں جلانے کی ضرورت، بت شکنی، رسومِ شرک و کفر سے نجات اور سر فروشی کی ضرورت پر زور دیتے دکھائی دیتے ہیں ۔ ان کی دعوت اپنے قاری کو اس قابل دیکھنے کی آرزومند ہے کہ وہ جہازوں کو خشکیوں پر چلا سکے، عجم اور عرب کی رقابت کو مٹا کر انسانی اخوت کی بساط بچھا سکے اور اللہ کی زمین کو ٹکڑوں میں بانٹنے کی بجائے ایک انسانیت کا وطن بنا سکے چنانچہ وہ تلقین افروز لہجے میں کہتے ہیں ۔

اٹھاؤ نہ دریا کی لہروں کے احساں
جہازوں کو پھر خشکیوں پہ چلاؤ
مٹادو عجم اور عرب کی رقابت
جہاں میں بساطِ اُخوت بچھاؤ
عَلم ہاتھ میں لے کے دینِ ہدیٰ کا
سرا چیں کا پھر اُندلس سے ملاؤ

ان بلند مقاصد کے حصول کے لیے وہ قرآنی ہدایت وَ اَعِدُّوْ الَہُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ (۸:۶۰) کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہیں کہ کوئی بھی تبدیلی تیاری اور عزم و ہمت کے بغیر ممکن نہیں ہوتی اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہونے کا مطلب خود کو وقت کے بہتے سمندر کی لہروں کے حوالے کر دینا ہوتا ہے اس لیے وہ بحولہ بالا قرآنی حکم کے مطابق اپنے مخاطب کو تلقین کرے ہیں کہ ۔

بحُکمِ اعِدُّوْ اَلَہُم مَا اسْتَطَعْتُمْ
بڑھے جس قدر اپنی طاقت بڑھاؤ

وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مستقبل اسی صورت میں فروزاں ہو سکتا ہے جب انھیں آتش نوائی کی دولت میسر ہو گی اور حضرت انسان لیس للانسان الا ماسعیٰ (۳۹:۵۳) کی روشنی میں اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرتے ہوئے محنت کو اپنا شعار بنائے گا وہ مستقبل کی مناسبت سے اپنی حضورِ حق میں اپنی تمناؤں کا اظہار اس طرح کرتے ہیں ۔

الٰہی برقِ غیرت کی تڑپ مجھ کو عطا کر دے
مجھ آتشِ زیر پا کو ساتھ ہی آتش نوا کر دے
میری تقریر سحر آلود میں کر وہ اثر پیدا
کہ اہلِ درد کے حلقوں میں اک محشر بپا کر دے
دیا ہے علم اگر تو نے تو ساتھ اس کے عمل بھی ہو
کہ شرح لَیسَ الانسَانِ الّا ما سَعیٰ کر دے
بتاؤں گا کہ خاکِ ہندِ یوں اکسیر بنتی ہے
میری پلکوں کو جاروب حریمؑ مصطفےٰ کر دے

ان کی یہ تمنائیں اور دعائیں اسلام کی سربلندی اور دنیا میں ناموسِ مصطفیٰؐ کے علم کی سرافرازی کے لیے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانانِ عالم کی بقا بھی اسی صورت میں ممکن ہے جب ان کا نظریہ محفوظ ہے اور جب علم مصطفیٰ سربلند ہے یہی ان کی تمنا ہے اور یہی ان کا نظریہ فن ۔

اتنی ہی آرزو ہے مرے دل میں اے خدا
اسلام کو زمانہ میں دیکھوں میں سر بلند
دنیا میں سرنگوں علمِ مصطفےٰؐ نہ ہو
ہم خواہ خود ذلیل ہوں اور خواہ ارجمند

اس سربلندی کی کچھ شرائط کی طرف اشارہ تو سطور بالا میں ہو گیا ہے کچھ مزید صفات ہیں جنھیں مستقبل کی تابناکی کے لیے جنھیں وہ ضروری سمجھتے ہیں اور جن کا تعلق عمل و کردار ہی سے ہے وہ آبا کی اندھی تقلید کو ترک کر کے زندگی کو نئی نگاہ سے دیکھنے کی جانب متوجہ کرتے ہیں خالق کائنات کے دروازے کے سوا تمام دروازوں سے امید کا رشتہ توڑ لینے کی نصیحت کرتے ہیں اور خلیل اللہ کی طرح بت پرستی کے ماحول میں بت شکنی کے شیوے کی ضرورت پر زور دیتے سکھائی دیتے ہیں۔

ترک کر تقلید آبا بن خلیل اور بُت کو توڑ
ما سوا کو چھوڑ ربّ العالمیں سے رشتہ جوڑ
یاد کر بھولا ہوا وَالرُّجْزَ فَاهْجُر کا سبق
شرک کی رسموں سے باز آ کفر کی ریتوں کو چھوڑ

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (اور ناپاکی سے دور رہو ۷۴:۵) کا سبق یاد دلانا بجائے خود ان کی اصل و اساس کی طرف دعوت کی نشان دہی کرتا ہے جو بندے کو شرک و بت پرستی کی ہر نوع سے نجات دینے کا باعث بنتا ہے۔ ان کے ان خیالات سے یہ گمان نہ کر لیا جائے کہ وہ دنیوی زندگی کے مطالبات سے غافل ہیں یا نعتوں میں ان کی دعوت محض یک طرفہ ہے نہیں! وہ اسلام کی حقیقی تعلیم کی طرح جس کا اظہار فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ (دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخش ۲:۲۰۱) کے الہامی الفاظ سے ہوتا ہے دین اور دنیا دونوں کا آمیزہ چاہتے ہیں لیکن ان کا زاویہ نگاہ ان دونوں میں ایک ترتیب ضرور قائم کرتا ہے وہ پہلے دین اور پھر اس کے ثمر کے طور پر دنیا کی ترتیب ہے۔

نَاشِئَۃَ الَّیْل آج سے دے گا میری روح کو نشوونما
اقـــوم قیـــلا آج سے ہوگا میری اقامت کا معمول
دین بھی ہو جائے مجھے حاصل دنیا کی بھی مراد ملے
گوشۂ چشمِ عنایت مجھ پہ ہو جو پیمبرؐ کا مبذول

گویا ان کے نزدیک دین اور دنیا کی کامیابی گوشۂ چشمِ عنایت نبیؐ ہی سے ممکن ہے اور اس کی اہلیت دین کے ان احکام میں ہے جن کا علم ہمیں نبیؐ کی سیرت اور قرآن حکیم کی تعلیمات سے ہوتا ہے مندرجہ بالا اشعار میں جس قرآنی آیت کی تلمیح استعمال کی گئی ہے اپنے ایک خط میں اس کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہوئے کہتے ہیں:

"اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا رات کا اٹھنا عبادت باری کے لیے مشکل اور وقت طلب ہے لیکن پانچ وقت کی نماز اور قرآن فجر جس کی نسبت کَانَ مَشْهُودًا قرآن کریم میں آیا ہے کچھ مشکل نہیں۔ اس پر التزام کے ساتھ عامل ہو"

یہاں جملے کے آخر میں جس قرآنی آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ پوری آیت اس طرح سے ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ۔ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا۔ بنی اسرائیل ۷۸

قائم رکھ نماز کو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور قرآن پڑھنا فجر کا۔ بے شک قرآن پڑھنا فجر

کا ہوتا ہے روبرو۔ (ترجمہ شیخ الہند)

مندرجہ بالا اشعار میں وہ نَا شِئَۃَ الَّیْل اورٗ اَقْوَمُ قِیْلً پر عمل کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں بلکہ اپنی جانب اشارہ کر کے اپنے قاری کی قوت عمل کو مہمیز کرتے ہیں موخر الذکر آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مولانا عثمانی نے لکھا ہے" حدیث میں ہے کہ فجر وعصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے لہٰذا ان دو وقتوں میں لیل ونہار کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ہماری قرات اور نماز ان کے روبرو ہوئی جو مزید برکت وسکینہ کا موجب ہے اور اس وقت اوپر جانے والے فرشتے خدا کے ہاں شہادت دیں گے کہ جب گئے تب بھی ہم نے تیرے بندوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور جب آئے تب بھی۔ اس کے علاوہ صبح کے وقت یوں بھی آدمی کا دل حاضر اور مجتمع ہوتا ہے"۔ (تفسیر عثمانی طبع سعودی عرب ص ۳۸۵)

مولانا کے نزدیک ان صفات سے متصف ہونے والے اللہ کی جانب سے انعام واکرام کے حق دار قرار پاتے ہیں ایک نظم جس کا عنوان ہی من کان للہ کان اللہ لہ تجویز کیا ہے ارشاد ہوتا ہے

یثرب سے آج بھی یہ صدا گونجتی سُنو
وہ جو خُدا کے ہو گئے اُن کا خدا ہوا

جب خدا ان کا ہو جائے تو پھر عرب وعجم پر غلبے کا انعام ملتا ہے ملاحظہ ہو ۔

عجم ہے میرا عرب ہے میرا جہاں میں جو کچھ ہے سب ہے میرا
اگر مسلماں لقب ہے میرا تو بول ہو گا مرا ہی بالا

یہ خیال ان کے ہاں بار بار جلوہ گر ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی دونوں جہانوں کی سرداری عطا کرتی ہے چنانچہ کہتے ہیں ۔

غلامی کر محمدؐ مصطفےٰ کی
گدائی چھوڑ دے سلطان ہو جا

جہانگیری اور سلطانی کا راز کہاں پوشیدہ ہے وہ بتاتے ہیں ۔

جو کرنی ہے جہانگیری محمدؐ کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پر رکھ خدا وندِ عجم ہو جا
ہو سرکش سرو کی مانند اگر باطل نکالے سَر
اگر حق آگے آئے ماہِ نو کی طرح خم ہو جا

لیکن یہ غلامی جان مال عزت آبرو سب پر فائق ہونی چاہیے جیسا کہ ان کے مشہور اشعار ہیں ۔

زکوٰۃ اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور نماز اچھی
مگر مَیں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

وہ جانتے ہیں کہ ان کا عصر جس گرداب میں مبتلا ہے اس کی ہر ہر موج میں سینکڑوں طوفان پنہاں ہیں اور

جس کی جناب میں گستاخی فرشتہ بھی گوارا نہیں تھی وہ آج ذلیل وخوار ہے لیکن اس احساس کے ساتھ انھیں اعتماد ہے کہ دردکا درماں اسی ذاتِ گرامی کے در کی گدائی سے حاصل ہوسکتا ہے وہ کہتے ہیں کہ جو محمد مصطفیٰؐ کے ہاں گدایا نہ جائے گا وہ سر پرتاج شہنشہی پائے گا چناچہ وہ جنابِ رسالتمآبؐ میں عرض پرداز ہوتے ہوئے امت کے راج کے لٹ جانے کی شکایت کرتے ہیں اور وہ قوم جس کی ہیبت ایک زمانے سے خراج وصول کرتی رہی آج سر چھپانے کے ٹھکانے سے بھی محروم ہے اس لیے وہ یوں عرض پرداز ہوتے ہیں۔

سینکڑوں طوفاں ہیں پنہاں جس کی اک اک موج میں
اُس سمندر سے مسلمانوں کا بیڑا پار کر
جو سزا چاہے انھیں دے لے کہ تُو مختار ہے
لیکن اپنوں کو نہ غیروں کی نظر میں خوار کر
ہند کو بھی اے خدا قیدِ غلامی سے چھڑا
اپنے گھر کا ہم کو بھی مالک بنا، مُختار کر

اس مقصد کے لیے امت کو ایسی راہنمائی کی ضرورت ہے جو اسے منزل آشنا کردے اگر ایسی راہنمائی مل جائے تو ماضی جیسی کامیابیوں کے راستے آج بھی کھلے ہیں شرط وہی ہے کہ امت کے ماتھے سے حضور خواجۂ یثرب کے دروازے کی چوکھٹ کا نشان مٹنے نہ پائے۔ چنانچہ وہ خم خانہ الست کے خماروں کو تلاش کرتے ہیں، عہدِ سلف کے قدح خواروں کی جستجو کرتے ہیں، پیمانہ مدینہ کی بادۂ شبینہ کے مستوں کے جویا دکھائی دیتے ہیں۔

حسنِ امت لم یزل ہے چھن رہی ہیں آج بھی
اس کی قامت سے شبابِ رفتہ کی رعنائیاں
رہنما گم کردہ رہ ہیں ورنہ زہرو پھاند جائیں
آج بھی جبرالٹر جیسی ہزاروں کھائیاں

ان کی نعتیہ کائنات رسول اللہؐ کی والہانہ محبت سے شروع ہوکر رجائیت پر ختم ہوتی ہے۔ خواجہ حسن نظامی نے درست کہا تھا کہ وہ "قیامت کے دن اپنی غیر فانی نعتوں کے باعث بخشے جائیں گے" مولانا کی نعت گوئی کے متعدد پہلو ہیں لیکن ہم نے صرف ایک پہلو کی جانب قارئین کی توجہ مبذول کروائی ہے جو امید اور رجائیت سے عبارت ہے انھی کے ایک شعر پر ان گزارشات کا اختتام کیا جاتا ہے۔

تجھے فکر کیوں ہے اے دل کہ یہ شب بسر بھی ہو گی
ہے ابھی اگر اندھیرا تو کبھی سحر بھی ہو گی

☆☆☆☆

انجم جاوید

احمد انور کی اسلامی خطاطی

جب بھی بات شاعری کے حوالے سے کی جاتی ہے تو میں برملا ایک ہی رائے کا اظہار کرتا ہوں کہ غزل ہو یا نظم کہنا آسان، مگر حمد اور نعت، خاص کر نعت کہنے کا عمل از حد دشوار بلکہ کسی پل صراط پر سے گزرنے کا عمل جیسا ہے کہ ذرا سی لفظوں کے انتخاب میں لغزش ہوئی شاعر جذباتی ہوگیا تو پل بھر میں شرک کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی میری رائے اس وقت ہوتی ہے جب بات مصوری کی ہو۔ مصوری کے سارے مکتب فکر، ساری جہتوں پر ماسوائے قرآنی آیات کی کیلی گرافی کے مصور کو کھلی چھوٹ ہوتی ہے اسے سوائے اپنی مہارت دکھانے کے کسی اور امتحان سے گذرنا نہیں پڑتا تاہم بات قرآنی کیلی گرافک آرٹ کی ہو تو اسے پینٹ کرنے میں مصور کو حد درجہ محتاط رہنا پڑتا ہے۔ قرآنی آیات کا اپنا ایک تقدس ہے اسے اسی تقدس کے ساتھ الفاظ کی مکمل درستگی کے ساتھ کینوس پر اتارنا پڑتا ہے۔ اسے برتنے میں لغزش کسی بڑی سزا کا پیش خیمہ ہو جاتی ہے۔ اس تناظر میں احمد انور کی کیلی گرافک پینٹنگز دیکھ کر قلب میں طمانیت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ان کے کام کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کیلی گرافی کرتے ہوئے احتیاط اور احترام کے سارے پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر کیلی گرافی کا عمل دہرایا۔ احمد انور نے جہاں جہاں فنی ضرورت کے تحت قرآنی آیات کو دائروں میں، قوسوں اور محرابوں میں نقش کیا وہاں بھی مکمل احتیاط سے کام لیا ہے۔ یہ کام اتنی مہارت سے رنگوں میں قید کیا گیا ہے کہ ان کو پڑھنے اور سمجھنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی بلکہ یہ سارے کا سارا عمل براہِ راست ابلاغ کرتا ہوا دیکھنے والے کی آنکھ سے گذرتا ہوا جزوِ جاں ہو جاتا ہے۔ یہ سارا عمل، روحانی عمل کی صورت احمد انور کے اندر آنکھ کھولتا ہے، انگڑائیاں لیتا ہے، اپنے ہونے کا احساس دلاتے ہوئے دماغ اور برش و ہاتھوں کو متحرک کر کے کینوس پر پھیل جاتا ہے۔ آئل کلر ہو یا واٹر کلر، مکس میڈیا کا جادو ہو یا پھر ماربل پر ابھرے حروف، پلاسٹر آف پیرس ہو یا گلاس پر چمکتے دمکتے کندہ حروف (Glass Etching)، اسٹیل ہو یا گولڈ براس، خطِ کوفی ہو یا خطِ نستعلیق، سبھی میں احمد انور کا کیلی گرافک کام پھیلا ہوا ملتا ہے۔

احمد انور نے پوائنٹ فرم (نقاط سے ترتیب دی جانے والی پینٹنگز) پر بھی کام کرتے ہوئے اپنی مکمل مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ ان کی پینٹنگز میں جاذبیت، تازگی، زندگی کے بھرپور تاثر کے ساتھ ملتی ہے۔ ان کی تصاویر ریالسٹک آرٹ کی نمائندگی کرتی ہیں۔

احمد انور نے 1980ء میں کراچی سینٹرل انسٹی ٹیوٹ آف آرٹ اینڈ کرافٹ سے فائن آرٹ میں ڈپلوما کی سند حاصل کی۔ سنگاپور سے ٹیکسٹائل ڈیزائننگ کا کورس بھی کیا۔ 1983ء میں پنجاب آرٹس کونسل لاہور میں ان کی سولو پینٹنگز جو زیادہ کیلی گرافی پر مشتمل تھیں کی نمائش ہوئی۔ دوسری نمائش 1983 ہی میں کراچی میں پاکستان امریکن کلچرل میں گل جی کے ہاتھوں افتتاح کے بعد منعقد ہوئی۔ حال ہی میں احمد انور اپنی مختلف اقسام کی پینٹنگز کی نمائش ترکی، ایران، الجزائر، تائیوان میں کر کے واپس پلٹے اور انہوں نے لیکچر بھی دیے۔ مستقبل قریب میں فرانس، تیونس، الجزائر، ترکی، تائیوان میں نمائش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ احمد انور نے ان نمائشوں کے تناظر میں بتایا کہ پاکستان میں روایتی کیلی گرافی اتنی زیادہ فروخت نہیں ہوتی۔ آرٹسٹک لحاظ سے انہیں مرصع (Decorative) کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح سے پہلے تختی لکھی جاتی تھی پر اب کسی نئی نسل کے بچے سے تختی کا سوال کیا جائے تو اسے اس کا علم ہی نہ ہوگا۔ اب تعلیم مشن نہیں کمرشل لحاظ سے پیکج کے تحت دی جا رہی ہے۔ اس سے اس میں علم دوستی، ادب پرستی، مصورانہ شناسی سب ختم ہو جاتے ہیں۔ پاکستان میں کیلی گرافک کام کی نہ تو ستائش کی جاتی ہے نہ ہی اسے خریدا جاتا ہے لیکن باہر کے ممالک میں ہماری پینٹنگز خریدی جاتی ہیں، سراہا جاتا ہے جیسا کہ میں نے الجزائر میں مٹی ایچر کی ورکشاپ کی ہے۔ Skip کے ذریعے آرٹ کے طلباء کو آرٹ کے بارے میں آگاہ کیا میں نے کیلی گرافک کام کرتے ہوئے اسے مرصع Decorative کرتے ہوئے خیال رکھا ہے کہ روایتی خطوط کے ضابطے سے نہ ہٹا جائے۔

احمد انور نے اپنی کیلی گرافک پینٹنگز میں انتہائی مہارت کے ساتھ محرابیں (Arches) دائرے، ہلال، کھجور کا درخت، دروازے، سورج، گنبد، کی اشکال کو ایک استعارے کی صورت استعمال کر کے اپنی پینٹنگز کو معنوی لحاظ سے ایک انفرادیت بخشنے کی کامیاب کوشش کی اس کے ساتھ ساتھ رنگوں کے انتہائی متناسب برجستہ استعمال نے اس کے ظاہری تاثر کو پرتاثیر کر دیا جو دیکھنے والے کی نظر پر بار نہیں گذرتا بلکہ خوبصورت تاثر چھوڑتا ہوا گذر جاتا ہے۔ احمد انور کی کیلی گرافک کا زیادہ تر کام خطِ کوفی میں کیا گیا ہے۔

کیلی گرافی، سے ہٹ کر جب ہم احمد انور کی دیگر پینٹنگز پر نظر کرتے ہیں تو سب سے نمایاں خوبی رنگوں کا برجستہ برمحل استعمال اور برش کا مکمل جاندار اسٹروک ہے۔ انہوں نے مختلف رخ پر مثلاً آئل اینڈ واٹر کلر، ٹیکسٹائل ڈیزائننگ، گلاس ایچنگ (Glass Aching) پن اینڈ پنسل، اسکلپچر (Sculpture) گرافک ڈیزائننگ، سکرین پرنٹنگ پر اپنی مہارت آزمائی ہے۔ تجریدی آرٹ (Abstract Art) بعنوان ''انسان کا مسائل سے دوچار ہو جانا'' موضوع پر بنائی گئی پینٹنگز میں نیم ہلالی ساخت کے دائروں سے تشکیل شدہ پینٹنگز گو ان کا پرانا کام ہے مگر اب بھی اثر رکھتا ہے۔ احمد انور بنیادی طور پر ریالسٹک آرٹسٹ ہیں۔ ایبسٹریکٹ آرٹ کی طرف کیوں متوجہ ہوئے اس کی وجہ بتاتے ہوئے احمد انور نے کہا کہ ''ایسی تصاویر جنہیں سمجھنے میں دقت محسوس ہو اور ان میں تخلیقی رجحان نہ ہو بلکہ رنگوں کے

الٹے سیدھے برش مار کر کینوس کو بھر دینا ایبسٹر کٹ آرٹ سمجھا جاتا ہے اور ایسی ہی پینٹنگز کو آرٹ کا بہترین نمونہ سمجھ کر پسند بھی کیا جاتا ہے اور خریدا بھی جاتا ہے۔ خریدنے والے اسے اپنے ڈرائنگ روم میں سجا کر فخر بھی محسوس کرتے ہیں اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ان پینٹنگز کی وضاحت بھی کی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ لوگوں میں مصورانہ شعور نہیں ہے وہ Fake کام پسند کرتے ہیں۔ ایک ریالسٹک آرٹسٹ کی ایسی پینٹنگز جس میں ملک کے مٹتے ہوئے ورثے کو تصویری پیراہن دیا گیا ہو یا مٹتی ہوئی اقدار کے پس منظر میں پینٹنگز ہوں تو اسے کوئی نہیں خریدتا نہ ہی سرکاری سطح پر اس کی کوئی پذیرائی ہوتی ہے نہ ہی خریدا جاتا ہے، نہ ہی مصور کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ مصور تجریدی آرٹ کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے ہیں۔ احمد انور کا زیادہ کام ہمیں واٹر کلر میں ملتا ہے مگر اس خوبی کے ساتھ کہ یہ امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ پینٹنگز واٹر کلر میں ہیں یا آئل کلر میں۔ احمد انور نے بھارت کے مصور ہاٹکر HATKAR سے مجسمہ سازی(Sculpture) سیکھی تاہم اسلامی ماحول کی وجہ سے اسے ایک خاص دائرے تک محدود رکھا۔ احمد انور ''عبدالرحمان چغتائی'' ''مائیکل اینجلو'' اور ''ذہین احمد'' سے متاثر ہیں مگر خوش کن بات یہ ہے کہ ان کی پینٹنگز میں ان سے متاثر ہونے کا عمل نظر نہیں آتا۔ احمد انور نے اپنے تخلیقی وجدان سے اپنی پینٹنگز کے رنگ ابھارے ہیں اور یہی ان کی کامیابی اور جینوئن آرٹسٹ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔ احمد انور نے دیہی اور دور دراز علاقوں کے گم نام مصوروں کو متعارف کرانے کے لیے ''آرٹ بینک'' قائم کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ احمد انور فنِ مصوری کے حوالے سے مختلف اقسام کا مواد جمع کر رہے ہیں۔ یہ کام اگر کامیابی کے ساتھ مکمل ہو گیا تو یقیناً آنے والے وقت میں مصوری پر تحقیق کرنے والوں کے لیے مددگار ثابت ہوگا۔

☆☆☆☆

حاجی عبداللطیف بنگلزئی

براہوئی ادب میں نعت نگاری

ربّ کائنات جل شانہٗ نے نبی عالی مقام حضرت محمد مصطفیؐ، احمد مجتبیٰؐ کو ہدایت کا سرچشمہ بنا کر بھیجا۔ آپؐ کے تشریف فرما ہونے سے قبل اس جہانِ آب وگل پر جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ جب آپؐ اس دنیا میں تشریف لائے تو نیکیوں اور خوش بختیوں کا خزینہ اور بدچلنی، بداعتقادی اور بداندیشی کے خاتمے کے لیے نورِ بقا ساتھ لائے۔ بنا بریں کائنات عالم میں رحمت اللعالمین حضرت محمدؐ سے بڑھ کر حُسنِ انسانیت کا نمونہ کسی ہستی میں نہیں دیکھا جا سکتا۔۔! چنانچہ اللہ رب عزوجل کا اپنی مخلوقات پر عظیم ترین احسان وانعام حضور اکرمؐ کی بعثت مبارکہ ہے اور آنحضورؐ ہی کے ذریعے ہمیں توحید تک رسائی اور عبادت کے خالص طریقوں سے آشنائی ہوئی۔ لیکن ہم مقصد بعثت سے اس وقت تک شناسا نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ ہم پر نبی مکرمؐ کے اوصاف وخصائل مبارکہ کے مختلف گوشے منکشف نہ ہوں۔ نبی خیرالوریٰؐ کی سیرت پاک تمام بشریت کے لیے ایک قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ چنانچہ دنیا کے سب سے بڑے انسانؐ کی مبارک زندگی کے جس پہلو پر نظر ڈالیں وہ اسی اسوۂ حسنہ کا مظہر ہے۔

نبی کریمؐ سے عشق ومحبت کو نعت کے لوازمات میں بنیادی واساسی اہمیت وحیثیت حاصل ہے۔ نیز اس میں کوئی کلام نہیں کہ ''نعت'' کا مرکزی موضوع حضورؐ کی مدح وثنا، ان کی توصیف وستائش اور ان سے وارفتگی کی واردات و کیفیات کا اظہار ہی ہے!

''نعت'' عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ''وصف'' کے ہیں۔ وصف میں جو کچھ کہا جائے اسے بھی نعت ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ''وصف'' بیان کرنے والے کو ''ناعت'' کی اصطلاح بخشی گئی ہے۔ اسی طرح اس کی جمع ''نعات'' ہے۔ بقول عربی شاعر:

انعتها فی من نعاتها

ترجمہ: میں نے اس کی تعریف کی ہے۔ میں اس کے ثناخوانوں میں ہوں۔

ادب کی اصطلاح میں نبی محترم حضرت رسالت مآبؐ کے اخلاق وسیرت سے متعلق محاسن وخوبیوں کا کمال عقیدت سے ذکر اور نہایت فراوانی وشیفتگی سے اظہارِ شعریت کو ''نعت'' سے موسوم کیا گیا ہے۔ نعت کے لیے کسی مخصوص ہیئت یا بحر ووزن کا پابند ہونا لازمی نہیں۔ حضورؐ کی مدح نظم کی صورت میں ہو یا غزل، قصیدہ مثنوی، رباعی مثلث، مخمس ہو یا مسدس کی صورت میں، اس سے نعت کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ نعتیہ کلام کی معنوی قدر وقیمت کا دارومدار اس کے نفسِ مضمون پر ہے۔ اس ضمن میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ فنِ نعت گوئی، نعت نگار سے متقاضی ہے کہ وہ نعت لکھتے ہوئے حدودِ شریعت کی پاسداری کرے۔ چنانچہ اس ضمن میں معروف نعت نگار ممتاز حسن کہتے ہیں:

''ہم ایک اہم مسئلے پر غور کرلیں جس کی نزاکت، اس کی اہمیت سے کم نہیں یہ مسئلہ ذات وصفات کا ہے۔

جو خدا اور رسولؐ دونوں میں مشترک ہے۔ اگرچہ خدا معبود ہے اور رسولؐ عبد۔ مگر اپنے اپنے مقام پر دونوں وحدہٗ لاشریک ہیں۔ شرک دونوں جگہ گناہ ہے۔ شرک فی اللہ بھی اور شرک فی الرسول بھی!!''

اسی طرح کہا گیا ہے کہ ایک اچھے اور ماہر نعت گو کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ حمد اور نعت کے درمیان حدفاصل قائم رکھے۔ مبادا ناخواستگی میں نبی با سعادتؐ کی ذات بابرکات سے کوئی ایسی صفت وابستہ ہو جو درحقیقت صفت باری تعالیٰ کے زمرہ میں شامل ہے۔ لہٰذا یہ نہایت نازک عمل ہے کہ ذرا سی بے احتیاطی اور غفلت سے آدمی گناہ کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ:

با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ''نعت'' کا لفظ نبی کریمؐ کے وصف میں سب سے پہلے کب اور کس نے استعمال کیا؟ اس ضمن میں سید رفیع الدین اشفاق نے خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ لفظ سب سے پہلے حضور اکرمؐ کے وصف کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے استعمال کیا جس کے الفاظ یوں ہیں:

ترجمہ: ''آپؐ پر یکایک جس کی نظر پڑتی ہے ہیبت کھا جاتا ہے، جو آپؐ سے تعلق بڑھاتا ہے، محبت کرتا ہے۔ آپؐ کا وصف بیان کرنے والا کہتا ہے کہ آپؐ سے پہلے نہ آپؐ کے جیسا دیکھا اور نہ آپؐ کے بعد آپؐ جیسا دیکھا''۔

لیکن بعض محققین کا خیال ہے کہ سب سے پہلی نعت حضورؐ کے بعد آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے آپؐ کو بیت اللہ لے جا کر کہی علاوہ ازیں آپؐ کے چچا ابو طالب نے بے شمار نعتیں کہیں۔

علاوہ ازیں چند علمائے کرام و مفسرین عظام نے اس آیت:

ترجمہ: ''اور اس سے پہلے وہ اس نبیؐ کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا تو اس سے منکر ہو بیٹھے''۔ (پ ۱، ع ۱۱) کی تفسیر میں سب سے پہلے نعت اور توصیف نبیؐ کے کلمات کا ذکر تورات سے اخذ کی ہیں:

''اے اللہ ہماری مدد فرما، اس نبی پاکؐ کے وسیلہ سے جو آخر زمانہ میں بھیجے جائیں گے جن کی نعت اور صفت ہم تورات میں پاتے ہیں''۔

مندرجہ بالا مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نعت کا لفظ حضرت علیؓ کی زیر بحث روایت سے بہت پہلے یہود کی دعاؤں میں بھی آپؐ کی مدح و توصیف کے لیے استعمال ہوا ہے۔

جب نبی پاکؐ مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو مدینہ کے ابلاغ نے علی العموم جبکہ کمسن بچیوں نے بالخصوص دف بجا کر آپؐ کا والا شان استقبال کیا اور آنحضرتؐ کی شان میں نعتیہ اشعار کہے۔

دربار رسالت کے نامور شاعروں میں سب سے ممتاز حیثیت حضرت حسان بن ثابتؓ کی ہے۔ انہوں نے قبول اسلام کے بعد اپنی تمام تر شاعرانہ صلاحیتوں کو نبی اکرمؐ کی مدح اور اسلامی موضوعات اور تبلیغ دین کے لیے وقف کر دیا۔ اس دور سے لے کر آج تک لاکھوں اور کروڑوں مسلمان اور دیگر مذاہب کے انسانوں نے آپؐ سے دل بستگی اور عقیدت کے اظہار کے لیے آپؐ کی شان میں نعت گوئی کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

عربی، فارسی اور اردو شعرا کی طرح براہوئی شعرا نے بھی حضور سرور کائناتؐ کی بارگاہِ اقدس میں بڑی وارفتگی سے عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں۔

لوک شاعری: براہوئی قدیم شعراء نے اپنی مثنوی، داستان اور منظوم حصوں کی ابتدا حمد اور نعت سے کی ہے چنانچہ ''مثنوی ماہ گل'' براہوئی زبان کی قدیم ترین مثنوی ہے اس میں شاعر نے آغاز حمد سے کیا اور پھر کچھ نعتیہ اشعار بھی کہے۔

بلاشبہ حمد کی طرح نعت بھی دیگر زبان وادب کی طرح براہوئی ادب کی قدیم شعری صنف ہے۔ قدما میں اپنے دواوین، مثنویات اور مجموعہ ہائے کلام میں حمد کے بعد نعت کا التزام ہوتا رہا ہے۔ مقصد یہ کہ خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا اور توصیف و تعریف کے بعد کائنات میں جس ہستی کی افزوں مدح و توصیف بیان ہوئی یا ہو رہی ہے، وہ حضرت محمدؐ ہی کی ذاتِ اقدس ہے۔ یوں تو براہوی زبان کے تقریباً ہر شاعر نے کچھ نعتیہ اشعار ضرور کہہ رکھے ہیں لیکن اختصار کے پیشِ نظر چند اہم شعرا کی نعتیہ شاعری کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

مولانا ملک داد قلاتی: غرشین قبیلہ سے متعلق تھے۔ میر نصیر خان نوری کے دربار سے منسلک ہوئے۔ ان کی منظوم کتاب ''تحفۃ العجائب'' یکم ذی الحج ۱۱۷۳ھ بمطابق ۱۴ جولائی ۱۷۶۰ء کو لکھی گئی جسے مولانا ہوجان نے چند اصلاحوں کے بعد ۱۳۲۵ھ بمطابق ۱۹۰۵ء میں پہلی مرتبہ شائع کرایا۔ تصنیف مذکور میں شاعر نے سرکارِ دو جہاں حضرت محمدؐ کے حضور اپنی دل بستگی یوں بیاں کی ہے:

ترجمہ: ابتدا میں پیدا کیا نور نبیؐ کا
پھر ظاہر کیا احدی کو اپنا
برکتوں کا حاصل ہمارے نبیؐ
اس جہاں کائنات کے حق مبین ہیں

مولانا عبداللہ درخانی: پیدائش ۱۸۷۸ء وفات ۱۹۴۴ء۔ متعدد کتب کے مصنف گزرے ہیں۔ مثلاً افادۃ المصلی (عربی)، سلسلہ قبلہ چشموی، فتویٰ درخانی، تحفۃ العوام، کنز اخبار، شمائل شریف وغیرہ۔

''شمائل شریف'' ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۰۷ء میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی۔ جس میں جناب نبی پاکؐ کے شمائل و خصائل کا بیان ہے۔ نعتیہ شعر حسبِ ذیل ہے:

ترجمہ: مکڑی کے جالے سے کبوتر کی آوازوں سے تیری ثنا
تورات و انجیل نے دی گواہی مبارک باد کی تشریف لائے ہمارے
نبیؐ، پیارے نبیؐ ذرہ ذرہ کرے اُن کی ثنا

مولانا حاجی نبو جان قلندرانی: ۱۲۶۷ھ، بمطابق ۱۸۵۱ء مستونگ کے قریب چوتو کے مقام پر تولد ہوئے۔ ۱۹۰۷ء میں طاعون کے مہلک مرض کے باعث انتقال کر گئے۔ تصانیف میں عمدہ البیان، ناسخ البلوچ، تحفۃ الغرائب، نصیحت نامہ۔ ''ناسخ البلوچ'' کی اشاعت ۱۹۵۷ء میں عمل میں آئی۔ نعت کا نمونہ ملاحظہ ہو:

ترجمہ: پاک نبیؐ تشریف لائے، احوال لے کر آئے
امر و نہی کرتے ہیں ہم بھی کریں پیروی مالک کی
جبرئیل اُن کے پاس آئے آسمانوں سے
پیغام مولا کا لائے کریں پیروی مالک کی

اسی طرح موصوف کی دیگر تصانیف ’’تحفۃ الغرائب‘‘ اور عمدۃ البیان‘‘ میں بھی نبی اکرمؐ کی شان میں نعت پیش کی گئی ہے۔

مولانا حاجی عبدالمجید چوتوئی: قصبہ ’’چوتو‘‘ میں پیدا ہوئے اسی نسبت سے ’’چوتوئی‘‘ مشہور ہوئے۔ مولانا نبو جان کے فرزند تھے۔ تصانیف میں مفرح القلوب، گلشن راغبین، تحفۃ الخلیل، شہد و شفا، غیرت الاسلام، جوش حبیب، شمعۃ القلوب، شمعۃ العشاق اور دُر المجید معروف ہیں۔

جملہ تمام تصانیف کی ابتداء حمد و نعت سے کی ہے، یہاں گلشن راغبین سے ہدیہ نعت بطور نمونہ تحریر ہے:۔

ترجمہ: مولا نے دی شان اعلیٰ، آنکھوں کی ٹھنڈک بڑھنے لگی
اور کوئی اُن کا ثانی نہیں، آنکھوں کا نور محمدؐ ہیں

مولوی عبدالباقی: ولدیت: حاجی نبی بخش لانگو، جمند زئی، ساکن: سور منگچر بلوچستان۔ چند تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں: تحفۂ منگچر، گلدستۂ منگچر، گلدستۂ عبرت، میدان محشر، گلزار جنت وغیرہ۔ مصنف کی تمام تصانیف کی ابتدا نعت سے ہوتی ہے۔

ترجمہ: آپؐ حشر کے دن شافی ہوں گے، شفاعت اپنی اُمت کی کریں گے
حشر کے میدان میں، جہاں ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہوگا
آپؐ شافی ہوں گے، شفاعت اپنی اُمت کی کریں گے

میر مراد علی ہستی رئیسانی: معلوم تحقیق سے ہستی کی دو تصانیف کا پتہ چلا ہے۔ ان کی پہلی کتاب ’’گلشن بلوچستان‘‘ ۱۹۳۶ء میں چھپی جبکہ ’’سکرات نامہ‘‘ ۱۹۵۸ء میں البرٹ پریس کوئٹہ سے شائع ہوئی۔ ان کی ثانی الذکر کتاب سے حضور پاکؐ کی شانِ عالی میں نذرانۂ عقیدت کا نمونہ درج ذیل ہے:

ترجمہ: اُمتی فریاد کر رہے ہیں، یا مصطفیؐ
فریاد کرتے ہیں اے دلبر خدا
وسیلہ کریں، ہمارا اور کوئی نہیں
تیرے سوا کوئی نہیں فریاد سننے والا

پیر محمد نیرغی: متعدد کتابوں کے مصنف ہیں ان کی شاعری کی پہلی کتاب قیام پاکستان کے دوسرے سال یعنی ۱۹۴۸ء میں ’’بازار سخن نیرغی‘‘ کے نام سے جبکہ دوسری تصنیف ۱۹۷۱ء میں ’’مہر و وفا‘‘ کے نام سے شائع ہوئی۔ ان کی تخلیق ’’مہر و وفا‘‘ سے اقتباس:

ترجمہ: میرے مولا نے کی ہے مہربانی
ہمیں بخش دی حضورؐ کی نشانی
جہان میں بڑی اُن کو عزت دی
معراج پہ بلا کر شرف بخشا

خلیفہ گل محمد نوشکوی: زود نویس قلمکاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی میں ان کی بہت ساری مطبوعات شائع ہوئیں۔ متعدد کتب موصوف کی وفات کے بعد طباعت کے زیور سے آراستہ ہوئیں۔ سچے عاشق رسولؐ تھے۔ روضہ

اطہر پر حاضری دیتے اور نعت لکھتے رہے۔ ''سیرت النبیؐ'' اور ''تاریخ الاسلام'' کو چار جلدوں میں شائع کرایا۔ دیگر مطبوعات میں گلشن مصطفیؐ، جذب الفقراء، تحفۃ الفقراء، گلدستہء نوشکوی، قاعدہ نوشکوی، مجربات نوشکوی، تحفہء خان قلات، تحفۃ الرئیسانی، قصیدہ شاہ فیصل، قصیدہ شاہ حسین، قصیدہ کرنا قذافی، پوسکنا دور تاریخ تعمیرات مسجد نبوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ خلیفہ صاحب کی تخلیق موسوم بہ ''تحفۃ البلوچ'' کی پہلی اشاعت ۱۹۴۶ء میں ہوئی جبکہ بارثانی اگست ۱۹۷۲ء کو شائع ہوئی جس میں نعت نگار نے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی ہے کہ نبی آکرمؐ کے روضہء اقدس کی جس نے بھی زیارت کی بھواس کے لیے نبیؐ پاک کی شفاعت واجب ہوئی:

ترجمہ: کہتے ہیں تجھ پہ سلام اے سرور
بعد از خدا تیرا نہیں کوئی ہمسر
روضے کی حاضری کا وعدہ ہے
شفاعت کو آپؐ کی واجب گردانتے ہیں

مولانا اسماعیل ذگر مینگل: براہوئی نظم میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی تصنیف ''یوسف زلیخا'' کئی جلدوں میں منظر عام پہ آئی۔ دیگر تصانیف میں ''شہادت شریف جنگ محمد حنیف''، جنگ زیتون، گفتار عاشق، جنگ نامہ حضرت علیؓ، کان غیرت، شہرت کی حامل کتابیں ہیں۔ شہادت شریف ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی جس میں نبی مکرمؐ کی توصیف وتعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

ترجمہ: حضورؐ آپ ہمارے سب کچھ ہیں
علیک الصلوٰۃ علیک السلام
ہم مل کر کرتے ہیں مدام
ہزاراں درود و ہزاروں سلام

حاجی محمد عمر جان شمی: شیرین آب (کنیتی) سے تعلق ہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں مثلاً نبہات العوام، تحفۃ المومنین، غزلیات عمر، ندائے السنۃ، راغب المسلمین، مشہور تصانیف ہیں۔ ''راغب المسلمین'' ۱۹۵۷ء میں مکمل اور ۱۹۵۸ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ کتاب مذکور میں اصحاب اکرام رضوان اللہ علیہا جمعین کی دین متین کے لیے تکالیف برداشت کرنے کا ذکر ہے، جس میں نعت شریف بھی شامل ہے۔

ترجمہ: نبیؐ پہ ہمیشہ درود سلام
علی کُل اہل و بیت کرام
مالک نے خود اُن کی تعریف کی
ہم بھی کرتے ہیں توصیف اُن کی

مولانا محمد عمر دینارزئی: بنگلوئی قبیلہ کے دینارزئی شاخ سے تعلق تھا۔ کئی تصانیف کے خالق تھے۔ جن میں سے معراج نامہ، معجزات مصطفیؐ، وفات نامہ رسول اکرمؐ، جنگ نامہ محمد حنفیہ، شادی نامہ بی بی عائشہؓ، جنگ نامہ خالد بن ولیدؓ، وفات نامہ بی بی خاتون جنتؓ اور دیگر کئی کتب کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ معجزات مصطفیؐ حصہ اول۔ تا سوم پہلی بار ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئی۔ جس میں نبی پاک کی شان میں مدح سرائی کی گئی ہے۔

ترجمہ: یہ صفت ہے خواجہ کی، سردار ہیں راج کے
خواجہ ہیں معراج کے لائق ہیں ہر تاج کے
محبت کی اعلیٰ مثال ہیں مالک کے رفیق ہیں
رب تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے نُور سے پیدا کیا

ملا عبدالحکیم مشواتی: ''چار باغ'' ملا عبدالحکیم کی تخلیق ہے۔ ۱۸۹۸ء میں چار زبانوں یعنی براہوئی، پشتو، فارسی اور عربی میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔ جسے تحقیق و تدوین کے ساتھ ڈاکٹر عبدالرزاق صابر ۲۰۰۲ء میں بارِ ثانی شائع کرایا۔ نعت نگاری کا نمونہ درج ذیل ہے:

ترجمہ: جو بھی اس جہان میں ہے دلوں میں یہ ارمان ہے
اے پیشوا اے خیر البشر تیرا قرب ملے
بندوں کو اپنے غلاموں میں شامل فرمایئے
اخلاق و صدق دلوں کو آپؐ نے عطا کیا ہے

بابا عبدالحق لاکھوریانی: بابا عبدالحق لاکھوریانی نے براہوئی اُردو، فارسی، بلوچی، اور عربی میں شاعری کی۔ ان کی دیگر شاعری دست بُردِ زمانہ کی نذر ہوگئی لیکن ان کی براہوئی شاعری کو ۱۹۹۲ء میں اثیر عبدالقادر شاہوانی نے دریافت کر کے براہوئی اکیڈمی کے توسط سے شائع کرایا۔ نمونہ نعتیہ کلام درج ذیل ہے۔

ترجمہ: لاکھوں دُرود لاکھوں سلام آپؐ پر
آنکھوں کے نُور صد دُرود صد سلام
رحمت اللعالمین ختم المرسل مولائے کُل
آپؐ کے لقب ہیں صد درود و سلام

میر گل خان نصیر: میر گل خان نصیر معروف مؤرخ، سیاستدان، شاعر اور محقق گزرے۔ تعلق مینگل قبیلہ سے تھا۔ براہوئی، بلوچی اور اردو میں خوبصورت شاعری کرتے رہے۔ ''مشہد نا جنگ نامہ' براہوئی زبان میں ان کی نوری نصیر خان کے بارے میں ''رزمیہ شاعری'' ہے۔ شاعر نے کتاب مذکور کی شاعری اپنے طالب علمی کے زمانے میں کہی تھی جو ۱۹۸۱ء میں براہوئی اکیڈمی کے توسط سے شائع ہوئی۔ کتاب کی ابتدا میں حمد کے بعد نعت میں سے کچھ تبرکاً پیش کرتا ہوں:

ترجمہ: کس کس خوبی کا کروں بیان
سرچشمۂ مہر و وفا ہیں آپؐ
اپنی امت کی بخشش کا ذمہ لیا ہے
قیامت کے دن کا آپؐ نے

قیام پاکستان کے بعد براہوئی شعری ادب میں (خاص کر ۱۹۶۰ء کے بعد) جہاں دیگر اصناف سخن میں براہوئی شعراء نے نت نئے انداز اپنائے۔ وہاں انہوں نے نعت کی طرف بھی توجہ کی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جدید اور جدید تر ادوار میں جہاں براہوئی شعراء کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے وہاں اچھی اور جاندار شاعری تخلیق ہو رہی

ہے۔ شعراء کے کلام کے مجموعے طباعت پذیر ہو رہے ہیں جن کی ابتداء ایمان و دینی عقیدے کی بنیاد پر حمد و نعت سے کی جاری ہے۔ چنانچہ ان شعراء کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے لیکن مجبوراً چند ایک شعراء کی تخلیق شدہ نعتوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

براہوی کے جدید شعراء میں سے تقریباً ہر شاعر نے ایک آدھ نعت ضرور کہہ رکھی ہے۔ ایسے شعراء کی فہرست خاصی طویل ہے جن کا تفصیلی ذکر اس جائزے میں ممکن نہیں ہوگا۔ ایسے شعراء میں جوہر براہوی، میر عبدالرحمٰن کرد، نادر قمبرانی، محمد اسلم پروانہ، ڈاکٹر عبدالرزاق صابر، پیر محمد زبیرانی، محمد یوسف موج، عادل قلندرانی، فتح محمد شاد، مولانا عبدالخالق ابابکی، طاہرہ احساس جتک، رحیم ناز، حاجی محمد حسن غمخوار، یسین بسمل، شاہ بیگ شیدا، صالح محمد شاد، پروفیسر عبدالواحد مینگل، ظاہر شمیم، اعظم مشتاق لہڑی، جبار یار، علی شیر ناز، ناطق امید براہوی، اکبر نسیم محمد شہی، عابد سلام، شاکر نصیر قمبرانی، ماجد عقیل محمد شہی، ہدایت اللہ پرتو بنگلزئی، وحید زہیر، عزیز اللہ عزیز براہوی، صابر ندیم، صادق ندیم، عبدالحیات منصور براہوی، مولوی نور احمد، محمد حنیف مزاج، محبوب صیاد براہوی، ڈاکٹر محمد اعظم بنگلزئی، عاصم فرید جمالدینی، عبدالصمد شاہین، محمد اسماعیل تجری، شہزاد نذیر، ساجد عزیز، افضل مراد، عبدالقیوم بیدار، عارف ضیاء، علامہ محمد عمر دین پوری، ذوق براہوی، حمید عزیز آبادی، غمخوار حیات ساسولی، منیر جان اثر رئیسانی، سعد اللہ غریب، نبی بخش انجم، نبی بخش انجم، مرزا عبدالرحمان صابر مینگل، مولوی عبدالرشید ہمدم، مولانا عبدالمجید مینگل، حسین بخش ساجد، ڈاکٹر عالم عجیب، عبدالکریم عابد دشت کلاتی، پروفیسر عبدالوحید مینگل، سعد اللہ غریب، شہزاد غنی، ملک ریاض علی بلوچ، عزیز مینگل، یوسف عجب، تاج محمد تاجل، عزیز راہی، مولانا محمد یعقوب شروای، زاہد براہوی، فہیم خان خلیل براہوی، شمس ندیم، میر عمر الفت، اقبال ناظر، عادل نسیم بطور خاص شامل ہیں۔

☆☆☆☆

واحد بخش بزدار

بلوچی شاعری میں نعت گوئی

بلوچی شاعری میں اگر چہ ایک علیحدہ اور باقاعدہ صنف سخن کے طور پر نعت گوئی کی منضبط روایت جدید بلوچی شاعری کی روایت ہی سے عبارت نظر آتی ہے، جہاں بلوچی ادب میں دوسری اصناف کی طرح نعت گوئی کو بھی بطور صنف سخن اپنانے کی شعوری کوششوں کا عمل دخل نمایاں نظر آتا ہے ۔ تاہم بلوچی کلاسیکی شاعری بالخصوص درمیانے عہد کی شاعری میں خالق ہستی اور سرور دو جہاںؐ کی مدح اور تعریف و توصیف کی ایک خوبصورت روایت دیکھنے کو ملتی ہے، جہاں کم و بیش ہر نظم کا آغاز خالق کائنات کی حمد اور نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف سے کیا جاتا ہے ۔

بلوچوں کے نسلی ماخذ سے متعلق ایک طویل تاریخی نظم جو پندرھویں صدی کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے، میں بلوچ قوم کے نسلی ماخذ اور مختلف ادوار میں ہونے والی ان کی ہجرتوں کا ذکر بڑی صراحت سے کیا گیا ہے، اس طویل نظم کا آغاز خالق ہستی کی حمد اور نبی کریمؐ کی تعریف سے ہوتا ہے ۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں
اور اس کی حمد بیان کرتا ہوں
جو سارے جہانوں کا والی ہے
جب سارا جہان فنا ہو جائے گا
صرف اس کی ذات باقی رہ جائے گی
ہم حضرت علیؓ کے پیروکار ہیں
ہم پاک نبیؐ کی امت ہیں
جو سارے جہاں کا سردار ہے

اس نظم کے علاوہ رند عہد کی کلاسیکی شاعری جو زیادہ تر رومانوی اور مزاحمتی موضوعات پر مشتمل ہے ۔ اس میں اگر چہ اس طرح کی روایت دیکھنے کو نہیں ملتی تاہم بلوچی کلاسیکی شاعری کا درمیانی عہد جو 1666ء سے لے کر 1850ء تک محیط ہے، اسے ''عہد خوانین'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے ۔ اس عہد کی اکثر و بیشتر نظموں کا آغاز حمد باری تعالیٰ اور نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف سے کی جاتی رہی ہے ۔

''عہد خوانین'' کے اس دور میں ایران اور افغانستان سے آئے ہوئے علماء نے عربی اور فارسی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا ۔ عربی اور فارسی کی درس و تدریس کی بدولت اس دور کی بلوچی شاعری میں ان اثرات کو بخوبی دیکھا جا سکتا ہے ۔ ان مدرسوں اور مکتبوں میں پڑھنے والے لوگوں نے فارسی کی تشبیہات و

استعارات اور فرہنگ کو جا بجا اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔ اس اعتبار سے اس دور کی شاعری کو ملاؤں کے دور کی شاعری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس زمانے میں ملا کی اصطلاح کسی مذہبی پیشوا یا دینی رہنما کے برعکس ہر خواندہ اور پڑھے لکھے شخص کے لیے مستعمل ہوتا تھا۔ اس عہد کے نامور شعراء میں جام درک، ملا پاؤل، ملا قاسم، ملا بوہیر، ملا نور محمد بمپشتی، ملا بائیان، ملا رگام وشی، ملا عومر، ملا بہرام، ملا بہادر مراستانی کے نام نمایاں ہیں۔

جام درک کا شمار اس عہد کے نامور شعراء میں سے ہوتا ہے۔ اگرچہ ان کی شاعری کی بنیادی سطح رومان ہے لیکن رومانوی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اخلاقی اقدار اور بلندی کردار کے زبردست حامی تھے۔ اور ان کی چند ایک نظمیں حمد باری تعالیٰ اور نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف سے مملو نظر آتی ہیں۔

جو مالکِ حقیقی سے محبت کرتے ہیں
وہ منکروں سے بیزار ہیں
ان کے لباس سے خاکساری جھلکتی ہے
وہ آنحضرتؐ پر درود بھیجا کرتے ہیں
کردگارِ عالم کی حمد کہتے ہیں
سرما کی ٹھنڈی راتوں کو آہ وزاری کرتے ہیں۔

(اردو ترجمہ: مٹھا خان مری)

اس ضمن میں جام درک کی ایک اور نظم ”اے میری جان“ نہایت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ جس میں اس نے حمد باری تعالیٰ کے ساتھ ساتھ آنحضرتؐ کا ذکر مبارک بڑی عقیدت و احترام سے کیا ہے۔

میری جان پرہیز لازمی ہے
برے کاموں سے دور رہنا، ضبطِ نفس سے کام لینا
خدا کے نام کا ورد کیا کرنا
لامکاں کی بارگاہ میں عجز و نیاز کے ساتھ عرض معروض کرنا
۔۔۔خدایا محمدؐ کے صدقے ہماری خطائیں بخش دے
پیغمبروں کی دوستی کے صدقے
جہاں اعمال تولے جائیں گے
وہاں نہ شور ہوگا نہ شغب
نہ ہی غریبوں پر زیادتی ہوگی
اس دن کے لیے ہمیں پیغمبرؐ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما

(اُردو ترجمہ: مٹھا خان مری)

جام درک کے علاوہ اس عہد کے نمایاں اور نامور شاعر ملا پازل ہیں۔ وہ ایک انتہائی عالم و فاضل شخص تھے۔ انہیں اسلامی علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ ان کی شاعری پر حافظ شیرازی کا رنگ نمایاں نظر آتا

ہے ۔ ملا پازل کی متعدد نظموں میں مثلاً پنت، مرگ ءِ شیئر، کوفہ ءِ مہرنگ اور رہالو میں نبی کریمؐ کی تعریف وتوصیف بیان کی گئی ہے ۔ اس کے علاوہ ان کی نظم ''معراج'' میں واقعہ معراج کو نہ صرف بڑی صراحت سے بیان کیا گیا ہے بلکہ اس میں انہوں نے حضور پاکؐ سے اپنی بے پناہ محبت اور عقیدت کا اظہار کیا ہے ۔

یہاں ان کی نظم ''مکاریں دنیا'' کے ابتدائی اقتباسات ملاحظہ کیجیے جس میں حمد باری تعالیٰ کے بعد نبی کریمؐ کی تعریف وتوصیف بیان کی گئی ہے ۔

میں سب سے پہلے ذات باری تعالیٰ کو یاد کرتا ہوں
اس ذات پاک کی حمد بیان کرتا ہوں
سرور کونینؐ کی تعریف وتوصیف کرتا ہوں
ان کے حضور درود وسلام کی سوغات پیش کرتا ہوں

اپنی نظم ''کوفہ ءِ مہرنگ'' میں ملا پازل نبی کریمؐ کے حضور محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے کہتے ہیں:

محمدؐ کا دین برحق ہے
جو بھی اس میں شک کرتا ہے
قبر میں اس کے لیے سخت عذاب ہے
اور بالیقین اس کا ٹھکانہ جہنم ہے

ملا عومر اور ملا بہرام کی شاعری میں مذہبی عقائد اور اصلاحی واخلاقی رجحانات ومیلانات کی عکاسی نمایاں نظر آتی ہے ۔ یہاں ان کی شاعری کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے جس میں حمد باری تعالیٰ کے بعد سرور کونینؐ کی مداحت سرائی کی گئی ہے ۔

سحرگاہ میں خدائے ستار کو یاد کرتا ہوں
پھر محمد مصطفیٰؐ کو جو کہ صاحب دین ہیں
وہ سچی مومن اور صادق ہیں
خدا ایک ہے اور وہی بخشش والا ہے
تیرے کارکن بے حد وحساب ہیں
اس نے ایک دنیا تخلیق کی
ہر جاندار کا تو ہی روزی رساں ہے
تو غریب پرور اور گرسنہ کا روزی رساں ہے
محمد مصطفیٰؐ تمام نبیوں کے سردار ہیں
شافع محشر، روز محشر مری مدد کیجیے
مجھے قیامت کے دن عذاب سے بچایئے

(ملا عومر مری ۔ اردو ترجمہ: غوث بخش صابر)

میں سب سے پہلے اللہ کا نام لیتا ہوں
صد ہزار دفعہ شکر الحمد اللہ کہتا ہوں
دن رات قل ھو اللہ پڑھتا ہوں
اور یقین کے ساتھ آمنت باللہ کہتا ہوں
حٰم اور سورۃ طٰہٰ کا ذکر کرتا ہوں
اس کے بعد نعت مصطفیٰؐ کہتا ہوں

(ملا بہرام ۔ اردو ترجمہ: سید ظہور شاہ ہاشمی)

بلوچی کلاسیکی شاعری کے آخری دور کے شعراء میں مولانا حضور بخش جتوئی، پہلوان فقیر، فیصل فقیر، مست توکلی، چگھا بُزدار، جوانسال بگٹی، رحمٰن بزدار وہ اہم نام ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ کی شان میں جذبہ خلوص کے ساتھ نعتیہ اشعار لکھے ہیں ۔ اور ان کے دلوں میں نبی کریمؐ سے عقیدت و محبت کا جذبہ موجزن نظر آتا ہے ۔

مولانا حضور بخش جتوئی جن کا تعلق بلوچی اور براہوئی ادب کے اہم دبستان فکر ''مکتبہ درخانی'' سے تھا ۔ مکتبہ درخانی کے علماء نے عیسائیوں کی تبلیغ کے ردعمل میں بلوچی اور براہوئی ادب میں دینی ادب پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ نعت گوئی کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا ۔

توکلی مست بلوچی ادب کے بڑے اہم نام ہیں اگر چہ وہ بنیادی طور پر محبت اور امن و آشتی کے شاعر تھے ۔ اورانہوں نے محبت کے اعلیٰ و ارفع جذبہ کو عطیہ خداوندی قرار دیکر بلوچ سماج میں محبت اور امن کا نعرہ بلند کیا ۔ لیکن انہوں نے اپنی شاعری میں خالق کائنات کی تعریف و توصیف کے ساتھ سرورکونینؐ اور اہل بیت سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار نہایت خوبصورت استعاراتی پیرائے میں کیا ہے ۔

جوانسال بگٹی کی شاعری دینی افکار، تصوفانہ فکروخیال اور اخلاقی و اصلاحی موضوعات کا احاطہ کرتی ہے ۔ ان کی شاعری آنحضرتؐ کے حضور پیش کیے گئے درودوسلام کی خوشبو سے معطر نظر آتی ہے ۔

محمدؐ آپ سے راضی خدا ہے
محمدؐ امتوں کا رہنما ہے
محمدؐ جو کہ اعجاز خدا ہے
محمدؐ ہر دکھی دل کی دوا ہے

(اُردو ترجمہ: غوث بخش صابر)

بلوچی ادب کی ایک صنف ''لقاہ'' ہے ۔ جسے مشرقی بلوچی ادب میں ایک خاص مقام حاصل ہے ۔ یہ ایک بامقصد نظم ہوتی ہے جس میں شاعر اخلاقی اور اصلاحی موضوعات پر خامہ فرسائی کے ساتھ ساتھ سماجی اقدار و روایات کے مثبت اور تعمیری پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ لقاہ کا آغاز حمد باری تعالیٰ اور سرورکونینؐ کی مدح سے ہوتا ہے ۔ کوہ سلیمان کے نامور شعراء چگھا بزدار، رحمٰن بزدار، محمود لدوانی بزدار، لدھا بزدار، پلیہ کھوسہ، موار ہان بزدار، حافظ محمد حیات بزدار، سید محمد رمضان شاہ کو ''لقاہ گوئی'' میں منفرد مقام حاصل ہے ۔

چگھا بزدار کی تمام تر شاعری تصوفانہ افکار، ذات باری تعالیٰ کی حمد اور عشق رسولؐ سے عبارت ہے ۔

ان کی شاعری میں جا بجا سرورِ کونینؐ سے عقیدت و محبت کا اظہار ملتا ہے ۔

اے اللہ تو لاشریک اور طاقت ور بادشاہ ہے
تو ہر پیدائش سے پہلے موجود تھا اور چودہ طبق کا مالک ہے
سات آسمان اور زمینیں اپنے دوست محمدؐ کی خاطر تخلیق کیے
اور دونوں جہانوں کی بادشاہی کا تاج محمدؐ کے سر پر رکھا

(اردو ترجمہ: غلام قادر بزدار)

اے اللہ تو لاشریک اور زبردست طاقت والا ہے
تو ہر کام پر قدرت رکھتا ہے اور جو چاہتا ہے کرسکتا ہے
اگر تیری نظرِ کرم ہو جائے سمجھو دریائے رحمت کا رخ ہماری طرف پھر گیا
نبی پاکؐ پر قربان جاؤں جو قیامت میں میری شفاعت کریں گے ۔

(اردو ترجمہ: غلام قادر بزدار)

چگھا بزدار کی طرح جاپلیہ کھوسہ بھی خدا دوست اور صوفی منش شاعر تھے ۔ ان کی تمام تر شاعری حمد و نعت اور پند و نصائح پر مشتمل ہے ۔ یہاں ان کی ایک نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جہاں انہوں نے حمد باری تعالیٰ کے بعد سرورِ دو جہاںؐ کی ثنا خوانی کی ہے ۔

شرک سے ہے پاک تو اے بادشاہِ کائنات
سب کی رازق اور پالن ہار ہے اک تیری ذات
بے گماں تو پاک ہے، رحمٰن ہے اے ذوالجلال
تو غنی ہے، تیری ہستی ہے بے مثال و لازوال
مہرباں ہے، قہرماں ہے تو ہے سب سے بے نیاز
نورِ سرورؐ سے کیا تو نے جہاں کو سرفراز
روشنی جس کی دکھاتی ہے صراطِ مستقیم
وہ رسولِ پاکؐ، احمد مجتبیٰؐ، درِ یتیمؐ
ہے نبی محترمؐ کی ذات محبوبِ خدا
ہر طرف جس کی تجلّی نے اجالا کر دیا

(اُردو ترجمہ: ظہور احمد فاتح)

اسی طرح محمود ولد وانی اپنے عہد کے قادر الکلام شاعر تھے ۔ ان کی شاعری میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد نبی کریمؐ کی ثنا خوانی دیکھنے کو ملتی ہے ۔

اے خدائے مہرباں میں تیری قدرت کے نثار
تیری تخلیقات ہیں بے مثل، بے حد، بے شمار

میری آنکھوں کی ضیا پیغمبر ذیشانؐ ہے
ترجمان صدق اصحاب نبیؐ کی شان ہے

(اردو ترجمہ: ظہور احمد فاتح)

ملا لدھا بزدار کی بیشتر شاعری حمد و ثناء اور پند و مواعظ پر مشتمل ہے۔ یہاں ان کی ایک نظم کے چند چیدہ اشعار کا منظوم اردو ترجمہ ملاحظہ ہو جس میں ذات باری تعالیٰ اور نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے۔

اے خدائے پاک تو ہے دو جہاں کا بادشاہ
ہیں بہت سے عیب مجھ میں، بخش دے میرے گناہ
واسطہ تجھ سے تیرے محبوبؐ کا، کر یہ کرم
ہو مجھے فردوس میں رضوان کی صحبت بہم
ہو شفاعت یا نبیؐ، سب قرض میرے ہوں ادا
تو شفیع نیک و بد ہے، تجھ سے ہے یہ التجا

(اُردو ترجمہ: ظہور احمد فاتح)

اس کے علاوہ ''دستانغ'' جو بلوچی ادب کی ایک قدیم اور مقبول عام صنف سخن ہے اور مشرقی بلوچستان میں اس صنف سخن کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ دستانغ کے آغاز میں حمد کے بعد نعتؐ ایک لازمی جز و رہی ہے اور موجودہ عہد میں بھی یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

کلاسیکی شاعری کی اس خوبصورت روایت کے ساتھ ساتھ جدید بلوچی شاعری میں نعت گوئی کو ایک باقاعدہ اور نمایاں صنف سخن کا مقام حاصل ہے۔ جسے بلوچی میں ''وزبت'' کہا جاتا ہے۔

جدید بلوچی شاعری میں نعت گو شعراء میں محمد حسین عاجزؔ، قاضی عبدالرحیم صابر، عطا شاد، مومن بزدار، اسحاق ساجد بزدار، سید غلام علی شاہ مسافر، پیر محمد زبیرانی، عاجزؔ جمشیر زئی، کوہر حسین آبادی، یار محمد نوقلاتی، ابراہیم عابد، منظور بلوچ، نور احمد نظامی ملنگ، فریدالدین بزدار، عنایت اللہ قوی اور غلام قادر بزدار کے نام نمایاں ہیں، جن کے نعتیہ کلام میں سرور کونینؐ سے بے پناہ محبت اور عقیدت کا اظہار ملتا ہے۔ جبکہ اس سلسلے میں محمد حسین عاجزؔ، قاضی عبدالرحیم صابر اور ابراہیم عابد کے نعتیہ کلام کے مجموعے علی الترتیب کلام عاجزؔ، ساقیِ کوثرؐ 1984ء اور مادنیں راہ 1987ء کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ کلام عاجزؔ میں نعتیہ کلام کے ساتھ ساتھ حمد بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ غلام قادر بزدار کا حمدیہ اور نعتیہ کلام کا مجموعہ ''مرج البحرین'' کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔

الغرض بلوچی شاعری میں عہد قدیم سے سرور دو جہاںؐ سے عقیدت اور محبت کی جو خوبصورت روایت چلی آرہی تھی، دور جدید میں اب یہ خوبصورت روایت ایک باقاعدہ اور توانا صنف سخن کی صورت اختیار کر چکی ہے۔

☆☆☆☆

جاوید احساس

پشتو نعت۔۔۔ ایک جائزہ

نعت حضور پُر نورؐ سے عشق وعقیدت کا ایک فنی، تخلیقی مظہر ہے۔ اس کا مزاج توصیفی اور منہاج جمالیاتی ہے۔ اس کے رنگ میں نور، نور میں سرور اور سرور میں سوز و گداز پایا جاتا ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ اس بے مثال ہستی سے عشق وعقیدت کے اظہار اور اس کے کردار و شخصیت کے اقرار و اعتراف کے طور پر کہی جاتی ہے۔ جس کا ذکر خیر اگر ایک طرف تورات و زبور میں اپنا وجود و نمود رکھتا ہے تو دوسری جانب انجیل میں بھی آپؐ سے متعلق مختلف حوالے زبان قال سے گویا اور زبان حال سے گواہ ہیں کہ:

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں تو نہ صرف ایک آفاقی اسلوب میں نعت نبیؐ کہی گئی ہے بلکہ نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجنے کے حکم کے ساتھ ساتھ نعت کی تخلیق و تہذیب کی جانب بھی واضح اشارے کیے گئے ہیں۔ صلوا علیہ و سلموا تسلیما، اسوۂ حسنہ، خلق عظیم، لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی، ورفعنا لک ذکرک اور رحمۃ العالمین قرآنی آیات کے وہ جمال پارے ہیں جن میں جہاں انتہائی اعلیٰ انداز میں مدحت رسول بیان کی گئی ہے، وہاں ثنائے رسول کے ضمن میں آواز و الفاظ کو بھی ہالۂ تہذیب کے اندر رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں احادیث میں بھی متعدد مقامات پر تخلیق نعت کے اساسی محرک و جوہری جذبے کو بیّن و معین طور پر جہت آشنا کیا گیا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کا یہی حکم اور افضل البشرؐ کی یہی حکمت ہے جس پر نہ صرف فرزندان توحید نے عمل بالقلم کیا بلکہ دیگر مذاہب سے وابستہ شعراء نے بھی سردار کونینؐ کے دربار دُربار میں گلہائے عشق و عقیدت پیش کرتے ہوئے آپؐ کی رحمت اللعالمینی کے سایۂ عاطفت میں بیٹھ کر کہا:

کچھ عشق محمد میں نہیں شرط مسلماں
ہے کوثری ہندو بھی طلبگار محمد (دلورام کوثری)
عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں (کنور مہندر سنگھ بیدی)

حیرت مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ منور سلسلہ یہاں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ تاریخ ادب عالم کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت سے قبل بھی نعتیہ شاعری کے نادر نمونے دستیاب ہیں۔ اس ضمن میں ایک یہودی بنیامین قرظی کے نعتیہ جذبات اور تبع شاہ یمن جو شہر نبیؐ پر حملہ آور ہوا تھا، کے نعتیہ اشعار حوالے کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہیں۔

یہودی بنیامین قرظی نے تبع سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

''تو اس مقدس شہر پر غلبہ حاصل نہیں کرسکتا کیونکہ یہ دیار ایک قریشی نبیؐ کی رہائش گاہ بننے والا ہے''

''جواب آں نعت'' کے طور پر شاہ یمن نے بے ساختہ انداز میں یہ شعر کہے تھے:

''اس نے مجھے نصیحت کی کہ میں اس آبادی سے ہٹ جاؤں جو محمدؐ کی وجہ سے محفوظ رکھی گئی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ احمد اللہ کے رسول ہیں جو پیدا ہونے والے ہیں اگر میری عمر ان کی عمر تک لمبی ہوئی تو میں ضرور ان کا وزیر اور ابن عم بنوں گا''۔ اسی طرح نجران کے پادری قیس بن ساعدہ کے درج ذیل نعتیہ اشعار بھی ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں جو خوشبوئے حمد سے معطر ہیں۔

''سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مخلوق کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ اس نے ہم میں احمد کو بھیجا اور بہتر نبی مبعوث کیا جب تک قافلے اللہ کے گھر کا حج کرتے ہیں ان پر درود و سلام بھیجا جاتا رہے گا''

اس کے علاوہ آپؐ کی ولادت کے بعد آپؐ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہؓ کے اولین نعتیہ احساسات ''وہ غلاموں اور درماندہ لوگوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنے والا ہے'' اور آپؐ کی بعثت کے بعد آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ذریں نعتیہ تاثرات ''آپؐ مہمانوں کی خاطر تواضع اور غریبوں یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرتے ہیں'' کو بھی نعتیہ ادب کے ذیل میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

اگرچہ متعدد صحابہ کرامؓ نے سرورِ کونین کی سیرت و شخصیت، جلال و جمال اور محامد و محاسن کے مختلف رنگوں پر نعتیہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ لیکن روشنی کے اس سفرِ وسیلۂ ظفر میں حضرت کعب بن زہیرؓ، عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کو بجا طور پر کاروانِ منزل نشاں قرار دیا جا سکتا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت جو ''شاعر دربار رسالت'' کے منصب جمیلہ و جلیلہ پر فائز ہیں، نے آپؐ کے حسن و جمال کو بھرپور فنی تابندگی اور کمال فکری توانائی سے بیان کرکے بات کو ختم اور قصہ کو مختصر کر دیا۔

ے واحسن منک لم ترقط عینی

واجمل منک لم تلد النساء

ترجمہ: آپؐ سے بڑھ کر حسین و جمیل میری آنکھوں نے نہیں دیکھا اور آپؐ سے بڑھ کر افضل و اعلیٰ انسان دنیا کی کسی عورت نے کبھی نہیں جنا''

خوش جمال منظر یہ ہے کہ نعت گوئی کے اس مقدس قافلے میں صحابہ کبارؓ کے ساتھ صوفیاء، فقراء، شعراء، علماء، فقہاء، مجتہدین، مفکرین اور متعدد بادشاہ بھی شامل و شریک ہیں۔ جنہوں نے اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی زبان مثلاً عربی، فارسی اور اردو وغیرہ میں فنی جمال سے معمور اور فکری کمال سے مالامال نعتیں کہی ہیں۔ ایک طرف اگر عربی میں حضرت شیخ محمد بن سعید بوصیریؒ نے قصیدہ بردہ شریف کی صورت میں ایک ایسی لازوال نعتیہ تخلیق پیش کی ہے۔ جو فنی بلندی، فکری گہرائی اور جذبہ خلوص کی صداقت کے اعتبار سے بے مثال ہے تو دوسری طرف فارسی میں سعدی شیرازی، مولانا جامی، بیدل اور جلال الدین رومی کی نعتوں کا جواب نہیں تو تیسری جانب اردو میں مولانا حالی، اقبال، مولانا احمد رضا بریلوی، ماہر القادری اور حفیظ تائب اور پشتو میں رحمان بابا کی نعتیں اور نعتیہ اشعار بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر چند ان نعت نگاروں کی نعتیں عشق و عقیدت کی خوشبو سے سراپا معطر و معنبر ہیں تاہم کہیں بھی غلوئے عقیدت یا جوش جذبات کے باعث حد اعتدال سے تجاوز روا نہیں رکھا گیا۔ اور یوں نبوت والوہیت کے درمیان

حدامتیاز کو بہرصورت برقرار رکھا گیا ہے۔ درج بالا نعت نگاروں کی اصل کامیابی یہ ہے کہ ثنائے رسول بیان کرتے ہوئے انہوں نے جہاں ادب رسالت کا بھرپور خیال رکھا ہے، وہاں خالق کائنات کے مقام پر بھی کوئی آنچ نہیں آنے دی ہے۔ یہی فنی توازن اور فکری اعتدال ہے جو متذکرہ بالا شعراء کے نعت کے حدود وامکانات ولوازمات پر عبور کا پتہ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے ذوق وظرف کے مطابق نعت کے فنی سیاق وسباق اور فکری تناظر کو بھی وسعت آشنا کیا ہے۔ عقیدت کا یہی وفور اور فن پر یہی عبور جس کے نتیجے میں تخلیقی توازن سامنے آتا ہے، نعت نگاری کا بنیادی مطالبہ ہے۔ ورنہ صرف یہی نہیں کہ در محبوب تک رسائی نصیب نہیں ہوتی بلکہ گمراہی وگمنامی بھی مقدر ٹھہر سکتی ہے۔

اگر غور کریں تو حقیقت بھی یہی ہے کہ نعت لکھنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ صاحب جمالؐ کے حسن وجمال اور سیرت مطہرہ کا ذکر کرتے ہوئے قدم مقدم پر محتاط روی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں نوا کو نرم اور حدی کو حدبند ہونا پڑتا ہے۔ کیونکہ:

؎ ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنیدؒ و بایزید اینجا

پس معلوم ہوا کہ نعت نگاری میں عشق وعقیدت کا جذبہ ایک اساسی جذبہ محرکہ ہے ہی کہ اس کے بغیر نعت نگاری کا جواز ہی باطل وبے بنیاد ٹھہرتا ہے۔ تاہم اس کے اظہار میں اس طوفان وطغیان کو راہ ہرگز نہیں دی جاتی جو دیگر اصناف میں تو شاید ایک مواج قوت کے طور پر بروئے کار لایا جا سکے لیکن نعت میں اس کی گنجائش نہیں ملتی۔ البتہ جذب وکیف اور سرشاری کی کیفیت کو مطلوب ومستحسن قرار دیا جاتا ہے لیکن واضح رہے کہ یہاں بھی آشفتگی وشوریدہ سری کی اجازت ہرگز نہیں دی جا سکتی۔ کیونکہ نعت میں حدبندی اتنی سخت ہوتی ہے کہ اس ضمن میں تشبیہ واستعارے اور کنایے کو بھی بے مہار آزادی سے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائیکہ براہ راست اظہار واندازِ تخاطب۔ کہنے کا مقصود یہ ہے کہ نعت نگاری میں حضورِ پُرنورؐ سے عشق وعقیدت اور ادب واحترام کے جذبات کے ساتھ ساتھ فکری توازن کا سلیقہ اور جمالیاتی اظہار کا قرینہ بھی مطلوب ہے۔ یہاں خامہ فرسائی نہیں ''خامہ رسائی'' کی سعی کی جاتی ہے۔ تاہم ناکامی اور ناتمامی کا احساس بہرحال موجود رہتا ہے۔ انہی عناصر کے آمیزے سے نعت کی فنی وفکری جمالیات وشعریات مرتب ہوتی ہے۔

درج بالا اقتباسات سے یہ حقیقت واضح طور پر مترشح ہوتی ہے کہ جہاں ہر دور اور ہر زمانے میں فرزندان اسلام نے کسی نہ کسی صورت میں منثور یا منظوم نعتیں کہی ہیں، وہاں مسلمانوں اور ان کی زبانوں کے علاوہ دیگر مذاہب اور زبانوں کے شعراء نے بھی ایوان نعت میں فن وعقیدت کے رنگا رنگ پھول پیش کیے ہیں۔ نمائندہ نعت نگاروں کی نعت کو پیش نظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے نعت کی جمالیات وشعریات کی قابل تحسین وقابل تقلید رعایت ملحوظ رکھی ہے۔ جمالیات وشعریات کی یہی ملحوظ رعایت ہے جو بعد میں آنے والے نعت نگاروں کے لیے ایک محفوظ روایت کا کام دے رہی ہے۔

پشتو زبان اور پشتون شعرا بھی نعتیہ ادب کی اس روشن ورواں روایت سے نہ صرف بھرپور اکتساب نور کر رہے ہیں بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ پشتون شعراء من حیث المجموع اس میدان میں کسی سے بھی پیچھے نہیں تو نادرست نہ ہوگا۔ چونکہ پشتونوں کی مذہب سے پیروکارانہ پیوستگی اور نبی کریم سے والہانہ وابستگی میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں اس

لیے نعت کہنا یا سننا ان کی مذہبی وتہذیبی نفسیات کا ایک بنیادی داعیہ ہے۔ جس سے کسی عنوان صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ نعت نگاری پشتون شعراء کے نزدیک نہ صرف مذہبی فریضہ ہے بلکہ ایک نفسیاتی وظیفہ کی ادائیگی کے مماثل بھی ہے۔ جس سے مشام جاں معطر اور قلب وایماں منور ہوتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دیگر مشرقی زبانوں کے اکثر کلاسیکی شعراء کی طرح پشتو کے کلاسیکی ومتقدمین شعراء میں سے کسی نے بھی انفرادی طور پر نعت کا کوئی باقاعدہ مجموعہ یادگار چھوڑا ہے اور نہ ہی ان شعراء کے ہاں مجموعی طور پر نعت کا وافر ذخیرہ موجود یا معتد بہ سرمایہ دستیاب ہے۔ جس کی موجودگی ودستیابی کی صورت میں نعت نگاری کی مستقل روایت وجود پذیر ہو سکتی اور یوں تاریخی تسلسل کے ساتھ بغیر کسی فنی دراڑ اور فکری شگاف کے نمو پذیر رہ کر نو بہ نو امکانات اور تازہ بہ تازہ رجحانات کے ساتھ آگے بڑھتی۔

تاہم متعدد شعراء کے دواوین کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں مذہبی رجحان ودینی روایت کے مطابق حمد کے بعد نعت کو شامل دیوان کیا گیا ہے وہاں غزلوں اور دیگر منظوم اصناف میں بھی نعتیہ اشعار کے نمونے ڈھونڈے جا سکتے ہیں۔ اس ضمن میں صاحب سیف وقلم خوشحال بابا، شاعر اخلاق وانسانیت رحمان بابا، احمد شاہ ابدالی، ملا الف ہوتک، مرزا خان انصاری، عبدالقادر خٹک، علی خان، کاظم خان شیدا، معز اللہ مہمند، خواجہ محمد بنگش، شمس الدین کاکڑ، حافظ الپوری اور پیر محمد کاکڑ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔

خوشحال بابا کی نعت پہلے ہی مصرعے سے قرآن پاک سے اکتساب نور کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے ہر ہر شعر میں حضور پرنور سے عشق وعقیدت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن محسوس ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس میں جہاں جملہ انبیائے کرام کو "ثنا خوان محمدؐ" بتایا گیا ہے اور یوں آپؐ کو افضل البشر وامام انبیا ٹھہرایا گیا ہے، وہاں عرفان محمدی کو عرفان خداوندی کا ایک وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ جسے ایک بڑی فکری، جمالیاتی وتخلیقی جست سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ خوشحال بابا کی نظر میں نبی کریمؐ نہ صرف شافع محشر ہیں بلکہ دونوں جہانوں میں غم کے ماروں کے لیے ماویٰ وملجا کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔

لاس دی لگولی ما خوشحال پہ دواڑہ کونہ
غم اندوہ مے نشتہ پہ دامان دمحمدؐ

ترجمہ: میں دامان محمدؐ سے جو وابستہ ہوا ہوں
تو قید وبند غم سے سربسر رہا ہوا ہوں (مترجم: راقم الحروف)

رحمان بابا کی نعت بلا شبہ اپنی مثال آپ ہے اس میں عشق رسول اپنی بلندیوں، عقیدت رسول اپنی انتہاؤں اور احترام رسول اپنی گہرائیوں تک پہنچتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ یہاں حضور پرنورؐ کو منبع نور، رہبر ورہنما، خاتم الانبیا، وجہ تخلیق کائنات، مصلح انسانیت، پیشوائے امت اور محسن انسانیت بتایا گیا ہے۔ مذکورہ نعت کے چند شعر ملاحظہ کیجیے:

کہ صورت دمحمدؐ نہ وے پیدا
پیدا کڑے بہ خدائے نہ وو دا دنیا
کل جہان دمحمدؐ پہ تخ پیدا شہ

محمدؐ دے د تمام جہان آبا
نبوت پہ محمدؐ باندے تمام شو
نشتہ پس لہ محمدہ انبیاء
زہ رحمان د محمدؐ د رخا کروب یم
کہ مے خدائے نہ کالہ دے درہ جدا

ترجمہ: طہٰ خان

گر تیری صورت مصور وضع فرماتا نہیں
دو جہاں کو زندگی کا سانس بھی آتا نہیں
کاتبِ تقدیر بھی پیدا نہ کرتا کائنات
نام تیرا وہ اگر تحریر میں لاتا نہیں
تُو کمالِ کاملیت اختتامِ انبیاء
یہ عمل اللہ تیرے بعد دہراتا نہیں
میں تو ہوں رحمان اس دہلیز کا جاروب کش
گر نہ لے جائے خدا اس در سے میں جاتا نہیں

عشق وعقیدت میں ازاول تا آخر ڈوبی ہوئی اس نعت سے لہجے کی وہ لطافت ،لفظیات کی وہ شیرینی ،کیفیات کا وہ رس روحانیت کی وہ خوشبو، جذبے کی صداقت اور تجربے کا وہ خلوص چھلک رہا ہے جس نے اس کی تاثیر کو بلاشبہ ہمہ گیر کردیا ہے۔ پختونخوا کا کون سا فرد ہوگا جس نے درج بالا نعت کے دو چار شعر حفظ نہ کر لیے ہوں اور اس کی قرأت یا زمزمہ سنجی کے وقت اپنے دل ودماغ میں عشق نبی کی حدت محسوس نہ کی ہو۔ یقیناً مذکورہ نعت اپنی اثر آفرینی اور قبولیت عام کے لحاظ سے بے مثل وبے نظیر ہے۔ اس میں اگر ایک طرف مرتبہ رسالت ومقصد رسالت کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے تو دوسری جانب ”عبدہٗ“ اور ”وحدہٗ“ کے مابین حد امتیاز بھی برقرار رکھی گئی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہاں نعت کے محبوب کو غزل کے محبوب سے ہر حوالے سے اعلیٰ وارفع اور ممتاز ومنفرد رکھا گیا ہے اور ان کے مابین فنی وفکری سطح پر ایسی حد فاصل کھینچ دی گئی ہے جسے عبور کرنا تا ابد ناممکنات وممنوعات میں شامل ہوگیا ہے۔ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ خوشحال ورحمان کی یہی عرفانی ووجدانی نعتیں ہیں جن سے پشتو نعت کی، محدود سطح پر ہی سہی، جمالیات وشعریات مرتب کی جاسکتی ہے۔

خوشحال اور رحمان کے بعد جن کلاسیکی شعراء نے بھی نعتیں یا نعتیہ اشعار کہے انہوں نے قرآن وسنت سے استفادہ کرتے ہوئے مقدور بھر کچھ دیگر موضوعات کو بھی نعت کا حصہ بنایا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان شعراء نے حضور پرنورؐ کا نام نامی لے کر براہ راست انداز تخاطب سے ممکن حد تک گریز کیا ہے۔ بلکہ اس کی جگہ استعارے کا استعمال بہتر اور برمحل گردانا ہے۔ مثلاً:

اے پہ فرق د آدم تاجہ
د تمام عالم سراجہ (کاظم خان شیدا)

ترجمہ: فرقِ آدم پہ ایک تاج ہیں آپؐ
بزمِ عالم میں اک سراج ہیں آپؐ (راقم الحروف)

استعاروں کا یہ استعمال اگر ایک طرف شاعر کی قدرتِ فن پر دلالت کرتا ہے تو دوسری جانب احترام رسالت کو حرزِ جاں وحرزِ زباں بنائے رکھنے کا ثبوت بھی مہیا کرتا ہے بفرض محال جب کبھی نام لے کر براہ راست انداز کی صورت پیدا بھی ہوئی ہے۔ تو وہاں دربار نبویؐ میں استمداد واستغاثہ کی جاں گداز کیفیت نے اسلوب پر ملائمت کی ایسی شبنم چھڑکی ہے جس سے نوائے نعت بڑی حد تک متوازن اور فضائے نعت کافی حد تک معتدل ہوئی ہے۔

بیسویں صدی مجموعی اعتبار سے انقلاب دانش حاضر سے عبارت ہے۔ اسی دانش حاضر کے طفیل زندگی ایک بہت بڑے تغیر وتبدل سے آشنا ہوئی ہے۔ اس سے اگر ایک طرف زندگی کے اکثر وبیشتر شعبے روبہ تغیر ہو کر مائل بہ ارتقاء ہوئے ہیں تو دوسری جانب کچھ نئی اصناف ادب میدان ادب میں اترنے کے ساتھ کچھ پرانی اصناف نے بھی تازہ تر تخلیقی انگڑائی لی ہے۔ نعت نگاری نے بھی اسی فضاء سے اپنے لیے نشاۃ ثانیہ کشید کی ہے۔ گزشتہ صدی کے نعتیہ ادب پر نگاہ دوڑانے سے پتہ چلتا ہے کہ پچھلی صدی کے نصف آخر میں نعت کی جانب باقاعدہ توجہ دی گئی ہے اور نعت ایک سنجیدہ مذہبی معاملہ اور گہری روحانی سرگرمی سمجھ کر کہی گئی ہے۔ اس دور میں جہاں کافی تعداد میں نعت کے مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں وہاں ہر قابل ذکر شاعر نے کسی نہ کسی طور نعت یا گاہے گاہے نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ یہ سلسلۂ نور وسرور ابھی تک کسی نہ کسی صورت میں جاری وساری ہے۔

عبداللہ استاد جسے بابائے نعت بھی کہا جاتا ہے نے تقریباً 15 نعتیہ مجموعے نعتیہ ادب کو تفویض کیے ہیں۔ ''اسرار''، ''بحر العمیق''، ''دنعتو نوگدستہ'' (گلدستہ نعت)، ''رقص قلم''، ''کلام لبید سرحد'' وغیرہ ان کے نمائندے مجموعے ہیں۔

حاجی محمد امین ترنگزئی 11 مجموعوں کے ساتھ ایوان نعت میں عقیدت واحترام کے ساتھ ایستادہ نظر آتے ہیں۔ ''اسرار مدینہ''، ''انوار مدینہ''، ''بہار مدینہ''، ''گلزار مدینہ'' اور ''تحفۂ حبیبیہ'' وغیرہ ان کے قابل ذکر مجموعے ہیں۔

شاہ جہان چشتی نے 8 نعتیہ مجموعوں کے ساتھ دربار نعت میں حاضری لگائی ہے۔ ان کے کچھ مجموعوں کے نام یہ ہیں۔ ''جمال محمدی''، ''دکھجورو ونہ'' (کھجور کا درخت) ''عمیق البیان'' اور ''صفت الحبیب'' وغیرہ۔ اسی طرح دیگر متعدد نعت نگاروں نے تسلسل کے ساتھ نعتیں کہہ کر نعتیہ ادب کی تاریخ میں اپنا نام محفوظ کروایا ہے۔

معروف نعت نگاروں کے نام اور مشہور مجموعے حسب ذیل ہیں:

شیر زمان محتاج: دعشق آواز (آوازِ عشق)، عشق محبوب: شریعت خان سائل، خزائن الجوہر، دحجاز گل (گل حجاز)، دمحبت لعلونہ (لعل محبت)، ملا نعمت اللہ: حدیث محمدی، اعجاز محمدی، اکرام محمدی، پروفیسر ڈاکٹر عرفان خٹک: سردار دمدینے (سردار مدینہ)، سرتاج دمرسلانو (سرتاج انبیاء)، قاری غلام حضرت: بہار مدینہ، مرزا زخمی جگر: تجلیات حجاز، خان میر ہلالی: دنبیا نو امام (امام الانبیاء)، سمندر خان سمندر: دیثرب شمیم (شمیم یثرب)، مرزا عبد الرحیم: سردار دو عالم، محمد نواز نواز: عشق رسول، محمد صالح مظلوم: نسیم حجاز۔

ممکن ہے مندرجہ بالا فہرست نامکمل ہو تاہم اس سے اتنا ضرور واضح ہوتا ہے کہ گزشتہ صدی کی آخری دہائیوں میں پشتون نعت نگاروں نے نہ صرف باقاعدگی سے نعت کہی ہے بلکہ نعت کے مستقل مجموعے بھی منظر عام پر

لائے ہیں۔ اور یوں نعتیہ ادب کی روایت کو آگے بڑھا کر آنے والے شعرا کے لیے مشعل راہ بنانے کی سعی کی ہے۔

متذکرہ بالا نعت نگاروں کے مجموعوں کے نام اور نعتوں کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت خود بخود منکشف ہوتی ہے کہ مجموعی طور پر ان کے یہاں تین مختلف رویے بروئے کار ہیں۔ ایک تو وہ نعت نگار ہیں جن کے مجموعے کے ناموں پر عربیت کا بلاواسطہ اور نعتوں پر بالواسطہ گہری چھاپ محسوس کی جا سکتی ہے۔ دوسرے وہ جن کے مجموعوں کے نام فارسی سے براہ راست مستعار ہیں۔ اور نعتوں پر بھی فارسیت کی چھوٹ پڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

تیسرے وہ نعت نگار ہیں جنھوں نے پشتو کے اصل مزاج اور پشتونوں کے گہرے نفسیاتی رنگ میں نعتیں کہی ہیں۔ مثال کے طور پر حمزہ شنواری کا ایک مناجاتی مزاج کا شعر ہے۔

ماحمزہ تہ دیثرب بادہ خاوندہ
پہ شا غلے پیانہ کے دافغان را

ترجمہ　حمزہ کو بادۂ یثرب دے دے
مگر افغان کے پیانے میں　(راقم الحروف)

جبکہ بعض حضرات کے ہاں یہ تینوں دھارے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض نعت نگاروں کے ہاں متعدد مقامات پر فنی حوالے سے تصادم کی صورت بھی پیدا ہوئی ہے۔ جسے لفظیات ولسانیات کی سطح پر نشان زد بھی کیا جا سکتا ہے تاہم اکثر صورتوں میں تعاون وتعاضد کی فضا بھی قائم ہوئی ہے جسے بجا طور پر مقصود و محمود قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہی رنگوں کے امتزاج اور رویوں کے ایک فنی وفکری وحدت میں ڈالنے سے پشتو نعت کا لہجہ ولسانیات مزید ثروت مند ہو سکتے ہیں۔

بیسویں صدی کی پشتو نعت کا اگر گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ اکثر نعت نگاروں نے نعت کے مروجہ ومستقل موضوعات ہی کو نہ صرف برتا ہے بلکہ انہیں صحیح معنوں میں استحکام بھی بخشا ہے۔ یقیناً یہ ان کی بڑی عطا ہے۔ جسے کسی طور بھی چشم کم سے نہیں دیکھا جا سکتا تاہم کچھ ایسے شعرا بھی ہیں جنھوں نے اپنی فنی بلندی اور فکری گہرائی کی بدولت نعت کے آفاق واعماق وسیع بھی کیے ہیں۔ اس سلسلے میں عبداللہ استاد، حمزہ شنواری، حاجی محمد امین ترنگزئی اور پروفیسر ڈاکٹر عرفان خٹک کے اسمائے گرامی لیے جا سکتے ہیں حمزہ شنواری کی نعت میں عشق وتصوف کا گہرا رچاؤ اور نبی کریمؐ کے وسیلے سے حقیقت تک رسائی کا ایک گہرا تصور ملتا ہے۔

اشیاوہمہ خپل حقیقتو نہ کڑل سرگند
اظہار دحقیقت ووپہ اظہار د محمد

ترجمہ　واکر دیے اشیا نے بند حسن وحقائق
اظہار حقیقت کا وسیلہ بنے ہیں آپؐ

یہ وہ تصور ہے جس کا سلسلہ نور نبی کریم کے نوری تصور حقیقت سے ملایا جا سکتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپؐ کے بشری تصور کی جانب توجہ نہیں کی گئی۔ اچھی اور سچی بات یہ ہے کہ حمزہ شنواری اور کچھ دیگر نعت نگاروں کے ہاں مذکورہ یہ دونوں تصورات پہلو بہ پہلو کارفرما ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ حقیقت محمدیؐ تک رسائی اسی راستے سے ممکن ہو سکتی ہے۔ ان حضرات کے علاوہ مختلف دیگر شعراء نے نبی کریمؐ سے محبت ومودّت کے اظہار کے لیے وقتاً فوقتاً

معجزات نامے، نورنامے، مولودنامے، معراج نامے، شمائل نامے اور وفات نامے بھی تحریر کیے ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً ایک سو سے زیادہ بنتی ہے۔ اس سلسلے کے چند شعراء کے نام یہ ہیں: ملا احمد جان، غلام قادر، غلام محمد، جان محمد، غلام نبی، خان زمان ککی، خیال میر خیالی، حبیب افغانی علی بہادر اور دیگر۔

گزشتہ صدی میں نعتیہ مجموعوں کے ساتھ ساتھ دو نعتیہ تذکرے بھی منصۂ شہود پر آچکے ہیں۔ جو نعتیہ ادب میں فن وفکر ہر دو حوالے سے اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ پہلا نعتیہ تذکرہ ''شعرا اور نعت'' کے عنوان سے فقیر محمد عباس نے 1980 میں مرتب کیا اس میں کم وبیش سو شعراء کی نعتیں یکجا کی گئی ہیں۔ جبکہ دوسرا تذکرہ جس میں تقریباً تمیں شعراء کی نعتیں شامل ہیں کو عالمزیب تبسم نے 1987 میں ترتیب دیا۔ حال ہی میں ایک تیسرا نعتیہ انتخاب بھی ''ثناخوان محمدؐ'' کے عنوان سے منظر عام پر آچکا ہے۔ جسے بنوں کے نوجوان شاعر ہدایت اللہ عامر نے 2013 میں مرتب کیا ہے۔ اس مجموعے میں تقریباً 145 شعراء کی نعتیں شامل کی گئی ہیں۔ اس مجموعے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خوشحال ورحمان سے لے کر جدید ورواں دور تک کے شعراء کے نعتیہ کلام کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مذکورہ مجموعہ اس اعتبار سے نہایت اہمیت کا حامل ہے کہ اس کے مطالعے سے نعت کے حوالے سے جدید رویے، معاصر طرز احساس اور تازہ تر امکانات کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔

درج بالا سطور سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نعت نبیؐ کا قافلہ عشق وعقیدت کے مختلف مراحل اور فن وفکر کے متنوع منازل سر کرتا ہوا آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے۔ ہم جب بیسویں صدی کو عبور کر کے اکیسویں صدی میں قدم رکھتے ہیں تو یہاں بھی بزم نعت اپنے مخصوص رنگ ونکہت اور نور وسرور کے ساتھ سجی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اب تک متعدد نعتیہ مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ جنہیں نہ صرف عوام وخواص کی طرف سے مناسب پذیرائی ملی ہے بلکہ متعلقہ نعت نگاروں کو سرکاری سطح پر مذہبی امور کی وزارت کی جانب سے مختلف ایوارڈز بھی دیے جا چکے ہیں۔ واضح رہے کہ ان میں شامل چند ایک نعت نگار ایسے بھی ہیں جن کا قلم گزشتہ صدی کی آخری دہائیوں سے نعت گوئی کے میدان میں مسلسل رواں دواں ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اگرچہ گزشتہ صدی کا ورق تمام ہوا ہے تاہم مدح رسول ہنوز باقی ہے۔ چند نعت نگاروں اور ان کے مجموعوں کے نام حسب ذیل ہیں:

پروفیسر داور خان داور	''محمدؐ عظیم انسان دے''(محمدؐ عظیم انسان)''محمدؐ چہرہ''(چہرۂ انور)
غازی سیال	''ښکلا دکائنات''(جمال کائنات)؛ ''نور حرا''۔
لائق زادہ لائق	''صلو علیہ وآلہٖ'' ''جلوے''؛ ''اے گنبد خضراء''؛ ''راز ونیاز''؛ ''الصلوۃ والسلام''
قاری نیاز محمد	''د مدینے سردار''(سردار مدینہ)
ابراہیم قاسمی	''دستورو پلار''(ستاروں کی روپ)
ممتاز علی ممتاز	''بے مثلہ بے مثالہ''(بے مثل وبے مثال)
مولانا عبیداللہ مجبور سورانی	''دعقیدت گلونہ''(گلہائے عقیدت)
قیوم مروت	''محمدؐ دے د تمام جہان آبا''(محمدؐ وجہ تخلیق کائنات)
محمد زمان مجن	''مجن نعتونہ''(افسردہ نعتیں)
پروفیسر ڈاکٹر عرفان خٹک	''ثنا د مصطفیٰ''(ثنائے مصطفیٰ)؛ ''انوار محمدؐ''(انوار محمدؐ)

ان مجموعوں کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ نعت نگاروں نے نعت کے مروجہ مضامین کو کسی حد تک وسعت بخشی ہے۔ یہاں اگر ایک طرف حضور پرنورؐ کے حسن و جمال اور مختلف حوالوں سے آپؐ کے امتیاز و انفرادیت کا تذکرہ کیا گیا ہے تو دوسری طرف نبی کریم کی سیرۃ مطہرہ سے بھی اکتساب نور کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ محبوب خدا کی حیات طیبہ کی کچھ دیگر حیثیتیں اور حوالے بھی آئینہ کرنے کی کاوش کی گئی ہے۔ اور یوں نعت کو کسی حد تک عصری تناظر عطا کیا گیا ہے۔ جس میں جگہ جگہ امت کی ابتری اور زمانے کی زبوں حالی کے حوالے سے حضور کے دربا رعالیہ میں فریاد بھی کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ان نعتوں میں جہاں حضوری اور مجبوری کی دلاویز و دردانگیز کیفیت ملتی ہے وہاں روضۂ رسول کی تابانیاں اور جذبۂ محبت کی جولانیاں بھی دامن دیدہ و دل تھامے رکھتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ لائق تحسین و تقلید بات یہ ہے کہ غلوئے عقیدت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مشرکانہ خیالات سے کامل گریز کیا گیا ہے اور کامیاب کوشش کی گئی ہے کہ توحید و رسالت کو آپس میں گڈمڈ نہ کر دیا جائے۔ یعنی یہاں ''احمد بے میم'' یا ''احد با میم'' والا معاملہ نہیں۔ دوسرے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس پر خطر پل صراط سے سلامتی و سلامت روی سے گزرنے میں سرخرو ہو چکے ہیں۔ مجبور سورانی کی نعت میں تاج ختم نبوت کا منظر ملاحظہ کیجیے:

اللہ ورتہ پہ سر کڑ و تاج دختم نبوت
''اکملت لکم'' زیرے دکمال محمد

ترجمہ: اللہ نے پہنایا تاج ختم نبوت
''اکملت لکم'' مژدہ کمال محمدؐ (راقم الحروف)

اسی طرح ممتاز علی ممتاز نے نبی کریمؐ کے مقام انفرادیت کو ان لفظوں میں روشن کیا ہے:

کہ داللہ سرہ کلام کلیم اللہ کڑے دے
د لامکان کڑے سفر دے رسول عربی

ترجمہ: اللہ سے کلیمؑ نے کیا ہے گر کلام
تو آپؐ نے کیا ہے لامکان کا سفر (راقم الحروف)

حقیقت یہ ہے کہ یہ نوری سلسلہ یہاں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ کچھ دیگر شعراء بھی ہیں جن کے باقاعدہ نعتیہ مجموعے تو شائع نہیں ہوئے تاہم اپنے شعری مجموعوں میں انہوں نے نعت کو شامل ضرور کیا ہے۔ اگرچہ بعض شعراء کا تا حال کوئی مجموعہ سامنے نہیں آیا۔ مگر کبھی کبھی اور کہیں کہیں ان کی نعت پڑھنے کو ملتی ہے تو دیدہ و دل کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ یہ اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ یہ شعراء بھی کاروان نعت کے خوش نصیب راہی ہیں۔ ان شعراء کی انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے عشق و عقیدت کے وفور کے ساتھ ساتھ تخلیقی وفور کو بھی نعت کا جزو جاں بنایا ہے اور یوں اسے احساسات کا صاف و شفاف آئینہ اور جذبات کا ابلتا ہوا چشمہ بنایا ہے۔ ان شعراء کے نام یہ ہیں۔ طاہر کلاچوی، پروفیسر رحمت اللہ درد، اکرام اللہ گران، مطیع اللہ قریشی، ڈاکٹر ہمایون ہما، درویش درانی، اباسین یوسفزئے ڈاکٹر محمد اعظم اعظم، ڈاکٹر راج ولی شاہ خٹک، پروفیسر اسیر منگل، سعید رہبر، اسرار طورو، پروفیسر محمود ایاز، نادر خان علیل، اقبال شاکر اور ممتاز اورکزئے وغیرہ۔ نمونے کے طور پر دو نعتیہ اشعار پیش خدمت ہیں۔

پروفیسر رحمت اللہ در   دسرونو بادشاہان خوہزار بادی

چہ دزڑونو حکمران دے ھغہ سوک دے
ترجمہ: سروں پہ حکمراں ہوں گے ہزاروں
دلوں پہ حکمراں میرا نبی ہے (راقم الحروف)

ڈاکٹر محمد اعظم اعظم
دعقل پہ نیلو سوارۂ آسمان تہ ختے نۂ شی
لہ فرشہ چہ تر عرشہ زی دہ لار پہ مدینہ کے
ترجمہ: اشہب عقل فلک تک پہنچ نہیں سکتا
فرش تا عرش مدینے کا راستہ جائے (راقم الحروف)

حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ شعراء کی جدید لب و لہجے کی حامل نعتیں نہ صرف دیدہ و دل کی تطہیر کا سامان کرتی ہیں بلکہ دماغ و روح کو بھی بالیدگی بخشتی ہیں ۔ کیونکہ ان کی نعتوں میں عشق و عقیدت کے تخلیقی اظہار کے ساتھ ساتھ زندگی کے بنیادی حقائق و مسائل کی جانب بھی اشارے پائے جاتے ہیں ۔ خوشگوار منظر یہ ہے کہ ان نعتوں میں غزل کے تغزل اور نعت کے تجمل کو یکجا و یکجاں کر دیا گیا ہے یہی سبب ہے کہ ان نعتوں میں نبی کریمؐ سے محبت محض ایک تصور نہیں بلکہ ایک زندہ تجربہ بن چکی ہے ۔ ایسی نعتیں پڑھتے ہوئے کُلی طمانیت اور کامل اطمینان سے کہا جا سکتا ہے کہ پشتو نعت فنی ارتقاء و فکری ارتفاع کی جانب ثابت قدمی سے گامزن ہے ۔

خوش آئند منظر یہ ہے کہ سینئر شعراء کے ساتھ ساتھ نئی اور نوجوان نسل کے شعراء نے بھی اس جانب توجہ کی ہے اور کر رہے ہیں ایسی نعتیں کہی ہیں ۔ جن میں نعت کے حوالے سے ایک جدید تر طرز احساس پایا جاتا ہے ۔ یہ جدید تر طرز احساس بیک وقت تاریخی و سماجی تناظر سے پھوٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ انداز نظر کی جدت کے ساتھ ساتھ لفظیات کی سطح پر بھی ایک تازہ دمی و تازہ کاری کا احساس ہوتا ہے ۔ چند نمائندہ نام یہ ہیں ۔ طارق محمود دانش، ڈاکٹر حنیف خلیل، عنایت اللہ عنایت ، نور رحمٰن سحر، محمد اکبر ہوتی ، عبدالسلام بیتاب ، اقبال حسرت ، سیف اللہ سیفل، کلیم الحق کلیم اور حمید وصال ۔

طارق محمود دانش جنہوں نے نعت گوئی کی جانب سنجیدہ توجہ دی ہے کی نعت کا ایک شعر بطور نمونہ ملاحظہ کیجیے:

ے زما د علم تسلسل غار حرا تہ رسی
زکہ خو غریمہ دغرۂ نہ پہ طاقت کے یمہ
ترجمہ: ہے نور حراء ہی سے میری فکر منور
باطل کی رہ میں صورت کہسار کھڑا ہوں (راقم الحروف)

یہاں اگر ان نعت نگاروں کا ذکر نہ کیا جائے جو نعت نگاری کے ساتھ ساتھ نعت خوانی کا وظیفہ بھی سرانجام دے رہے ہیں تو میرے خیال میں ناانصافی ہوگی کیونکہ یہی وہ حضرات ہیں جنہوں نے نعت کو پشتونوں کی مجلسی و تہذیبی زندگی کا ایک قابل قدر حصہ بنایا ہے ۔ اور اسی طرح عوامی سطح پر ایک بڑے حلقے کی توجہ نعت رسول مقبول کی جانب منعطف کرائی ہے ۔ اس صف میں شیر عمل درواڑیز، گل خوبان لکی ، حافظ گل سعادت ، حافظ گل ریحان ، راہی جان داوڑ اور کچھ دیگر اصحاب نمائندہ عوامی نعت نگاروں کی حیثیت سے کھڑے ہیں ۔ ان کی اصل اہمیت اس بات میں ہے کہ انہوں نے پشتو نعت کو نظم یا گیت کی شکلوں میں نو بہ نو ہیئتیں ودیعت کی ہیں ۔ جس کے باعث نعت کے مروجہ

موضاعات بھی کسی حد تک نئے ذائقے سے ہمکنار ہو چکے ہیں۔ تسلیم کہ کبھی کبھی ان کے ہاں بے مقصد موضوعات بھی در اندازی کر چکے ہیں۔ یا نعت کے پردے میں مخصوص تبلیغی تاثرات اور جہادی جذبات بھی کہیں کہیں راہ پا گئے ہیں تاہم یہ ایک رائج رویہ یا غالب رجحان ہرگز نہیں۔ جس کے لیے سرحد بندی نہ کی جا سکے۔ سو صورتحال یہاں بھی یقینی طور پر امید افزا ہے۔

پشتو نعت کے اس جائزے سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ پشتو نعت میں کچھ تو وہ نعت نگار ہیں جنہوں نے اپنی جملہ تخلیقی صلاحیتیں نعت گوئی کے لیے وقف کر دی ہیں وہ شروع ہی سے نعتِ رسول مقبول کہہ رہے ہیں۔ جبکہ کچھ شعراء نے غزل کے راستے سے ہو کر دربار نعت میں باریابی حاصل کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پشتو نعت میں فنی و فکری ہر دو سطح پر مختلف رویے ساتھ ساتھ چلتے ہیں کبھی یہ کناروں کی صورت میں متوازی طور پر چلتے ہیں تو کبھی دھاروں کی صورت میں ایک دوسرے سے آمیزش و آویزش کا سلسلہ اپنائے رکھتے ہیں۔ چنانچہ پشتو میں کچھ نعت نگاروں کے ہاں جذب و کیف اور سرشاری و کیفیت کا ماحول پایا جاتا ہے۔ بعض کے ہاں عقیدت و تخلیقیت یکجا و یکجاں ہوئے ہیں۔ کچھ دیگر نے اپنی نعت میں ادب و زندگی کے وسیع تر تناظر کو پیش نظر رکھا ہے اور یوں نو بہ نو امکانات کا دائرہ وسیع و وقیع کر رہے ہیں۔ جبکہ کچھ رجال نعت کے ہاں ان جملہ رویوں کا ایک فنی و فکری امتزاج بروئے کار ہے۔ میری نظر میں پشتو نعت کا یہی ”مقام محمود“ ہے جس تک پہنچنے کے لیے زادِ عقیدت کے ساتھ ساتھ زورِ قلم اور خدائے بخشندہ کی سعادت چاہیے۔

☆☆☆☆

سلطان فریدی

پشتو میں نعت گوئی

نہیں ہوتا کسی سے حق ادا سیرت نگاری کا
کرے کوئی رقم کچھ بھی، اُسے حاصل سعادت ہے

ماہنامہ القاسم نوشہرہ کے مدیر شہید مولانا عبدالقیوم حقانی لکھتے ہیں:۔

"میرے نزدیک نعت شریف محض ایک صنفِ شعر نہیں بلکہ ذاتِ مصطفیٰؐ کے جمالیاتی تسلسل کا نام ہے۔ قرونِ اول سے آج تک نہ جانے کتنے لاکھ نعتیہ اشعار کہے یا لکھے گئے اور کتنے ہزار نعتیہ مجموعے طبع ہو چکے مگر نعت کا مضمون پہلے دن کی طرح آج بھی تر و تازہ ہے"۔

حضرت حسانؓ کی کیفیتِ حضوری، امام بوصیری کی وارفتگی، رومی کی حلاوت، جامی کی نفاست، خسرو کی نغمگی، قدسی کی انفرادیت، غالب کی معنویت، اقبال کی آفاقیت اور قاسم نانوتوی کی خودسپردگی نے نعت میں نیا اسلوب، دلکش پیرایہ، خوبصورت اظہار، پاکیزہ رنگ اور مقدس آہنگ تو شامل کر لیا لیکن اس مضمون کی تکمیل پھر بھی نہ ہو سکی۔ حتیٰ کہ دلو رام کوثری بھی اس سفرِ سعادت میں پیچھے نہ رہا گیا اور بول اٹھا۔

کچھ عشقِ پیغمبر میں نہیں شرط مسلماں
ہے کوثری ہندو بھی ثنا خوانِ محمدؐ

مدحتِ نبویؐ کی اس خوش نوائی میں خیبر پختونخواہ کے غیور پشتون بھی دوسرے مسلمانوں سے پیچھے نہیں۔

کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کے ہر دو حصوں توحید اور رسالت کا اقرار مسلمان کے ایمان و ایقان کا بنیادی تقاضا ہے۔ یہی عقیدہ کوئی پشتون نوکِ زبان پر نہیں رکھتا بلکہ دل کی گہرائیوں سے وہ اس کا مدعی ہے۔

پشتو میں دورِ اول کے نامور شاعر مرزا خان انصاری سے آج کے مقبول شعرا ڈاکٹر اسرار تک کے تمام بڑے اور چھوٹے شاعر غزل اور نظم کے ساتھ حمد و نعت پر طبع آزمائی کرتے نظر آتے ہیں۔ گزشتہ شعراء کے دواوین کی ابتدا حمد و نعت سے ہوتی ہے۔ آج بھی عبدالوہاب شیدا اور علی حیدر جوشی جیسے عوامی شاعروں کے کتابچے جو زیادہ تر عوامی گیتوں کی نمایندے ہیں اپنے اندر ابتدائیہ کے طور پر حمد و نعت رکھتے ہیں۔ گویا سرورِ کائنات و فخرِ موجوداتؐ سے اپنی عقیدت کا اظہار دلکش اور مبارک الفاظ میں کرنا ہر پشتون شاعر کا وظیفہ رہا ہے۔

رحمان بابا کے دیوان میں حمدیہ نظم کے بعد جو نعت شامل کلام ہے، وہ سیدھے سادھے پر اثر الفاظ کا مرقع ہے۔ دیکھئے اس کے پہلے اور آخری شعر کا ترجمہ:۔

"اگر محمدؐ کی صورت ازل میں نہ بنائی جاتی تو اللہ تعالیٰ اس دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔ تمام دنیا و مافیہا کو محمدؐ

کے طفیل پیدا کیا گیا ہے اس لیے محمدؐ تمام جہانوں کے آبا ہیں"۔

"محمدؐ ہر لا علاج کے چارہ گر اور ہر دردمند کے لیے درمان ہیں۔ میں رحمانؔ محمدؐ کے در کا خاکروب ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے یہاں سے دربدر نہ کرے"۔

خوشحال خان خٹک بہت او رغیرت وحمیت کا ترجمان قومی شاعر ہے۔ اسے پشتون ملت پر بے حد ناز ہے۔ وہ حمدیہ و نعتیہ شاعری میں بھی سرِ فہرست نظر آتا ہے۔ اس کی ایک نعتیہ نظم کے دو اشعار (ترجمہ):

کھلا ہم پہ ثنا خوانِ محمدؐ سے
خدا ظاہر ہے عرفانِ محمدؐ سے
فراخی دو جہانوں کی بتا دوں میں
بہت چھوٹے ہیں ایوانِ محمدؐ سے

موجودہ دور کے نعت گو شعراء میں حاجی محمد امین اور عبداللہ استاد کے نام نامی سرِ فہرست ہیں۔ خانقاہوں اور مذہبی اجتماعات میں تلاوتِ کلام کے بعد نعت خوان حضرات اسٹیج پر آتے ہیں۔ ان میں اکثر انہیں دو شاعروں کی نعتیں خوش الحانی کے ساتھ پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ عوام میں انہی دو شعراء کے نعتیہ مصرعے قبولِ عام کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ مثال کے طور پر حاجی محمد امین کا یہ مصرع زبانِ زدِ عام ہے:

زڑگیہ سترگے لگاوہ ذ قدم لارہ نہ دہ

ترجمہ: اے میرے دل! آنکھوں کے بل پر چلو یہ راستہ قدم (پاؤں) رکھنے کا نہیں۔ یہ بہت مبارک راستہ ہے۔

کہتے ہیں، حاجی محمد امین سات بار حج و زیارات کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ ہر بار وہ جوتے اتار کر مدینہ منورہ کی سرزمین پر چلتے پھرتے، درود پڑھتے نظر آتے۔ وہ سچے عاشقِ رسولؐ تھے۔ ان کے اہل و عیال، دوست احباب اس بات کا مشاہدہ کر چکے تھے۔ روضۃ الحبیب اور رگلزار مدینہ حاجی صاحب مرحوم کے مبارک نعتیہ مجموعے ہیں۔ متعدد بار اشاعت کے مراحل سے گزر چکے ہیں اور عوام و خواص سے مقبولیت کا علم اٹھوا چکے ہیں۔

حاجی محمد امین اپنے آبائی گاؤں عمر زئی ضلع چارسدہ میں آسودۂ خاک ہیں۔ ہر سال ان کا عرس منایا جاتا ہے۔ ان کے عقیدت منداو رمریدان کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔

حمزہ شنواری پشتو کے بابائے غزل ہیں۔ ان کی غزلیہ شاعری کلاسیک کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ انہوں نے تقسیم ہندوپاک سے قبل قافلے کے ساتھ ایران و عراق کے راستے چل کر حج کی سعادت حاصل کی۔ واپسی پر اسی مبارک سفر کو "ذ حجاز پہ لور" (حجاز کی طرف) کے نام سے منظوم کر کے شائع کیا۔ ان کے دوسرے شعری مجموعوں میں بھی نعتیہ اشعار بکثرت ملتے ہیں۔

حمزہ شنواری کے ہم عصر، مقبول نظم گو شاعر سمندر بدرشی نے کلمہ طیبہ کی منظوم تفسیر بنام تو حید تر نگ لکھ کر حمدیہ و نعتیہ شاعری کا حق ادا کر دیا۔ یہ طویل نظم چونسٹھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے اور گیارہ جلدوں میں پشتو اکادمی پشاور یونیورسٹی نے شائع کی۔ ان کی ایک اور کتاب 'اذانِ بلالؓ' بھی حمدیہ و نعتیہ اشعار کا مجموعہ ہے۔

کیا بھلی تھیں مجلسیں جو آپؐ کے دم سے رہیں
آپؐ کا ہر اک صحابی پاسبانِ حق ہوا

اکوڑہ خٹک کے استاذ الاساتذہ سراج الاسلام سراج صاحب نے امام بوصیری کے شاہکار عربی قصیدہ بردہ کا منظوم پشتو ترجمہ کیا۔ یہ منظوم ترجمہ اپنی مثال آپ ہے۔ سراج صاحب نے قصیدہ بُردہ کے ہر شعر کو پشتو کے تین مصرعوں میں منظوم کیا۔ اس ترجمہ نے ادبی حلقوں میں مقبولیت حاصل کی۔ یہ کئی بار شائع ہوا۔ آخری بار القاسم اکادمی خالق آباد، نوشہرہ نے شائع کیا۔

قصیدہ بردہ کے منظوم ترجمے پر دارالعلوم حقانیہ کے استاد اور مقبول شاعر حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب نے ایک مضبوط مقدمہ لکھا۔ اس کے آخر میں وہ لکھتے ہیں کہ:۔

“نظم کا ترجمہ نظم میں کرنا بہت مشکل کام ہے۔ جس نظم کا منظوم ترجمہ کیا جاتا ہے اس نظم کے مرکزی خیال اور لفظ و معنی کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اصل شعر میں جو مٹھاس اور دلکشی ہو ترجمہ میں اس کا عکس ضرور ہونا چاہیے۔ سراج صاحب اس سے قبل مرزا غالب کی ستائیس غزلوں کا منظوم ترجمہ کر چکے ہیں۔ انہیں ترجمے کی مشکلات کا علم ہے۔ وہ ترجمہ میں دوسری باتوں کے ساتھ ساتھ بحر کا بھی خاص خیال رکھتے ہیں۔ اس کام پر سراج صاحب کو قدرتِ کاملہ حاصل ہے۔ میرا بھی ارادہ تھا کہ میں اس قصیدہ بردہ کا منظوم ترجمہ کرلوں لیکن سراج صاحب کے اس منظوم ترجمے کو دیکھ کر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا”۔

سراج الاسلام سراج صاحب نے اس کے علاوہ ایک اور قابلِ ذکر کام کیا۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی سراج صاحب کے پسندیدہ نعت گو شاعر ہیں۔ حضرت بریلوی نے کہا:۔

مصطفےٰؐ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سراج صاحب اس بات کو مزید وسعت دیتے ہیں اور کہتے ہیں:۔

پہ شاہ و مُرسلانو مے اربُونہ سلامونہ

ترجمہ: شاہ مرسلاں پر میرا اربوں سلام۔ اسی عنوان پر سراج صاحب نے پشتو میں ایک طویل نظم لکھ دی۔ وہ سونو بندوں پر مشتمل مخمس کی شکل میں۔ یعنی ہر بند میں پانچ مصرعے ہیں۔ یہ نظم منظوم سیرت النبیؐ ہے۔ بہت دلکش اور متاثر کن نظم ہے۔ یہ ظہورِ قدسی سے وصال النبیؐ تک اہم واقعاتِ سیرت پر مشتمل ہے۔ اس نظم کے پہلے بند کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

آج میرے سینے میں محبت کا سمندر موجزن ہے۔
آج پھر میری نظروں کے سامنے سے حجابات اٹھ رہے ہیں۔
آج پھر میری طبع موزوں ہو رہی ہے۔
آج پھر میرے لب پر نعتیہ اشعار ترتیب پا رہے ہیں۔
شاہ مرسلان پر اربوں سلام۔

دو تین سال قبل پروفیسر داور خان داؤد کا نعتیہ مجموعہ ”عظیم الشان“ کے نام سے زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ وزارت مذہبی امور اسلام آباد سے انہیں پہلا انعام ملا۔

راقم الحروف (سلطان فریدی) کے بھی دو نعتیہ شعری کتب شائع ہو چکی ہیں۔ پشتو میں ”جمالِ محمدؐ“ اور اردو میں ”جمالِ مصطفےٰؐ“۔

ہمارے مہربان دوست حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں دینی علوم کے استاد ہیں*۔ چار زبانوں میں شاعری کرتے ہیں۔ عربی، اردو، فارسی اور مادری زبان پشتو میں۔ پشتو شاعری کے چار مجموعے ان کے طبع ہو چکے ہیں۔ ان کی ایک ویژن تصورات یعنی ماتم کناں تصورات (خیالات وتفکرات) سے ایک پشتو نعت کا منظوم ترجمہ پیش خدمت ہے۔ صرف دو اشعار پر اکتفاء کرتا ہوں:۔

دی صدا فاران کی چوٹی سے جس دم آپؐ نے
ہر طرف چھانے لگی غارِ حرا کی روشنی

آپؐ کی الفت سے قائم ہے مرا ایمان، تو
ساتھ لے جاؤں گا فانی میں وفا کی روشنی

☆☆☆☆

---

* حافظ محمد ابراہیم فانی حال ہی میں دارِفانی سے رخصت ہو گئے۔ (ایڈیٹر)

صفدر وامق

پنجابی شاعری میں نعت گوئی

لغوی اعتبار سے نعت ن. ع. ت کے مادہ سے مشتق عربی زبان کا لفظ ہے۔ نَعَتَ یَنعَتُ نَعتًا کے معنی ہیں اوصاف بیان کرنا، سراہنا، تعریف کرنا۔ اس کا زیادہ تر استعمال صفاتِ حسنہ کے لیے ہوتا ہے۔ نَعَتَ الکَلِمَۃَ کا مطلب ہوگا "بہ تکلف عمدہ صفات دکھانا"۔ نَعُتَ کے معنی ہیں عمدہ اوصاف والا ہونا (نَعَاتَۃَ الرَّجلُ خُلقُه)۔ اسی طرح نَعَاتَۃَ الفَرَس سبک رفتار گھوڑے کو کہتے ہیں۔ اَنعَتَ کے معنی تعریف کرنے کے ہیں۔ اِنتَعَتِ المَرأَۃُ بالجَمَالِ کا مطلب ہے "عورت کا خوبصورتی سے متصف ہونا"۔ تَنَعَّتَ الشَّیءَ کا مطلب ہے "کسی چیز کا قابلِ تعریف ہونا"۔ اسی طرح اِستَنعَتَۃُ الشّیٔ کا مفہوم ہے "کسی چیز کے اوصاف بیان کرنے کو کہنا"۔

یوں غور کریں تو نعت کے معنی ہوں گے "تعریف، وصف، سیرت یا وصف نگاری، قابلیت، اہلیت، جوہر، گُن، وغیرہ۔ ایسی ہر تعریف و توصیف پر نعت کا اطلاق ہوتا ہے، جس میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہو۔ نعت کی جمع نعوت ہے۔ نعت کہنے والے کو ناعت (جمع نعات) اور اوصافِ حمیدہ اور محاسنِ عالیہ کے حامل کو مَنعُوت کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں جن الفاظ کے ذریعے کسی کے اوصاف و محاسن رقم کیے جائیں، وہ بھی منعوت کہلاتے ہیں۔ لفظ نعت کا مصدر اِنتِعات (بروزنِ اِفتِعال) ہے۔

نعت کا لفظ عموماً وصف کا مترادف باور کیا جاتا ہے، لیکن اہلِ لغت نے ان دونوں الفاظ کے معنوی اختلاف پر بھرپور گفتگو کی ہے۔ ابنِ اثیر کے مطابق نعت کسی شے کے محاسن بیان کرنے کا نام ہے، قبائح میں اس کا استعمال نہیں ہوتا جبکہ وصف کا لفظ محاسن اور معائب دونوں کو محیط ہے۔

عربی لغت کے مطالعہ سے لفظ "نعت" کے مفہوم کے بارے میں جو تاثرات ابھرتے ہیں، وہ اسے دوسرے ہم معنی الفاظ از قسمِ وصف، صفت، منقبت، وغیرہ سے ممتاز و ممیز ٹھہراتے ہیں۔ فارسی میں یہ لفظ مطلق وصف اور نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف دونوں معانی میں مستعمل ہے۔ فارسی میں اس کے لغوی معنی ستائش، صفت، وصف اور تعریف و توصیف کے ہیں۔ اس حوالے سے فارسی میں نعت کا لفظ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، نبی کریمؐ کی ستائش اور حضرت علیؓ کی منقبت کے لیے بغیر کسی صنفی اور اصطلاحی تشخص کے بلا تخصیص رائج ہے۔

اردو، پنجابی اور پاکستان کی دیگر علاقائی زبانوں اور لہجوں میں نعت کا لفظ اب ایک اصطلاح بن چکا ہے اور صرف آنحضرتؐ کی مدح و ستائش کے لیے مخصوص ہے۔ یہاں یہ امر بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ عربی زبان میں نعت کا اطلاق، نظم و نثر کی تخصیص کے بغیر، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف کی حامل ہر تحریر پر ہوتا ہے، البتہ فارسی اور اردو نیز پنجابی اور پاکستان کی جملہ علاقائی زبانوں میں نعت سے مراد نبیؐ کی صرف منظوم مدح ہی ہے۔

احادیث میں نعت کا لفظ حضرت ختمی مرتبتؐ کی تعریف و توصیف کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ امام بیہقیؒ

ؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریمؐ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار پڑ گیا تو آپؐ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس کا باپ اس کے سرہانے بیٹھا تورات پڑھ رہا تھا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا، ”**ھل تجد فی التوراۃ نعتی**“ (کیا تم تورات میں میری نعت ......تعریف وستائش...... پاتے ہو)؟ اس نے (جھوٹ بولتے ہوئے) جواب دیا، ”**لا**“ (نہیں)۔ اس کے بیٹے نے اپنے باپ کی تردید کی اور سچ بتاتے ہوئے عرض کیا، ”**بلیٰ ! واللہ ! یا رسول اللہ! ان نجد لک فی التوراۃ نعتک**“ (ہاں! اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! ہم تورات میں آپ کی نعت پاتے ہیں)۔ اسی طرح سنن دارمی میں ایک روایت بایں الفاظ ملتی ہے: ”**کیف تجد نعت رسول اللہ فی التوراۃ**“۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلے خود پیغمبر اسلامؐ نے اپنی تعریف کے لیے نعت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

احادیث اور سیرت کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریمؐ کے بعد آپ کی تعریف وتوصیف کے لیے سب سے پہلے یہ لفظ حضرت علیؓ نے استعمال کیا تھا۔ اس کا مرجع شمائل ترمذی کی وہ حدیث ہے، جو ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے: **من رآہ بدیھۃ ھابہ، و من خالطہ معرفۃ احبۃ، یقول ناعتہ: لم أر قبلہ و لا بعدہ مثلہ** (جو آپؐ کو پہلی دفعہ دیکھتا ہے، اس پر آپؐ کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے اور آپؐ سے جس کو تعلقِ خاطر ہو جائے، وہ آپؐ سے محبت کرنے لگتا ہے اور آپؐ کی توصیف کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے آپؐ سے پہلے کسی کو آپؐ جیسا دیکھا ہے اور نہ آپ کے بعد)۔

عربی زبان میں نعت نگاری کا آغاز یوں ہوا کہ کفارِ مکہ پیغمبر اسلامؐ کو ”محمدؐ“ کے بجائے (خاکم بدہن) ”مذمم“ کہہ کر آپؐ کی ہجو کیا کرتے تھے۔ چنانچہ گستاخئ رسول کے جواب میں مسلمان شعراء نے موثر طور پر نبی کریمؐ کا دفاع کیا اور آپ کے محاسن اور اوصافِ حمیدہ کو قصائد کی صورت نظم کرنا شروع کیا۔ نعت نگاری اسی لسانی جہاد کی یادگار ہے۔

آج تک کی اسلامی تاریخ میں محمد الرسول اللہؐ کی ذاتِ اقدس سے مسلمانوں کو جو محبت رہی ہے اور جس طرح انہوں نے آپؐ کی سیرت، سوانح، فرمودات، شمائل اور خُلقِ عظیم کی امثال کو محفوظ کیا ہے، یقیناً یہ تاریخِ عالم کا ایک منفرد واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد نبی کریمؐ کا ذکر ایک بڑی سعادت کی بات ہے۔ **وَ رَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ** فرما کر خود باری تعالیٰ نے آپؐ کے ذکر کو حیاتِ ابدی سے ہمکنار کرنے اور اسے بلند ترین مقام بخشنے کی ضمانت فراہم کر دی ہے۔ آپؐ کی سیرت، تاریخ، آپؐ کے اوصاف ومحاسن، کمالات وخصوصیات سب ”ذکر“ کے مفہوم میں شامل ہیں۔ رب العالمین نے آپؐ کے لیے بشیر، نذیر، سراج المنیر، خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین جیسی صفات بیان کی ہیں اور آپؐ کی عزت وتوقیر کرنے کا حکم دیا ہے، اور ہدایت فرمائی ہے کہ ”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم (ؐ) پر دُرود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ (ؐ) پر دُرود وسلام بھیجا کرو (الاحزاب: ۵۶)۔ یہ اور اس جیسے دوسرے فرموداتِ باری تعالیٰ کے نتیجے میں آج تک آئمہ حدیث اور محققین اسلام نبی کریمؐ کی حیاتِ مبارکہ کے حوالے سے آپؐ کے فرمودات کی تشریح اور توضیح میں مصروفِ کار ہیں اور ادباء وشعراء مدح وتوصیف میں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کا کوئی بھی مسلم ملک کسی بھی دور میں ایسے شعراء سے تہی نہیں رہا کہ جنہوں نے اپنی بہترین صلاحیتیں ممدوحِ رب العالمینؐ کے محامد ومحاسن کے بیان میں صرف نہ کی ہوں۔

مسلم شعراء نے ہر دور میں نبی کریمؐ کے حسب و نسب، اخلاق و کردار، توصیف و ستائش، شجاعت و سخاوت، دیانت و امانت، صداقت و عدالت، جود و سخا، فضل و عطا، علم و حلم، نجابت و شرافت، اخوت و محبت، بخشش و عنایت، رحمت و شفاعت، محبت و شفقت، انسانی ہمدردی اور غم خواری، دشمنوں سے حسنِ سلوک، عفو و درگزر، حسنِ معاملات، وسعتِ قلبی اور عالی ظرفی، ایثار و احسان، رفتار و گفتار، مجلسی آداب، ظاہری جمال، باطنی حسن اور آپؐ کی فضیلت مآب شخصیت اور آپؐ کے سراپا کو اپنی شعری نگارشات کا موضوع بنایا ہے اور جزئیات کے ساتھ انتہائی احترام اور شیفتگی سے نعتوں میں موزوں کیا ہے۔

حضرت ختمی مرتبتؐ کی مدح سرائی میں اوّلیت کا شرف آپؐ کے مربی اور چچا جناب ابو طالب کو حاصل ہے۔ آپؐ کی مخالفت و عناد میں جب مشرکینِ قریش کی آتشِ غیظ و غضب میں بدرجہ اتم اضافہ ہوا تو جناب ابو طالب نے ایک شاہکار قصیدہ کہا، جو تاریخِ ادب میں ''قصیدہ لامیہ'' کے نام سے معروف ہے۔ امام ابنِ کثیرؒ کے بقول یہ قصیدہ سبعہ معلقات سے بھی کہیں بڑھ کر فصیح، بلیغ اور معنی آفرین ہے۔ سیرت ابنِ ہشام میں اس قصیدے کے کوئی ایک سو کے قریب اشعار نقل کیے گئے ہیں، جن سے قصیدہ نگار کے دلی جذبات و احساسات کی سچی عکاسی ہوتی ہے۔

نبی کریمؐ کا دوسرا مداح دورِ جاہلیت کا نامور شاعر اعشیٰ بن قیس ہے، جو اسلام کی نعمت سے تو محروم رہا، تاہم اس نے آپؐ کی مدح و ستائش میں بڑے معرکے کے اشعار کہے ہیں۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد شعرائے قریش اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی ہجو گوئی پر اتر آئے اور آپؐ کے خلاف ناگفتنی پروپیگنڈا شروع کر دیا، جس کا جواب دینے کے لیے حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ نے اپنی زندگی نبی کریمؐ کی مدح و حمایت کے لیے وقف کر دی۔ نبی کریمؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی: ''اے اللہ! روح القدس کے ذریعے اس کی مدد فرما''۔ چنانچہ حضرت حسانؓ نے ابوسفیان بن الحارث کی دریدہ دہنی اور ہرزہ سرائیوں کا جواب ایسے مؤثر اور مسقط پیرایۂ شعر میں دیا کہ ابوسفیان اور اس جیسے دوسرے نابکاروں کو دانتوں پسینہ آ گیا۔

مشہور عرب شاعر **نابغة الجعدی**ؓ اسلام قبول کرنے سے قبل بھی ایک پاکباز انسان کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ ۹ ہجری میں مسلمان ہوئے اور نبی کریمؐ کی خدمت میں اپنا قصیدہ پیش کیا۔ جب وہ اس شعر پر پہنچے کہ ''ہماری عظمت اور خوش نصیبی آسمان تک جا پہنچی اور بے شک ہم اس سے بھی اوپر مقام و مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں'' تو آپؐ نے استفسار فرمایا: ''ابولیلیٰ! آسمان سے آگے کہاں پہنچنے کے آرزومند ہو''؟ انہوں نے عرض کیا: ''جنت میں''۔ آپؐ نے فرمایا ''ان شاءاللہ''، اور ساتھ ہی دُعا دی ''تمہارے دانت کبھی شکستہ نہ ہوں''۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ نابغہؓ ایک سو بیس سال کی عمر پا کر فوت ہوئے اور تا دمِ واپسیں اُن کے تمام دانت صحیح و سالم تھے۔

عہدِ رسالت مآبؐ کے دیگر نامور مداحین میں سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ، عاتکہ بنت عبدالمطلبؓ، ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، علی المرتضیٰؓ، حمزہ بن عبدالمطلبؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، مالک بن نمطؓ، کعب بن مالکؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، کعب بن زہیرؓ، اور عباس بن مرداسؓ کے نام سرِفہرست ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار دیگر صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے نعتیہ قصائد کے گلہائے رنگا رنگ جناب رسالت پناہ علیہ التحیة والتسلیم کے حضور میں پیش کیے ہیں۔

عہدِ بنو عباس کے شعراء میں سے قطرب (متوفی ۲۰۶ھ) اور ابو العتاہیہ (متوفی ۲۱۱ھ) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ قطرب کے ایک شعر کا ترجمہ ہے: ''رسول اللہ (ﷺ) ہماری تعریف و توصیف سے بہت بلند مرتبت تھے۔ ہزار

کوشش کے بعد بھی آپ کی تعریف کرنے والا آپ کی تعریف کا حق ادا نہیں کر سکا"۔

نعتیہ قصیدہ نگاری میں ایک بڑا نام محمد بن سعید البوصیری (متوفی ۶۹۷ھ) کا ہے، جن کا کہا ہوا "قصیدہ ہمزیہ" ساڑھے چار سو اشعار پر پھیلا ہوا ہے، تاہم ان کی شہرت کا باعث دراصل "قصیدہ بردہ" ہے۔

شعرائے عرب کے تتبع میں دیگر زبانوں، خصوصاً فارسی میں، بہت زیادہ نعتیں اور نعتیہ قصائد کہے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں عطارؔ، رومیؔ، نظامیؔ، نصیریؔ، جامیؔ، خسروؔ، فیضیؔ، سعدیؔ، عرفیؔ، قدسیؔ، قاآنیؔ اور دیگر بے شمار شعرا نظر آتے ہیں، جن کے نعتیہ کلام میں رسول اللہ کی محبت کے سمندر موجزن ہیں۔ انہی سمندروں سے نعتِ رسولؐ کے سحاب اٹھے اور اردو شاعری کی دھرتی کو سیراب کرتے چلے گئے۔ چنانچہ ولی دکنیؔ سے امیر مینائیؔ تک شعرا کی ایک بڑی تعداد میں نعت سرائی کرتی نظر آتی ہے۔ بعد ازاں الطاف حسین حالیؔ سے ہوتی ہوئی نعت گوئی کی یہ روایت ظفر علی خان تک پہنچتے پہنچتے توانائی کی بلندیوں پر پہنچ گئی۔ اقبالؔ کے ہاں نعت نے آفاقی منازل تک صعود کیا اور پھر اس کی روشنی کچھ یوں پھیلی کہ قیامِ پاکستان کے بعد نعت نگاری گویا ہر مسلمان شاعر کا جزوِ ایمان بن گئی اور اب بہت کم شعرا ہوں گے، جنہوں نے نعت نہ کہی ہو۔

پنجابی شاعری میں، اب تک کی تحقیق کے مطابق، سب سے پہلا نعتیہ بول ...... روپا محمدؐ سوہنا خدائی دُھوں وچ دنیا غوطہ کھائی ...... حاجی بابا رتن (متوفی ۱۱۲۰ء) کا ہے۔ اُن کا کوئی اور کلام دستیاب نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پنجابی ادب کی تاریخ کا آغاز شیخ فریدالدین مسعود المعروف بہ گنج شکر (متوفی ۱۲۶۵ء) سے مانا گیا ہے۔ وہ پنجابی کے پہلے شاعر ہیں، جن کا کلام آج تک محفوظ ہے۔ ان سے قبل پنجابی میں کچھ اشلوک ضرور ملتے ہیں، لیکن ان کی زبان پنجابی سے زیادہ "برج بھاشا" اور سنسکرت کے قریب ہے۔ فریدالدین مسعود نے اپنے اشلوکوں کے توسط سے سیدھے سادے لوگوں کو سیدھے سادے لفظوں میں نماز روزے کی پابندی، ان سے اغماض کے دینی نقصانات، ریا کاری سے اجتناب، شرک سے بچنے کی تلقین و ترغیب، دنیوی آلائشوں سے بچنے اور اخروی زندگی کی تیاری اور اہمیت جیسے امور کی طرف توجہ دلائی ہے، لیکن کوئی نعتیہ اشلوک نہیں لکھا۔

پنجابی میں پہلا نعتیہ اشلوک (پنجابی میں شلوک) کہنے کا شرف سکھ مت کے بانی گورونانک دیو جی (وفات ۱۵۳۹ء) کو حاصل ہے۔ وہ کہتے ہیں:

محمدؐ من توں من کتاباں چار   من خدائے رسولؐ نوں سچا ای دربار

عبدی کودھن (متوفی ۱۵۸۸ء) کا نعتیہ اشلوک ہے:

جاں دنیا تے حضرتؐ آیا اول ایہہ نشانی
جو بت دنیا اتے آہے ہوئے کلی فانی

ایک اور اشلوک میں وہ کہتے ہیں:

کہاں دُرود بھی آل تے جیں پر اوہ خوشنود
ہووے یاراں دوستاں بھی لکھ ہزار دُرود

سولھویں صدی عیسوی کے اس دور کی تمام تر پنجابی شاعری پر صوفیانہ رنگ غالب ہے۔ چنانچہ فریدالدین مسعود سے لے کر وارث شاہ تک کے درمیانی زمانے میں فریدالدین ثانی، شاہ حسین، بلھے شاہ، عبیداللہ، ہاشم شاہ،

اکبر علی شاہ، مولوی بخشا، حاجی محمد المعروف بہ نوشہ گنج بخش، حافظ برخوردار رانجھا، سلطان باہو، علی حیدر، شیخ شرف، غلام جیلانی، ولایت شاہ، ہدایت اللہ، مولوی غلام رسول، غلام فرید، مولوی عبداللہ، عبدالوہاب، مولوی غلام محی الدین، مولوی روشن دین، مولوی خدا بخش، مولوی نور محمد، مولوی محمد نبی، مولوی محمد مسلم، میاں محمد، مولوی محمد اسماعیل، مولوی محمد شاہ دین، محمد دین، خیر الدین، غرض پنجابی شعراء کی ایک طویل فہرست ہے، جنہوں نے تصوف اور اس کے مختلف موضوعات پر مختلف اصناف سخن میں خامہ فرسائی کی۔ اسی دور کے آخر میں شعراء دیگر دینی امور کی طرف متوجہ ہوئے اور متصوفانہ وارداتوں کے علاوہ مختلف فقہی مسائل، قرآن پاک کی تفاسیر، احادیث کے احکام، نماز، روزہ، احوال الآخرت اور قیامت کے بیان، حج کی اہمیت اور مسائل حج، جنگ نامے، شہادت حسین ابن علیؓ، قصص النبیین، حمد، نعت، نعتیہ قصائد اور سیرت رسولؐ، مدحت رسولؐ اور آپؐ کے حضور سلام، وفات نامے، نور نامے، معراج نامے، شمائل رسولؐ، حلیہ شریف، گلزاریں، سی حرفیاں، بیت اور آپؐ کی زندگی کے مختلف واقعات، جیسے متنوع موضوعات کو شعری قالب میں ڈھالنا شروع کیا۔

وارث شاہ کا دور اٹھارویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔ اس زمانے میں پنجابی میں لکھنے کا رواج زور پکڑتا گیا۔ سرکاری زبان فارسی تھی، جس کے باعث پنجابی زبان بہت متاثر ہوئی اور اس میں فارسی لفظیات در آئیں۔ پنجابی شعراء کو خاص طور پر فارسی مثنوی نے بہت متاثر کیا۔ شاہنامہ فردوسی اور نظامی گنجوی کے خمسے کے زیر اثر پنجابی شعراء نے رومانی داستانوں اور قصوں کو مثنوی کی صنف میں نظم کرنا شروع کیا۔

پنجابی ادب میں بیانیہ اور موضوعاتی شاعری کا آغاز اٹھارویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں ہوا۔ اسی زمانے میں نجابت نے ''وار'' لکھی اور حافظ شاہجہان مقبل نے ہیر رانجھے کی عشقیہ داستان صنعت بیت میں نظم کی۔ مقبل کا ایک نعتیہ بیت یوں ہے:

روشن جس دے نور تھیں دائم لیل نہار
کہاں دُرود سلام میں باجھ حساب شمار

اٹھارویں صدی عیسوی کے اس زمانے میں پیلو اور حافظ برخوردار ہر دو کی مثنویاں ''مرزا صاحباں'' اس درجہ مقبول ہوئیں کہ ان کے مصرع کے مصرع ضرب الامثال کی طرح عوام و خواص میں شہرت پا گئے۔ اسی زمانے میں وارث شاہ نے اپنی مقبول عام مثنوی ''ہیر رانجھا'' لکھی۔ انہوں نے ''ہیر'' کے دوسرے بند میں نعت رسول اللہؐ کا مضمون یوں نظم کیا ہے:

دوئی نعت رسول مقبولؐ والی، جیہندے حق نزول لولاک کیتا
خاکی آکھ کے مرتبہ بڑا دتا، سبھ خلق دے عیب تھیں پاک کیتا
سرور ہوئیکے اولیاں انبیاں دا، اگے حق دے آپ نوں خاک کیتا
کرے اُمتی اُمتی روز محشر، خوشی چھڈ کے جیو غمناک کیتا

مثنوی یا شاعری کے کسی مجموعے کے آغاز میں حمد اور نعت لکھنا آج تک رائج ہے۔ ایسے شعراء، جو عام طور پر نعت نہیں کہتے، محض برکت کے لیے اپنی کتابوں کا آغاز حمد اور نعت سے کرتے ہیں۔ چنانچہ رومانی داستانوں کی مثنویاں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اپنی کتابوں کے لیے اکثر شعراء نے اصل قصہ یا داستان نظم کرنے سے پہلے حمد و نعت

کا اہتمام کیا ہے۔ یہ ایک طرح کی رسمی نعت گوئی ہے۔ البتہ وہ شعراء، جو بڑے اہتمام سے نعت کہتے ہوں اور جنہوں نے اپنی نعتیہ شاعری کے مجموعے بھی مرتب کیے ہوں، پنجابی ادب میں خال خال ہی نظر آئیں گے۔

پنجابی زبان میں، دنیا کی کسی بھی دوسری زبان کے مقابلے میں، اصناف سخن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ شعراء کرام اپنا ہر قسم کا کلام انہی اصناف میں رقم کرتے رہے ہیں، البتہ کچھ منظومات ایسی بھی ہیں، جو صرف اور صرف جناب نبی کریمؐ ہی سے خاص ہیں۔ ایسی منظومات کا فرداً فرداً بیان حسب ذیل ہے:

حلیہ شریف: یہ ایک ایسی نظم ہے، جس میں نبی کریمؐ کا حلیہ مبارک اور آپ کا سراپا بیان کیا جاتا ہے۔ مولوی محمد علی فائق اور احمد حسن قلعہ داری کے نظم کیے ہوئے حلیہ شریف اس صنعت کی بہترین مثال ہیں، جو ایک زمانے تک پنجابی معاشرت میں مقبول رہے ہیں۔

معراج نامہ: یہ ایسی نظم ہے، جس میں شاعر نبی کریمؐ کے سفر معراج کی روئیداد نظم کرتا ہے۔ پنجابی شاعری میں قادر یارؔ کا لکھا ہوا معراج نامہ بہت مقبول رہا ہے۔ یہ بڑی تقطیع کے تقریباً چوالیس صفحات کو محیط ہے۔ شاعر نے سفرِ معراج کے مختلف مراحل کو عنوانات کے تحت نظم کیا ہے۔ معراج نامہ کی ابتداء حمد و ثنائے رب جلیل سے کچھ یوں ہوتی ہے:

اللہ خالق، رازق، مالک، قدرت سندا والی
آدم، جن، ملائک، ہر شے در تے نت سوالی
رحمت دا دریا الٰہی بے پرواہ کہاوے
ظاہر باطن قدرت اس دی کجھ حساب نہ آوے
میں کجھ خبراں علموں پائیاں قدرت نال سنائیں
جاں جاں الف اکلا آہا نہ سی شام صباحیں

ان اشعار کے بعد وہ اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے یوں سخن سنج ہیں:

ایڈا فضل نبی تے کیتا آپ اللہ حق تعالیٰ
وچ قرآن لکھی خوشخبری ذکر معراجے والا
پاک محمدؐ بندے اتے فضل خداوند چاہیا
مسجد اقصیٰ، مکے تائیں راتیں سیر کرایا

معراج کب ہوا؟ قادر یار لکھتے ہیں:

سال بونجہ عمر نبی دی آہی اوس دیہاڑے
ہویا جدوں معراج نبی نوں ڈٹھے عرش منارے
اوہ رجب دا آہا مہینہ ہویا جدوں فضل سی
اک بزرگ روایت کیتی ماہ ربیع الاوّل سی

آگے چل کر سفرِ معراج کے آغاز کو انہوں نے یوں نظم کیا ہے:

جس دم حرم بیت اللہ اتے کیتا کرم ستاری
بھیجیا ہتھ براق وحی دے کیتی نبی اسواری
میکائیل لگاموں پھڑیا، جبرائیل رکابوں
کہن محمدؐ کر اسواری ہویا حکم جنابوں
بھیجیا ایہہ براق الٰہی حضرت میں لے آیا
جیہڑا اُڈ چڑھے اسمانے باجھوں پچھ پچھایا
چل محمدؐ درگاہ باری یاداں ہون اج اوتھے
کل مقرب رب دے ویکھن تیرا راہ کھلوتے

اس کے بعد بیت المقدس اور اس سے آگے مختلف آسمانوں پر نبی کریمؐ کی سواری (براق) کے صعود و ورود اور آپؐ نے وہاں کیا کیا مشاہدہ فرمایا، سب کچھ بالتفصیل بیان کیا ہے اور اس سفر کے اختتامی مراحل بیان کرنے کے بعد معراج نامے کے آخر میں قادریاؔ ریوں عرض پرداز ہیں:

کر کے ختم معراج نبی نوں بعد درود پچھانا
جیکو حرف اسانوں بخشے ہووس فضل ربانا
باراں سو سنتالی سالاں پاک نبی دے پچھوں
ایہہ مذکور بنایا یارو ویکھ معارج وچوں
قادر عاجز عاصی بندہ صفت بناون والا
برکت کلمے پاک نبی دی اجر دیوے حق تعالیٰ

نبی کریمؐ کا سفرِ معراج پنجابی لوک گیتوں کا موضوع بھی رہا ہے۔ ایک لوک گیت، جس میں حج کو جانے کے لیے میلے کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے، بڑے خاصے کی چیز ہے۔ دعوت تو میلے (حج) کی ہے، لیکن میلے کا لفظ اپنے لغوی معنی (میل ملاقات) میں بھی واضح طور پر مفہوم ہوتا ہے۔ گیت کچھ اس طرح ہے:

سجناں اوڑک جانا مر وے چل میلے نوں چلیئے

پہلا میلا آدم کیتا ملکاں ویکھ کے سجدہ کیتا
اک ویکھ کے گیا ای سڑ وے چل میلے نوں چلیئے

اس ابتدائیے کے بعد دو بند بالترتیب حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت یوسف علیہما السلام کے بارے میں ہیں۔ چوتھا بند نبی کریمؐ کے سفرِ معراج کی بابت ہے:

چوتھا میلا راتیں ہویا آن بوہے جبریل کھلویا
سوہنا گیا براق اُتے چڑھ وے چل میلے نوں چلیئے

نورنامہ: نبی کریمؐ کی پیدائش مبارک کے متعلق کہی ہوئی نظمیں ''نورنامہ'' کہلاتی ہیں۔ ملا رحیم بخش، حافظ مراد اور دولت علی کے ''نورنامے'' مثال کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہیں، جو آج بھی دیہاتی معاشرت میں بڑے شوق سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق (جس کا ثقہ ہونا محلِ نظر ہے)، سب سے پہلا نورنامہ امام غزالیؒ نے عربی میں رقم کیا تھا، جسے نصیب الدین غازی نے فارسی کے قالب میں ڈھالا اور ازاں بعد شیخ نورالدین علمدار (۱۳۷۷ء تا ۱۴۴۰ء) نے پنجابی میں ترجمہ کیا۔ یہ نورنامہ ربِ جلیل کی حمد و ثناء سے شروع ہو کر دعائیہ اشعار پہ ختم ہوتا ہے، جن کے مابین کہے گئے اشعار کا مضمون ٹھیٹھ اور سکہ بند قرآنی تعلیمات اور دینی قواعد سے متعارض اور متحارب ہے۔ مثلاً شاعر نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کی محبت میں علم، عمل، حلم، عشق، عقل، نعمت، نور، صبر، شکر اور فقر کے دس دریا پیدا فرمائے اور پھر نبی کریمؐ کا نور سبز توتے کی شکل میں ظاہر ہوا، جس نے دریائے رحمت میں ایک لاکھ غوطے لگائے اور ہر ہر غوطے کی حالت میں ہزاروں برس بتائے۔ جب غوطوں کی تعداد پوری ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے نور کو دریائے رحمت سے باہر آنے کو کہا۔ چنانچہ نبی کریمؐ کے مختلف نوری اعضاء سے گرنے والے قطرات سے دیگر انبیا و رُسل علیہم السلام، ملائکہ، عرش، کرسی، لوحِ محفوظ، قلم، بہشت، دوزخ، ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں، سورج، چاند، ستارے، ہوا، طوفانِ باد، کڑک، برق، حوریں، سدرۃ المنتہیٰ، درخت، شرابِ طہور، دودھ، حوضِ کوثر، پلِ صراط، مروارید، سونا، چاندی، نگینے، اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہونے والا دُنبہ، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، گھوڑے، پرندے، غرض ایسے ہی دیگر موجوداتِ عالم پیدا ہوئے۔ اس کے بعد شاعر ان مختلف وعدوں کا ذکر کرتا ہے، جو حضرتِ باری نے جناب نبی کریمؐ سے فرمائے۔

نبی کریمؐ کی پیدائش کے بارے میں جو کچھ اور جیسا کچھ کولہ نورنامے میں نظم کیا گیا ہے، ایک سرسری سی نظر ہی اس گھڑنت کو دیومالائی ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے، جیسے شاعر یونانی اور ہندو دیومالا سے متاثر ہو کے نبی کریمؐ کے بارے میں یہ سب کچھ نظم کرتا گیا ہے اور یوں اس نے ایک حقیقی وجودِ مقدس کو دیومالائی کردار بنا دیا ہے۔ اکثر نورنامے، جو بازار میں دستیاب ہیں، اسی مضمون کے حامل ہیں، جن کے مضامین کا ٹھوس حقائق سے کوئی علاقہ نہیں۔

گلزار: ایسی نظم کو ''گلزار'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، جس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاءِ عظام کے حالات بیان کیے جائیں، یوں یہ صنعت نبی کریمؐ کے ساتھ مخصوص تو نہیں تاہم بہت سے شعراء نے آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے مختلف حالات و واقعات کے بیان میں ''گلزار'' نظم کیے ہیں۔ اس ضمن میں مولوی محمد مسلم اور محمد دین فاضل شاہپوری کے نام مثال کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہیں۔

سلام: ''سلام'' ایک منفرد نظم ہے، جس میں نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ اب یہ صنعت زیادہ تر حضرت حسین بن علیؓ کو سلامِ عقیدت پیش کرنے کے لیے مخصوص ہو کر رہ گئی ہے، تاہم اب بھی کچھ شعراء نبی کریمؐ کے حضور سلام لکھتے رہتے ہیں۔ سید تنویر بخاری کے کہے ہوئے ایک سلام کا مطلع کچھ یوں ہے:

محبت، ادب، شوق، الفت، عقیدت تھیں سرنوں جھکا کے، سلام آکھنا واں
تصور چ ڈب کے، تیرے پیار دی دل تے رنگن چڑھا کے، سلام آکھنا واں

چونکہ نعت کے لیے کوئی خاص صنفِ سخن مقرر نہیں ہے، لہٰذا پنجابی شعراء نے مثنوی، نظمِ مقفیٰ، نظمِ معریٰ،

غزل، مثلث، مخمس، مسدس، کافی، دوہا، بولی، ٹپا، سی حرفی، اکھر مکھڑا، وغیرہ تمام اصنافِ سخن میں نعتیہ مضامین نظم کیے ہیں، جنہیں فرداً فرداً مندرجہ ذیل سطور میں پیش کیا جا رہا ہے:

مثنوی: مثنوی کا لفظ ثنا، مثنیٰ سے مشتق ہے۔ اس کے معنے ہیں دو یا دُہرا۔ شاعری کی اس صنف میں ہر شعر اپنی جگہ ایک مطلع ہوتا ہے۔ نمونے کے طور پر وارث شاہ کے دو اشعار پہلے پیش کیے جا چکے ہیں۔ میاں محمد بخش (متوفی ۱۹۰۴ء) نے اپنی مثنوی ''سفر العشق'' (المعروف بہ سیف الملوک) کے آغاز میں دُعا اور حمدِ باری تعالیٰ کے بعد حضرت ختم المرسلینؐ کے حضور نعت رقم کی ہے، جس کے چند اشعار حسبِ ذیل ہیں:

واہ کریمؐ اُمت دا والی مہر شفاعت کردا
جبرائیل جیہے جس چاکر نبیاں دا سر کردا
اوہ محبوب حبیبؐ رباناں حامی روز حشر دا
آپ یتیم یتیماں تائیں ہتھ سرے تے دھردا
جے لکھ واری عطر گلابوں دھوئیے نت زباناں
نام اوہناں دے لائق نائیں کیہ قلمے دا کاناں
دنیا تے جد ظاہر ہویا کھریا دین دماماں
کوہ قافاں نے سیس نوایا کوٹ کفار تماماں
تخت چبارے شاہی کنبے ڈھٹھے کفر منارے
چھیک دتے قرآن اوہدے نیں اگلے دفتر سارے

میاں محمد بوٹا گجراتی (متوفی ۱۹۳۰ء) نے اپنی مثنوی ''مرزا صاحباں'' کے آغاز میں حمدِ باری تعالیٰ کے بعد رسولِ مقبولؐ کے حضور یوں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے:

آکھاں صفت سدا سلطان امت، جیندے شان قرآن گواہ ہویا
سچا یار حبیب نصیب والا مشتاق جس دا پاک الہ ہویا
سرتاج لــــولاک لـــمــــا والا ساری خلق سندا بادشاہ ہویا
شرق، غرب، جنوب، شمال تیکر روشن دین جیندا مثل ماہ ہویا
رہی آکھ تعریف مخلوق ساری، اوڑک سبھ دا عقل فناہ ہویا
اندر صفت رسول شرمندگی تھیں میری قلم دا مونہہ سیاہ ہویا
کرسی حشر شفاعتاں پاس مولا، اساں عاصیاں دا خیر خواہ ہویا
محمد بوٹیا فکر کی اُمتاں نوں نبی جہاں دا پشت پناہ ہویا

سید جلال عاشق (۱۹۳۵ء کے بعد موضع بھکھڑالی، سیالکوٹ میں فوت ہوئے) اپنی مثنوی ''ڈھول وشمس رانی'' کے آغاز میں یوں نعت سرا ہیں:

سید سوہنا سینہ اطہر معدن فیض حقانی
کوئی ہویا نہ ہوسی اگوں پاک نبیؐ دا ثانی

آتشکدہ بجھایا پل وچ کئی صدیاں دا بلدا
کسریٰ دے ڈگ پئے کنگورے محل تمامی ہلدا
جنتی نافہ کھلا آکے عبداللہ دے خانے
لہندے چڑھدے خوشبو اس دی کھنڈی وچ جہانے
آدم، نوح، خلیل الٰہی، عیسیٰ، موسیٰ سارے
پاک نبیؐ دیاں خبراں دتیاں سبھناں نال پیارے
سورج چڑھیا رحمت والا مات ہوئے سبھ تارے
سبھ منسوخ کتاباں ہوئیاں اتے صحیفے سارے

قصیدہ: قصیدہ، قصد (ق ص د) سے مشتق عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ارادہ، نیت اور منشاء کے ہیں۔ قصیدہ نظم کی وہ قسم ہے، جس میں شاعر کسی کی مدح یا مذمت رقم کرتا ہے تاہم اردو اور پنجابی میں یہ لفظ صرف کسی کی تعریف و توصیف اور مدح و ستائش کے لیے ہی بولا جاتا ہے۔ اصطلاحاً بادشاہوں، جنگجو اور دلیر لوگوں یا معززین کی مدح پر مشتمل کلامِ موزوں کو قصیدہ کہا جاتا ہے۔ پنجابی شاعری میں قصیدہ گوئی مقتدر یا معززین کے علی الرغم رسول اللہؐ کی مدح و توصیف کے لیے ہی خاص رہی ہے، کیونکہ پنجابی میں شاعری کرنے والا کوئی شاعر کسی سرکار دربار سے کبھی منسلک نہیں رہا۔ پنجابیوں نے اپنے جنگجو سورماؤں کے گیت ضرور گائے ہیں، لیکن ان کے لیے ''واریں'' نظم کی ہیں، قصیدے نہیں کہے۔

عربی نعت نگاری کا محرکِ اول یہی قصیدہ ہے۔ امام الانبیاءؐ کے معجزات، غزوات، آپؐ کا اسوۂ، سیرت و کردار، خُلقِ عظیم، حلم و بردباری، عفو و درگزر اور ان جیسے دیگر محامد و محاسن ہمیشہ سے قصائد کا موضوع رہے ہیں (اور تا قیامت رہیں گے)۔ جب سے نعتیہ شاعری عربی سے فارسی، فارسی سے اردو اور پنجابی میں لکھی جانے لگی ہے، وقت کے ساتھ ساتھ نعتوں اور نعتیہ قصائد میں نظم کیے جانے والے موضوعات کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا ہے۔ یوں نبی کریمؐ کی مدحت ذاتی اور آفاقی دکھوں کے اظہار تک اپنے اثرات مرتب کر رہی ہے۔

نعتیہ قصائد چار اجزاء پر مشتمل ہوتے ہیں، یعنی (۱) مطلع اور تشبیب (۲) گریز (۳) مدح، اور (۴) مقطع اور دعاء۔ قصیدے کا آغاز جن تمہیدیہ اشعار سے ہوتا ہے، تشبیب کہلاتے ہیں (غزل یہیں سے پھوٹی ہے)۔ اس کے بعد شاعر اپنے اصل مقصد کی طرف گریز کرتا ہے اور پھر مدح رقم کرتا ہے اور قصیدے کے آخر میں دعائیہ اشعار کہہ کر قصیدہ بند کر دیتا ہے۔

پنجابی شاعری میں (آج تک کی معلومات کے مطابق)، عربی قصائد کے تراجم کو چھوڑ کر، صرف تین نعتیہ قصائد منصۂ شہود پر آئے ہیں، جو یہ ہیں:

۱۔	حضورؐ دے حضور	(سید فقیر محمد تنویر بخاری)، سنِ اشاعت ۱۹۸۶ء
۲۔	طلع البدر علینا	(سید منصور احمد خالد)، سنِ اشاعت ۲۰۰۶ء
۳۔	نوری رشتاں	(محمد اقبال نجمی)، سنِ اشاعت ۱۴۲۸ھ (۲۰۰۶ء)

مؤخر الذکر قصیدہ (نوری رشتاں) میں شاعر نے اڑتیس عنوانات قائم کیے ہیں اور حسبِ عنوان نعتیہ اشعار

کہے ہیں۔ قصیدے کا آغاز یوں ہوتا ہے:

پہلاں سبھ توں نال ادب دے رب دی حمد چتاراں
فر میں نعت نبیؐ دی لکھاں اپنا آپ نکھاراں

محولہ بالا قصیدے میں مختلف عنوانات کے ماتحت موزوں کیے ہوئے اشعار کے دو نمونے حسب ذیل ہیں:

(۱)

نوری حرف حکایت لکھنا میرے وس وچ کتھے
من وچ پیار دا دیپ جگا کے نعت لکھاں سرکاراں
شان معراج عطا انج کیتی حیرت وچ خدائی
آپؐ نوں محرم راز بنا کے کیتیاں رب گفتاراں
آپؐ مبلغ، مومن کامل، واعظ، صادق، سیّد
آپؐ مکرم، آپؐ مبشر، صاحب وچ سرداراں

(۲)

جان توں ودھ کے پیارا پیارا آپؐ دا ناں سرکاراں
تاج شفاعت سوہنا سوہنا آپؐ دا ناں سرکاراں
آپؐ آئے تے پائی رحمت وسیاں دل دیاں باراں
آپؐ نے آ کے وڈی وحدت وسیاں دل دیاں باراں
میں کوجھی ساں روپ چڑھایا مدنی چن سرکاراں
وحدت والا جام پلایا مدنیؐ چن سرکاراں

''نوری رشاں'' میں قصیدہ نگار نے شروع سے اخیر تک نبیٔ رحمتؐ کے لیے احترام اور حفظِ مراتب کا پورا پورا خیال رکھا ہے اور آپؐ کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔

غزل: غزل عربی زبان کا لفظ ہے۔ ایک صنفِ سخن کے طور پر اس کا جنم فارسی زبان میں ہوا۔ اس کے بعد یہ اردو میں آئی اور پھر پنجابی میں۔ ایک طویل عرصے تک غزل اپنی لغوی معنویت (عورتوں سے باتیں کرنا، محبت کی باتیں کرنا، عورتوں کے حسن و جمال کا بیان) کے عین مطابق حسن و عشق کی گھاتوں، محبوب کے ناز و ادا اور ہجر و فراق جیسے مضامین کی ہی خوگر رہی۔ وقت کے ساتھ ساتھ غزل کا موضوعاتی دائرہ وسیع ہوتا گیا اور اس میں ذاتی، اجتماعی، معاشرتی، معاشی، سیاسی الغرض جملہ انسانی مسائل سے متعلق مضامین باندھے جانے لگے۔

متغزلین جب نعت گوئی کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے اس کے لیے بھی غزل کا پیرایہ ہی اختیار کیا۔ اگرچہ غزل کے انداز میں شعراء نے بڑی خوبصورت اور مضبوط نعتیں کہی ہیں، تاہم غزل گوئی کی عادت کے زیر اثر اکثر شعراء اسی ڈگر پر چلتے رہے، جو انہوں نے ایک خیالی محبوب کے حوالے سے اپنا رکھی تھی۔ حتیٰ کہ محسنؔ کاکوروی جیسا بڑا شاعر بھی ایسی تشبیہات اور استعارات استعمال کر گزرا، جو نعت کے تقدس اور شائستگی کو پامال کر دیتے ہیں:

دیکھئے ہوگا ”سری کرشن“ کا کیوں کر درشن
سینۂ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بے کل

اطہر ہاپوڑی کہتے ہیں:

کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے

پنجابی کے معروف شاعر بابا نجمی کی نعت کا مطلع ہے:

میتوں وی اک وار کرا دے توں دیدار مدینے دا
میرے آیاں ہو نہیں جاندا تنگ بزار مدینے دا

نعت اس قسم کے سطحی اور عامیانہ مضامین کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ نعت کے لیے غیر مانوس تشبیہات، استعارات اور گلے شکوے کا انداز سوءِ ادب کے زمرے میں آتا ہے۔

غزلیہ پیرائے میں کہی ہوئی نعت کی ایک عمدہ مثال پیر فضل حسین فضل گجراتی مرحوم (متوفی ۱۹۷۲ء) کی یہ نعت ہے:

اُمت عاصی دا رکھوالا نبی سُہارا کملی والا
ملجا، ماویٰ، تکیہ، پرنہ، ٹھاہر، سہارا کملی والا
رستہ ملیا، ظلمت نسی، فلک ہدایت اتے چڑھیا
مہر منور، بدر درخشاں، روشن تارا، کملی والا
عربی، مکی، مدنی، جس دا نبیاں دے وچ کوئی نہ ثانی
نام محمدؐ ابن عبداللہ عرف نیارا کملی والا
ظاہر دے اسباب میسر، باطن دے وی کول خزانے
ایپر کملی اندر کردا رہیا گزارا کملی والا
ہین اُمیداں حشر دیہاڑے فضلؔ اساڈی سار لوے گا
لڑ لگیاں دیاں شرماں لجاں پالنہارا کملی والا

نظم: علم الشعر میں نظم ان اشعار کو کہا جاتا ہے، جو کسی ایک ہی موضوع پر کہے گئے ہوں۔ نظم کسی بھی موضوع پر کہی جا سکتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں یعنی (۱) نظمِ مقفّٰی ...... جس میں بحر اور قافیے کی پابندی ضروری ہوتی ہے، اور (۲) نظمِ معریٰ ...... اس میں قافیے کی کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ نعت کے لیے نظم کا پیرایہ استعمال کرنے والے شعراء کی کوئی کمی نہیں ہے اور اس صنف میں بڑی خوبصورت اور عمدہ نعتیں کہی گئی ہیں۔ نظمِ مقفّٰی کی ایک مثال یہ ہے:

جنہوں رب دے اکھر یاد سن، جیہدا آکھیا سی قرآن
اوہ دل سی اکھ بھریچیاں، اوہدی سب توں اُچی شان
اس اکھ کھولی تے فجر دا اعلان ہویا وچ شہر
فیر سورج رشماں روہڑیاں جیوں لہر دے اُتے لہر

اس وڈی خیر دی پوٹلی مرے ہتھ آئی خیرات
میں بچ نوں سینے لا لیا، اک جان مہا سوغات
اس پوری بیجی لاٹ دی صحرا وچ کیتا نور
فیر دنیا چیچا ویکھیا جد ریت نوں لگا بور
اس دنیا کیتی حیرتی، اس دنا اوہ دستور
اس وقت سانویں جاپدے کیہ شاہ تے کیہ مزدور

(اختر شیخ مرحوم)

اس ضمن میں منیر نیازی مرحوم کی ایک نظم بہ عنوان "رسول کریمؐ دی یاد وچ شاعری" بھی خاصے کی چیز ہے:

کیسے ہون کے گلی محلے، کیہڑی طراں دیاں راہواں
اندروں گھر کیسے ہوون گے، کیسیاں باہرلیاں تھانواں
رونق اوہناں بزاراں دی تے لوکاں دیاں صداواں
دور دراز دیاں سفراں اندر ٹھہرن لئی سراواں
رات دناں وچ قافلے چلدے ، رتاں دیاں ہواواں
کویں میں ایڈا پینڈا کٹ کے اوس سمے وچ جاواں
کویں میں اوہ تصویراں کھچ کے دنیا کول لیاواں
کویں میں اج دے شہراں نوں اوہ حسن دی جھلک وکھاواں
شہر مبارک اوہناں دناں دے، سوہنیاں دھپاں چھانواں
جیہناں وچ پھریا شام سویرے احمدؐ دا پرچھانواں

نعتیہ نظم معریٰ کا ایک نمونہ کچھ یوں ہے:

پاک پیغمبرؐ

پاک پیغمبرؐ!
جد وی سوچاں
تیرے بارے
ہر پاسے مینوں چانن دِسے
دِسے نور منارا

صدیاں تائیں
تیرے نور حیاتی کولوں
میرے بجھے ڈگے ڈھٹھے ......

پیراں ہیٹھ مدھولے بندے
لبھن سدھیاں راہواں

اج میں ویکھاں
سچے کُجھ
عاقی بندے
ظلم کماون
گند گھلاون

پاک پیغمبرؐ!
مینوں دسیں
ایہناں نال میں آڈا لاواں
سیس کٹاواں
یا فیر سیس نواواں
اپنا آپ بچاواں

(امجد علی شاکر)

مثلث: تین تین مصرعوں پر مشتمل کئی ایک بند کی نظم کو مثلث کہا جاتا ہے۔ مثلث کے پہلے بند کے تینوں مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں، جبکہ دوسرے بندوں کے پہلے دو مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں اور تیسرا مصرع پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتا ہے۔

کچھ شعراء تیسرے مصرع کو ہر بند میں دہراتے ہیں۔ یعنی پہلے بند کے تینوں مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) پھر دو دو مصرع ہم قافیہ (اور ہم ردیف) اور پھر پہلے بند کا تیسرا مصرع۔ بعض شاعر نظم کے آغاز میں دو ہم قافیہ (اور ہم ردیف) مصرع، ہر بند کے پہلے دو مصرع ہم قافیہ (اور ہم ردیف) اور پھر تیسرے مصرع کے طور پر ابتدائی دو مصرعوں میں کا پہلا مصرع دہراتے ہیں: مؤخر الذکر صنعت کی بہترین مثال معروف نعت گو شاعر محمد علی تجّن کی کہی ہوئی یہ نعتیہ مثلث ہے، جس کے دو عدد بند یہاں نمونے کے طور پر رقم کیے جا رہے ہیں:

ساڈے دل سوہنیا نگاہواں کدوں ہونیاں
دسو منظور ایہہ دُعاواں کدوں ہونیاں

اک اک ذرے وچ رکھیاں شفاواں نیں
بوسے تیرے قدماں نوں دتے جنہاں راہواں نیں
ساڈیاں نصیباں چ اوہ راہواں کدوں ہونیاں
ساڈے دل سوہنیا نگاہواں کدوں ہونیاں

تکھیاں جدائیاں دیاں دھپاں دل ساڑیا
اپنی گل دس دے خدائی دیا لاڑیا
دھپاں کدوں مکدیاں، چھانواں کدوں ہونیاں
ساڈے ول سوہنیا نگاہواں کدوں ہونیاں

مربع: نظم کی اس صنف میں ہر بند کے چار مصرع ہوتے ہیں، جو باہم ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ہر بند کے پہلے تین مصرع مقفیٰ اور چوتھا مصرع پہلے بند کے قافیہ (اور ردیف) کے مطابق ہوتا ہے، تاہم یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ بعض شعراء ہر بند کے پہلے تین مصرع ایک قافیہ (اور ردیف) کے مطابق نظم کرتے ہیں اور چوتھا مصرع نئے قافیہ (اور ردیف) کے ساتھ، جس میں بحر کا التزام بہر حال ہوتا ہے۔ پیر مہر علی شاہ (متوفی ۱۹۳۷ء) کی معروف نعت اسی مؤخر الذکر صنعت میں ہے۔ مثال کے طور پر اس کے دو بند یہاں نقل کیے جا رہے ہیں:

اج سک متراں دی ودھیری اے
کیوں دلڑی اُداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں

دو ابرو قوس مثال دِسن
جیں توں نوک مژہ دے تیر چُھٹن
لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن
چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں

مخمس: جس نظم کے ہر بند میں پانچ مصرع ہوں، مخمس کہلاتی ہے۔ مخمس کے ہر بند کے پانچوں مصرع مقفیٰ (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں، لیکن جو شاعر یہ پابندی نہیں کرتے وہ ہر بند کے پہلے چار مصرع ہم قافیہ (اور ہم ردیف) رکھتے ہیں اور پانچواں مصرع مختلف قافیہ (اور ردیف) کے ساتھ لاتے ہیں، خاص طور پر جب "جوڑ بند" نظم کیا جائے تو یہی اہتمام کیا جاتا ہے۔ پیر فضل حسین فضل گجراتی نے سائیں احمد علی کے ابیات پر "جوڑ بند" لگایا ہے، جن میں سے اک بند مثال کے طور پر یہاں دیا جا رہا ہے۔ یہ بند نبی کریمؐ کے سفرِ معراج کے حوالے سے ہے:

ہے معراج بالجسد جناب والا
ایہہ معراج، معراج نہیں خواب والا
فضلؔ دسدائے پاک کتاب والا
ہویا پردہ نورانی حجاب والا
شاہِ دین دا سائیاں دیدار کر کے

اس صنف کی ایک اور عمدہ مثال ثاقبؔ علوی کی کہی ہوئی نظم "محمدؐ دی بعثت" کے یہ دو بند ہیں:

پریشان سن سب دلاں دیاں تاراں
زمانے دے گلشن چہ لبھس بہاراں
سُنے آسماں وی زمیں دیاں تاہراں
فضاواں چ ہر پاسے گونجن پکاراں
ایہہ ہستی سی کیہ؟ صرف سوچاں وچاراں

خدا نوں ترس ایس خلقت تے آیا
خزاواں دے موسم چ ساون وسایا
اوہ بنجر زمیناں تے گلشن اُگایا
محمدؐ نوں رحمت بنا کے گھلایا
کھِڑائے محبت دے پُھل ریگزاراں

مسدس: مسدس نظم کی وہ قسم ہے، جس کا ہر بند چھ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلے چار مصرع ایک قافیہ (اور ردیف) کے ساتھ آتے ہیں اور باقی کے دو مصرع مختلف قافیہ (اور ردیف) کے ساتھ لائے جاتے ہیں۔ پیر فضل گجراتی مرحوم کی نظم ”ربیع الاوّل“ مسدس میں ہے، جس کا آخری بند مندرجہ ذیل ہے:

بلی شمع تو حیدری وچ کے لوواں جاگ پیاں قبلتین دیاں
مولا اوس نوں سَد کے عرش اُتے عزتاں دتیاں قابَ قوسین دیاں
اوس رہبر کامل دے اُون اُتے ہویاں مشکلاں حل کونین دیاں
سُتے ہوئے مخلوق دے بھاگ جاگے، لیاں رب نے سن ثقلین دیاں
بے نصیب دیدے ابوجہل والے لائق کدوں اس نورِ مبین دے سن
فضل اوہناں نے ویکھیا، پائے اکھیں سُرمے، جنہاں نے عین یقین دے سن

ترجیع بند: شاعر کا چند ایسے بند اس طرح نظم کرنا کہ ایک ہی مصرع ہر بند کے آخر میں آئے، جو بحر میں موافق اور قافیے میں مختلف ہو اور ہر بند کے آخری مصرع سے موافقت کرے ”ترجیع بند“ کہلاتا ہے۔ پنجابی شعراء نے ترجیع بند میں بھی نعتیہ مضامین موزوں کیے ہیں۔ پیر فضل گجراتی کہتے ہیں:

محمدؐ خدا دا پیارا محمدؐ   غریباں دا حامی سہارا محمدؐ
ہے دردا ں تے دُکھاں دا چارا محمدؐ   ہے بے چاریاں دا سُہارا محمدؐ

اوہدے سرتے لولاک دا تاج سوہے   زمانے تے اک اوسے دا راج سوہے
اوہدا نام لیئے تے ہر کاج سوہے   ہے بے چاریاں دا سُہارا محمدؐ

دوہا (دوہڑا): دوہا دو یا چار مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے، اگرچہ لغوی طور پر دوہا دو ہی مصرعوں کا نام ہے۔ اس صنف میں پہلے مصرع کا خیال دوسرے مصرع میں سمو کر مضمون کو خوب مکمل کیا جاتا ہے۔ یہی اس کے نام کی وجہ تسمیہ

ہے۔ دوہے یا دوہڑے میں عام طور پر بڑے کھرے اور علم و دانش سے بھرپور خیال نظم کیے جاتے ہیں۔ پنجابی کی بیانیہ شاعری بے شمار دوہڑوں میں پڑھنے کو ملتی ہے۔ اس کی بحریں بہت زیادہ ہیں، جن میں سے تئیس (۲۳) بہت مشہور ہیں۔ کچھ شعراء کے کہے ہوئے دوہڑے قطعہ کے بہت قریب ہیں۔ فرید الدین مسعود گنج شکر اور گورونانک دیو جی کے اشلوک دوہے (یا دوہڑے) کی ہی صنف میں ہیں۔

پنجابی شاعری میں چار مصرعوں پر مشتمل دوہے یا دوہڑے کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ اس کا آغاز سانحۂ کربلا اور اس کے نتیجے میں حضرت حسین بن علیؓ، ان کے اہلِ خانہ اور ان کے ساتھیوں کو پیش آمدہ مصائب جیسے موضوعات نظم کرنے کے لیے ہوا تھا، اور اس موضوع کو آج بھی حسبِ سابق نظم کیا جا رہا ہے، البتہ وقت کے ساتھ ساتھ اس صنفِ سخن میں شعراء نے ہجر و فراق، ذاتی اور اجتماعی سماجی مسائل اور اسی قبیل کے اور کئی موضوع نظم کرنے شروع کر دیے ہیں اور ایسے شعراء کی تعداد کم نہیں ہے، جو دوہے میں نعتیہ مضامین بھی نظم کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں پیر فضل گجراتی کا نام سرِفہرست ہے۔ معراج شریف کے حوالے سے ان کا ایک دوہڑا ہے:

بن سنور کے جدوں حبیب اوہدے، اُپر عرش معلی دے جان لگے
اپنے باغ وچوں ابراہیم ہوری بھر بھر جھولیاں پھل برسان لگے
موسیٰ ید بیضا تائیں کھول کے تے دُور دُور توڑی چانن لان لگے
ہے سی فضل زبور وچ درج جیہڑی، نعت اوہ داؤد سنان لگے

پیر صاحب کا ایک اور نعتیہ دوہا یوں ہے:

اوہ سلطان مدینے دا شاہ بطحا، لین سارے جہان دی سار آیا
ڈُبی ہوئی جہالت دے بحر اندر، بیڑی عاصیاں دی کرن پار آیا
او غلاماں نوں کرن آزاد آیا، دختر کشاں دی کھوہن تلوار آیا
فضل تاج چرواہیاں دے سراں اُتے رکھن اوہ آقا نامدار آیا

دو مصرعوں کے دوہے کی مثال محمد الیاس کے مندرجہ ذیل نعتیہ دوہے ہیں:

چن آکھاں کہ سورج آکھاں، آکھاں کیہ تہانوں روپ تہاڈا کملی والےؐ سوہنا کل جہانوں

اور

ذکر تہاڈا اُچا کیتا، آپ نبی جیؐ اُچے جد وی سنیئے ٹھنڈے چاندی بول تہاڈے سچے

سوہلے: پنجابی زبان میں ''سوہلے'' خوشی کے گیتوں کو کہا جاتا ہے۔ معناً یہ لفظ ''بین'' (جسے پنجابی میں وَین کہتے ہیں) کا متضاد ہے۔ عام طور پر شادی بیاہ کے موقع پر لڑکیاں بالیاں جو گیت گاتی ہیں، سوہلے کہلاتے ہیں۔ پنجابی شعراء میں سے (اب تک کی معلومات کے مطابق) یہ شرف صرف پیر فضل گجراتی کو ہی حاصل ہے کہ جنہوں نے نعتیہ سوہلے بھی کہے ہیں، جن میں سے نمونے کے طور پر دو بند حسبِ ذیل ہیں، جو انہوں نے ہجرت کے ہنگام نبی کریمؐ کے مدینہ منورہ میں وُرودِ مسعود کو سامنے رکھ کر کہے ہیں:

چڑھ چڑھ چھتاں وے توں کر رشنائیاں
کالیاں راتاں ساڈے رب مکائیاں

پُڑتے نیں دن رُتاں سوہنیاں آئیاں
وگیاں نیک ہوائیں
وگیاں نیک ہوائیں، وے ہادیا تیریاں دُور بلائیں

ویکھو فی ڈاچی گوڈا کتھے لایا
ابو ایوبؓ تائیں رب وڈیایا
میوے نہ کدھرے اج چاہل چایا
وس پیاں اُجڑیاں جائیں
وس پیاں اُجڑیاں جائیں، وے ہادیا تیریاں دُور بلائیں

سی حرفی: پنجابی شاعری میں، چار مصرعوں پر مشتمل، ''سی حرفی'' ایک منفرد صنفِ سخن ہے۔ پنجابی شعراء میں حروفِ ابجد کی بنیاد پر شعر کہنے کا رواج بہت پرانا ہے۔ فارسی زبان میں حروف ابجد کی تعداد تیس ہے اور ایک مدت مدید تک برِصغیر کے مسلمان اس سے بہت مانوس رہے ہیں، اس لیے پنجابی شاعری میں اس صنف کا نام ''سی حرفی'' پڑ گیا۔ اس صنف میں عام طور پر طویل بحر استعمال ہوتی ہے۔ حروفِ ابجد اپنے پورے صوتی وزن کے ساتھ بند میں شامل ہوتا ہے اور بند کے چاروں مصرع ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں۔ پنجابی شاعری میں سی حرفی کی روایت کا آغاز شاہ میراں (متوفی ۱۴۹۶ء) سے ہوا اور سلطان باہو (متوفی ۱۶۹۱ء) اس کو فن کی بلندیوں پر لے گئے۔ اس صنف میں عام طور پر صوفیانہ اور لوک دانش کے مضامین نظم کیے جاتے رہے ہیں۔ قادر یار (متوفی ۱۸۹۲ء) نے سی حرفی میں رومانی مضامین باندھنے کی طرح ڈالی اور ''پورن بھگت'' کا قصہ اسی مقبولِ عام صنف میں نظم کیا۔ نعتیہ سی حرفی کا آغاز سلطان باہو سے ہوتا ہے، جس کا ایک نمونہ حسب ذیل ہے:

ب بسم اللہ اسم اللہ دا ایہہ بھی گہنا بھارا ہو   نال شفاعت سرورِ عالمؐ چھٹسی عالم سارا ہو
حدوں ودھ درود نبی نوں جس دا اڈ پیارا ہو   میں قرباں تنہاں توں باہو جنہاں ملیا نبی سہارا ہو

کافی: کافی اصل میں عربی قوافی کا بگڑا ہوا روپ ہے۔ عربی زبان میں کفایت کرنے والی منظوم بندش کو کافی کہا جاتا ہے، لیکن عربی شاعری میں کافی کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ پنجابی شاعری میں کافی اک بے مثل اور مقبول صنفِ سخن ہے۔ اس میں دو دو، تین تین یا چار چار مصرعوں کے بند ہوتے ہیں اور آخری مصرع بار بار ہر بند کے بعد دہرایا جاتا ہے۔ اکثر ایک مطلع، ایک مصرع یا پورا ایک شعر اپنی جگہ کافی ہوتا ہے۔ پنجابی زبان کے سرائیکی لہجے میں خواجہ غلام فرید (متوفی ۱۹۰۱ء) کافی اور خاص طور پر نعتیہ کافی کے ایک بڑے شاعر ہوئے ہیں، جن کے کلام میں سے ایک کافی بہ طورِ مثال یہاں نقل کی جا رہی ہے:

تھیواں صدقے صدقے آیا شہر مدینہ   سکھ دی سیج سُہایُم گیا ڈکھڑا دیرینہ
ناں رو، دلڑی لڑی نہ ڈکھ سنجڑا سینہ   سجھ سونے دا اُبھریا ڈھڑا نیک مہینہ
حرم معلّی روشن ہے نوری آئینہ   عرب دی ساری دھرتی سوہنی صاف نگینہ
ملسی جیہڑا رکھسی صدق ثبوت یقینہ   تھیا شیطان پسیلہ مر گیا نفس کمینہ
خبر فریدؔ سُنہوسے ملسوں شب آدینہ

خواجہ فرید مزید کہتے ہیں:

اَج ڈوری سِک دیدار دی اے متاں آئی نگری دلدار دی اے
ارض مقدس ملک عرب دی ہر ہر واری فرح طرب دی

فرد: شاعری میں ''فرد'' ایک شعر کو کہتے ہیں۔ مطلع کے علاوہ غزل کا ہر شعر اپنی جگہ ایک فرد ہوتا ہے۔ اردو اور پنجابی شعراء کے مجموعہ ہائے کلام کے آخری صفحات یا کہیں کہیں غزلوں یا نظموں کے بعد خالی جگہ پر فردیات عام پڑھنے کو مل جاتے ہیں۔ سچل سرمست (متوفی ۱۸۲۶ء) نے نعتیہ فردیات بھی کہے ہیں، جن میں سے ایک نمونہ یہ فرد ہے:

سچل کو ں غم کوئی نا ہیں کیتالا یحتاج محمدؐ

وارث شاہ کے بعد لیکن پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے، پنجابی شاعری نے ارتقاء کے کتنے ہی مراحل طے کیے، تاہم نعت نگاری کے فن میں کوئی خاص تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ شعراءِ کرام محولہ بالا اصناف میں وہی نعتیہ مضامین باندھتے رہے، جو ایک طویل مدت سے مروج تھے۔ برِصغیر پاک و ہند میں آزادی کی تحریک نے جہاں لوگوں کے عمومی مزاج کو بدلنے میں اہم کردار ادا کیا، شعراء کی سوچ کے زاویے بھی بدل کے رکھ دیئے۔ ان کی شاعری کا آہنگ یکسر تبدیل ہو گیا۔ اشعار میں مقامی معاشرتی مفادات اور وطنیت کے حوالے مضبوط ہوتے گئے اور ساتھ ہی ساتھ شاعری میں مذہبی رنگ بھی در آیا۔

پاکستان بننے کے بعد ترقی پسند شعراء کی تنظیمیں وجود میں آنے کے بعد شاعری کا دھارا یکسر تبدیل ہو گیا۔ یوں نعتیہ شاعری بھی بتدریج اپنی پرانی ڈگر سے ہٹتی گئی۔ نعتوں میں روایتی مضامین کی بجائے اب ذاتی اور سماجی مسائل، بے انصافی اور جبر کے خلاف مضامین نظم کیے جانے لگے۔ نبی کریمؐ کی انقلاب آفرین شخصیت اور صبر و رضا کے حوالے سے نعتیں کہی جانے لگیں۔ لیکن نعت نگاری کی طرف شعراء کا عمومی رجحان بڑی حد تک کم رہا۔ شعراء کے مجموعہ ہائے کلام میں اگرچہ حمدیں اور نعتیں شامل رہیں (اور آج بھی چھاپی جا رہی ہیں)، لیکن ایسا صرف تبرکاً کیا جاتا رہا۔ حمد اور نعت کی بجائے نظموں اور غزلوں کی طرف توجہ بہت زیادہ رہی۔

امیر خسرو کے مطابق پنجابی شاعری میں غزل کا آغاز مسعود سعد سلمان لاہوری (متوفی ۱۰۲۱ء یا ۱۰۳۱ء......سنِ وفات میں اختلاف ہے) سے ہوا، جو برِصغیر پر محمود غزنوی کی تاخت کے ہنگام لاہور میں رہتے تھے۔ یہ گیارھویں صدی عیسوی کا زمانہ تھا۔ وہ عربی، فارسی اور پنجابی کے صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ ان کا فارسی دیوان تو طہران (ایران) میں محفوظ ہے، البتہ عربی اور پنجابی دیوان مرورِ زمانہ کے ہاتھوں ناپید ہو چکے ہیں۔ ان کا پنجابی کلام دستیاب نہ ہونے کے باعث ہی بابا فریدالدین مسعود کو پنجابی کا پہلا شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔

مسعود سعد سلمان کے کوئی سات سو سال بعد پنجابی شاعری کو دوسرا غزل گو شاعر شاہ مراد (متوفی ۱۷۰۲ء) کی شکل میں نصیب ہوا۔ انہوں نے محض چند ہی غزلیں کہیں۔ مزید ایک سو اٹھائیس کے وقفے کے بعد میاں محمد بخش نے پنجابی میں غزل کہی اور پھر استاد غاموں خان بہاولپوری (متوفی ۱۹۱۶ء) ایک غزل گو شاعر کے طور پر سامنے آئے تاہم مولا بخش کشتہ (متوفی ۱۹۵۵ء) کو پنجابی کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر ہونے کا شرف حاصل ہے۔

پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء) کے بعد برِصغیر پاک و ہند میں سیاسی بیداری کی لہریں اُٹھنے لگیں، جس کے نتیجے میں مسلم اور غیر مسلم آبادی کے مابین مذہبی مناقشات نے جنم لیا۔ یہ مناقشات روز افزوں بڑھتے گئے اور دن

بدن ہر دو کے باہم اکٹھا رہنے کے امکانات کم سے کم تر ہوتے چلے گئے۔ راجپال اور سوامی شردھانند جیسے شر پسند عناصر نے ایسی کتابیں شائع کرنی شروع کر دیں، جن کے مندرجات نبی آخرالزماںؐ کی حرمت و تقدیس کے صریحاً خلاف تھے۔ چنانچہ مسلم آبادی کے جذبات کا بھڑک اٹھنا عین فطری تھا، کیونکہ نبی کریمؐ کا اپنا ارشاد مبارک ہے کہ ”تم میں سے کوئی اُس وقت تک صاحب ایمان نہیں سکتا، جب تک وہ اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور خود اپنی ذات سے مجھے زیادہ محبوب نہ رکھے“۔ ہندوؤں کی اس قسم کی ناصواب کارروائیوں اور دریدہ دہنیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ علم الدین اور عبدالقیوم جیسے دینی غیرت کے حاملین نے ان گستاخانِ پیغمبر اسلام کو جہنم واصل کر دیا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین اب مذہبی بنیادوں پر باقاعدہ لڑائی چھڑ چکی تھی۔ کچھ ہی عرصہ بعد یعنی ۱۹۳۱ء میں کشمیر میں آزادی کی تحریک شروع ہو گئی۔ ان واقعات کے تناظر میں پنجابی شعراء کا روئے سخن پیش آمدہ مسائل کی طرف ہو گیا اور قومی شاعری زور شور سے ہونے لگی، جس کے اثرات نعتیہ شاعری میں بھی مرتب ہوئے۔ چنانچہ اکبر چھدروی نے کہا:

علم دین عاشق رسول اللہؐ دا، وچ خواب دے کیتی زیارت
اوتھوں حکم ہویا سی توں من کھٹن ایہہ شہادت
پلیت نوں مارنا جائز ہے، چھڈ دے دنیا دا جہان
راج پال نوں کیتا بس قتل، ہندو بالیا بے فرمان

استاد کرم امرتسری (متوفی لاہور ۱۹۵۹ء) نے اپنے جذبات کا یوں اظہار کیا:

یارو کافراں نے بڑا تنگ کیتا تے مسلماناں دے گوش گزار دیو
ہویا کیہ جے خالدؓ جرار ناہیں، تسی کاس نوں حوصلہ ہار دے او
فضل رب دا ہے یارو آس رکھو، خادم تسی اک بڑی سرکار دے او
اوہدیاں بے نیازیاں جاندے او، محرم تسی اک بڑے اسرار دے او
چلو خنجر ہلال نوں باہر کڈھو، مڑ کے باڑھ اس نوں دوجی وار دیو
پیارے نام محمدؐ توں چلو یارو تسی اپنی جان نوں وار دیو

اس زمانے میں جن شعرائے کرام کے نعتیہ کلام نے مسلم آبادی کے اجتماعی ضمیر کو جھنجھوڑا، ان میں اُستاد عشق لہر، فیروز دین شرف، منشی محمد اسماعیل اور احمد اللہ بیگ نے بڑی شہرت پائی۔

تحریکِ پاکستان میں گرما گرمی پیدا ہوئی تو شاعروں نے بھی جلسوں اور جلوسوں میں قومی نظمیں پڑھنا شروع کر دیں، جن میں قرآن حکیم اور نبی کریمؐ کے حوالے سے آزادی کی اہمیت سے متعلق اشعار موزوں ہونے لگے۔ چنانچہ استاد عشق لہر (متوفی ۱۳۶۸ھ) نے کہا:

مولا کرم کر ہند دے حال اُتے، مسلمان ایہدا مسلمان ہو وے
سارے فیصلے ہون قرآن اُتے، اُگے وانگ اسلام دی شان ہو وے
دلوں کڈھ کدورتاں ساریاں نوں، اک دوسرے توں قربان ہو وے
عشق لہر کہہ نبیؐ دا واسطہ ای، ایس ہند اندر پاکستان ہو وے

مجموعی طور پر بیسویں صدی عیسوی میں شعراء کی غالب اکثریت کا رجحان غزل کی طرف رہا اور نعتیہ مضامین

بھی غزلیہ پیرایے ہی میں باندھے جاتے رہے۔ انہی غزل گو شعراء میں سے چند ایک جیسے پیر فضل حسین فضل گجراتی، پیر ظہور شاہ، محمد اعظم چشتی، محمد علی ظہوری، صائم چشتی، عبدالحفیظ تائب، عبدالکریم ثمر اور بشیر حسین ناظم، محمد اقبال نجمی، ایم اے آزاد کھوکھر، راقب قصوری، مسلم اُویسی اور ثاقب علوی نعت گوئی کے حوالے سے اپنی پہچان بنانے میں کامیاب ہوئے۔ دائم اقبال دائم قادری بنیادی طور پر مثنوی کے شاعر تھے اور ان کا نعتیہ مجموعہ (کمبل پوش) بھی اسی صنف میں ہے۔

اعظم چشتی اردو اور پنجابی، دونوں زبانوں میں، صاحبِ کتاب نعت گو ہیں۔ ان کی نعت کے دو شعر حسبِ ذیل ہیں:

اے موت ٹھہر جا میں مدینے تے جا لواں
ستا ہویا نصیب تے اپنا جگا لواں
محبوب دا اوہ گنبدِ خضراء تے ویکھ لاں
سرکار دی گلی دے نظارے تے پا لواں

آج کی نعت اپنے مرکزی موضوع یعنی مدحتِ رسول اللہؐ سے پھیل کر کائنات بھر کے جملہ مسائل کو محیط نظر آتی ہے۔ جوں جوں زمانہ ارتقاء کی منازل طے کر رہا ہے اور نئے نئے سائنسی انکشافات اور اکتشافات ہو رہے ہیں، توں توں رسول کریمؐ کی سیرتِ طیبہ اور آپؐ کی تعلیمات کے اثرات انسانی تہذیب و معاشرت اور تاریخ و سیاست کے افق پر پوری آب و تاب کے ساتھ دمکنے لگے ہیں۔ عصرِ حاضر میں انسانی مساوات، مؤاخات اور ان کے آفاقی تصورات کے جو چرچے ہو رہے ہیں، اس کے پس منظر میں آپؐ ہی کی فضیلت مآب شخصیت، اسوۂ حسنہ اور درخشاں تعلیمات کارفرما ہیں۔ آپؐ کے آفاقی پیغام نے انسانی زندگی کی ثقافت و مدنیت، معاشرت و سیاست، تاریخ و تہذیب وغیرہ پر جو روح پرور اور صحت مند اثرات مرتب کیے ہیں، وہ سب ہمارے اس زمانے میں نعت کا موضوع بن رہے ہیں۔

زمانے کے اتار چڑھاؤ اور مقامات بدلنے کے ساتھ ساتھ نبی کریمؐ کی سیرتِ مطہرہ کے گونا گوں پہلو اور امکانات اجاگر ہوئے تو آپؐ کے حوالے سے نعتیہ شاعری میں تہذیبی، تمدنی، سماجی، معاشرتی، معاشی، سیاسی اور تاریخی احساس ذاتی اور بین الاقوامی سطح پر پروان چڑھنے لگا۔ اب شعراء اپنے ذاتی اور اجتماعی معاشرتی مسائل جیسے موضوعات بھی نعت میں بیان کرنے لگے ہیں۔ نعتیہ موضوعات اور مضامین میں تنوع اور رنگا رنگی روز افزوں ہے۔ ایک زمانے تک نعت نبی کریمؐ کی ذاتِ مبارک، حیات، غزوات، معجزات، تعلیمات، عادات و معمولات کے ذکر تک ہی محدود تھی۔ اب انہی حوالوں سے شاعر اپنے شخصی مسائل اور قومی مشکلات، مصائب اور آلام کے ساتھ ساتھ آفاقی تصورات و نظریات اور ان کے انگنت پہلو بڑے سلیقے اور قرینے سے نظم کر رہے ہیں۔

بیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے پنجابی شاعری میں نئے نئے تجربات کا رجحان روز افزوں ہے۔ شعراء ایک طویل مدت سے ''سی حرفی'' کی صنعت میں شاعری کرتے آئے ہیں۔ اب اسی صنعت میں (راقم الحروف کی ذاتی معلومات کی حد تک) میر تنہا یوسفی نے ''اکھر مکھڑے'' کہنے کی طرح ڈالی ہے۔ جیسا کہ اس صنف کے نام ہی سے ظاہر ہے، حرف ابجد کی بنیاد پر کہے ہوئے مطلع کو ''اکھر مکھڑا'' کہتے ہیں، جس کا ایک نمونہ یہ ہے:

ب بندہ تے پاک پیغمبرؐ نبیاں دا سردار
جنھے کفر تے شرک دی کالی رات چوں کڈھیا پار

پنجاب کی لوک شاعری میں ماہیا، بولی اور ٹپا بڑی قدیم اور مقبول اصناف سخن ہیں، جو اپنے اندر رومانویت کے کئی پہلو رکھتی ہیں اور عام طور پر ان اصناف میں ہجر و فراق اور محبوب کے حسن و جمال کی تعریف جیسے مضمون نظم ہوتے رہے ہیں۔ ان کا میٹر یا سانچا پنجاب کی معاشرت میں کسی سے بھی ڈھکا چھپا نہیں، جس کی وجہ سے لوگ حسب خواہش اور حسب ضرورت تبدیلیاں کر کے شبینہ محفلوں اور دوستوں کی منڈلیوں میں عموماً گاتے رہتے ہیں۔

موجودہ دور کے کچھ شعراء نے ان اصناف میں باقاعدہ شاعری شروع کر دی ہے، جو ظاہر ہے کہ اپنے آہنگ اور صوتی حسن کے باعث بڑی دلکش ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ماہیا، بولی اور ٹپا اب صرف رومانی واردات کے لیے مخصوص نہیں رہ گئے، بلکہ ان میں دیگر معاشرتی احوال بھی راہ پانے لگے ہیں۔ کچھ شعراء نے نبی کریم ؐ کی توصیف و ستائش اور ان سے اظہار عقیدت کے لیے ان مقبول اصناف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ چند مثالیں یہ ہیں:

ماہیا: (۱) ٹیشن تے مل تیجے
عربی دا لڑ پھڑیئے پچھے روندے نہ وتیئے (نصیر بلوچ)
(۲) نھیر اٹھیا اے
آپ دے آون تے جد چانن پھٹیا اے
نھیر اٹھیا اے (قمر الزماں)

بولی: (۱) میرے دل وچ پیار نبی دا
سمندراں دے پانی جتنا
(۲) میرے نال دے مدینے ٹر گئے
میں بختاں نوں کیہ آکھدا (نصیر بلوچ)
(۳) ایہہ رب دی اے خاص کریمی
دھرتی تے سوہنا گھلیا (قمر الزماں)
(۴) اوہدا ناں میں بلاں دے وچ لکیا
تے پھلاں میرے ہوٹھ چم لیے (رائے محمد خان ناصرؔ)
(۵) سوہنے پیر مبارک پایا
مدینے وچ پھل کھڑ پئے (صفدر واثقؔ)

ٹپا: (۱) رجنا، رجنا، رجنا
دنیا توں دل اکیا، مینوں لے جا مدینے ول سجناں
(۲) ساونا، ساونا، ساونا!
ساڈے لئی نجات بنیا سوہنے عربی دا دنیا تے آونا (نصیر بلوچ)

پچھلے کچھ عرصہ سے شعراء میں نعت گوئی کا رجحان بڑھ رہا ہے اور نعت خوانی کی محافل کے انعقاد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ زیادہ تر شعراء فلمی گانوں کی طرز پر مختلف اصناف میں نعتیں موزوں کرنے لگے ہیں، جس سے نعت جیسی تقدس مآب شاعری بھی عامیہ پن کا شکار ہو رہی ہے۔ نعت خواں جس انداز میں گلا پھاڑ پھاڑ کر نعتیں پڑھتے ہیں، اس

سے مزید بے حرمتی کی راہیں کھل رہی ہیں۔

گیتوں کی طرز پر نعتیں کہنے میں مطلق حرج نہیں۔ اگر ماہیا، بولی، ٹپا، سی حرفی، غزل اور دیگر اصناف سخن میں نعتیہ مضمون باندھے جا سکتے ہیں تو گیتوں میں کیوں نہیں، لیکن سوال نعت کے تقدس کا ہے، نعتوں کی لفظیات کا ہے اور اشعار میں نبی کریمؐ کے تخاطب کا ہے۔ شعراء اور نعت خواں حضرات کو خصوصیت سے اس بات کا دھیان رکھنا چاہیئے کہ پایۂ ثقات سے گرا ہوا کوئی لفظ، لقب، تشبیہ، استعارہ یا علامت حضرت ختمی مرتبت **علیہ التحیۃ والتسلیم** کے لیے استعمال نہ ہونے پائے اور نعت میں انداز تخاطب مؤدبانہ ہو نہ کہ گستاخانہ۔ ایسے تمام مخاطبانہ القابات سے دست کش ہونا لابدی ہے، جو بے تکلف دوست باہم استعمال کرتے ہیں۔ یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہیئے کہ نعت ایک حقیقی شخصیت کے حضور نذرانۂ عقیدت ہے، کسی خیالی محبوب کی مدح سرائی نہیں۔

نوٹ: یہ امر راقم الحروف کے علم میں ہے کہ دورِ جدید میں بہت سے شعراءِ کرام نے نبی آخر الزماںؐ کے حضور نعوت کے رنگا رنگ پھول پیش کیے ہیں، جن کی نمائندگی اس مضمون میں نہیں ہو سکی۔ یقیناً یہ اس فقیر کی کوتاہی ہے، لیکن ایسا صرف کلام کی عدم دستیابی کے سبب ہوا ہے، جس کے لیے میں دلی معذرت پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے معذور سمجھتے ہوئے محسوس نہیں فرمائیں گے

☆☆☆☆

وفا چشتی

سرائیکی نعت گوئی کی تاریخ

جب جب سرائیکی شعروادب کا تذکرہ ہوگا تو دیگر اساطیری اصناف شعر کی طرح سرائیکی کی ہر صنفِ شعر، حمد باری تعالیٰ، نعتِ رسولؐ مقبول ذکر اہلِ بیت رسالت مآب اور اقوال واعمال حسنہ سے شروع ہوکر اپنے اصل موضوع کی طرف آتی ہے۔ اس حوالے سے تحقیق نے یہ بات واضح کی ہے کہ سرائیکی شاعری کے آثار تیسری صدی ہجری سے ملتے ہیں جن میں سرواہی کے اشعار، کوٹ مروٹ کی کہاوتیں، ہارون بن موسیٰ ملتانی کے اشعار شامل ہیں پھر آگے آ کر پانچویں صدی ہجری میں سرائیکی کے سرخیل شاعر اور چشتیہ سلسلہ کے کامل فقیر حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کا دورِ زریں آتا ہے جسے کہ محققین حضرات دو یا دوار گردانتے ہیں۔ تذکرۃً ذکر کرتا چلوں کہ باباؒ صاحب غریب نواز کے گرنتھ صاحب میں شامل شلوکوں کے حوالے سے ڈاکٹر جیت سنگھ سیتل کی کتاب ''کلام حقانی'' کے مقدمے میں مامور محقق، ادیب، لکھاری پروفیسر گوربچن سنگھ طالبؔ اپنی تحقیق کے پیشِ نظر لکھتے ہیں کہ حضرت بابا صاحب کا '' کلام ملتانی زبان وادب کا پہلا مصدقہ و مستند نمونہ ہے''۔ بابا صاحبؒ غریب نواز فرماتے ہیں:

فریدا! گلیں چکڑ، دُور گھر، نال پیارے نیہہ
چلاں تے بھجے کنبلی، رہاں تاں تُٹے نیہہ

ترجمہ وتشریح: اے فرید الدین! اللہ اور رسولؐ تک پہنچنے کے لیے اگرچہ طلب اور تلاش کے گلی کوچوں میں دنیا داری کا کیچڑ اور اوپر نفس اور شیطان کے وساوس کی تیز بارش بھی ہے مگر میں کیا کروں کہ میں نے روزِ ازل روبروئے رسولؐ اپنے رب سے عہد کیا تھا کہ چاہے میرا الباس ناسوت بھیگ بھیگ کر ناکارہ ہو جائے تب بھی میں اپنے پروردگار سے کیے ہوئے عہد یعنی ''بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست'' کے بموجب آپؐ کی بارگاہ بیکس پناہ تک پہنچنے کے لیے اپنے جیتے جی سر دھڑ دی بازی لگائے رکھوں گا۔ اس کے لیے چاہے مجھے کچھ بھی قربانی دینی پڑے پرواہ نہیں لیکن اپنی پریت اپنا ''نیہہ'' نہیں ٹوٹنے دوں گا۔

فریدا من میدان کر، ٹوئے ٹبے لاہ
آگے مول نہ آوسی، دوجک سندی بھاہ

ترجمہ: اے فرید الدین! اپنے من کو، ٹیلوں گڑھوں، سے پاک کر کے ہموار رکھنا۔ پھر یہ ہوگا کہ وہ (قہرناک) دوزخ کہ جس کا ذکر سنتے ہیں تجھے درپیش نہیں آئے گی۔

نعتِ مبارک کا سفر تو ازل سے جاری ہے ابدالآباد تک غیر مختتم جاری رہے گا کہ حکم ربانی کے بموجب ''اے حبیبؐ ہم نے تمہارا ذکر (تمہاری خاطر) بلند کر دیا ہے'' سو اس حکم مالک کے تحت پچھلے تمام گذشتہ زمانوں کی طرح پانچویں صدی ہجری سے سترہویں صدی ہجری تک بھی، بلافصل، جاری رہا لیکن بیا امتدادِ زمانہ کی وجہ سے تاریخ کے

گمنام گوشوں میں موجود تو ہے لیکن صاحبان تحقیق کا منتظر ہے۔ سترہویں صدی ہجری میں قادریہ سلسلہ کے صوفی شاعر حضرت سچلؒ سرمست (درازا شریف سندھ) نے سرائیکی سندھی میں بے تحاشا کلام کہا۔ سرائیکی سندھی نعت بطور خاص کہی کیونکہ وہ دل سے چاہتے تھے کہ عامتہ المسلمین، جو کہ عموماً شعائرِ اسلام سے گہری واقفیت نہیں رکھتے، کو نعت حمد اور عشق حقیقی کے اسرار و رموز سے بذریعہ شعر آگاہ کیا جائے تا کہ خالق کائنات کا یہ پیغام کہ ”اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہو تو میری (رسولؐ مقبول) اتباع کرو۔ خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے“ (سورۃ آلِ عمران: آیت ۔۳۱)۔ کیونکہ سچل سرمستؒ دیگر جملہ اولیائے کرام کی طرح جانتے تھے کہ محبت سرکارؐ دوعالم کے بغیر ایمان، اسلام، دین ناقص و نامکمل ہیں اس لیے انہوں نے اپنے کم علم قرب و جوار کو بالخصوص اور دور دراز کے جہانوں کو بالعموم اپنی نعتیہ حمدیہ صوفیانہ شاعری کے ذریعے اتباع و عشقِ رسولؐ کی تبلیغ حق فرمائی۔ ان کی ایک نعتِ مبارک کے کچھ اشعار پیش و نذر کر رہا ہوں۔

کل نبیاں دا سردار محمدؐ
”بحر عرف“ امواج محمدؐ

ترجمہ: جملہ انبیائے کرام اور مرسلین عظام کے سردار اور جملہ علومِ حق کے سمندر اور اس کی امواج صرف اور صرف سرکارؐ دو عالم ہیں۔

قاب قوسین او ادنیٰ
شرف شب معراج محمدؐ

ترجمہ: قرآن کریم نے معراج رسولؐ کریم کے لمحہ عین پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ رسولؐ اللہ اس رات اپنے رب سے کھنچی ہوئی کمانی کی قوسوں سے بھی کم، بہت ہی کم، فاصلے پر تھے یہ شرف آپؐ کو شب معراج عطا فرمایا گیا۔

یہی وہ نازک مقام شانِ رسالت مآبؐ ہے کہ جسے حضرت سچل سرمستؒ عامتہ الناس کو بتانا چاہتے ہیں کہ تن من دھن سے سرکارِ دو عالمؐ کی محبت میں مبتلا ہونا ہی دراصل روحِ اسلام ہے۔

امت تیڈی کیوں غم کھاوے
جیں دی تیکوں لاج محمدؐ

ترجمہ: اے رسول کریمؐ! آپؐ کی امت کیوں غم زدہ ہو کہ جس کی لاج آپؐ کی ذات پاک کو ہے۔

تشریح: چونکہ قرآن کریم نے سرکار دو عالمؐ کو شفیع محشر، شفیع الامم، شفیع المذنبین، تمام جہانوں کے لیے اللہ کی رحمت کمال کہہ کر یاد کیا ہے نیز آپؐ کی سیرت کریمانہ کے پیش نظر حضرت سچلؒ سرمست نے انہی شافی کافی حوالوں کا عکسِ حسین ذہن میں رکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ امت رسالت مآبؐ کہ جسے خیر الامم کے خطاب مفتخر سے، کلام ربانی نے یاد کیا ہے، اسے بھلا کس بات کا غم ہو سکتا ہے جبکہ اس کی شفاعت کی گرانبار ذمہ آپؐ نے لے رکھی ہو۔

سچل کوں غم کوئی ناہیں
کیتا لایحتاج محمدؐ

ترجمہ: اے صاحب اعزاز ”لولاک لما خلقت الافلاک“ سچل تیرے وسیلہ پاک سے ہر غم سے بے نیاز ہے کیونکہ آپؐ نے اپنے فضلِ کمال سے ہر قسم کی محتاجی غیر سے آزاد فرما دیا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش، حضرت شاہ حسینؒ زنجانی جیسے بزرگانِ دین کہ جن کی آمد برصغیر میں محمد بن قاسم سے قبل کی ہے ان جملہ حضرات کی مساعیء جمیلہ کی بدولت برصغیر میں روز بروز دیکِ نورِ اسلام کی ہویدگی کے ساتھ مذہبی شاعری نے بھی وجود پکڑا کیونکہ ان اولیا ءاللہ کی پاک جماعت میں سے اکثر، چونکہ روحانی کمالات، علمی تبحر کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا ملکہ بھی رکھتے تھے، اس لیے انہوں نے شعر ہی کو وسیلہء تبلیغ و رشد و ہدایت بنایا۔ قدیم سرائیکی اساطیری ادب چونکہ زیادہ تر بزرگانِ دین کی تبلیغی مساعی کی وجہ سے منصۂ شہود پر آیا اس لیے اس میں دیگر قدیم زبانوں کے شعری اثاثوں کی طرح ہر صنفِ شعر کی ابتداء میں حمد، نعت، دینی، فقہی، ارکانِ اسلام اور اخلاقیاتی مضامین پر مبنی اشعار کی مضمون بندی کے بعد اصل ہیئت کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اس لیے سرائیکی کی جملہ اصناف سخن، حمد، نعت، مولود شریف، مرثیہ، بند، بحر، کافی، ڈوہڑہ، نور نامہ، جنگ نامہ، مثنوی، منظوم داستانیں، سی حرفی، ڈھولا، ماہیا، گاٗمن، گاون، جوگی نامہ، طوطا نامہ، چرخہ نامہ، تورے، بارہ نامہ، لوری، گھڑولی، بارہ ماسے اور دیگر اصناف ہمیشہ حمدیہ نعتیہ مضامین سے ہی شروع ہوتے ہیں۔ سرائیکی زبان میں معنوی لحاظ سے نعت گوئی کئی اقسام پر مشتمل ہے۔ مثلاً:۔

۱۔ نور نامہ: اس صنف کے وسیلے سے تخلیق کائنات اور سرکارؐ دو عالم کی نعت کہی جاتی ہے۔

۲۔ معراج نامہ: اس میں سرکارؐ دو عالم کے معراجِ مبارک کے حوالے سے مضامین نظم بند کیے جاتے ہیں۔

۳۔ تولد نامہ: یہ صنف سخن نبی کریمؐ کی ولادتِ پاک کے احوال خوش آثار کا احاطہ کرتی ہے۔

۴۔ درود نامہ: یہ صنف سخن، درودِ پاک کے جملوں کو ملا کر نعت کے مضامین کا تشریحی عمل سرانجام دیتی ہے۔

۵۔ تاج نامہ: اس صنف سخن کے ذریعے درودِ تاج کے مضامین و مفاہیم کی تشریح و تفصیل کی شکل میں نعت کہی جاتی ہے۔

۶۔ حلیہ مبارک: اس صنف سخن کے وسیلے سے سرکارؐ دو عالم کی سیرت اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں آپؐ کا حلیہ مبارک نظم کیا جاتا ہے۔

۷۔ بارات نامہ: اس صنف سخن کے حوالے سے سرکارِ دو عالمؐ کی شادی مبارک کے احوال بیان کیے جاتے ہیں۔

۸۔ وصال نامہ: یہ صنف سخن آپؐ کے وصال کے تذکرے پر مبنی ہوتی ہے۔

۹۔ مولود: اس صنفِ سخن کے ذریعے آپؐ کی ولادت مبارک کے ساتھ ساتھ معراج کے احوال بھی نعت کیے جاتے ہیں۔

۱۰۔ نعت: اس صنف سخن میں ہر طرح کے نعتیہ مضامین باندھے جاتے ہیں۔

ان دس مندرجہ بالا خالص نعتیہ اقسام کے علاوہ بھی جتنی دیگر سرائیکی اصنافِ شعر ہیں ان تمام میں بھی خالص نعت، سیرت، اسوۂ مبارک کے مضامین بیان ہوئے ہیں۔

پانچویں صدی ہجری میں حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے ساتھ ساتھ ایک قادرالکلام سرائیکی شاعر جناب حضرت ملاں کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپ نے 150 اشعار پر مبنی سرائیکی زبان کا اولین ''نور نامہ'' لکھا، اس کا سنِ تصنیف انہوں نے پانچویں صدی ہجری بیان کیا ہے۔

پنج سو سال جو گزریئے آہے، ہجرت باجھ رسولوںؐ
ملاں کہے غریب وچارا، کم علماواں کولوں

ترجمہ: ”ملاں غریب بیچارہ جو کہ صاحبانِ علم سے کم علم رکھتا ہے مگر اس کا کہنا یہ ہے کہ یہ زمانہ پانچویں صدی ہجری یعنی ہجرت رسولؐ کے ٹھیک پانچ سو سال بعد کا ہے“۔

اس کے بعد شاعر نے کچھ حمدیہ خصوصاً ”کنت کنزاً مخفیا“ کے حوالے سے اشعار کہا اور بعد ازاں نور محمدیؐ کے اسرار و رموز اور ذات سرکارؐ دو عالم کی شانِ محبوبانہ کا بیان کیا ہے۔ حضرت ملاں کے نور نامے سے کچھ اشعار تبرکاً درج ہیں۔

عرش، آفتاب تے چن کرسی تے جو کجھ کل ستارے
ہکے وال نبیؐ دے کولوں چارے ٹول سنوارے

ترجمہ: سورج چاند ستارے، عرش کرسی اور جملہ خلائق، نبی کریمؐ کے گیسوانِ مبارک میں سے صرف ایک موئے مبارک سے یہ چاروں اطراف سجائی گئی ہیں۔

جو کجھ چوڈاں طبقاں دے وچ پیدا کل خلائق
نبی محمدؐ جیہاں رتبہ نہیں کہیں دے لائق

ترجمہ: کائنات کے چودہ طبق میں، ماسوائے ذاتِ احدیت کے، کوئی ایسی ہستی نظر نہیں آئی جو نبی کریم جیسے مرتبہ، عالی شان کی لائق ہو۔ (یعنی بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر)۔

سرائیکی نعتیہ ادب میں میاں قادر یار (1247ھ) کا معراج نامہ جو کہ مخمس کے انداز میں تحریر ہوا ہے اس کے کل 26 بند ہیں اور ہر بند کا آخری مصرعہ یہی Repeat ہوتا ہے۔

”توں اگے فریاد میڈی یا محمدؐ مصطفیٰ“

اس معراج نامے میں فضائل سیرت، شمائل سوۂ حسنہ، خصائل آقا و مولائے کائنات سید و سلطانؐ ہر دو عالم کے ساتھ ساتھ ذکر یارانِ نبیؐ، بالخصوص تذکرۂ سیدنا علیؓ، سانحہ کربلا کو نہایت محبت، عقیدت اور شاعرانہ پختگی کے ساتھ از حد تفصیل کے ساتھ نظم کیا گیا ہے۔

مولوی غلام قادر قریشی کا تولد نامہ جو کہ آج سے دو صدی قبل تخلیق ہوا مگر اپنی سماجی ادبی تاریخی اہمیت کی وجہ سے کمال ممتاز مقام کا حامل ہے۔ یہ ”تولد نامہ“ 1072 اشعار پر مبنی ہے۔ مولوی صاحب ایک عالم دین اور تاریخ شناس شخصیت تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے تولد نامے میں شعری محاسن کے علاوہ آپ کا راسخ دینی تبحر اور گہرا تاریخی شعور جگہ جگہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اس ”تولد نامے“ کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے:۔

شان محمدؐ عالی شان
افضل کل نبیاں دی جان
باعث خلقت نور ظہوری
اول ما خلق اللہ نوری

نور مجسم دے تھیں جان
جن انسان زمین اَسمان
نام محمدؐ نور مجسم
صل اللہ علیہ وسلم

یہ تولد نامہ آپؐ کے شجرہ مبارک، ولادتِ باسعادت، بچپن، جوانی، شادی، غارِ حرا کی عبادات، سفرِ شام، آپؐ کا مکمل اسوۂ حسنہ اور آپؐ کی مکمل حیاتِ طیبہ کا منظوم تذکرہ ہے۔ درج بالا اشعار اتنی آسان اور قابلِ فہم سرائیکی میں ہیں کہ ان کا ترجمہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

سرائیکی میں سرکارِ دو عالمؐ کے حلیہ مبارک کے حوالے سے بہت قدیم و جدید شعراء نے بقدرِ توفیق لکھا ہے مگر آٹھ سو سال قدیم محمد اعظم کا "حلیہ مبارک" سرائیکی تاریخ شعر بالخصوص اور عالمی تاریخ ادب میں بالعموم بہت اہمیت رکھتا ہے۔ محمد اعظم کا یہ منظوم حلیہ نامہ 191 اشعار پر مشتمل ہے۔ کچھ اشعار تبرکاً درج ہیں۔

نوری عالم سارا آکھے مہ کنعانی سوہنا
پر چن عرب دا بہت سلونا، سوہنا تے من موہنا
لعل یقوت لباں دی لالی ڈیکھن دی سدھرائی
دم جھم ڈنداں دی رتی توں موتی گھول گھمائی
رنگ کنک دا سرخی بھریا، پھل لولاکی چھڑا
رنگ بھریئے کوں ڈیکھے، تھیوے پھل تازہ شرمندہ
ہردم، حمد الٰہی آکھاں، رب کوں خالق جاناں
جیں رب اپنا دوست بنایا، سوہنا ڈوہاں جہاناں

ترجمہ: تمام عالمِ لاہوت ولامکاں آپؐ کو غیرتِ حسنِ یوسف کہہ کر یاد کرتا ہے ان کا کہنا ہے کہ ایسی بے مثال الوہی خوبصورتی نہ دیکھی نہ سنی جیسی کہ اس کامل ماہِ عرب کی خوبصورتی ہے۔

۲۔ آپؐ کے یاقوتی لبانِ مبارک کی سرخی وہ حسن رکھتی ہے کہ ہر ہر سدھرا سے دیکھنے کی تمنائی ہے۔ اور آپؐ کے دندان مبارک کی ذرہ بھر نورانی چمک دمک پر سچے موتی قربان ہو ہو جاتے ہیں۔

۳۔ گندمی رنگت کی لامکانی سرخی اور پیکرِ مبارک، الوہی گل سرسبد ہے جسے دیکھ دیکھ کر بہشت بریں اور عالمِ ناسوت کا ہر تازہ پھول شرمندہ ہے۔

۴۔ خالق کے اس احسانِ عظیم پر کہ اس نے ہم پر اپنا محبوب مبعوث فرمایا، میں دم بہ دم اس کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں۔ میں اس خالق اور رب کا بیحد شکر گزار رہوں کہ اس نے ہمارے آقائے نور رخ کو نہ صرف یہ کہ محبوب بنایا بلکہ جملہ کائنات کی جان قرار دیا۔

سرائیکی میں، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ ہر صنف شعر حمد اور نعت سے شروع ہوتی ہے اور بعد میں اپنے اصل کی طرف آتی ہے لیکن At the same time وہی صنف کما حقہ نعتیہ مضامین کی حامل بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً تورے، گھڑولی، جوگی نامے، طوطے نامے، ڈھولے نامے، سی حرفیاں اور محمدی بارہ ماسے سرائیکی تاریخ شعر کا حصہ ہیں کہ جو

کلیتاً نعتیہ مضامین یا شروعات کے حوالے سے نعتیہ برگ وبار کے حامل ہیں۔ گھڑولی بنیادی طور بہنیں اپنے حصے کے بھائی کی شادی پر لکھتی پڑھتی اور گاتی تھیں جس کا رواج اب بھی سرائیکی سماج میں کہیں کہیں موجود ہے۔ خاص طور پر بہاولپور کے اندر اور اس کے مضافات مثلاً ڈیرہ نواب صاحب، اوچ شریف، خان پور، خانقاہ شریف، سکھیل وغیرہ اور دیگر سرائیکی علاقے مثلاً احمد پور شرقیہ، ملتان، بہاول نگر، رحیم یار خان، راجن پور، مظفر گڑھ، لودھراں، ڈیرہ غازی ان، لیہ، بھکر، میانوالی، ڈیرہ اسماعیل خان، خوشاب، وہاڑی اور میلسی وغیرہ میں کہیں کہیں یہ صنف شعر ایک کلچرل اکائی کے طور پر زندہ ہے۔ اسے قبول عام اس وقت نصیب ہوا جب اس صنف شعر کو، جس میں کہ ”سی حرفی“ کی طرح ”الف“ سے ”یے“ تک ہر ہر حرف کے ساتھ ایک ایک بند نظم کیا جاتا ہے، سرکار دو جہاںؐ کی تعریف وثناء کے لیے مخصوص کیا گیا۔ گھڑولی کے تین مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں جبکہ آخری مصرعہ لفظ ”گھڑولی لعل“ کی تکرارِ مسلسل لیے ہوتا ہے۔

نمونہ ہائے کلام پیشِ نذر ہیں:

حوراں پریاں سہرے گاون جی
شاہ نبیؐ توں گھول گھماون جی
بھلا مولا ملک وسایا
گھڑولی لعل

ترجمہ: (ولادت سرکارؐ دو جہاں کے مسعود موقع پر) حوریں اور پریاں مل کر نبی کریمؐ کی بعثتِ مبارک کے سہرے گاتی ہیں کہ اے دو جہانوں کے لیے نبیؐ رحمت ہماری جانیں آپؐ پر قربان ہوں کہ مالک الملک نے آپؐ کو مبعوث کر کے ویرانہء دو جہاں آباد کر دیا۔ ہم اپنے لعل کریمؐ کی گھڑولی بھرتی ہیں۔

خالق تیڈے کم سنوارے جی
کرن دعائیں ڈینہہ چن تارے جی
حوراں غلماں ہوون وارے جی
شالا کل ملائک نال
گھڑولی لعل

ترجمہ: (اے نبیؐ محترم) خالق کائنات نے ہی آپؐ کے جملہ معاملات خود سنوارے ہیں اور دنیا وعقبیٰ کی ہر ہر چیز، کیا سورج، چاند، ستارے کیا وقت، زمانے، ادوار سب آپؐ کے مدح خواں ہیں، جملہ زمینی اور آسمانی مخلوق حوران، غلمان، ملائکہ، آپؐ پر فدا ہے اور یہ سب آپؐ کی گھڑولی بھرتی ہیں۔

نت وسے مینہ کرم دا جی
پانی کوثر باغ ارم دا جی
ہادی صاحب کل شرم دا جی
ساری امت دا رکھوال
بھلا تیکوں شرم اساڈا جی
گھڑولی لعل

ترجمہ: مالک آپؐ کی ذاتِ کریم پر سدا بارشِ کرم رکھے۔ ان بارشوں کا پانی بہشتی اور حوضِ کوثر کا ہو۔ آپؐ بیشک ہادی، برحق اور کل جہانوں کی لاج والے ہیں۔ آپؐ ہی ہیں پوری مخلوقات میں جنہیں اللہ نے پاسبانی کا اعزاز عطا فرمایا ہے۔ شکر مالک کہ آپؐ نے ہماری شرم بھرم رکھنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اے رسولؐ تمام کائنات اور اہل کائنات آپؐ کی گھڑولی بھرتے ہیں۔

تورا نعتیہ مضامین اور لوک گیتوں کے لیے مخصوص آزاد صنفِ سخن ہے۔ اس صنفِ سخن میں جملہ اسالیبِ نعت میں طبع آزمائی کی گئی ہے۔ محمد شاہ نوبہار سیری حقانی سرائیکی نعت گوئی میں ایک مستند نام ہے۔ ان کا ایک نعتیہ تورا پیشِ خدمت ہے:

یا نبیؐ جی و
ذرا ہند اُجڑی ڈوپھیرا پاء نبیؐ جی!
طٰہٰ تاج، لولاک دو شالہ
بنیا روح الامین سبالہ
سہریا نوالاء یا نبیؐ جی

ترجمہ: اے اللہ کریم کے محبوب نبیؐ کرم فرمایئے اور اجڑے ہوئے خطہ ہند پر قدم رنجہ فرمایئے (تاکہ یہ آباد ہو جائے)۔ اے رسولِ حقؐ! آپؐ وہ ہیں کہ جن کے سرِ اقدس پر مالک نے طٰہٰ کا تاج سجایا، آپؐ ہی کی خاطر اس نے تخلیقِ کائنات فرمائی۔ اے رسولِ مبینؐ! آپؐ وہ ہیں کہ ہنگامِ سفرِ معراج جبریلؑ امین نے آپؐ کا سر بالا بننے کو فخر جانا۔ بے شک! اے نبیِؐ محترم آپؐ ہی تقریبِ تخلیقِ کائنات کے دولہا ہیں۔

جوگی نامہ بھی سرائیکی زبان کی قدیم صنفِ سخن ہے۔ اس میں متصوفانہ مضامین کے علاوہ نعتیہ مضامین بھی بکثرت سرائیکی شعراء نے باندھے ہیں۔ یہ صنف زمانہ قدیم میں بہت عرصے تک رائج رہی ہے۔ نعتیہ جوگی ناموں میں باغ شاہ کے جوگی نامے کو شہرت دوام ملی ہے۔ اس جوگی نامے میں شاعر نے سرکارِ دو عالمؐ کی ولادت باسعادت، آپؐ کی سیرت، آپؐ کا اسوۂ حسنہ، آپؐ کی رحمت، شفاعت کا کمال محبت اور عقیدت مندی سے ذکر کیا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

ویساں جوگی دی طرف ضرورتی
باجھوں دل طاقے
رہساں خاص حضور تی
میڈا دل مشتاقے

ترجمہ: مجھے اپنے محبوب و مقصود، اپنے رانجھن رسولؐ (بمعنی ہر دل عزیز) کی خدمت میں ضرور جانا ہے کیونکہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے بغیر دل نہیں مانتا کیونکہ میرے دل مشتاق کے لیے حضورِ خاص کی حاضری پیامِ زندگی کی حیثیت رکھتی ہے۔

تخت ہزاروں جوگی آیا
جھنگ سارے جس فیض کھنڈایا

کیش لطف وفور نی
دھماں ملک افلاکے

ترجمہ: لامکان کے تختِ ہزارے سے رانجھن رسولؐ کی بعثت ہوئی تو عالم ناسوت کا جھنگ فیض رسالت مآبؐ سے معمور ہوگیا۔ اس کے لطف وافر کے چرچوں سے آسمان زمین زمانوں کے خلاء انوار محمدیؐ سے پرنور ہو گئے ہیں۔

شان جوگی دا ھے لولاکی
سجدہ کردے سب افلاکی
خادم، حور، قصور نی
دوڑن بیش براقے

ترجمہ: رانجھن رسولؐ کا مرتبہ، بعد از خدا، تمام کائنات میں سب سے عالی ہے۔ پردۂ آدم میں سجدۂ تعظیم، ملائکہ سے مالک الملک نے آپؐ ہی کے نور کو کروایا۔ جملہ خلائق جنت کو آپؐ کا خادم کیا گیا ہے اور آپؐ کی شان یہ ہے کہ آپؐ کی سواری کے لیے کئی کئی بہشتی براق موجود ہیں۔

باغ شاہ کے جوگی نامے کے علاوہ ایک اور قدیم جوگی نامہ مولوی نبی بخش بخشا کا ملتا ہے جس کی ہیئت باغ شاہ کے جوگی نامے سے مختلف ہے۔ اس جوگی نامے میں ہر بند پانچ مصرعوں کا ہے۔ اس کا نمونہ کلام پیش ونذر ہے۔

ویاں جوگی دے نال رمزاں زورے زورے لائیاں
جوگی لج پال جھوکاں عرش تے لائیاں
جوگی میڈا پاکوں پاک اے
خاطر جیندی کل لولاک اے
ادبوں حاضر کھڑا براقے
عاشق خود غفار اے
حوراں خدمت آئیاں

ترجمہ: مجھے اپنے رانجھن رسولؐ کی خدمتِ اقدس میں بہر حال باریاب ہونا ہے کہ مالک الملک نے میرے مقدر میں محبتِ سرکارِ دو عالم، اپنی قدرت کاملہ سے لکھ دی ہے۔ میرا رانجھن رسولؐ لج پال عرشِ عظیم سے ماوراء شہرِ لامکان کا مکین (ہوتے ہوئے بھی فرش نشین) ہے۔

میرا رانجھن ''نور من نور اللہ'' ہے۔ یہ کائنات مالک نے انہی کے لیے تخلیق فرمائی ہے اور سواری کے لیے نوری براق حاضر کر دیئے ہیں کیونکہ پروردگار عالم نے آپؐ کو اپنا حبیب قرار دیا ہے اور اپنی جملہ مخلوقات ارضی وسماوی کو آپؐ کی خدمت کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں کئی سوالیہ۔ جوابیہ جوگی نامے بھی تحریر ہوئے ہیں لیکن سید مبارک شاہ کے ''کافی'' کی ہیئت میں لکھے گئے ''جوگی نامے'' کی اثر پذیری مقبولِ عام کا درجہ رکھتی ہے۔ کافی کی صنف چونکہ عشق حقیقی، ہجر، فراق اور خالص درد دروں کی کیفیات کو بیان کرتی صنف سخن ہے اس لیے سید مبارک شاہ کا اس صنف میں جوگی نامہ الٰہی اُلوہی صفات سے متصف ہے۔

طوطا نامہ بھی نعتیہ اصناف سخن میں سے ایک حد درجہ مقبول صنف سخن رہی ہے اور اس میں قدیم سرائیکی

شعراء نے بکثرت نعتیہ ''طوطانامے'' تحریر کیے۔ ان شعراء میں نورالدین مسکین کا نعتیہ طوطانامہ کافی مشہور رہا۔

بولیں طوطا نال ادب دے
اگوں میڈے شاہ عرب دے
آکھیں طوطا یار میڈے کوں
دل دے بھیداں ڈیواں کیکوں
توں ہیں واقف راز نہانی

ترجمہ: اے طوطے! جب تمہارا گزر مدینۃ الرسولؐ سے ہو تو میرا یہ حال مجبور سرکارؐ دو عالم سے نہایت ہی ادب کے ساتھ عرض کر دینا اور خیال رکھنا کہ وہ شاہ عربؐ و عجم، ختم المرسلینؐ اور محبوب رب ہیں۔

اے طوطے! سرکارؐ دو جہاں سے دست بستہ عرض کرنا کہ یا رسول اللہؐ آپؐ کی محبت میں مبتلا آپؐ کا مسکین امتی آپؐ کے علاوہ کس سے اپنی بپتا عرض کرے اس لیے کہ آپؐ ہی وہ ہیں کہ جنہیں ظاہر باطن حاضر غائب موجود ناموجود کی کماحقہٗ خبر ہے۔

ڈھولا سرائیکی شاعری کی ہمہ جہت اور حد درجہ مقبول خاص و عام صنفِ سخن ہے۔ یہ صنف جونہی نعت مبارک کے لمس سے آشنا ہوئی اس کے وقار، گہرائی، گیرائی، اثر پذیری، مضمون آفرینی اور درد انگیز رس وتنا میں بے حد حساب اضافے ہوئے ہیں نہ صرف یہ بلکہ اس صنفِ شعر کے اعتبار ذات میں ہمہ گیریت کے ساتھ ساتھ ثبات کے کئی کئی پہلو اجاگر ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''ڈھولے'' خصوصاً ''نعتیہ ڈھولے'' بہت کثرت سے لکھے گئے، لکھے جا رہے ہیں اور یقیناً آئندہ بھی اسی شدومد سے لکھے جاتے رہیں گے۔ نعتیہ ڈھولے لکھنے والوں میں خادم مکھن بیلوی کا نعتیہ ڈھولا بہت رفیع مقام کا حامل ہے۔ خادم کے ڈھولے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ''الف سے لے کر ''ے'' تک کی تختی میں بہ کمال انداز میں تحریر ہوئے ہیں۔ ناطق کے نعتیہ ڈھولے بھی خاصا بلند مقام رکھتے ہیں۔ ناطق کا ڈھولا ''سی حرفی'' کی طرز میں تحریر ہوا ہے۔ نعتیہ ڈھولا کہنے والوں میں دور جہانگیری اور اس سے بھی قبل کے لوگوں کا خاصا Contribution ہے۔ ان میں خادم مکھن بیلوی اور ناطق کے علاوہ جان محمد گداز، مولوی نبی بخش بخشا اور مولانا شائق کے سرائیکی نعتیہ ڈھولے بھی نہایت قابل ذکر اور دلگداز کیفیات کے حامل ہیں۔ مولانا شائق کا شمار سرائیکی زبان کے قد آور شعرا میں ہوتا ہے۔ آپ کا دیوان ''گلدستۂ عشق'' کے نام سے 1919ء میں آگرے سے چھپ چکا ہے۔

خادم مکھن بیلوی کا نعتیہ ڈھولا ملاحظہ ہو:

الف: آ بسم اللہ میڈا ڈھول پیارا
موڑو منہ نہ میں توں مدنی ماہ ستارا
چھوڑیم تیڈے سانگے گھر زر مال پیارا
ہوئیاں خادمؔ، کن دی، رولیں نہ دلدارا

ترجمہ: الف۔ آیئے اے میرے مدنی محبوبؐ ڈھول، آپؐ کا استقبال اللہ کے پاک نام سے ہے۔ اے جانِ مہر و ماہ و نجوم، اے محبوب کردگار! ہم خطا کاروں کو اپنی کریم نگاہوں کے احاطۂ نور میں رکھیے گا کیونکہ ہم آپؐ کی (شفاعت کے امیدوار) آپؐ کی خاطر تمام دنیا چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اے رسولؐ کریم! ہم تو آپؐ کے وہ ادنیٰ اہل ہجر و فراق ہیں کہ

جن کی غلامی آپؐ کے دربارِ دربار کے لیے آپ کی نظرِ عنایت کے صدقے مالک نے یوم ''کُن'' سے ہی ''فیکون'' قرار دے دی ہوئی ہے۔

ناطقؔ جو کہ سرائیکی کے مشاہیر شعراء میں شمار ہوتے ہیں کا نعتیہ ڈھولا جو کہ ''سی حرفی'' کی ہیئت میں قلم بند ہوا ہے، ملاحظہ ہو۔

لاج امت دی احمدؐ پاک پلیسی
کھوٹی کھری امت کوں اپنے دامن لیسی
ہر ہر اکھ وچالے سئے سئے ڈاناں ڈیسی
ناطقؔ عاجز امت کوں ایہو یار بچیسی

ترجمہ: لاج امت کی نبی مختارؐ کے ذمہ ہے اور وہ یقیناً نبھا لی فرمائیں گے اور اپنی کھوٹی کھری امت کو وہ ضرور اپنے لڑ لگائیں گے۔ ہر آنکھ کو دیدار کی کئی کئی نعمتوں سے نوازیں گے۔ سو، اے ناطقؔ! ایمان کے ساتھ یقین رکھ کہ سرکارِ دو عالمؐ کے سوا کوئی کائنات بھر میں ایسا نہیں کہ جو اپنی عاجز امت کو محشر کی سختیوں سے بچا کر پار لے جائے اور سرکارؐ یقیناً اپنی امت کی دست گیری فرمائیں گے۔

مولانا شائق سرائیکی شعر و ادب میں یقیناً ایک مقامِ بلند کے حامل ہیں۔ انہوں نے تقریباً تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ تاہم صنفِ سخن ''ڈھولا'' میں بالعموم اور ''نعتیہ ڈھولا'' میں بالخصوص ایک خاص کمال کے حامل ہیں۔ ملاحظہ ہو ان کے ''نعتیہ ڈھولے'' کا ایک بند کہ جس کی شیرینی اور برجستگی شاعر کی محبتِ رسولؐ کی گواہِ برحق ہے۔

ل: لک چھپ ڈھولا، برقعہ میم دا پایو
آیوں ملک عرب وچ، احمدؐ نام دھرایو
کیتو حسن دا جلوہ، ملکاں دھوم مچایو
شائق یار دے دل وچ، ڈھولا جھوک بنایو

ترجمہ: اے محبوبِ حقیقی آپؐ نے میمِ محمدؐ جہان میں ظہور فرمایا۔ ملکِ عرب میں قدم رنجہ فرمایا اور اپنا نام احمدؐ قرار دیا۔ اے محبوبِ حقیقی یہ آپؐ ہی ہیں کہ جس کے جلوۂ حسن سے ملائکہ میں دھوم مچی ہے۔ آپؐ کا احسانِ عظیم ہے کہ آپ محبتِ رسولؐ کی شکل میں دلِ شائق میں فروکش ہیں۔

نعتیہ سی حرفی سرائیکی زبان و ادب کی ایک ایسی مقبول ترین اور بار آور صنفِ سخن ہے جس نے تقریباً تمام قدیم و جدید شعرا کو اپنے حصار میں لیے رکھا ہے۔ شاعری کے اس Format میں نعتیہ، صوفیانہ، عارفانہ، اساطیر، کلاسک اور طویل نظمیں نہ صرف کہی گئی بلکہ اس کے Live کرنے کے امکانات کے لیے شعوری اور لاشعوری کوششیں شامل رہی ہیں۔ عہدِ جہانگیری میں نعتیہ سی حرفیاں کہنے والے شعراء میں سید امیر حیدر میرن، علی حیدر ملتانی، حضرت حافظ جمالؒ، جمل خان لغاری، حضرت سچل سرمستؒ، فائق، شائق، سید مبارک شاہ، محمد بخش بخشا، سید شیر محمد گیلانی اور میاں رحیم بخش کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ سید امیر حیدر میرن کی ایک ''نعتیہ سی حرفی'' کا بند ملاحظہ ہو:

م: محمدؐ دے ناں توں گھول گھتاں جگ سارا ما
عاجز جتی، کان کمینی، چھوڑیوس تخت ہزارہ ما
میں ماندی درماندی کوں ڈکھلایوس روپ نظارہ ما
میرن شاہ میڈے من بھایا، تھیا ماہی ماہ متارا ما

ترجمہ: میں سرکارؐ دو جہاں پر دونوں جہان واردوں جنہوں نے اپنی "ہیر امت" کی خاطر لامکان کے تخت ہزارہ کو خیر باد کہا۔ آپؐ نے تشریف لا کر اپنی امت بیمار کو اپنے دیدار شفا آفرین سے سرفراز فرمایا۔ سو اے میرن شاہ مجھے تو میرے آقا و مولا نے اپنے حسنِ ماہِ کامل سے لبھایا ہے۔ اب میرا کسی اور در سے کوئی آسرا نہیں ہے۔

علاوہ ازیں علی حیدر ملتانی کی "سی حرفیوں" کو بھی مالک نے بہت قبول عام سے نوازا۔ علی حیدر ملتانی کو سرکارؐ دو عالم سے بے پناہ عشق تھا جس کا اظہار جابجا ان کی نعتیہ "سی حرفیوں" میں نوربار دکھائی دیتا ہے۔ انہوں نے جس جس انداز میں بارگہ رسالت پناہؐ میں اپنے نذرانہ ہائے عقیدت پیش کیے انہیں ان کی درج ذیل "سی حرفی" میں واضح محسوس کیا جا سکتا ہے۔

م: محمدؐ صل علیٰ دا ہر دم ساکوں آسڑا اے
اسے دی امید اساہاں، عملاں ناں بھروا سڑا اے
اُوسے دے دربار دے سائل ہتھا ساڈڑے کاسڑا اے
اُوسے دے دلاسے تے حیدر، ہنجوں والا ہاسڑا اے

ترجمہ: ہمیں دم بہ دم رسول کریمؐ کا آسرا ہے۔ ہمیں اعمال کی بجائے صرف آپؐ کی شفاعت و دستگیری کا بھروسہ ہے اور ہم بحمداللہ سرکارِ ختمی مرتبت کے دربارِ دربار کے کاسہ لیس فقیر ہیں اور اے علی حیدر یہ بھی انہی کے نور سامان دلاسے کا فیض بے اندازہ ہے کہ جس سے روتے ہوئے ہنس پڑے۔

محمدی بارہ ماسے ایک ایسی وسیع المشرب اور کشادہ دامن صنف سخن ہے جس نے سرائیکی شعر و ادب کے ذخیرۂ نظم میں بیش بہا اضافے کیے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ شعر گوئی کی مملکت الوہی میں زبان و بیان کے ذخار دریا، حسن و جمال کے پیکران دلاویز، سلاست و روانی کی سخن در سخن معجز نمائیاں اور معانی و مفاہیم کے شہر اندر شہر آباد کر دیئے ہیں۔ محمدی "بارہ ماسے" متعدد سرائیکی شعراء نے لکھے ہیں لیکن میاں رحیم بخش کے "بارہ ماسوں" نے الگ شہرت پائی۔ کچھ نمونہ کلام تبرکاً پیش و نذر ہے۔

چیتر چیت ہمیشہ کرے وچ مدینے جاواں میں
روضے پاک نبیؐ دے اُتوں جنڈڑی گھول گھماواں میں
جے کر ہووے حضوری پوری سارے مطلب پاواں میں
رب رحیم کریم قادر توں ایہو ہر دم چاہواں میں

ترجمہ: اے چیت کے مہینے! کچھ ایسی زود اور بار آور منت، بارگہ رسالت مآبؐ میں پیش کر کہ میں جلد سے جلد

مدینے پہنچ جاؤں اور اپنی جان سرکارؐ دو عالم کے روضہ اطہر پہ وار دوں۔ خدا کرے کہ میری حاضریِ روضہ ء رسولؐ، حضوری میں بدل جائے اور میں اپنے من کی تمام مرادوں کو پا جاؤں۔ بس آج کل میں اپنے رحیم کریم پروردگار سے دم بہ دم یہی دعائیں مانگتا رہتا ہوں۔

محمدیؐ سہرے ایک ایسی ہر دلعزیز صنفِ سخن ہے کہ جو سرائیکی "وس وسیب" کے روزمرہ میں یک جان دو قالب کی صورت مجتمع ہو گئی ہے۔ محمدیؐ سہرے اپنے اندر اس قدر فراق انگیز تاثیر رکھتے ہیں کہ سننے پڑھنے والوں پر ایک کیفیتِ الست طاری ہو جاتی ہے۔ مولانا شوق نے 109 صفحات میں معراج سرکارؐ دو عالم کے واقعے کو ایک خوبصورت سہرے کی شکل دی ہے۔ اس کی تخلیق کی ہوئی نظم اور نثر دونوں کمال ہیں علاوہ ازیں محمد شاہ حقانی نو بہار سہری سرائیکی زبان و ادب کے ایک قد آور اور یگانہ ء روزگار نعت گو شاعر تھے۔ آپ کا ایک سرائیکی نعتیہ مجموعہ 1353ھ میں شائع ہوا جس میں آپ کے نعتیہ سہرے، واقعہ معراج اور مہندی کے سہرے بڑی عاشقانہ دل فگاری کے ساتھ فنکارانہ بہار دے رہے ہیں۔

معراج مانے بناں معراج مانے وے
سر تاج مانے بناں جگ راج مانے وے
آکھے محمد شاہ سائیں تیڈی صفت مال مکدی ناہیں
تھیا خشک ختم مس پناں معراج مانے وے

ترجمہ: اے ختم المرسلین سہرے والے بندے آپؐ کو معراج مبارک ہو۔ اے صاحبِ تاج "لولاک لما" دو جہانوں پر آپؐ کی حکومت مالک نے حق کر دی ہے۔ محمد شاہ بیچارہ آپ کی نعت کیا کہے کہ آپؐ کی صفات تو ناختم ہیں، کائنات بھر کی روشنائیاں اور کاغذ ختم ہو جائیں مگر صرف آپؐ کی معراج مبارک کے محاسن لاحد و دکا حقہ سپرد قلم نہیں ہو سکتے۔

مولود پاک نعتِ مبارک سے کافی مشابہتیں رکھتی سرائیکی نعتیہ صنف سخن ہے۔ اس میں زیادہ تر آپؐ کے مولود مبارک، درود پاک اور بعثت کمال کے موضوعات سے گفتگو ئے بالخصوص کے علاوہ دیگر نعتیہ مضامین بھی بیان ہوتے ہیں۔ ڈیرہ نواب صاحب ضلع بہاولپور کے نامور شاعر جناب غلام محمد مولائی جو کہ اُردو، سرائیکی، سندھی، سنسکرت، عربی میں بے بدل شعر کہتے تھے ان کے زبان زدِ خاص و عام "مولود مبارک" کے کچھ اشعار نمونہ کے طور پر درج ہیں:

اُساں بردے نبیؐ دے اُتے آلِ اطہر دے
جھڑے یار نبیؐ دے اُساں نوکر ہر دے
سین بتولؑ دا سہرا
لیندے خاک تے دیا
دُلدُل نال ادب دے
خالی زین پیا کر دے

ترجمہ: ہم سرکارؐ دو عالم کے ادنیٰ غلام، ان کی آلِ پاک کے مودت گزار ہیں۔ جو نبیؐ کریم کے صحابہ کرامؓ ہیں ہم ان کے حد درجہ عقیدت مند ہیں۔

حضرت سیدہ کائنات کا لختِ جگر حسینؓ جو (کربلا میں وفرتِ زخم سے) اپنی سواری سے گرنے کے بعد خاک پر فروکش ہو چکا۔ ان کا گھوڑا ڈلڈل خود شدید زخمی ہونے کے باوجود ادب کے ساتھ آپ کو زمین پر آنے میں مدد دے رہا ہے۔

علاوہ ازیں سرائیکی شعر و ادب میں ''نعتیہ ہفت روز'' اور ''ہشت پاس'' کے علاوہ ''قصیدہ'' بھی کثرت سے لکھا گیا ہے۔ زمانہ قدیم وجدید کے نعت گو شعراء میں حضرت خواجہ خدا بخشؒ 1300ھ، حضرت خواجہ فریدؒ، محمد یار بلبل، شاطر نماماں، مجروح شاہ، سید جلال کلیم، خرم بہاولپوری، گلشن کمر، کہتر، نورن گدائی، صابر مبارک پوری، سید ولایت، حاجی شیر محمد شیر گڑھی بہاولپوری 1140ھ، محمد الیاس مسافر، حافظ سراج الدین 1305ھ، فقیر محمد دلپذیر 1310ھ قاضی فخر الدین، مولوی محمد رمضان پنساری، مولوی شجاع الدین، مولانا عبداللہ ملتانی، حکیم امیر علی گانگی، میاں مسکین محمد امین علوی 755ھ، غلام نبی سومرو 874ھ، مولوی سلطان محمد انصاری 1100ھ، مولوی محمد رمضان 1229ھ سرائیکی بزرگان دین میں حضرت سخی سرورؒ، حضرت شاہ شمس سبزواریؒ، حضرت خواجہ محمد عاقلؒ، حضرت خواجہ فخر جہاںؒ، حضرت موسیٰ نوابؒ، حضرت مخدوم حاکم الدینؒ، حضرت خواجہ خدا بخش ملتانیؒ، خواجہ غلام فریدؒ، حضرت شاہ حبیبؒ، میاں علی حیدرؒ ملتانی، شیخ عبداللہؒ ملتانی، صدیق لاثیؒ، حضرت حافظ جمال اللہؒ، حضرت سچلؒ سرمست، روحل فقیرؒ، جمل خان فقیرؒ، بیدلؒ سندھی، مخدوم الملک شمس الدینؒ، حضرت محکمؒ الدین سیرانی، امیر حیدر میرن، خواجہ عاقلؒ جوگی، احمد یارؒ، حضرت خیر شاہؒ اور محمد محسن بیکس شامل ہیں۔

جدید نعت گو سرائیکی شعراء میں نور محمد سائل، جانباز جتوئی، سفر لاشاری، انجم لاشاری، نذیر لغاری، ڈاکٹر فیض محمد شاہد، محمد افتخار اظہر، طاہر چشتی، الطاف پرواز، فیض محمد دلچسپ، محسن نقوی، سلیم شہزاد (میانوالی)، طارق نعیم، سلیم احسن، کشفی ملتانی، عبدالکریم دلشاد، نقوی احمد پوری، مہر عبدالحق، فقیر نور جعفری، صالح محمد صالح، اقبال سوکڑی، ریاض رحمانی، واحد بخش واحد، عزیز شاہد، فیاض حسین بخاری ممنون، منیر حسین شاہ بخاری، سراج سانول، رشید عثمانی، امید ملتانی، مظہر مسعود، رفیق احمد پوری، ممتاز عاصم، اختر چغتائی، ملک غلام محمد واصف، جام بخت علی سرور، اشو لال فقیر، نصیر سرمد، احسان سحر، جمیل پروانہ، نصیر مستانہ، جاذب انصاری، سعید صابر، دین محمد علیل، شاکر احمد پوری، انگر احمد پوری، منشی ظہور حسین، اسلم رسولپوری، منور سراج، عاصم اوچوی، عبدالمجید ناسخ، شوخ ریاستی، قیس فریدی، قاضی اسلم، فانی اللہ آبادی، شاکر شجاع آبادی، ممتاز حیدر ڈاہر، عبدالعلی خاک، اختر تاتاری، مجاہد جتوئی، احمد دین فیض، حضور بخاری، شبیر رحمانی، شاغل صدیقی، ظفر بھٹی، سید قاسم جلال بخاری، اسلم قریشی، اصغر عابد، سبطین مسحور، ابن کلیم احسن، تنویر سحر، صفدر ترابی، مختار ثقفی، عبدالخالق قاصر، کاشف عرفان، اجمل نیازی، قائم نقوی، عارف نقوی، خاور نقوی، سید ضیاالدین نعیم، اقبال تحسین، شہناز فریاد، راشدہ ماہین ملک، رمضان راہی، سرور قریشی، اسلام آزاد، الیاس قیصر، نقیب جعفری، کوثر ثمرین، فضل حسن ذوق، ابرار عقیل، شہاب صفدر، کاشف رحمان، سعید اختر سیال، مزار خان، خورشید ربانی، دلشاد کلانچوی، ڈاکٹر سجاد حیدر پرویز، رحیم طلب، شبیر رحمانی، خادم ملک، محمد بخش سوالی، صالح محمد جمالی، خانی امرتسری، محمد بخش اخلاق، اسلم کورائی، رفیق ساحل، منشا عظیم، امیر عباس امیر، ممتاز احمد عباسی، احسان چنگوانی، فنا ظفری، جمشید اقبال، فدائے اطہر، سعیدہ افضل، نواز جاوید، عباس غزالی، مہر کاچیلوی، شوکت مغل، ڈاکٹر سلیم ملک،

کاشف بزدار، منشی منظور، جسارت خیالی، نذیر فریدی، شفیق الماس، امتیاز فریدی، میراں سید عاصم اُچوی، نوید اقبال، محبوب تابش، احمد علی شاہ مخمور، علامہ زائر ڈیروی، ذی احترام صدر، مولانا محمد صدیق، قدرت اللہ، ماسٹر ہری چند گھوگھی، شہاب الدین، شیر محمد ڈیروی، اختر علی خان، ریاض انور، خلیق ملتانی، یتیم جتوئی، دلدار بلوچ، صادق بشیر، بشیر ظامی بہاولپوری، شاد گیلانی، محی الدین شان، عمر کمال، ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر، سعید احمد راشد، محمد حسن شاد، صادق کھیم، حسن رضا گردیزی، احمد خان طارق، جام عبدالمجید ناشاد، قاصر احمد پوری، نواز جاوید، فیض بلوچ، محمد علی خالد بھٹی، ساقی سمیٹوی، حسین گوہر، محمد رمضان طالب، ارشاد ڈیروی، اعجاز ڈیروی، اے بی عاصم، اقبال جوہر، جہانگیر مخلص، جمشید احمد کمتر، سردار احمد سعید، اقبال نصرت تونسوی، خالد اقبال (جوگی فقیر)، کرم تالپور، مصطفیٰ خادم، مہنوال منگروٹھی، عاشق رسول اشک، مشتاق سبقت، باسط بھٹی، نجف علی شاہ، عبدالرحمٰن اختر، جندوڈہ مغموم، عاشق حسین عاشق، شفقت بزدار، علی تنہا، بخت آور کریم، بہار النساء بہار، کیفی جامپوری، حسین سحر، نگہت فردوس، شاہین ڈیروی، فرحت نواز، اقبال بانو، مظہر قلندرانی، یاسر بزدار، چندر گردیزی، اسلم جاوید، رفعت عباس، شاہد قرنی، خالد اقبال، اظہر ادیب، اسلم میتلا، اقبال قریشی، ریاض سیال، الطاف حسین جابر، اقبال وارث، احمد خاں آسی، عبدلاحد احسن گورمانی، محمد بخش آسی عرف حاجی بلوچ، سید ساجد راہی، زید جعفری، اکبر ہاشمی، زبیر احمد، سلطان احمد سوز بلوچ، فدا حسین شہباز، عبدالحق شہباز، عمران لاڑ، عبداللہ یزدانی، ہمراز سیال اُچوی، سید مالک اشتر، خلیل احمد شودا، شوکت بھٹی، دلنور نورپوری، ساحل بزدار، سید عین شاہ ساجد ملتانی، دمساز قیصرانی، رشید قیصرانی، علی محمد خان فخر، مظہر علی تابش، افضل ندیم افضل، صوفی محمد یار بے رنگ، سیفل بلوچ، منیرن بلوچ، راشد جلیل، امیر بخش دانش، سرور کربلائی، اللہ بخش یاد، امان اللہ ارشد، ایاز سہروردی، شاکر مہروی، حماد خان، فیروز شاہ، مظہر نیازی، حنیف خاکی، ریاض اکرم، فرہاد ہیروی، غلام جعفر نادار، عارف فریدی، گلزار احمد، سلیم شہزاد (بہاول نگر)، نواز بزدار، خیر شاہ تونسوی، فیض مشہدی، امام الدین ہزاروی، فقیر محمد عارف، خلیفہ یار محمد ملتانی، غلام قادر ملتانی، فائق ملتانی، بہار ملتانی، جیون خاتون نکمی، مولانا نور احمد فریدی، مولوی مسکین، مولوی خادم، غافل، فقیر مسافر، منشی محمود کوفی، غلام سیت پوری، نور جعفری، عبرت، فقیر بخت علی بخت، مرزا عبدالسبحان بہاولپوری، مولوی میر باز مظلوم، اللہ ڈیوایا پر جوش، اکبر قادری، محمد نواز شاہ اختر، امیر بخش شاہ، سائیں داد کلھوڑہ، ممتاز احمد زاہد، ارشد جھنڈیر، اسد ملتانی، اقبال حسن بھپلا، ایم اے راہی، ایم بی اشرف، ایم ڈی گانگا، بخت فقیر، بشیر احمد دیوانہ، بیگم نصرت عبدالرشید، جعفر حسین ثاقب، حافظ رسول بخش مانہ احمدانی، حافظ نذیر احمد، حمید الفت ملغانی، حیات شاہ شہباز سید، حبیب اللہ عظیمی، خلیل احمد خلیل، شباب ڈیروی، ظفر فریدی، عارف عزشین، غلام حسین قمر، فیض محمد سندھڑ، مصطفیٰ عزیز، گلشاد قادری، محمد شہزاد اثر، صدیق نازک، نواز نیازی، عصیم قادری، نیاز جوئیہ، غلام جیلانی چاچڑ، اشرف بکھروی، مخلص ملتانی، عاشق حسین عاشق ملتانی، وفا ملتانی، فائز ملتانی، ناز ڈیروی، اقبال کندانی، ناصر تونسوی، خاکی فقیر، مشکور جھنڈیر، مانگ شاہ پوری، محمد خان زائر، غلش بیرا صحابی، فتح محمد ناز، توقیر کربلائی، شیدا چشتی اور راقم الحروف وفا چشتی کے اسماء شامل ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر دستیاب شعری مثالوں سے صرفِ نظر کیا گیا ہے۔ یہاں اس بات کا اعتراف کرنا از حد ضروری ہے کہ اس فہرست میں صرف 15 سے 20 فیصد شعراء کے اسمائے گرامی دستیاب ہو سکے ہیں جو سپردِ قلم کر دیئے ہیں۔ تاہم اگر زندگی نے وفا کی تو سرائیکی نعت گوئی کی مکمل تاریخ اور جملہ سرائیکی نعت گو شعرا کا تذکرہ قلمبند کرنے کی کوشش کروں گا۔

خورشید ربانی

سرائیکی نعت کا ارتقا: اجمالی تاثر

سرائیکی شعر و ادب میں نعت رنگ کا ظہور بھی اتنا ہی پرانا ہے جتنا خود سرائیکی ادب۔ سرائیکی زبان کی پہلی دستیاب کتاب ''نورنامہ'' ہے۔ اس طویل نعتیہ نظم کے مصنف کے حالات زندگی کے بارے میں اگرچہ تاریخ تا حال خاموش ہے تاہم محققین اس کا سنِ تصنیف 500ھ بتاتے ہیں جبکہ معروف محقق حافظ محمود شیرانی کا کہنا ہے کہ یہ ''نورنامہ'' 752ھ میں سامنے آیا۔ اس کے مصنف ملاں تخلص کرتے تھے جس کی تصدیق درج ذیل شعر سے ہوتی ہے

پنج سو سال جو گذر یئے آہے ہجرت باجھ رسولوں
ملاں کہے غریب وچارا کم علماواں کولوں

ڈاکٹر نصراللہ خان ناصر نے اسی شعر کو اس نورنامے کے سن تصنیف 500ھ کے جواز کے طور پر بھی درج کیا ہے۔ اس نورنامہ کا رنگِ سخن ملاحظہ ہو

ہویا سوار براق دے اُتے ونج چڑھیا اَسمانے
حضرت تائیں ظاہر کیتس کل اسرار خزانے
نو اسمان کیتے رب پیدا ہر اَسمانے چڑھیا
گنبد عرش تکائیں ہویا قدم نبیؐ جاں دھریا
ساز وضوں ڈوں نفل رکعتاں ترت گذار سدھایا
کنڈی پاڑی ہلدے آہے جاں پھر سجدے آیا

حضرت ملاں کے قدیم نورنامے کے علاوہ حافظ مرادنا بیا، امام الدین بھکوی کے نورنامے بھی آسمان تاریخ پر درخشاں ستاروں کی صورت موجود ہیں۔ چانڈیہ قوم کے ایک بزرگ حضرت میاں قبولؒ اور رودوے شاہ کے معراج نامے، جو چھٹی صدی ہجری میں تخلیق ہوئے، بھی قدیم سرائیکی نعت کے لازوال نمونے ہیں۔ ڈاکٹر مہر عبدالحق کے مطابق سرائیکی ادب کی جو دو قدیم تحریریں دریافت ہوئی ہیں ان میں ایک قصیدہ بردہ شریف کا ترجمہ ہے جبکہ دوسری تحریر غلام حسین کی تخلیق ''حلیہ مبارک'' ہے جو ۱۵۵ اشعار پر مشتمل ہے۔ حضرت ملاں کے ''نورنامے''، اعظم چانڈیہ کے ''حلیہ مبارک'' اور پیارا شہید کے ''معراج نامہ'' جیسی نعتیہ روایت کے ساتھ ساتھ قدیم مذہبی کتب اور رسائل میں بھی نعتیہ کلام موجود ہے۔ اعظم چانڈیو کا نمونہ کلام دیکھیے:

دیکھ جمال نبی سرورؐ دا بجھ تے چن شرماون
حور ملائک صدقے جاون پریاں گھول گھماون

بدن مبارک حضرت سرورؐ آہا عیبوں خالی
خالق خلقی سبھو سوہنڑی صورت سوہنڑے والی

سرائیکی شاعری کے اولین دور سے متعلق پروفیسر عامر فہیم رقم طراز ہیں ”سرائیکی شاعری کا ارتقا تو ہوتا ہی حمد باری تعالیٰ اور نعت رسولؐ سے ہے، جتنی پرانی کہانیاں ہیں، مثنویاں ہیں، لوک قصے ہیں، سب کے آغاز میں دعا ہے کہ بارگاہِ رسالتؐ میں اسے قبولیت کا درجہ ملے“۔

سرائیکی شاعری اس حوالے سے تو خوش بخت رہی ہے کی اسے معروف صوفی شعرا حضرت بابا فرید شکر گنج، شاہ حسینؒ، شاہ شمس سبزواریؒ، سچل سرمستؒ، سلطان باہوؒ، بابا بلھے شاہؒ اور خواجہ غلام فریدؒ جیسے نابغۂ روزگار شخصیات کی توجہ حاصل ہوئی، ان شعراء نے سرائیکی شعر کو جس بامِ کمال تک پہنچایا اُس کی بلندی کو حدودِ نظر میں تلاش کرنا مشکل ہے۔

سرکارِ دو عالمؐ کی ذاتِ بابرکات کی سیرت اور شان کا بیان بڑی سعادت ہے، حضورؐ سے محبت وعقیدت اور آپؐ کے جمال بے نظیر کا والہانہ اظہار اسلامی دنیا کے شعر و ادب کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ پاکستان میں بولی جانے والی قریباً ہر زبان کے ادب میں نعت کی روایت موجود ہے مگر سرائیکی نعت میں آقائے نامدارؐ سے جتنی محبت، عقیدت اور شفتگی کا اظہار کیا جاتا ہے، عشق کی جو وارفتگی بیان کی جاتی ہے وہ کسی اور زبان کی نعت میں کم کم ہی نظر آتی ہے۔ حضورؐ کی ولادتِ باسعادت، مکمل شجرۂ نسب، سرکارِ دو عالمؐ کے والدِ گرامی کی شادی، حضرت عبدالمطلب کو خواب میں دی جانے والی خوشخبری، حضرت بی بی حلیمہؓ کا آپؐ کو گود لینا، سفرِ شام، حضرت خدیجہؓ سے شادی مبارک، غارِ حرا کی عبادات، واقعۂ معراج، وحی کا نزول، حلیہ مبارک کا تفصیلی تذکرہ، حضورؐ کی عادات، معمولات، اقوال، فضائل، خصائل الغرض نبی کریمؐ کے بچپن، لڑکپن سمیت پوری زندگی کے ہر لمحے کا احوال سرائیکی نعت کا موضوع بنایا گیا ہے۔

زمانۂ قدیم سے سرائیکی شاعری میں نعت نگاری کی مختلف اصناف مروج چلی آتی ہیں جن میں زیادہ تر دل بہ دل سفر کرتی رہی ہیں یا قلمی نسخوں کی صورت محفوظ ہیں تاہم ایک معقول ذخیرہ کتابی صورت میں بھی دستیاب ہے۔ سرائیکی شعر و ادب میں نعت کے لیے مولود شریف کی ترکیب رائج ہے، اگرچہ پرانے زمانے سے یہ ایک الگ صنف کے طور پر بھی اپنا وجود منواتی رہی لیکن مجموعی طور پر ہر نعت کو مولود کہا جاتا ہے اور یہ روایت آج تک قائم ہے۔ دوسری نعتیہ اصناف میں (جو غالباً سرائیکی شاعری ہی کا اختصاص ہیں) نورنامے، معراج نامے، حلیہ مبارک یا حلیہ نامہ، تولد نامہ، بارات نامہ، وصال نامہ، مولود شریف، تاج نامہ، درود نامہ، معجزہ معراج اور دیگر اصناف شامل ہیں، علاوہ ازیں کافی، رباعی، دوہڑہ، قصیدہ، مثنوی اور غزل کی ہیئت میں بھی نعت لکھی جاتی رہی ہے۔ قدیم زمانے میں گھڑولی لعل، تورہ، جوگی نامہ، طوطا نامہ، ڈھولے نامہ، سی حرفی اور محمدی بارہ ماہ جیسی نعتیہ اصناف بھی موجود رہی ہیں تاہم اب یہ روایت قریباً ختم ہو چکی ہے۔

گھڑولی لعل پرانے زمانے میں سہرے کے لیے مخصوص تھی لیکن بعض شعراء نے نعتیہ گھڑولیاں بھی لکھیں۔ اس صنف میں بھی سہ حرفی کی طرح الف سے ی تک ایک ایک بند لکھا گیا۔ مثال کے طور پر ایک قدیم گھڑوالی ملاحظہ ہو:

ن۔ نت وسے مینہ کرم دا جی
پانڑی کوثر باغ اِرم دا جی
ہادی صاحب کل شرم دا جی
ساری امت دا رکھوال
گھڑولی لعل

شاعر نامعلوم

تورہ بھی ایک قدیم صنفِ شعر ہے، یہ صنف لوک گیتوں کے لیے خاص رہی ہے مگر شعراء نے اس میں بھی نعتیہ رنگ کشید کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اور اکثر اوقات اس میں واقعہ معراج کو ہی قلم بند کیا۔ محمد شاہ نوبہار سیری حقانی جو سرائیکی شعر و ادب کا ایک بڑا نام ہے ان کا ایک نعتیہ تورہ نذرِ قارئین ہے

وهی آنڑ کھڑونا درتے، کھڑا پڑھے درود سرور تے سر بیٹھاں دھر تے۔ یا نبیؐ جی
جلو عرش اتے یا حبیبؐ بھیا فضل تے خوش ہے نصیبی، قرب قریبی۔ یا نبیؐ جی
طٰہٰ تاج لولاک دو شالہ، بڑیا روح الدین سبالہ، بہریا نوالہ۔ یا نبیؐ جی

ایک اور قدیم صنف جوگی نامہ ہے جس میں حضورؐ کی خدمت میں شاعر اپنے دکھ درد بیان کرتے رہے ہیں۔ مولوی نبی بخش کے جوگی نامہ کا رنگ دیکھیے

جوگی میڈا پاکوں پاک اے
خاطر جیندی کل لولاک اے
ادیوں حاضر تھی کھڑا براق اے
عاشق خود غفار اے
حوراں خدمت آیاں

اس کے علاوہ باغ شاہ اور مبارک شاہ کے جوگی نامے بھی مشہور ہیں۔ طوطا نامہ بھی ایک نعتیہ صنفِ سخن رہی ہے جس کے ذریعے شاعر اپنے دل کا حال بارگاہِ رسالتؐ میں بالکل اسی طرح پیش کرتے رہے جس طرح اردو اور دیگر زبانوں کے شعراء نے بادِ صبا کے ہاتھ پیغام رسانی کو شعر کا موضوع بنایا ہے۔

بولیں طوطا نال ادب دے
اگوں میڈے شاہ عرب دے
آکھیں طوطا یار میڈے کوں
دل دے بھیداں ڈیواں کیکوں
توں ہے واقف راز نہانی

نورالدین مسکین

طوطا نامہ سے ملتی جلتی ایک اور صنف ہدہد نامہ کا ذکر بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے، احمد یار خان کے ایک قلمی ہدہد نامہ سے اقتباس ملاحظہ کریں جو بقول ڈاکٹر طاہر تونسوی حبیب فائق کے پاس موجود ہے

جیویں ہدہد مدینے دی طرف جا
تمامی حال مجبوری دے سنڑوا
کریں پہلے طواف اس یار دے توں
میرے اس یار تے غم خار دے توں
کریں بعد از ثنائش صد تحیات
کروڑاں بار تسلیمات و صلوٰت
باہاں بدھ کے ادب دے نال اوں جا
دو زانو بہہ کے سبھ احوال سنڑوا
آکھیں رو رو کے سارا ہجر دا حال
کدی حضرت اے سانول مہر توں بھال

نعتیہ ڈھولے ایک ایسی صنفِ سخن رہی ہے جس نے سرائیکی شاعری پر راج کیا ہے۔ درجنوں شعرا نے نعتیہ ڈھولے لکھے مگر خادم حسین مکھن بیلوی، ناطق، مولانا شائق، جان محمد گداز اور مولوی نبی بخش کے ڈھولے بہت مشہور رہوئے۔

م مدنی ڈھول آ ڈے دیدار ضروری
اصلوں مار مکایا ایں فرقت مجبوری
نہ کر بے پرواہیاں دل نہ سہندی دوری
خادم خاک نکاری، توں خلقت ہیں نوری

خادم حسین مکھن

سہ حرفی کو بھی ایک مقبول صنفِ شعر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ سید امیر حیدر میرن، علی حیدر ملتانی، حافظ جمال، جمل خان لغاری، بچل سرمست، فائق، شائق، سید مبارک شاہ، محمد بخش بخشا، سید شیر محمد گیلانی اور میاں رحیم بخش سی حرفی لکھنے والوں میں نمایاں رہے ہیں۔

م محمد مصلی علیؐ دا ہر دم ساکوں آسرا اے
اوسے دی امید ساہاں عملاں نہ بھروا سڑا اے
اوسے دے دربار دے سائل ہتھ اساڈے کاسڑا اے
اوسے دے ولاسے تے حیدر ہنجوں والا ہاسڑا اے

علی حیدر ملتانی

سرائیکی شاعری میں نعتیہ سہرے کی روایت بھی قدیم ہے جن میں واقعہ معراج کو بیان کیا جاتا ہے، اس حوالے سے محمد شاہ حقانی نوبہاری سیری کے سہرے بے مثال ہیں۔ مولانا شوق جو عالمانہ نظم و نثر کے لیے مشہور تھے انہوں نے بھی 109 صفحات پر مشتمل سہرا یادگار چھوڑا ہے۔

معراج ماڑے بناں معراج وے
سرتاج ماڑے بناں جگ راج ماڑے وے
آکھے محمد شاہ کیا سائیں ہیڈی صفت تاں ملدی نئیں
تھیا خشک ختم مس پناں معراج ماڑے وے

محمد شاہ حقانی سیری

سہرے کے علاوہ واقعۂ معراج کے بیان کے لیے ایک اور صنفِ سخن ''معراج نامہ'' بھی معروف ہے، قدیم معراج ناموں میں میاں قادریار اور حافظ محمد یار کے معراج نامے بہت مقبول ہوئے ہیں، نمونۂ کلام ملاحظہ کیجیے:

توں عرش فلک دا والی
تیرے ملک فلک گھر بنالی
ہیڈا جبرائیل مثالی
معراج ماڑیں بناں

مولوی احمد یار

سرائیکی شاعری میں ''مولود شریف'' کی روایت بھی پرانے زمانے سے چلی آتی ہے، خواجہ فریدؒ، محمد یار بلبل، شاطر زماناں، مجروح شاہ، جلال کلیم، خرم بہاول پوری، گلشن، کمتر، کہتر، فدوی، مولوی اعظم، احمد یار، نور محمد گدائی، صابر مبارک پوری، ولایت شاہ، مولوی عبید اللہ، مولوی کریم بخش پردیسی، خادم اور مولوی محمد صدیق امر پوری سمیت کئی شعراء نے اس صنف میں اپنے کمال کے جوہر دکھائے ہیں۔

چیتر چیت ہمیشہ کردی، وچ مدینے جاواں میں
روضے پاک نبیؐ دے اتوں اپڑی جان گھواواں میں
جیکر ہوواں حضور ول پوری سارے مطلب پاواں میں
رب رحیم کریم قادر توں ہر دم ایہو چاہواں میں
وساکھ وساکھی لوکی جاون میں ٹر پوواں مدینے نوں
جس دی دولت دین دنی سبھ ڈیکھاں اوس خزینے نوں

نور محمد گدائی

حلیہ نامہ بھی ایک قدیم نعتیہ صنف ہے جس میں حضورؐ کا حلیہ مبارک سیرتِ رسولؐ کی روشنی میں لکھا جاتا رہا ہے، اس کا بھی ایک وقیع ذخیرہ موجود ہے۔ سرائیکی شاعری میں محمد اعظم کے ''حلیہ مبارک'' کو ممتاز مقام حاصل ہے، یہ منظوم کلام چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں لکھا گیا

ہر دم حمد الٰہی آکھاں رب کوں خالق جاناں
جیں رب اپڑاں دوست بڑایا سوہڑان ڈو جہاناں
رنگ کنڑک دا سرخی بھریا پھل لولاکی چنڈا
رنگ بھریئے کوں ڈیکھ کے تھیوے پھل تازہ شرمندہ

محمد اعظم

قصہ ہرنی بھی سرائیکی شاعری کی ایک منفرد صنف ہے اور اس میں بھی متعدد شعراء نے طبع آزمائی کی ہے۔ ڈتن ملتانی کے قصہ سے اقتباس ملاحظہ ہو

اول حمد ہکو سب مومن آکھو شکر بجا
مطلب رازق خالق ہر دا سچا پاک خدا
حضرت نبی محمدؐ صاحب نبیاں دا سردار
پڑھو درود صلوٰۃ ہمیشہ مومن بے شمار

معروف لوک داستانیں ہیر رانجھا، سیف الملوک، سسی پنوں اور اسلامی داستان یوسف زلیخا کو بھی سرائیکی شعرا نے اپنا موضوع بنایا ہے اور ان داستانوں کا آغاز حمد و نعت کے ساتھ ساتھ مناقب سے کیا گیا ہے،

چلو عبدالحکیماں تاں چلائیں
صفت معراج دی ظاہر کرائیں
عجب ہک رات پُر برکات آہی
جو عالم تے خوشی دی ذات آہی
میں کیا اوں رات دا احوال آکھاں
سراسر نور بلکہ فیض لاکھاں

قصہ یوسف زلیخا از عبدالحکیم اوچوی

مولوی احمد یار تونسوی نے بھی قصہ یوسف زلیخا لکھا ہے جس میں وہ نعت سرکارؐ رقم کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

گل گلزار نورانی حضرت شرف جنہیکوں تطہیرے
مَلکِ معظم خادم درتے جیا غوث قطب کل پیرے
مجلس خاص خدا دی نال جبرائیل وزیرے
دو کونین بہشت جو سارے سرورؐ دی جاگیرے

مولوی لطف علی کی سیف الملوک "سیفل نامہ" اور چراغ اعوان کا قصہ ہیر رانجھا میں بھی اس حوالے سے اہمیت کی حامل تخلیقات ہیں۔ سرائیکی شاعری میں مولوی غلام قادر قریشی کا تولد نامہ بھی ایک قابل قدر تخلیق ہے، 1072 اشعار کا حامل یہ نعتیہ کلام قریباً دو صدی قبل منظر عام پر آیا۔ اس کے مطالعہ سے مصنف کے تبحرِ علمی کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور فنِ شعر پر کامل دسترس کا پتہ بھی چلتا ہے۔

شانِ محمدؐ عالی شان
افضل کل نبیاں دی جان
باعثِ خلقت نور ظہوری
اول ما خلق اللہ نوری
نور مجسم دے تھیں جان

زمیں، اسمان تے جن، انسان
نامِ محمدؐ نورِ مجسم
صل اللہ علیہ و سلم

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے قاضی محمد عارف کے ایک سفرنامہ کے قلمی نسخہ کی موجودگی کا انکشاف بھی کیا جو بقول ان کے حبیب فائق کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ ڈاکٹر مہر عبدالحق نے اس سفرنامہ کو سرائیکی کا پہلا منظوم سفرنامہ قرار دیا ہے۔ اس سفرنامہ میں بھی نعتیہ رنگ موجود ہے۔ قاضی عارف سفر پر روانہ ہوتے ہوئے یوں سخن سرا ہیں:

طرف مدینے تھیئم روانہ ہویا لطف خدایا
نہیں کجھ خوف سفر دا ہرگز نام خدا سر چایا
تھیسی فضل الٰہی شامل ہوسی پندھ سجایا
طالب ہاں دیدار نبیؐ دا ہر دم شوق سوایا

ان اصناف کے علاوہ بارہ ماہ، ماہیے، محمدی بارہ ماسے اور چرخے نامے بھی لکھے گئے ہیں، کافی، غزل اور دوہڑے کی اصناف میں بھی نعتیہ رنگ کی تابانی اپنی مثال نہیں رکھتی۔

نعت کی روایت کا یہ سلسلہ نورنامہ کے حضرت ملا، میاں قبول شاہ، اعظم چانڈیو، حضرت شاہ حسینؒ، سلطان باہوؒ، بلھے شاہؒ، سچل سرمست، حافظ جمال ملتانیؒ اور غلام فقیر سے آگے بڑھتا ہوا جب خواجہ غلام فریدؒ تک پہنچا تو اس میں جدت اور ندرت کے کئی دل کش رنگ نمایاں ہو چکے تھے۔ خواجہ فریدؒ 19 ویں صدی کے وہ واحد اہم ترین شاعر ہیں جنہیں عالمی شہرت نصیب ہوئی۔ ان کے کلام کا سوز و گداز، مٹھاس، اور نغمگی اپنی مثال آپ ہے، ڈاکٹر طاہر تونسوی لکھتے ہیں "خواجہ فریدؒ نے لحنِ داؤدی میں سچے حسن اور سچے عشق کی تلاش کا جو نغمہ تخلیق کیا اور عقیدت و محبتِ رسولؐ کا جو مست کر دینے والا سُر چھیڑا ہے اس کے باعث وہ سب کے دل کی دھڑکن بن گئے۔ علامتوں اور اسرار کے حوالے سے انہوں نے تصوف کے جو مسائل بیان کیے اور جس طرح علاقہ کی علامت کو اظہار کا ذریعہ بنایا اس میں ان کا ثانی کوئی نہیں"۔

خواجہ فریدؒ ایک صوفی شاعر تھے اس لیے ان کی شاعری میں نظریہ وحدت الوجود کے اثرات بھی نظر آتے ہیں اور ایک عاشقِ کامل کی صدائے دردمند بھی سنائی دیتی ہے۔ صوفیانہ شاعری کے ساتھ ساتھ ان کے کلام میں حمد اور نعت کے مضامین بھی اپنے منفرد انداز میں موجود ہیں

اِتھاں میں مُٹھڑی نت جان بلب
او تاں خُش وسدا وچ ملک عرب
ہر ویلے یار دی تانگ لگی
سُنجے سینے سک دی سانگ لگی
ڈُکھی ڈِلڑی دے ہتھ تانگ لگی
ڈُکھے بِل بِل سُول سمولے سب

ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقہ ڈھکی کے رہائشی ایک صوفی شاعر غلام فقیر کو اگرچہ ملکی سطح پر ان کے کام اور کلام

کی نسبت بہت کم تعارف حاصل ہے تاہم وہ بھی نعت گوئی اور صوفیانہ شاعری کے حوالے سے ایک اہم نام ہیں۔ غلام فقیر خواجہ غلام فریدؒ اور علامہ اقبالؒ کے ہم عصر تھے اور ان سے ملاقات کا شرف بھی رکھتے تھے۔ وہ 15 ستمبر 1819 کو چوٹی بالا ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے بعد ازاں ان کے آباؤ اجداد ہجرت کر کے ڈیرہ اسماعیل خان آ گئے۔ غلام فقیر نے 10 مئی 1938 کو جہان فانی سے کوچ کے لیے رختِ سفر باندھ لیا۔ غلام فقیر نے حمد و نعت کے علاوہ کافیاں، سہ حرفیاں اور ڈوہڑے بھی لکھے۔ ان کی نظم عاشق اور گھڑے کا مکالمہ اپنا جواب نہیں رکھتی۔ غلام فقیر کا نام تو زیادہ سفر نہ کر سکا لیکن ان کا دل کش اور پر اثر کلام دل سے دل تک سفر کرتا ہوا ایک عالم کو اپنا گرویدہ بناتا رہا۔

غلام فقیر کا نعتیہ کلام ملک بھر میں پڑھا اور سنا جاتا ہے لیکن ان کی شخصیت پر ابھی تک کوئی جامع کام نہیں ہوا۔ ان کے کلام دل پذیر کا ایک وقیع ذخیرہ قلمی نسخوں کی صورت ان کے پوتے حاجی رشید احمد کے پاس موجود ہے اور وہ اس کی اشاعت کے لیے کوشاں ہیں، ان کا نعتیہ کلام ملاحظہ کیجیے:

واہ شان نبی سرورؐ دا اے
جیہڑا شافی روز حشر دا اے
لیسین خدا فرمایا ہے
تیڈا نام مبارک آیا ہے
ایہو درجہ کہیں نہ پایا ہے
او صاحب شان قدر دا اے
ہک عرض کریندا اسیرا ے
درماندہ غلام فقیرا اے
تیڈے باجھوں دست نگیرا اے
میکوں آسرا تیڈے در دا اے

نعت کے مضامین اور موضوعات میں جہاں عہد بہ عہد جدت پیدا ہوئی وہیں اس میں تازگی اور قلبی واردات کے خوبصورت نمونے سامنے آئے، نیا اسلوب، نئے تشبیہ و استعارات، ندرتِ فکر و خیال، قلبی عقیدت کا والہانہ اظہار، جذبہ و احساس کی رفعت، جمالِ سرکارؐ کا ذکرِ نکہت آفروز، حسنِ سیرتِ رسولؐ کی ضو باریاں، فریاد و استغاثہ کی پرسوز لے، تہذیب اسلامی کی رعنائی اور حرف و معنی کی تابندگی نے ایک نئے طرزِ احساس کو جنم دیا۔ بیسویں صدی کا نصف آخر اور اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں تخلیقی تسلسل اور فنی ارتقاء کے ساتھ جس طرح دیگر شعری اصناف میں نئے مضامین، موضوعات اور جدید تر لب و لہجہ کی چمک دمک نے فروغ پایا اسی طرح نعت میں بھی نئی دنیائیں دریافت کرنے کا عمل بتدریج آگے بڑھا اور تخلیقی تسلسل کی جاندار روایت بھی پروان چڑھتی چلی گئی۔ اس عرصے کے دوران نعت میں فکر و خیال اور اظہار کے جو زاویے سامنے آئے اور جس طرح نعت کے کینوس میں وسعت پیدا ہوئی اسے اپنے الگ اور منفرد ذائقے کے ساتھ پہچاننا مشکل نہیں۔ بیسویں صدی میں لکھی گئی دوسری زبانوں کی نعت طرح سرائیکی نعت بھی اس بات کی غماز ہے کہ وہ بھی محبتِ رسولؐ اور عشقِ مصطفےٰؐ کے روشن چراغوں کی حامل ہے۔ نئی نعت میں جمالِ مصطفےٰؐ کی ثنا بھی ہے اور سیرتِ مصطفےٰ کی ضیا بھی، سرکارِ دو عالمؐ سے عقیدت کا اعتراف بھی ہے اور قلبی تعلق کا انکشاف بھی،

قومی وملی مسائل کا بیان بھی ہے اور ذاتی الجھنوں کا اظہار بھی، عصری معاملات بھی ہیں اور کائناتی بھی، دامان رحمت پناہؐ کی وسعتوں کا تذکرہ بھی ہے اور عفوودرگزر طلبی بھی، الغرض جدید سرائیکی نعت ہر زاویے سے ارتقا کی نئی منزلیں بھی سرکر رہی ہے اور بشارتیں تحریر کرنے کا کیف آور کام بھی انجام دے رہی ہے۔ مولانا نوراحمد فرید آبادی، محمد یار بلبل فریدی، فقیر بخت محمد رمضان طالب، محمد بخش شاطر، فیض محمد دلچسپ، مولوی مسکین، میرن شاہ، مولوی صدیق، جانباز جتوئی، غلام سیت پوری، ایم بی اشرف، امید ملتانی، شائق بزدار، شباب ڈیروی، حافظ رسول بخش حافظ، منظور احمد ناظم صابری، نور محمد سائل، حاجی بشیر احمد، دل نورپوری، آغا اقبال حسین، خان محمد کمتر، احمد حسن پرسوز، فیض عباسی، تاج محمد تاج، ماسٹر خادم حسین، خلیل احمد خلیل فریدی، دلکش اماموی، عبدالقدیر رئیس احمد پوری، فدا حسن، شہباز، عبدالرحمان آسی، شیخ امیر مجروح، شاہ نواز فخری، گل خان خطائی، عبداللہ یزدانی، نصیر سرمد، سرور خان سرور، عبدالرزاق بھٹی محمد نواز عظیم قادری، عطاالرسول اویسی، غلام نبی اویسی، غلام حسین قمر، عزیزالرحمان گوہر محمد رمضان بھٹی محمد صدیق قدوسی، خادم حسین مخفی، غوث بخش منصف محمد منشا نادر لاشاری، ممتاز احمد زاہد، نورالحسن لاشاری، محمد اقبال عاقل، منظور شاہ، دیوانہ بلوچ، شوق اُچوی، خدا بخش اظہر، ثاقب دامانی، صفدر کربلائی سمیت کئی شعرا اس جاندار اور شاندار روایت کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں جنہوں نے سرائیکی نعت کو جدت اور ندرت کی نئی منازل سے آشنا کیا ہے۔

بیسویں صدی میں نعتیہ مجموعوں کے ساتھ ساتھ دیگر شعری تصانیف میں بھی نعت کا رنگ شامل رہا ہے اور عہد بہ عہد مختلف نئی اصناف بھی سرائیکی شاعری کا حصہ بنتی رہی ہیں۔ اس صدی کے پہلے نصف دور میں صرف فقیر بخت کے ''ختم الرسلؐ دی شان'' کے نام سے چودہ مولود شائع ہوئے، مدنی سئیں سلطان (امید ملتانی)، گلشن سرکارؐ (اسلم میتلا)، پھنوار، سوچاں سکھ دیاں (رمضان طالب)، رحمت دی ذات (فقیر بخت)، خوشبو (شائق بزدار)، کونین دا والی، نعت میڈی کائنات (شباب ڈیروی) سہرے حضورؐ دے، محبوب رسالت، عرب دا چن، فیض مصطفےٰ، حُسنِ کائنات محمدی چمن، مدینے دے موتی، نوری گلشن (فیض سندھڑ)، ثنائے مصطفےٰ، سرکار دی رحمت، گلشن احسان، گلشن عقیدت، گلشن صابری، گلشن نعت (منظور احمد ناظم)، سرائیکی نعتاں، عظمت رسولؐ، محبت رسولؐ، نوری بارش، نوری سہرے (انتخاب حاجی بشیر احمد مغفور سعیدی)، مدینے ہواں ہا، نوری نعتاں (مرتب: دل نورپوری)، نعت مصطفےٰؐ (آغا اقبال حسین)، دیوان کمتر (خان محمد کمتر)، خالق دا ماہ محمد (احمد حسن پرسوز بخاری)، محمدی ڈوہڑے (فیض عباسی، گلشن رسولؐ (تاج محمد تاج)، مدنی دے سہرے (ماسٹر خادم حسین)، سونہڑے دے سہرے (خلیل احمد خلیل فریدی)، محمدی گلشن (محمد منشا نادر لاشاری)، ڈھولا پاک محمد (غوث بخش منصف)، عقیدت دے پھل (ممتاز احمد زاہد) عقیدت دیاں ہنجوں (نورالحسن لشاری) اور حافظ رسول بخش حافظ کے انیس کتابچوں سمیت متعدد نعتیہ کتب بیسویں صدی میں منظر عام پر آئیں۔ اس صدی کے آخری نصف میں ایم بی اشرف کی ایک طویل نعتیہ نظم ''کونین دا سونڑپ'' منظر عام پر آئی جو اہمیت کی حامل کتاب ہے، اس مجموعہ میں عقیدت ومحبت اور شاعرانہ کمالات قابل داد ہیں، چند اشعار ملاحظہ ہوں:

کل کینات کوں ازلاں توں ہن جیندیاں واٹ نہاراں
او آیا تاں اجڑی دھرتی تھی گئی گل گلزاراں
پاک محمدؐ دے جمڑے عرشاں تے دھوم مچائی

جنت دے ہر ون دے پتے پتے رم جھم لائی
طوبیٰ جھب تے سدرا لہڑی وکھری ٹور بنڑائی
کل حوراں دی پیشانی وچ چمک ایں نور ڈکھائی
جنت دے ہر محل تے غرفے وچ تھی گئی روشنائی
ہک بئے کوں پئے ڈیون عرشی بھج بھج خیر ودھائی

اسی طرح عبداللہ یزدانی کی ایک نعت بھی بہت مقبول ہوئی اور اپنی تخلیق کے بعد سے اب تک غالباً بیس سالوں سے ہر محفل نعت میں پڑھی جاتی رہی ہے۔

جڈاں یاد تیڈی دا چین چڑھدا اے پلکاں تے ستارے کل ویندن
تیڈے ناں دا ورد کریندا ں تاں میڈے سارے ڈکھڑے ٹل ویندن
کتھ عرش بریں کتھ فرش زمیں کتھ قاب قوسین او ادنیٰ
میڈا پاک نبیؐ اُتھ پہنچا ہے جتھاں پر جبریل دے جل ویندن
سب جھولیاں بھر بھر ٹُر ویندن اتھاں پتھر وی بنڑ دُر ویندن
جہیڑے آندن ایں دروازے تے کون آدھے خالی ول ویندن

اکیسویں صدی میں بھی جدید تر نعت کا سفر تسلسل کے ساتھ جاری ہے اور سرائیکی نعت کے حوالے سے بہت زرخیز ثابت ہو رہی ہے، اس کی پہلی دہائی میں ہی درجنوں نعتیہ کتب مارکیٹ میں آچکی ہیں اور یہ سلسلہ دوسری دہائی میں بھی جاری ہے۔ اس عرصہ میں شائع ہونے والی کتب میں ڈیرہ اسماعیل خان کے ڈاکٹر سلطان احمد مستجیر کی کتاب ''مسافرِ غارِ ثور دا'' کو اس حوالے اہمیت حاصل ہے کہ اس میں سیرتِ رسولؐ کو نظمیہ صورت میں قلم بند کیا گیا ہے میری معلومات کے مطابق یہ پہلی سرائیکی منظوم سیرتِ رسولؐ ہے، قریباً 800 صفحات پر مشتمل اس کتاب کو 2006 کا قومی سیرت ایوارڈ دیا بھی گیا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہنڑ وصف چھیویں دا وارا ہے
ہر بغض توں پاک او پیارا ہے
سوہنڑا روشن ڈینہہ وانگوں سارا ہے
نبیؐ بنڑ ساڈا غم خوار آیا

گذشتہ بارہ سالوں میں سامنے آنے والے نعتیہ کلام سے کچھ منتخب اشعار بھی ملاحظہ کیجیے تا کہ نئی نعت کے مجموعی مزاج سے آگاہی ہو سکے۔

محمدؐ دے در دے بھکاری اساں
اینداے ناں تو جند جان واری اساں
اینداے در توں پندوں اینداے در توں گھندوں
ایویں عمراں ساری گذاری اساں

فیاض حسین قاصر فریدی

جے بجھ ولاوے تاں اوندی مرضی
جے چن لہاوے تاں اوندی مرضی
پڑھا کے کلمہ جے سنگریزاں کوں
او سنڑاوے تاں اوندی مرضی
اوہندی مرضی تے جانی دشمن
اکٹھے چادرکوں نپ کھڑودن
کُللے جھگڑے دی بلدی بھا وچ
جے ست مکاوے تاں اوندی مرضی

خاورنقوی

لجپال کریم محمدؐ سئیں ایہو کرم چا کر پچھے موت آوے
میڈیاں اکھیاں رج رج ڈیکھن تیڈا اعلیٰ در پچھے موت آوے
تیڈے فیض توں دل سیراب تھیوے رہے کئی نہ ڈر پچھے موت آے
دل نور نزاع دے وقت ڈیکھے تیڈا رخ انور پچھے موت آوے

دل نورپوری

میں سمجھی بیٹھاں ایں دنیا وچ ملسو
ڈھوکا ڈتا ہوم ساہواں، متاں
کتھاں عرش دا واسی کتھاں میڈا گھر
اگلی دنیا چوں تھی آواں ،متاں

اقبال حسین

اے بدرالدجاؐ، شاہِ اممؐ، والی ثقلینؐ
اے کوثر و تسنیم تیڈے نیر دا مُل نیں
مدنیؐ! تیڈے صفدر کوں بس اتنا پتہ اے
کائنات تیڈے چولے دی ہک لیر دا مُل نیں

صفدر کربلائی

رب دا ڈھول جو آیا ہے کائنات وس پئی اے
نوری قدم نکایا ہے کائنات وس پئی اے
جڈاں تئیں نور ہا پردے وچ کائنات اجڑی ہئی
چہرہ والشمس ڈکھایا ہے کائنات وس پئی اے

توقیر مہروی

جہان سارا تھیا منور جو اج سراج منیرؐ آگئے
فلک تے حور و ملک پئے گاون حبیب رب قدیرؐ آگئے
زمین منور زماں منور مکاں مکاں لامکاں منور
فلک توں انوار حق پئے وسدن حضورؐ روشن ضمیر آگئے

امان اللہ کاظم

میکوں آپڑے در تے سڈا میڈا مولاؐ
ایہا آس دل دی پچا میڈا مولاؐ

اسرار عقیل

ڈکھڑے ساڈے نال محمدؐ
وسدی راہوے تیڈی آل محمدؐ

کاظم شاہ ازک

میں ہاں سوالی تہاڈے در دا
تساں نبیاں دے بادشاہ ہو
خیال رکھدے ہو ہر بشر دا
تساں نبیاں دے بادشاہ ہو
ہے ذات سائیاں دی لگدی پیاری
درود پڑھداں میں رات ساری
تے اکھ تے ہنج دا ہے تارا تردا
تساں نبیاں دے بادشاہ ہو

محمود قلندری

اے ڈکھ جڈاں وی میکوں ستیندن تاں وجد دے وچ درود پڑھداں
تے نعت سئیں دی کوں گنگنانداں جڈاں زمانہ ملال ڈینداے
ایہا تڑپ ہے جو میں سنڑاواں ہا حال درداں دا در تے ونج کے
او خالی در آئے کوں کیں مڑیندا تے درد عمراں دے نال ڈینداے

ثاقب دامانی

ہاں خادم کملیؐ والے دا کہیں خان نواب دا نوکر ناں
میں سیرت دا پروانہ ہاں کہیں عام شباب دا نوکر ناں
کوئی غلط تعبیر منیندا ناں کہیں کوڑے خاب دا نوکر ناں
میں نوکر مظفر بچیاں دا کہیں نیت خراب دا نوکر ناں

عابد علی مظفر

کملی والےؐ دا جے ' اے کرم نعتاں لکھ لکھ سنڑیندا وداں
ناں محمدؐ دی تسبیح پکا چُم انکھیاں تے لیندا وداں

یوسف معروب

اکیسویں صدی کی پہلی اور دوسری دہائی کی چند دیگرا ہم کتابوں میں سک عربی دی (جام ایم ڈی گانگا)، نور گر (سفیر لاشاری)، نور دا سوجھلا (محمد صدیق نازک)، سونہڑا ساوا روضہ (بشیر احمد دیوانہ)، سک مدینے دی (ناظم بخاری)، سوجھل سہرے (محمد رمضان طالب)، کلام کہتر (نور محمد کہتر)، م مقدس، جلوے حضورؐ دے، نا نگاں ڈھول دیاں، میلا دِ مصطفےٰؐ (فیض محمد سندھڑ)، تجھواں نبی دے صدقے، بئیں دے سہرے (حافظ نذیر احمد)، کمالِ قدرت (شاکر شجاع آبادی، دل نور پوری)، نور دے نظارے، نوری نعتاں، ڈو جگ دا سلطان (دل نور پوری)، کونین دا گوٹھ (محمد نواز نیازی)، شاتھی و نجے (مصطفےٰ عزیز)، سہرے پاک نبی دے (حافظ بشیر مغفور)، سلسلے سلونی دے (عزیز شاہد)، مدنی دے سہرے (گل شاد قادری)، تن روشنی من روشنی (سرور قریشی)، حضورؐ دا شان، رب خش تھیندا اے (ظفر مسکین)، م دے اُولے (حمید الفت ملغانی)، مٹھے مدنیؐ دیاں نعتاں، پاک نبیؐ دیاں نعتاں (حافظ رسول بخش)، کلام کہتر (نور محمد کہتر)، ماکھی توں مٹھا مدینہ، صفتاں لجپال دیاں (عارف شاہ عارف)، رحمت دی چھاں (جمشید کلانچوی) اور میڈے آقاؐ کملی والے (پروین اختر پروین) اور نت جان بلب ہنت نا تنگ طلب (فیاض حسین قاصر فریدی) شامل ہیں۔ سرائیکی شعراء جس طرح سرکار دو عالمؐ سے اپنی محبت کے والہانہ اظہار اور حضورؐ کے ذکرِ جمیل سے سرائیکی نعت کو ثروت مند کرتے چلے جاتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ سرائیکی نعت کے ارتقا کا یہ مبارک سفر ابدالآباد تک اسی آب و تاب کے ساتھ جاری رہے گا۔

کتابیات

1۔ سرائیکی ادب۔ ریت تے روایت۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی
2۔ سرائیکی ادب دا ارتقا۔ ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر
3۔ سرائیکی زبان و ادب کی مختصر تاریخ۔ سجاد حیدر پرویز
4۔ نور نامہ حضرت ملاں۔ مرتب۔ دلشاد کلانچوی
5۔ ابیات باھوؒ۔ مرتب۔ سلطان الطاف علی
6۔ منتخب کلام سچل سرمستؒ۔ مرتب اسلم رسول پوری
7۔ معراج نامہ حافظ محمد یار۔ مرتب۔ دلشاد کلانچوی
8۔ مولود نبی مختارؐ نوبہار سیری
9۔ دیوان خواجہ غلام فریدؒ۔ مترجم و شارح۔ مولانا نور احمد فریدی
10۔ مجموعہ کلام مولوی نور الدین مسکین
11۔ پنجاب میں اردو۔ حافظ محمود شیرانی
12۔ سرائیکی زبان کی مزید لسانی تحقیقاں
13۔ فن نعت کی نئی جہات۔ محمد حیات چغتائی
14۔ آتشِ عشق۔ کلام امیر حیدر میرن، مرتب حاجی شمس الدین
15۔ خادم دے ڈھولے۔ ناشر مولوی فیض بخش
16۔ دیوان غلام فقیر۔ قلمی نسخہ ملکیت حاجی رشید احمد
17۔ وحدت افکار۔ علاقائی شاعری کا انتخاب۔ وفاقی وزارت اطلاعات

☆ ☆ ☆ ☆

سید گل محمد شاہ بخاری

سندھی میں نعتیہ شاعری

سندھ میں نعت گوئی کی ابتدا تو ایک طرح سے اُسی وقت ہوگئی تھی جب محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کیا اور پہلی بار کسی نے الحمد اللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین پڑھا لیکن سندھی زبان میں ذکرِ رسولؐ کی تحریری طور پر ابتداء گیارہویں صدی ہجری میں ہوئی۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق سندھی زبان میں جو پہلی نعت دریافت ہوئی وہ 1067ھ میں لکھی گئی جو کاتب عزت بن سلیمان کی ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے پہلے بھی کوئی نعت لکھی گئی ہو لیکن ابھی تک اس کا سراغ نہیں مل سکا۔

اس کے بعد کے زمانے میں جو بھی کتاب لکھی جاتی تھی چاہے وہ کسی بھی موضوع پر ہو، لیکن تبرکاً اس میں ذکرِ رسول اللہؐ ضرور موجود ہوا کرتا تھا۔ ایسی کتابیں عموماً سندھی شاعری کی صنف ’الف ابثاء‘ میں لکھی جاتی تھیں۔ سندھی زبان کے عظیم شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے ہاں بھی نعتیہ عناصر موجود ہیں۔

بعدازاں جب 1852ء میں سندھی حروف تہجی باقاعدہ اور باضابطہ طور پر وجود میں آئے اور تواتر سے سندھی مجموعے ترتیب پانے لگے تو نعتیہ شاعری کو بھی عروج حاصل ہوا۔ اس دور میں میلاد نامے، معراج نامے، معجزات اور وفات نامے معرضِ وجود میں آئے جن میں سے اکثر آج بھی سندھ کے کئی کتب خانوں میں موجود ہیں۔

اسی دور میں سندھ میں مولود شریف کی بھی ابتدا ہوئی۔ مولود شریف بنیادی طور پر ایک ایسی صنفِ سخن ہے جس میں رسول اللہؐ کی ولادت باسعادت کا تذکرہ کیا جاتا ہے لیکن بعد میں مولود شریف کی صورت میں رسول اللہؐ کے حوالے سے دیگر مضامین کو بھی شعری جامہ پہنایا جانے لگا۔ انیسویں صدی کا ہر شاعر عملاً اس بات کا پابند تھا کہ وہ اپنے کلام یا اپنی شاعری کی ابتدا اللہ اور رسول اللہؐ کے نام سے کرے۔ یوں اس دور میں ہر شاعر نے ایک آدھ نعت ضرور کہی۔ یہاں تک کہ غیر مسلم بالخصوص ہندو شعراء نے بھی نعتیں کہیں اور آج بھی جاری و ساری ہے۔

قیامِ پاکستان کے وقت مولانا عبدالرؤف، آخوند صاحب ڈنو، مولانا تاج محمود امروٹی، مولانا عبدالکریم کپاڑو اور صوفی عبدالغفور رہمایونی کے نام بطورِ نعتیہ شاعر مسلّم ہو چکے تھے۔

پاکستان بننے کے بعد بے شمار شعرا نے نعت کہیں لیکن یہاں صرف چندان شعرا کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنہوں نے خصوصیت سے نعت کے حوالے سے کام کیا۔ سب سے پہلے صاحب دیوان شعرا کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں سندھی میں عربی ۲۸ حروف کے مطابق ’’دیوان نعتیہ ثنائی‘‘ پاکستان سے پہلے لیکن سندھی میں ۲۹ حروف کے مطابق اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ دیوان مولانا ثناءاللہ ثنائی کا ہے۔

اس کے بعد اسی ۲۸ عربی حروف کی ترتیب کے مطابق مولانا عبداللہ اثر صاحب نے "ذکرِ حبیبؐ" کے نام سے ایک اور دیوان ترتیب دیا جو شائع ہو کر عاشقانِ رسولؐ کے لیے مسرت کا باعث بنا۔ مولانا عبداللہ اثر ضلع لاڑکانہ کے رہنے والے تھے۔ قادرالکلام شاعر، عالم اور ماہرِ تعلیم تھے۔

اس کے بعد سندھی زبان کے ۵۲ حروف کے مطابق ردیف وار نعتیہ دیوان "سرورِ عالمؐ" ۱۹۹۱ء میں شائع ہوا۔ یہ سندھی حروفِ تہجی کے مطابق سندھی زبان اور سندھی نعتیہ شاعری کی تاریخ میں پہلا نعتیہ دیوان ہے۔ یہ مجھ ناچیز (سید گل محمد شاہ بخاری) کا ہے۔ اس پر ۱۹۹۳ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے مجھے اول انعام بھی دیا گیا ہے۔

اس کے بعد "شانِ رسول اللہؐ" نامی سندھی دیوان ۵۲ حروف کے مطابق شائع ہوا جو مرحوم گل حسن گوپانگ شاد کا ہے اور سندھی ادبی بورڈ کی طرف سے شائع ہوا۔ مرحوم گل حسن گوپانگ بڑے عوامی شاعر تھے۔ ان کا کلام عوامی سطح پر بے حد مقبول ہے۔

اس دیوان کے بعد شکارپور سندھ کے بزرگ شاعر رحمت اللہ شوق شکارپوری مرحوم کا نعتیہ دیوان "ثنائے رسول اللہؐ" شائع ہوا وہ بھی سندھی ۵۲ حروف کے مطابق ہے۔ مرحوم کئی کتب کے مصنف تھے اور شاعری کی صنف کافی پر مکمل عبور رکھتے تھے۔

اس کے بعد لاڑکانہ کے حاجی علی بخش جمالی مرحوم نے ایک کتاب لکھی جس میں پانچ قسم کے دیوان تھے۔ پہلے نعتیہ دیوان میں عربی حروفِ تہجی کے مطابق ۸۷ نعتیہ غزلیں اور ۱۶ مثلث دیئے گئے ہیں۔ دوسرے دیوان میں عربی حروفِ تہجی کے مطابق ۳۴ مسدس دیئے گئے ہیں۔ تیسرے دیوان میں سندھی ۵۲ حروف کے مطابق رباعیات پیش کی گئی ہیں۔ چوتھے دیوان میں عربی حروفِ تہجی کے مطابق مثنوی بصورت دیوان دی گئی ہے جو عربی کے ۱۳۶ اشعار پر مشتمل ہے۔ جس کا خاص تعارف یہ ہے کہ "یک حرف ابتدا و انتہا" کی صفت میں لکھی گئی ہے۔ جس میں ۷۴ اشعار دیئے گئے ہیں۔ یہ دیوان اپنی نوعیت میں سندھی ادب کی تاریخ میں ایک انوکھا دیوان ہے۔

اس کے مصنف بڑے قادرالکلام شاعر تھے۔ مسدس میں اتنا کمال تھا کہ ان کو سندھی کا حالی کہا جاتا تھا۔ مصنف کو اسی کتاب پر حکومت پاکستان کی طرف سے اول انعام بھی ملا تھا۔ اس کے بعد دیوان "مدحِ رسول اللہؐ" شائع ہوا۔ یہ شہدادکوٹ کے مشہور عالم مولانا محمد یوسف شہدادکوٹی کا ہے۔ جو عربی ۲۸ حروف کے مطابق ہے۔

اس کے بعد نعتیہ دیوان "آبِ کوثر" کی باری آتی ہے۔ یہ کتاب مجھ ناچیز (سید گل محمد بخاری) کی ہے جو کتاب سندھی ۵۲ حروف کے مطابق لکھی گئی ہے۔ جس میں 125 نعتیں موجود ہیں۔

اس کے بعد "چوسرورِ دو عالمؐ" نعتیہ دیوان شائع ہوا جو عابد لغاری صاحب کا ہے۔ وہ کئی کتب کے مصنف ہیں اس میں انھوں نے ۵۲ حروف سے زائد مروج آوازوں کو بھی ردیف کے طور پر استعمال کیا ہے۔

اس کے بعد حکیم دین محمد اکرم صاحب کے دیوان "سندی سک پریں" کا نمبر آتا ہے۔ یہ بھی سندھی ۵۲ حروف کے مطابق نعتیہ دیوان ہے۔ مرحوم ضلع دادو میں پیدا ہوئے تھے۔ بعد میں کوٹڑی میں مطب کھولا اور وہاں ہی

وفات پائی ۔ مرحوم کی اور بھی کئی کتب ہیں جو شاعری پر مشتمل ہیں۔

اس کے بعد نوجوان شاعر حافظ بلال بروہی کا نمبر آتا ہے۔ جن کی کتاب ’’کریم تھی باکمال آیا‘‘ یہ بھی عربی حروف کے مطابق نعتیہ دیوان ہے۔ حافظ بلال بروہی لاڑکانہ کے رہنے والے ہیں۔

اس کے بعد ’’برہان شریف‘‘ کی باری آتی ہے۔ یہ سندھی ۵۲ حروف کے مطابق مکمل اور سندھی زبان میں سب سے بڑا نعتیہ دیوان ہے۔ اس میں ۲۵۰ نعتیہ غزلیں شامل ہیں۔ اور یہ مجھ ناچیز ’’سید گل محمد شاہ بخاری‘‘ کی تصنیف ہے۔

اس نعتیہ دیوان کے بعد ’’بھشتی درشن‘‘ کا نمبر آتا ہے۔ یہ سندھی ۵۲ حروف کے مطابق نعتیہ دیوان ہے اور ہالا کے شوکت ابڑو صاحب کی کاوش ہے۔ موصوف تعلیم سے وابستہ تھے اب ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔

ان کے علاوہ کئی اور بھی نعتیہ دیوان ہیں جو ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔ جن میں سید اظہر گیلانی اور مولوی محمد اسماعیل مھسر صاحب کے دواوین بھی شامل ہیں۔ نعتیہ دواوین کے علاوہ بھی کئی شعراء کے اہم نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں آخوند عبدالرؤف کے ’’مولود شریف‘‘، حاجی غلام نبی مھسر کی کتاب ’’ثنائے سرور کائناتؐ‘‘، ناچیز (سید گل محمد شاہ بخاری) کی کتاب ’’ذکر رسول اللہ ؐ‘‘، ’’ثنائے محمد ؐ‘‘، ’’تذکرۃ الرسولؐ‘‘، ’’نورٌ علیٰ نور‘‘، روضۂ پاک رسولؐ‘‘ مصنف الحاج رحیم بخش قمر، ’’پوکھ گلابن جی‘‘ سید رفیق امروٹی، ’’نظارو ڈٹھن جو‘‘ نوشاد جونیجو، ’’مصطفیؐ جوں مھر بانیوں‘‘ امداد جتوئی، ’’اڑین جو آدھار‘‘ شوق خانواھوائی، ’’عین جمال رسولؐ‘‘ محمد اسماعیل منصور، ’’نسوروئی نور‘‘ دین محمد اکرم، ’’ھج ھر زبان تی ذکر مصطفیؐ جو‘‘ مہب تمریز تیز، وغیرہ۔ ان کے علاوہ کوئی پانچ سو سے زائد چھوٹی بڑی کتب اور کتابچے شائع ہو چکے ہیں۔

قصیدہ بردہ شریف کو نعتیہ شاعری میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اس کے دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمے اور تشریحات ہو چکی ہیں۔ ان میں سندھی زبان کو بھی سعادت حاصل ہے۔ کہ اس میں اس کے کئی ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں مخدوم عبداللہ نرئی وارو، عبداللہ اثر، میر حسن علی خان حسن، ماڑا احمد علی لغاری، مخدوم شفیع محمد پاٹائی، میاں علی محمد مہیسری، مولانا محمد ادریس ڈاھری،، علامہ عبدالوحید جان سرہندی، مولانا جمال الدین اجمل کھڑو، غلام حسین سپاروی، مولانا عبدالکریم لغاری اور محمد اسماعیل منصور کے ترجمے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

علاوہ ازیں قصیدہ بانت سعاد اور قصیدہ نعمانیہ کے بھی کئی ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

☆☆☆☆

ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری

سندھی زبان میں نعت گوئی/نعتیہ شاعری

رب ذوالجلال نے اس کائنات کی تخلیق کا مقصد جس انداز میں اپنے کلام قرآن مجید و فرقان حمید میں بیان فرمایا ہے، تو ساتھ ساتھ اپنے بارے میں وہ کچھ بتایا ہے جو اور کوئی بیان نہیں کر سکتا اور جو ابھی تک صیغہ، راز میں ہے۔ اپنی جتنی بھی توصیف فرماتا ہے، وہ اسے خود ہی ''حمد'' سے تعبیر کرتا ہے۔ قرآن شریف کی ابتدائی سورۃ ''الفاتحہ'' کی ابتدا بھی ''الحمد'' کے خوبصورت لفظ سے ہوتی ہے۔ اور جتنے بھی انبیا کرام مبعوث ہوئے اور ان میں سے جن کو کتاب اور صحیفوں سے نوازا گیا ہے، ان میں بھی ان زبانوں کے اعتبار سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی توصیف خود ہی بیان فرمائی ہے اور اس سے دعائیں مانگنے کے طور طریقے بھی خود ہی بیان فرمائے ہیں جن میں خود ہی اپنی لاتعداد صفتیں بھی ظاہر کیں ہیں۔

رب کائنات نے اپنے کلام قرآن مجید، جو اپنے آخری رسول اور نبی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰؐ پر تیئیس سال میں احکامات اور بیانات کی صورت میں نازل فرمایا، اس میں اپنے محبوب پیغمبرؐ کی ثنا اور توصیف میں ہر وہ بات بیان فرمائی ہے جو عام آدمی یا آپ کا امتی کبھی بیان نہیں کر سکتا تھا۔ مگر جس طرح سے اپنی ثنا اور توصیف کو ''حمد'' سے تعبیر کیا ہے، آپؐ کی جامع صفات کے لیے کوئی مخصوص لفظ بیان نہیں فرمایا ہے۔ مگر آپ کی امۃ مسلمہ نے آپ کے اقوال اور احکامات کو ''حدیث''، آپ کے اوصاف حمیدہ کو ''اسوۂ حسنہ'' اور سیرت طیبہ اور آپ کے بارے میں کی ہوئی شاعری کے لیے ''نعت'' کا لفظ مخصوص کیا ہے۔

لفظ نعت بڑا ہی جامع لفظ ہے اور جتنے بھی لغات ہیں ان میں نعت کا مطلب کسی بھی چیز کے لیے بہت بڑی تعریف کے معنی میں آتا ہے۔ مگر اب یہ لفظ آقائے نامدار کی تعریف کے لیے مختص ہو گیا ہے۔

نعت کی شروعات حضرت محمد مصطفیٰؐ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی ہو چکی تھی۔ مگر اس دور میں جتنی بھی نعتیہ شاعری ملتی ہے۔ اسے نعت نہیں کہا گیا تھا۔ بعد کے ادوار میں جب نعتیہ شاعری نے عروج پایا اور دیگر زبانوں میں کثرت سے نعتیہ اشعار کہے جانے لگے تو یہ لفظ خصوصی طور پر استعمال ہونے لگا۔

دنیا کی لاتعداد زبانوں میں جس طرح قرآن پاک کے تراجم کثرت سے شائع ہو رہے ہیں اسی طرح سیرت پاکؐ پر نظم و نثر میں لاکھوں کتب شائع ہو چکی ہیں۔ سندھی زبان میں بھی ان کی تعداد ان گنت ہو چکی ہے۔ اسلام کے شیدائی اور آقائے نامدار کے عاشق اپنی محبت کو قرطاسِ ابیض پر لائے بغیر چین سے نہیں بیٹھے۔ روزانہ اخبارات، رسائل میں مضامین کے ساتھ ساتھ نعتیہ شاعری بھی شائع ہوتی رہتی ہے۔

سندھ میں مختلف ادوار میں جب عربی رسم الخط مروج تھا تو سندھ کے عالم فاضل اور پڑھے لکھے لوگ عربی میں نعتیہ شاعری کرتے تھے۔ جب فارسی رسم الخط کا رواج اور رجحان بڑھا، حکومتی زبان کے طور پر استعمال ہونے لگی،

مدارس میں عربی کے ساتھ ساتھ فارسی بھی پڑھائی جانے لگی تو فارسی میں سیرت کی کتب اور نعتیہ شاعری کثرت سے ملتی ہے، خاص طور پر غزنوی، مغلیہ اور دیگر حکمرانوں کے دور میں سندھ کے علماء اور اکابرین نے اس مذہبی انداز کو تبلیغ کے طور پر قائم رکھا۔ مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سندھی رسم الخط کے نہ ہونے کے باوجود اہلِ سندھ نے اپنی بہترین نعتیہ شاعری کو سینہ بہ سینہ آگے بڑھایا یا فارسی رسم الخط میں اسے محفوظ کرتے رہے۔

سندھ میں جہاں جہاں اللہ تبارک وتعالٰی کی حمد وثنا ہوتی رہی، وہاں نعتیہ شاعری کا سفر بھی جاری وساری رہا۔ حضورؐ کی محبت اور صحابہ کرامؓ کی قدر ومنزلت کو اپنے جذبات کا آئینہ بنانے کے ساتھ ساتھ اسے تبلیغ اسلام کے لیے استعمال میں لاتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ میں ہر دور میں ہندو مشرف با سلام ہوتے ہوئے پہلے ''مومن'' کے طور پر پہچانے جاتے تھے، جو بعد میں ''میمن'' بن گئے اور پھر ''شیخ'' کے طور پر اپنی پہچان رکھتے ہیں۔ ''مومن اور شیخ'' اسلام میں بڑی قدر ومنزلت کے الفاظ ہیں اور نومسلموں کو ان الفاظ سے زیادہ سندھ میں ہی پہچانا جاتا ہے اور اسلام کے لیے ان کی خدمات ہر دور میں بڑی اہم رہی ہیں۔

اول دور میں نعتیہ شاعری:

سندھی ادب کی تاریخ میں سب سے پرانی طویل نعتیہ نظم جو الف اشباع کی صورت میں ملی ہے وہ ارغون، ترخان اور سندھ میں مغلیہ دور کے مخدوم پیر محمد لکھوی (لکھی نزد سکھر) کے بزرگ اور عالم کی ہے، جن کی وفات 1590 اور 1600 کے درمیان ہوئی، وہ صبا سے مخاطب ہو کر اپنے نام کو ولدیت کے ساتھ بیان کر کے فرماتے ہیں:

روضے پاک رسولؐ جے اَجھ سیں دابا
تہ پیرو پٹ ہارون جو، پوٹو الیاسا
سندھی ساکن سندھ، شائق شفیقا

مطلب یہ ہے کہ:

حضور انورؐ کے روضہ اقدس کے سامنے ادب سے کھڑی رہنا
کہ پیرو ولد ہارون، پوتہ الیاس کا
ساکن سندھ کا، (آپؐ کی) شفقت کا شائق ہے۔

مخدوم پیر محمد لکھوی سے پہلے اسی انداز کے نعتیہ ابیات مخدوم نوح علیہ رحمت، وفات 998ھ حضرت شاہ عبدالکریم بلڑی والے (وفات 1040ھ)، سید علی شیرازی (وفات: 981ھ) اور کئی اہل علم نے نعتیہ شاعری سندھی کی خاص صنف ''بیت'' میں کی ہے۔ کتاب ''معارف انوار'' میں ایسے ابیات کثرت سے ملتے ہیں۔

سندھ کے قادر الکلام صوفی شاعر شاہ لطف اللہ قادری (وفات: 1090ھ) کا ان ابیات میں بڑا نام ہے۔ آپ نے پہلے پریالوءِ پھر اگھم کوٹ نزد ٹنڈو والھیار میں سکونت اختیار کی۔ آپ کی مختلف تصانیف تحفۃ السالکین اور منھاج المعرفت میں بھی نعتیہ اور تصوف کے اشعار کثرت سے ملتے ہیں۔ اسی طرح سندھ کے معروف صوفی القادری شاہ عنایت اللہ شہید (جھوک شریف۔ ضلع ٹھٹھہ) کا نعتیہ کلام بھی ارفع واعلٰی رہا ہے۔ مگر جب آپ کی شہادت ٹھٹھہ کے گورنر نواب اعظم خان کے ہاتھوں ہوئی اور آپ نے نواب کے بے ڈھنگے سوالوں کے جوابات فی البدیع حافظ شیرازی

کے معرفت کے اشعار میں دیئے جو تاریخ میں وہ بڑی اہمیت کے حامل رہے اور محفوظ رہ گئے ۔

اسی دور میں نصرپور کے میوں شاہ عنایت رضوی، جو شاہ عنایت شہید اور حضرت شاہ عبداللطیف کے ہمعصر تھے، ابیات کے بڑے شاعر اور سخن سنج تھے، شاہ لطیف ان سے ابیات میں گفتگو کرتے تھے ۔ ان کا رسالہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے مرتب کیا تھا ۔ شاہ صاحب کے رسالہ میں نعتیہ اشعار اور ابیات کثرت سے ملتے ہیں ۔ نمونہ کے طور پر ایک نعت کا ترجمہ پیش ہے:

پہلے پہل نبی کے نور کو ستارے میں رکھا
جہانوں کے بادشاہ کو دیکھ کر ’’التحیات‘‘ پڑھی
بہشت سے ’’براق‘‘ سجا کر اسے فرشتوں کے ساتھ بھیجا
فرمایا اب خوش ہو کر آ جا محمد! کہ تجھے یہ تحفہ عنایت ہوا ہے
جہاں ملائک کے لیے کوئی جگہ نہیں اس مقام پر تجھ سے راز کی باتیں کیں
جبرئیل کے ساتھ وہ ’’براق‘‘ پر سوار ہوئے
نرالی راہوں سے گذر کر خاص خلوت میں فرمایا ’’اوپر آ جایئے‘‘
عنایت کہتا ہے کہ اس وقت آپ نے اپنی امت کے لیے شفاعت مانگی

اسی دور میں لاتعداد عالم ایسے گذرے ہیں جن کی تصانیف میں شاعری بھی شامل رہی ہے اور اس شاعری میں الف اشباع کے ابیات کثرت سے ملتے ہیں، ان علماء کرام اور صوفیائے عظام میں مخدوم ابوالحسن، مخدوم ضیاء الدین، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، مولوی عبدالحق، مخدوم محمد ابراہیم بھٹی، مخدوم عبدالرحیم گرہوڑی، مخدوم محمد زماں لنواری والے، مخدوم غلام محمد بگائی، قاضی عبدالکریم، میوں عیسو، مخدوم عبداللہ واعظ شامل ہیں ۔

مخدوم غلام محمد بگائی کے نمونہ کلام کا ترجمہ دیکھیے:

یا رسول اللہؐ! تیری عنایت سے میں رحمت کی امید رکھتا ہو
غلام محمد کے دکھ درد دور ہوں اور اس کی خطائیں معاف ہوں
تو شافع میرے قریب ہو اور میری شفاعت کرے

مخدوم ابوالحسن (وفات 1700ء) کی کتاب مقدم الصلواۃ میں بھی ایسے نعتیہ اشعار اور ابیات ملتے ہیں ۔

مخدوم عبدالرحیم گرہوڑی بڑے پائے کے عالم تھے ۔ (وفات: 1778ء) ان کا کلام سندھ میں بہت معروف ہے ۔ ان کی پیش گوئیاں بھی سندھی ادب کا حصہ ہیں ۔ ان کے اشعار اور ابیات میں الف اشباع آقائے نامدارؐ سے محبت اور عقیدت عجب انداز میں ملتی ہے ۔

اسی طرح مخدوم ضیاء الدین (وفات 1757ء) نے فقہ کے مسائل پر لکھتے ہوئے حمد اور نعت کے اشعار اور ابیات بھی کہہ جاتے تھے ۔ ایک نعت کا مطلع ہے:

ترجمہ: سہارا ہے میر محمد مصطفیٰؐ سارے عالموں کا
سارے انبیا کا سردار ہے

مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب ''مطلوب المومنین'' میں اپنے طلبہ کی نصیحت کے لیے طویل نظمیں لکھیں۔ جن میں رسول اکرمؐ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

مولوی محمد حسین نے (وفات 1763ء) قصص الانبیاء کا الف اشباع کے ابیات میں منظوم سندھی ترجمہ کیا۔ ابتدا میں آنحضرتؐ پر منظوم سلام بھیجتے ہیں:

ترجمہ: لاکھوں سلام ان پر، کروڑوں درود بھی
نازل ان پر ہوں، جو محمد مجتبیٰؐ ہیں

مخدوم عبداللہ واعظ (وفات 1763ء) نے کئی سی حرفیاں کہی ہیں جن میں نعتیہ ابیات شامل ہیں۔

ترجمہ: درماندوں پر ہمیشہ اپنی نظر کیجیے
مشکل میں آئے ہوئے کی مدد پر پہنچیے
آوازیں سن کر میری آجایئے امداد کو
اپنے مرید کی داد رسی کے لیے آجایئے

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی (وفات 1760ء) کلہوڑا دور کے بہت بڑے عالم اور سرکاری محتسب تھے۔ کئی کتب کے مصنف تھے جو اب بھی عرب دنیا میں پڑھائی جاری ہیں۔ اپنی ایک کتاب ''قوت العاشقین'' جو منظوم ہے، اس میں حضورؐ کے نور، میلاد (تولدی) معراج اور دوسرے کئی اہم واقعات اور موضوعات پر کئی مناقب اور نعتیہ ابیات الف اشباع کے انداز میں (جو اس دور میں مروج تھا) کہے ہیں۔ ان کا ایک نعتیہ بیت ہے:

ترجمہ: سورج کی طرح چمک رہا ہے روشنی دے رہا ہے
حسن ایسا کہ زینت و زیب زیادہ
روشنی دیکھیے کہ کوئی رات، رات نہیں
ہمارے رب نے محمدؐ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا

اسی دور میں سندھ کے سب سے بڑے صوفی شاعر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کا اسم گرامی سامنے آتا ہے، جنھوں نے اپنے عارفانہ کلام سے وہ شہرت پائی کہ سندھ اور سندھی زبان کو جیسے پر لگ گئے ہیں۔ علامہ آئی آئی قاضی نے تو آپ کو دنیا کا بہترین اور سب سے بڑا شاعر ثابت کیا ہے۔ آپ نے اپنے کلام میں توحید، رسالت، اخلاق اور اصلاح، عشق و محبت کے ان گنت رنگ بکھیرے ہیں۔ محل وقوع، روایات و رسومات، ہنر اور سماج، ادب اور ثقافت کے ایسے انوکھے انداز میں تذکرے کیے ہیں کہ غیر ملکی اسکالرز نے آپ کے کلام سے استفادہ کرنے کے لیے سندھی زبان کو سیکھا، پڑھا اور ترجمہ کر کے دنیا کو یہ دکھایا کہ وادیِ سندھ کا ہیرو دنیا کو کیا پیغام دیتا ہے۔

آپ کے کلام میں نعتیہ انداز کے ابیات تمثیلی انداز میں بھی کثرت سے ملتے ہیں۔ آپ کے رسالہ ''شاہ جو رسالو'' میں جو تیس حصوں (راگنیوں کے سروں) میں موجود ہے اور سندھ کے عشقیہ داستانوں پر مشتمل ہے، جا بجا ایسے ابیات بھرے پڑے ہیں:

ترجمہ: دنیا بڑی گندی تھی، جسے آنے والے نے اچھا بنا دیا
سارے لوگوں پر سے رب تعالیٰ نے وہ کثافت اتار دی

لوگ سیدھے راستے پر آگئے، اپنے نبیؐ کے نقشِ قدم پر
وہ جب آگئے تو سارے دکھ دور ہو گئے

میاں محمد سرفراز کلھوڑہ اپنے والد میاں غلام شاہ کلھوڑی حاکم سندھ کے انتقال کے بعد سندھ کے حکمراں بنے۔ وہ سخن سنج تھے۔ سندھ کی کلاسیکل شاعری سے بخوبی آگاہ تھے اور سید ثابت علی شاہ کی دوستی میں عروضی شاعری میں بھی بڑی مہارت پائی۔ وہ میر بہرام خان جو میاں غلام شاہ کے سپہ سالار رہ چکے تھے، کو دربار میں بلا کر قتل کروانے کی سازش میں تخت سے معزول ہو کر حیدر آباد کے قلعے میں قیدی بنے جہاں میاں عبدالنبی کلھوڑہ کی سازش سے قتل کیے گئے۔ قید خانے میں میر محمد سرفراز خان نے کئی مدحیں کہیں۔ ان کی ایک طویل مدح سندھی ادب کی بہترین مدح کہلائی۔

اسی دور کے مخدوم عبداللہ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں ان کے جابجا نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ ان کی ایک کتاب ''قمر المنیر'' جس کا قافیہ پوری کتاب میں ''ن'' کا ہے۔ یہ کتاب معراج کے واقعے سے متعلق ہے۔ وہ براق کی زبانی کہتے ہیں:۔

ترجمہ: میں جانتا ہوں اس گوہر کو، مالک الملک کا پسندیدہ
اللہ کے محبوب تھے وہ، سب اس سے آگاہ ہیں

کلھوڑہ دور کے آخری دور میں لاتعداد شعراء کرام، جن کا کلام خاص طور پر مولود، مداحتوں، معجزے کی اصناف میں ملتا ہے، موجود تھے۔ ان میں مولوی محمد حسین، قاضی عبدالکریم، حسن حامد، دائرے والوں کے ابیات، نور نامہ، عہد نامہ، چوعلی (کبت) سراج العابدین (کبت) معراج نامہ (الف اشباع) میں، تنبیہ الجاھلین، سراج الاسلام، اور مخدوم فضل اللہ پاٹائی کی کتاب ''اصلوٰۃ'' وغیرہ میں نعتیہ ابیات ملتے ہیں۔

اسی دور میں عبداللہ واعظ (وفات: 1763ء) اور صدر الدین چارن کے نعتیہ ابیات قابلِ ذکر ہیں۔

کلھوڑہ دور کی اہم بات یہ ہے کہ سندھی کا اپنا رسم الخط نہ ہونے کی وجہ سے اس دور میں سیرت پر کوئی نثری کتاب نہیں ملتی۔ اس دور کی سیرت پر جتنی بھی کتابیں ہیں وہ سب منظوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سندھی ادب میں شاعری کی بڑی اہمیت ہے جو سینہ بہ سینہ کئی ادوار تک آتی ہے۔ اشعار مختصر اور جامع ہوتے ہیں اور لوگوں کو فوراً ازبر بھی ہوتے ہیں۔

کلھوڑہ دورِ حکومت جو سترویں صدی کے پہلے ساٹھ سالوں پر مشتمل ہے۔ اس میں لاتعداد عالموں، ادیبوں اور محققوں کے علاوہ صوفی شعراء کرام نے سندھی ادب میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ حضورؐ کی شانِ اقدس میں مختلف اصنافِ سخن میں نعتیہ شاعری کی گئی ہے۔ مگر چونکہ سندھی حروفِ تہجی ابھی معرضِ وجود میں نہیں آئے تھے اس لیے نثر میں سیرت پر کتابیں نہیں ملتیں۔

تالپر دورِ حکومت میں بھی سرکاری رسم الخط فارسی تھا۔ اس لیے فارسی میں ان گنت کتابیں لکھی گئیں البتہ اس دور میں سندھی میں سیرت کی کتب نہیں لکھی گئیں۔ نعتیہ ابیات اور دوسری اصناف میں کلھوڑہ دور کی طرح بے شمار شعرا کرام نے اپنا کلام آپؐ کی نذر کیا ہے۔

سچل سرمست حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے دور میں ابھی کم سن تھے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ جو دیگ ہم نے چڑھائی ہے، اس کا ڈھکن یہ اتارے گا۔

عبدالوہاب عرف سچل سرمست وحدت الوجودی صوفی بزرگ ضلع خیرپور کے رہنے والے پہلے ہفت زبان شاعر تھے۔ آپ کی ولادت 1739ء میں (کلہوڑہ دور) اور وفات 1829ء (ٹالپر دور) میں ہوئی۔ آپ کے ایک مولود کا نمونہ ہے:

ترجمہ: رسولؐ مجھے ملیں گے، میری آنکھوں کی امید ہے یہ
مولا کے مہر سے، مجھے یہ اعزاز مل جائے گا

آپ کی نعت کا ایک شعر ہے:

ترجمہ: اے صبا میری بات میرے سردار کو پہنچا دے
ساری تفصیل میرے محبوب مرسل تک پہنچ جائے

سید ثابت علی شاہ (وفات: 1810ء) بھی کلہوڑہ دور حکومت اور ٹالپر دور حکومت کے با اثر درباری اور سندھی فارسی کے معروف شاعر تھے۔ آپ کی شہرت شاعری میں بطور مرثیہ نگار ہوئی۔ ان کا تعلق سیہون سے تھا۔ ان کی شاعری میں نعت بھی کثرت سے ملتی ہے۔

نواب الھداد صوفی صاحب دیوان شاعر تھے۔ (وفات: 1300ھ) سندھی میں سیرت پاک کے حوالے سے آپ کی لاتعداد مدحیں اور مولود ملے ہیں۔ آپ کی ایک مدح کا مطلع ہے:

ترجمہ: سردار کی صفت دل اور زبان سے کرتا رہوں میں
میں حضرت محمدؐ کا مدح گو شروع سے رہا ہوں

علاوہ ازیں اس عہد میں آخوند محمد بچل، ملا صاحب ڈنہ فاروقی، صدرالدین چارن، سردار نواب ولی محمد خان لغاری، فقیر نواب ولی محمد، خلیفہ نبی بخش لغاری، حافظ ونہیو، رمضان کنبھر، محمد قاسم، گرھی یاسینی، یا صابر موچی، میاں حامداللہ میروخانی، حمل فقیر لغاری، حاجی خانٹ پنجنی، میر عبدالحسین خان سانگی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اس دور میں لاتعداد وقادرالکلام شاعر گزرے ہیں جن کا ذکر کرنا اس مضمون میں ممکن نہیں۔ ان کے کلام میں نعت گوئی کو بڑی اہمیت رہی ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد جہاں سندھی شاعری میں روزافزوں ترقی ہوئی وہاں نعت گوئی کے میدان میں بھی بے شمار لوگ سامنے آئے۔ اختصار کے پیشِ نظر صرف چند لوگوں کے نعتیہ کلام کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں:

مخدوم محمد زمان "طالب المولیٰ":

میرے عشق کا یا محبوب خداؐ، آغاز بھی تو انجام بھی تو
میری طاعت، ملت، مذہب تو، میرا دین بھی تو اسلام بھی تو

غالب سندھ فیض بخشاپوری:(1936ء۔1992ء)

آئینہ حق حاصل قرآن محمدؐ
یزداں کی قسم، مظہر یزداں محمدؐ
اللہ سر عرش ثنا خوانِ محمدؐ
کیا صل علیٰ مرتبہ و شان محمدؐ

سید اظہر گیلانی:۔ (ولادت 1915ء)

جگ کا رہبر جگ کا سرور
صلی اللہ علیہ وسلم
ساقیء کوثر، شافع محشر
صلی اللہ علیہ وسلم
ابر رحمت، بحر سخاوت
کان مروت، شافع امت
وارثِ جنت، قاسم کوثر
صلی اللہ علیہ وسلم

سید منظور نقوی:۔

اے فخرِ سلیمانؑ و عیسیٰؑ
میرے ملجا میرے ماویٰ
سب تم پہ پڑھیں صلی علیٰ
ہندی سندھی عجمی عربی
تیری طاعت میں دن رین ہیں
تیری قدرت میں کونین ہیں
تیری خدمت میں ثقلین ہیں
سن میری بھی آہِ نیم شبی

حافظ محمد احسن چنا:۔

میرا شرف بھی تو اور شان بھی تو
میرا علم بھی تو میرا عرفان بھی
میرا دین بھی تو، ایمان بھی تو
میرا ذکر بھی تو اذکار بھی تو

محمد پکل عرف محبوب سروری:۔

انگلی کے اشارے سے چاند کو ٹکڑے کر دیا
میرے محبوب کی محبوب ادائیں دیکھ
اس کی عطاؤں اور میری خطاؤں کو دیکھ
کہاں عشق محمدؐ اور کہاں میں

عابدلغاری:

تو محبوب خدا اور آخری پیغمبر ہے
تو حق کا رازداں اور حق کا امین ہے
تو بشر ہے لیکن ہمیشہ کے لیے رحمۃ اللعالمین ہے
تیرے صدقے ہی ہم جی رہے ہیں یا محمدؐ سیدا
مرحبا صد مرحبا، یا محمد مصطفیؐ
مرحبا صد مرحبا، یا امام الانبیا

مغمور یوسفائی:(1929ء۔1993ء)

جنھوں نے راستہ تیرا ترک کیا
وہ بھٹک کر غرق ہو گئے، ہاتھ مار رہے ہیں

احمد خان آصف مصرانی:

خاص محبوب خدا تھے پر خلقِ خدا کے لیے
خیر سے خیرالوریٰؐ خیرالبشرؐ ہوتے گئے
درِ محمدؐ مصطفیؐ ''آصف'' پڑھے دم دم درود
آخرت کے واسطے سارے ثمر ہوتے گئے

بلاول پردیسی:

یا نبیؐ! کون کرے گا تم سے ہمسری
تجھ کو کون و مکاں میں ملی برتری
ہر طرف امن و الفت کے روشن چراغ
ہر طرف روشنی ہر طرف رہبری

نشتر ناتن شاہی:

درِ حبیب کی مدت سے جستجو ہے
یہی تمنا یہی آرزو ہے
دیا ہے شان جہانوں کو مصطفیؐ کے جنم
حرم کی آن مدینے کی آبرو ہے

شعبان بخت منگی:

حبیبِ کردگار پر، حسین شاہکار پر، جمیل جگ سدھار پر
سلام ہے سلام ہے، سلام صبح شام ہے
جمیل خوش جمال پر، کمال کے کمال پر، اس آمنہ کے لعل پر
سلام ہے سلام ہے، سلام صبح شام ہے

سرور نواز بگھیو:

تو حبیبِ خدا، تو ہی ذکرِ خدا
تم پہ کئی لاکھ درود و سلام ہر گھڑی
یہ جو سرور تیرا امتی سندھ میں ہے
نعت اس کی قبول ہو جو ہے اس نے لکھی

اقبال شاہین:

کعبے کی روشنی میں محمدؐ کا نور ہے
طیبہ کی ہر گلی میں محمدؐ کا نور ہے
گلزارِ مصطفیٰؐ کے سبھی گل مہک اٹھے
ہر گل کی تازگی میں محمدؐ کا نور ہے

☆☆☆☆

ش شوکت

ہندکو نعت

دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح ہندکو زبان میں بھی نعت گوئی کا سلسلہ برصغیر ہندوپاک میں نورِ اسلام کے پھیلنے کے بعد شروع ہوا جو تا دمِ تحریر عقیدتوں کے لازوال جذبوں سے معمور جاری و ساری ہے اور رہتی دنیا تک جاری و ساری رہے گا۔

نکتۂ آغاز: دنیائے آب و گل میں آنکھ کھولنے والے ہندکووان بچے کے کانوں میں اذان دے کر جہاں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی وحدانیت کی گواہی ڈالی جاتی ہے وہاں اس آفاقی سچ کا بھی رس گھولا جاتا ہے جس میں حضرت محمد مصطفیٰؐ کے رسول ہونے کی گواہی کی شیرینی پائی جاتی ہے۔

اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو
سوجا للو للو للو
میں من پکاواں چور دا
میرا چین نہیں ہونڑ دور دا
سوہڑا روضہ پاک حضورؐ دا
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو
سوجا للو للو للو

یہ ہیں عشقِ نبیؐ کے جذبوں سے لبریز لوری کے وہ بول جو ایک ہندکووان بچہ اپنی ماں کی ممتا بھری آواز میں سن کر عہدِ شیر خواری ہی میں اپنے ذہن و شعور کی تختی پر محفوظ کر لیتا ہے۔

ہمیں یاد پڑتا ہے جب ہماری دادی اماں بادشاہوں، شہزادوں، شہزادیوں، پریوں، اور جادوگروں کے قصوں پر مبنی اپنے وقت کی بیڈ ٹائم سٹوریز سنایا کرتی تھیں تو ان کا آغاز کرتے وقت یہ جملہ کہنا کبھی نہ بھولتیں۔

ہک اہیا باچھا
تیرا میرا خدا باچھا
خدا دا پہیجا رسول باچھا

ایک ہندکووان بچہ جب زندگی کی شاہراہ پر گھٹنوں کے بل چلنے کے بعد پورے قد کے ساتھ چلنے کے قابل ہو جاتا ہے تو وہ اپنے ارد گرد کے بکھرے پاکیزہ اور متبرک ماحول میں ہندکو کی اس مقدس ترین صنف شاعری کا راج دیکھتا ہے۔ ہر محفل تلاوت کلام مجید سے شروع ہوتی ہے اور پھر بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کے مصداق نعت رسول مقبولؐ نہایت خوش الحانی سے پڑھی اور سنی جاتی ہے۔ جسے سن کر جہاں بچے کے ذہن و شعور کو بالیدگی نصیب ہوتی ہے وہاں اس کے دل میں عشقِ رسولؐ کے جذبے موجزن ہوتے ہیں۔

ہندکو لوک نعت: ہم اپنے بچپن میں اپنی ہندکووان نانیوں دادیوں سے نورنامے، معراج نامے، جنگ نامے، شہادت نامے، جیسی متبرک اصناف شاعری میں آقائے نامدار کے حضور پیش کیا جانے والا نعتیہ کلام سننے کی سعادت حاصل کرتے رہے ہیں۔ ہمیں کوئی غرض نہیں تھی ان نامے لکھنے والوں کے بارے میں جاننے کی۔ ہم تو محض مثنوی کی ہیئت میں لکھے گئے ان 'ناموں' کو اپنی نانیوں، دادیوں یا گلی محلے کی بیبیوں کی مترنم آواز میں اک خاص لے یا دھن کے ساتھ سن کر خوش ہوتے اور انہیں بار بار سنانے کی فرمائش کرتے رہتے۔

پہلا یار رسول دا ابا بکر صدیق
نال رسول خدائے دا جوڑا بہت رفیق
دوجا یار رسول دا حضرت عمر خطاب
اللہ جسدا مرتبہ کیتا نال ثواب
تیجا یار رسول دا حضرت شاہ عثمان
رات دنے بیٹھ کے جس کیتا جمع قرآن
چوتھا یار رسول دا حضرت شاہ علی
ہتھ بندھے اسدے نیوندے کل ولی

یہ ہیں نورناموں، معراج ناموں، شہادت ناموں، یا جنگ ناموں کی وہ شروعات جو ہماری خوش الحان دادیاں نانیاں، گاؤں یا گلی محلے میں رہنے والی ہندکووان بیبیاں اپنی نجی یا میلاد پاک کے نام سے سجنے والی مجلسوں میں سنا کر آقائے نامدار کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتی تھیں۔

مولود والیاں کسی کی فوتگی کے تیسرے روز، جمعرات کے دن یا فوتگی کے چالیسویں دن ختم قرآن پاک کے بعد مولود شریف کی مجلس کے لیے بلوائی جاتیں اور اس تقریب میں موجود خواتین ان سے فرمائشیں کر کر کے نعتیں سنتیں اور آنکھوں سے جاری ہونے والے عقیدت کے آبگینوں سے آقائے نامدار کے حضور اپنے دل کی گہرائیوں سے خراج پیش کرتیں۔

خواتین کے علاوہ یہی کردار مردوں کا ایک گروہ کرتا جسے عرف عام میں مدح خوان کہا جاتا۔ کسی کی فوتگی کے موقع پر وہ ماتم والے گھر کے باہر مردوں میں آ کر مدح خوانی کی روایت نبھاتے اور حمد باری تعالی کے علاوہ نعت رسول مقبول کا ورد نہایت خوش الحانی سے کرتے۔ پشاور میں غم کے موقع پر مولود والیوں کو یا مدح خوانوں کو بلوا کر ان سے نعتیں سننے کا رواج نابود ہو چکا ہے۔

اس زمانے میں ہمیں کچھ ایسے لوگ نظر آتے تھے جو میلوں ٹھیلوں اور درگاہوں پر منعقد ہونے والے عرس کی محفلوں میں ہندکو زبان کی لوک شاعری میں سے نعتیہ کلام کا انتخاب نہایت وجد آفریں انداز میں یوں پڑھتے کہ ایک سماں بندھ جاتا۔ ان لوگوں کا جتھا یا ٹولہ ربیع الاول کے جلوسوں میں بھی آقائے نامدار کی نعت پڑھنے کے احترام میں ننگے پاؤں شرکت کرتا، ماہ مقدس رمضان المبارک کے دوران ہماری مساجد میں ہونے والے جشن نزول قرآن اور ایسی دیگر متبرک تقریبات کے موقع پر بھی ہمیں یہ خوش الحان لوگ سننے کو ملتے۔

ہندکو زبان کے لوک ادب کی گدڑی کے وہ لعل جنہیں ہم فقیروں یا ملنگوں کے نام سے یاد کرتے ہیں

عرس میلے یا ربیع الاول کے جلوسوں میں ایک پر ہجوم ٹولے کی صورت نظر آتے اور اپنی مخصوص دھن اور لے میں پکار پکار کر کہہ رہے ہوتے۔

کالی کملی والیآ
نوری گنبد والیآ
سوہنڑے مکھڑے والیآ
کالی کملی والیآ
لا الہ دی بین وجا کے
الا اللہ دا راگ سنڑا کے
امت نوں بخشا لیآ
کالی کملی والیآ
در تیرے تے آیا جو
مڑ خالی نہ گیا او
جو منگیا سو پا لیآ
کالی کملی والیآ

یہ اور اس طرح کا دیگر لوک کلام یقیناً ہندکو کے اُن قدیم شعرا کا کلام ہے جن کے نام سے ہم واقف نہیں۔ وہ لکھ گئے اور چھپائی کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے اُن کا یہ کلام سینہ بہ سینہ سفر کرتا ہوا ہم تک پہنچا۔

ہندکو کی قدیم اور روائتی نعت گوئی میں ہندکو کے علاوہ پشتو، ہندی اور اردو کا ملمع بھی پیش کیا جاتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ کہ پشاور شہر کے اپنے وقت کے ممتاز مدح خواں پروفیسر امداد حسین کے والد میراں بخش نعتیہ محفلوں میں نہایت جوش، جذبے اور عقیدت کے ساتھ ہندکو نعت گوئی کا یہ ملمع پیش کیا کرتے تھے۔

ذرا ہمری نگری میں آجا
نگری کو بسانے والے
میری قبر اُتے شمع جلا جا
شمع کے جلانے والے
میرا بخش نبی دا غلامے
اسدے روزے دا بڑا ارمانے

قدیم ترین نعت گویان ہندکو: 'ہزارہ میں ہندکو زبان و ادب کی تاریخ' کے مصنف پروفیسر بشیر احمد سوز، اخوزادہ قابل (وفات 1898) کو ہندکو کا قدیم ترین شاعر لکھتے ہوئے ان کے بے بدل ہندکو نعتیہ کلام کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

حمد آکھاں خالق پاک دی
جس پیدا کیتا شاہ نبی

اوہ ہے شفیع المذنبین
یا سید الخیر الورا
صلو علیہ و مرحبا

پروفیسر بشیر سوز نے انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ہری پور کے ان دو شعراء کا بھی تذکرہ کیا ہے جنہوں نے اپنی شاعری میں جزوی یا کلی طور پر ہندکو نعت لکھی ہے۔

معجزہ پاک نبی صاحب دا ظاہر آکھ سنڑایا
شیخ امام الدین فقیرے چوٹھ نہ وچ رلایا

حکیم شیخ امام الدین

لکھ درود کروڑ صلواتاں پاک محمدؐ تائیں
میری طرفوں پہنچز رہا ہر دم صبح مسائیں
سرور عالمؐ ختم نبیاں امت دے سرمایہ
دو جگ اندر رب بنڑایا اس دا عالی پایہ

سید حسین شاہ مشہدی

قبل اس کے کہ ہم جدید ہندکو نعت کی طرف بڑھیں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہندکو کی قدیم اصناف میں موجود نعتیہ کلام کا مختصر جائزہ لیں۔ ان اصناف میں چار بیتہ، حرفی، ماہیا وغیرہ شامل ہیں۔

ہندکو چار بیتہ: ہندکو چار بیتہ ہندکو شاعری کی قدیم ترین صنف ہے۔ چار بیتہ گو شاعروں کی اکثریت ان پڑھ یا واجبی تعلیم کی حامل ہونے کی وجہ سے بحر یا عروض کے فن سے ناواقف تھی لیکن موسیقی کی لے یا دھن کے ذریعے وہ چار بیتہ گوئی میں کمال وقدرت رکھتے تھے۔ یہ لوگ عرس یا میلوں ٹھیلوں کے علاوہ نجی محفلوں میں دف بجا کر چار بیتہ گاتے تھے۔

چار بیتہ دو یا دو سے زیادہ انتروں یا بندوں پر مشتمل ہوتا ہے جس کا مطلع 'سُر' کہلاتا ہے جب کہ اس کا ہر بند چار چار مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کو 'کلی' کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات چار بیتہ کی ایک کلی چار سے زیادہ مصرعوں پر بھی مشتمل ہوتی ہے۔ چار بیتہ گوئی کا چلن آج بھی دیس ہزارہ کے پُرمنظر دیہاتوں میں جاری وساری ہے اور اکثر لوگ شادی بیاہ کے موقع پر چار بیتہ کی محفل سجانے کی روایت کو قائم کیے ہوئے ہیں۔

رضا ہمدانی نے 'ہندکو چار بیتہ' میں اس لوک صنف شاعری کے فنی محاسن بیان کرنے کے علاوہ منتخب چار بیتہ گو شاعروں کا کلام درج کیا ہے۔ ہزارہ میں اس موضوع پر حیدر زمان حیدر نے بہت کام کیا۔ جس کی ابتداء انہوں نے "ہندکو چار بیتے دے رنگو رنگ نظارے" چھاپ کر کی اور بعد میں استاد امام دین ہزاروی کے چار بیتوں پر مشتمل کتاب 'سوداگر اس بازار دا' چھاپ کر منصۂ شہود پر لائے۔ اس کے علاوہ انہوں نے چیدہ چیدہ چار بیتہ گو شعراء کے منتخب کلام پر مبنی کتاب 'مشال' کے عنوان سے شائع کی۔ استاد امام دین ہزاروی کا ایک نعتیہ چار بیتہ ملاحظہ ہو:

دوست پروردگار دا اوہ پیغمبر آخر زمانؐ
او کل نبیاں دا سردار
ہک لکھ چوی ہزار پیغمبر
کیتاس لولاک اس دا شان
نبیؐ خاص اللہ دا یار

ہندکو کے بہت سے شعرا نے نعتیہ چار بیتے کہے ہیں لیکن اکثریت ایسے شعرا کی ہے جنہوں نے اپنے چار بیتوں میں جزوی طور پر نعتیہ مضمون باندھ کر آقائے نامدار سے اپنی عقیدتوں کا اظہار کیا ہے۔ ایسے شعرا میں عبدالمجید مجیدا، مستری علی اکبر، عبدالغفور ملک، سلطان سکون، تکی خالد، محمد رحمان خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ہندکو حرفی: حرفی ہندکو کی نہایت قدیم صنف شاعری ہے، شاعر اس سخن پارے کا آغاز اس کے پہلے لفظ کے ابتدائی حرف سے کرتا ہے اس لیے شاعری کی اس صنف کو حرفی کا نام دیا جاتا ہے۔ حرفی ایک مخصوص بحر میں لکھی جاتی ہے جسے ماہرین نے 'وارث شاہی' بحر کا نام دیا ہے۔ حرفی کو سی حرفی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ حروف تہجی کی تعداد ہے جو 'الف سے یا' تک تیس کے لگ بھگ گنوائی جاتی ہے۔ عام طور پر حرفی کے چار مصرعے ہوتے ہیں لیکن چومصرعہ حرفی کے علاوہ چار سے زائد مصرعوں پر مبنی حرفیاں بھی لکھی گئی ہیں، جن میں زنجیری دار حرفیوں کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔

ہندکو میں استاد احمد علی سائیں کی چومصرعی اور زنجیری دار حرفیوں کو جو شہرہ عام اور بقائے دوام حاصل ہوا وہ کسی دوسرے شاعر کے حصے میں نہیں آسکا۔ پوٹھوہار میں استاد احمد علی سائیں کے دور کو 'ہندکو سہ حرفی' کا دورِ شباب کہا جاتا ہے۔ استاد احمد علی سائیں نے بجا طور پر ہندکو چار بیتے کو بامِ عروج تک پہنچایا۔ نمونے کے طور پر اُن کا ایک نعتیہ چار بیتہ دیکھیے:

الف آستاں در فردوس تیرا منوں بہتر اے جنت نظیر بدلے
پاواں وچ اکھیاں کحل البصر کر کے تیرے قدماں دی خاک اکسیر بدلے
تیرے رُخ پُر نور توں وار دیواں سو سو جلوہ جے ماہ منیر بدلے
سائیاں بدلاں نہ یثرب دے فرش اُتوں فلک عرش گر دیوے جاگیر بدلے

……

ل لکھ نہ سکی اوصاف تیرے، قلم شق ہو کے یک بار کمب گئی
ہویا رعد بے تاب نقاب چا کے، چمک برق دی دیکھ رخسار کمب گئی
خم کیتا ہلال نو ابرواں تے، زلف لیل تک کے شب تار کمب گئی
ایسے جوبن دی سائیاں بہات تک کے، خزاں سہم گئی نالے گلنار کمب گئی

……

ک کس نے نعلیناں دے نال جا کے ، قدم دھریا سی عرش بریں اُتے
کہڑے عرب دا دین سالار اہیا اک لکھ چوی ہزار دے دین اُتے
سایہ کس بے سایہ دا فلک نے بھی تکیا نئیں سی روئے زمین اُتے
ابتدائی ستارے دا نور سائیاں آیا کس نورانی دی جبین اُتے

چار بیتہ ہر دور میں ہندکو کی معروف ترین صنفِ سخن رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں طبع آزمائی کرنے والے شعرا اب بھی موجود ہیں۔ قدیم وجدید ہندکو شعرا نے بے شمار نعتیہ چار بیتے کہے ہیں جن میں استاد میر احمد مٹھو، استاد وحشی، استاد غلام رسول گھائل، استاد شیر شاہ سیفی شاہ، استاد سید آغا لال شاہ جگر کاظمی، استاد عبدالرشید تاج، استاد عبدلطیف ساجن، استاد آغا محمد جوش، لالہ مظہر تاری، سائیں صدیق، دائم اقبال دائم، قاسم اقبال جلالی، یحییٰ خالد، صابر حسین امداد، ایم اسماعیل اعوان، نسیم سحر، ابن برق محمد ضیا عالدین قابلِ ذکر ہیں۔

ماہیا: ماہیا صنفِ موسیقی بھی ہے اور صنفِ شاعری بھی۔ لیکن اس کی پہچان صنفِ موسیقی کے طور پر بے حد مقبول اور مرغوب رہی ہے۔ ہندکو ماہیا ہر اس مقام پر بڑی رغبت کے ساتھ گایا اور سنا جاتا ہے جہاں ہندکو زبان بولنے اور سمجھنے والے آباد ہیں۔ اس حوالے سے ہم ہندکو زبان کے مختلف لہجوں کی روشنی میں ماہیا کا لہجہ سن کر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہندکو کے اس ماہیے میں ہندکو دیس کے کس نگر کی خوشبو رچی بسی ہے۔ ہندکو ماہیے کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں ہندکو زبان کے ہزارہ جاتی لہجے میں کہے جانے والے ماہیوں کی بہتات نظر آتی ہے۔ اس کی وجہ وہاں کے پر منظر مقامات اور سیدھی سادی دیہاتی زندگی ہے ہزارہ میں آئے دن درجنوں کے تعداد میں ریلیز ہونے والی کیسٹیں ہندکو ماہیا کی مقبولیت کا بین ثبوت ہیں۔

فارغ بخاری نے اپنی ہندکو کتاب نویاں راواں ماہیا کو "ٹپہ" کہتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ صنف پشتو سے ہندکو کو اور ہندکو سے پنجابی کو ورثے میں ملی ہے۔ 'اردو ماہیا تحقیق وتنقید' کے مصنف حیدر قریشی نے ماہیا کا ایک اور نام 'بگڑو' بھی بتایا ہے۔

ہندکو چار بیتہ کی طرح ہندکو ماہیا بھی ایک خاص لے یا دھن میں گائے جانے کی غرض سے لکھا یا کہا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر ہندکو ماہیا کا مزاج خالصتاً رومانوی ہے لیکن اس میں حمدیہ، نعتیہ، معاشرتی مسائل اور دیگر موضوعات بھی شامل ہوتے رہے ہیں۔ ہندکو ماہیے میں نعتیہ ماہیے بہت کم مقدار میں سننے اور پڑھنے کو ملتے ہیں۔ چند نعتیہ ماہیوں کی مثالیں دیکھیے:

اسمانی تارا ای
اساں گناہگاراں دا سرکار سہارا ای

باغ دی مولی آ
اُتے وے خدا وسدا، تلے جھنڈا رسولی آ

سر پھلاں دی کھاری اے
اگے رسول اللہ پچھے اُمت ساری اے

بندکو کی جدید اصناف سخن تقریباً وہی ہیں جن میں اردو اور فارسی کے شعرا طبع آزمائی کرتے رہے ہیں۔ بندکو نعت زیادہ تر غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہے البتہ دیگر جدید اصناف مثلاً رباعی، قطعہ، مثنوی، مثلث، مربع، مخمس، مسدس اور آزاد نظم وغیرہ میں بھی شعرائے کرام نے آقائے نامدارؐ کے حضور گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں اور ایک تسلسل کے ساتھ پیش کیے جا رہے ہیں جن کا زیرِ نظر مضمون میں احاطہ کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ میں سرِ دست یہاں چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

پھل کھڑا کے خوشبو والے، ریتاں دے وچ باغ لگایا
سایہ جڑا کسے نہ ڈِٹھا، سارے جگ تے اُڑا سایہ

رضا ہمدانی

اُچی اے سب نبیاں دے کولوں، میرے نبی دی شان
رب سچے نے جسدے اُتے، نازل کیتا قرآن

نیاز سواتی

دل آخدے لکھدا تے پڑھدا رہواں بت نعتاں سوہنڑے حضورؐ دیاں
ہر ویلے سُعڑا تے کردا رہواں گلاں باتاں سوہنڑے حضورؐ دیاں

سلطان سکون

سلام اس تے جہڑی چمکی مکے وچ لاٹ نورانی
سلام اس تے کہ رب بخشی جساں دو جگ دی سلطانی

پرواز تربیلوی

میرا شکھ میرا پیار تو سائیںؐ
ہر کشش دا مدار تو سائیںؐ

ڈاکٹر نذیر تبسم

اللہ دے پیارے نبی دلدار توں میں صدقے
اس اُمت عاصی دے غمخوار توں میں صدقے

حیدر زمان حیدر

جدید بندکو نعت کہنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ بندکو کے تقریباً ہر شاعر نے دو چار نعتیں ضرور کہہ رکھی ہیں۔ ایسے شعرا کی فہرست بہت طویل ہے سرِ دست جو نام مجھے یاد رہ گئے ہیں اُن میں صبیح احمد، ناصر بختیار، سعید گیلانی، ندا کلکلوی، عبدالوحید بسمل، نذیر کسیلوی، کرنل (ر) خالد خان مہر، محمد فرید، منیر حیدر، رانی بانو، افضل چشتی، جلیل احمد کمال،

جاوید عاصی، خواجہ یعقوب اختر، زیڈ آئی اظہر، ساحر مصطفائی، ساجد سرحدی، معصوم شاہ ثاقب، اقبال کاظمی، اختر رضا سلیمی، سکندر حیات سکندر، صادق صبا، طارق اعظم ظفر نوید جانی، عالم بیتاب، نبی بخش گوہر، سعید تبسم مختیار احمد جان، محمد ضیاء الدین محمد نواز بزمی، ڈاکٹر نور حکیم جیلانی محمد عاطف جان، اقبال کاظمی، احمد ندیم اعوان، سعید پارس، سیّد روشن قادری، سبز علی شہزاد شوکت علی شوق محمد شہزاد مجید، ناز سیٹھی، بلال حامد اور راقم الحروف کے نام شامل ہیں۔

ہندکو زبان میں نعتیہ مشاعروں اور نعتیہ محافل کے انعقاد کو جہاں باعث خیر و برکت گردانا جاتا ہے وہاں آئے روز ہندکو زبان میں نعتیہ مجموعوں کا چھپ کر منصۂ شہود پر آنے کا رواج بھی زور پکڑ رہا ہے۔ جن میں سکندر حیات سکندر کی کتاب 'سچے رنگ' اورنگ زیب غزنوی کی سیرت طیبہ پر مبنی کتاب 'رسول اعظم' یحییٰ خالد کی سیرت طیبہ پر چھپنے والی کتاب 'رحمت اللعالمین' عبدالغفور ملک کا رسول پاک کی حدیثوں کا منظوم ہندکو ترجمہ 'تریاں گلاں' مہینے وار ہندکو زبان کا نعت نمبر، مہینے وار فروغ پشور کا نعت نمبر، زیڈ آئی اظہر کا زیر طبع نعتیہ مجموعہ کلام 'نبی سرکاراں' اور اس جیسی متعدد کاوشیں اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ ہندکو زبان میں رفتار نعت گوئی اپنے جوبن پر ہے اور انشااللہ رہتی دنیا تک جوبن پر ہی رہے گی۔

☆☆☆☆

مولانا عبدالعزیز قلندرانی

حضرت محمدؐ جیسی ہستی نہ کبھی پیدا ہوئی اور نہ ہو سکے گی۔
کاش کہ میرا بخت بیدار ہوتا۔
مجھے بھی وہ دورِ زماں دیکھنا نصیب ہوتا۔
حضورؐ ضبط و تحمل کا پیکر تھے،
حضورؐ نے نہ کسی پر کبھی غصہ کیا نہ کبھی ناراض ہوئے۔
آپؐ ایک ثمر دار درخت تھے۔
آپؐ کی شیریں زبانی اور خوش گفتاری کے صدقے
آپؐ کی محفل میں بیٹھنے والے خوش نصیبوں کی قسمت کو سلام
جن کو آپؐ کا دیدار ملا اور باتیں سننے کا شرف حاصل ہوا۔
خلفائے راشدین اور صحابۂ کرامؓ کی یہ خوش بختی ہے
کہ وہ آپؐ کی محفل سے شب و روز مستفیض ہوئے۔

☆☆☆☆

مولانا عبداللہ جان درخانی

حضرت محمدؐ نورِ خداوندی ہیں۔
کائنات اُنؐ کی برکت سے تخلیق ہوئی۔
وہ سب کی روح و جان ہیں۔
فرشتے، جنّات اور انسان سب کو
آپؐ کے اُمتی ہونے کا شرف حاصل ہے۔
حضرت موسیٰؑ صرف طور تک پہنچ سکے۔
حضرت عیسیٰؑ کی رسائی آسمانِ چہارم تک محدود تھی
مگر حضرت محمدؐ کی معراج عرش سے بھی بلند تر ہے۔

☆☆☆☆

جوہر براہوی

براہوی سے ترجمہ: **افضل مراد**

محبوب دلربا ہیں صلِ علیٰ محمدؐ
دنیا کے پیشوا ہیں صلِ علیٰ محمدؐ
سردار ہیں نبیوں کے، دلدار امتوں کے
سامان ہیں خوشی کے، ہیں حُسن زندگی کے
مشعل ہیں وفا کا، محبوب دلربا کا
یٰسین والضحیٰ بس، محبوب کبریا بس
ہر درد کی دوا بس، یعنی کہ مصطفیٰؐ بس
قرآن کی ثنا ہیں، محبوب دلربا ہیں
تارے ہیں انجمن کے، سورج ستارے ان کے
ہیں راز فقط گُن کے، خوشبو یہ باتیں سُن کے
ہر سانس کو سجائے صلِ علیٰ محمدؐ
محبوب دلربا ہیں صلِ علیٰ محمدؐ
رب مہربان اُسی پہ، لولاک شان اُسی پہ
دونوں جہان اُسی پہ، زمیں آسمان اُسی پہ
مہر و فا سجائے، صلِ علیٰ محمدؐ
محبوب دلربا ہے، صلِ علیٰ محمدؐ
رحمت کے بادلوں میں، دونوں جہاں کے دلبر
سب انبیا کے سرور، دنیا تیری ثنا گر
پھولوں سا سج گیا ہے، صلِ علیٰ محمدؐ
محبوب دلربا ہے، صلِ علیٰ محمدؐ

ڈاکٹر عبدالرزاق صابر

براہوی سے ترجمہ: **افضل مراد**

مظلوموں بے بسوں کے درد کی دوا
مالکِ دوجہاں کے قریب رہا
امت کا رہنما بنا
روشنیوں سے سجا
دُنیا کا اندھیروں بھرا رستہ
انسانیت کا شرف بڑھا
صلِ علیٰ صلِ علیٰ
دونوں جہاں کا فخر ہے
چاروں طرف
تراذکر ہے

……

عبدالرحمٰن کرد

صد سلام اے گل زمیں کے بادشاہ
خواجۂ عالم محمد مصطفیٰؐ
تیرے بن ہم کیسے پائیں درد سے اپنے شفا
مرحبا صلِ علیٰ، صلِ علیٰ
انسانیت کا شرف ہو
تیری ہمسری تیری برابری کس سے ہو
قوت دیتا ہے پیمان کی
روشنائی بخشتا ہے ایمان کی

☆☆☆☆

براہوی تخلیق و ترجمہ: غلام قادر بُزدار

محمدؐ ہے خالق کا محبوب پیارا
دیا جس کو حق نے مقامِ محبت
بُلایا اُسے فرش سے تا بہ سدرہ
سُنایا اُسے پھر کلامِ محبت
محمدؐ کو تحفہ سدا بھیجتے ہیں
خدا اور فرشتے پیامِ محبت
تُو بھیج اے مسلماں تواتر سے ہر دم
نبیؐ پر درود و سلامِ محبت
اُسے دین و دنیا کا رتبہ ملے گا
محمدؐ کی کر لی ہے جس نے غلامی
ذرا بھر بھی اِس میں اگر نقص ہو گا
رہے گی سدا دین و ایماں میں خامی
زباں پر اگر کلمہ حق کا رہے گا
تو ہو گی مبارک تیری خوش کلامی
خدا کو منا لو گے، جب تم عزیزو
تو عقبیٰ میں ٹھہرے گی یہ نیک نامی
محمدؐ کو تحفہ سدا بھیجتے ہیں
خدا اور فرشتے پیامِ محبت
تُو بھیج اے مسلماں تواتر سے ہر دم
نبیؐ پر درود و سلامِ محبت

☆☆☆☆

نُور احمد نظامی ملنگ

براہوی سے ترجمہ: ظہور احمد فاتح

مجھے معلوم ہے پختہ یقیں ہے
گناہوں سے بھری اپنی زمیں ہے
مگر اپنا شفیع المذنبیںؐ ہے
محمد مصطفےٰؐ محبوب مرسل

زمیں تانبے کی ہو جائے گی اک دن
بدن کو دھوپ تڑپائے گی اک دن
تمہاری ذات کام آئے گی اک دن
محمد مصطفےٰؐ محبوب مرسل

تمہارا شافعِ محشر لقب ہے
بہت عالی بہت اونچا نسب ہے
تمہارا نام ہی محبوب رب ہے
محمد مصطفےٰؐ محبوب مرسل

اُٹھا رکھا ہے سر پہ بارِ عصیاں
اسی دکھ نے کیا ہے مجھ کو بے جاں
بتائیں آپؐ ہی کچھ اس کا درماں
محمد مصطفےٰؐ محبوب مرسل

وہ دن جس روز ہوگی سخت حدّت
تمہیں ہی ہے گناہ گاروں کی پارت
چھپا لینا میرے سب عیب حضرتؐ
محمد مصطفیٰؐ محبوبِ مرسل

ملنگؔ بے نوا کو مت بھلانا
قیامت کی مصیبت سے بچانا
میری امداد کو محشر میں آنا
محمد مصطفیٰؐ محبوبِ مرسل

☆☆☆☆

ملا بہادر

اے نورِ پاک ؐ میں آپ ؐ کے زیرِ سایہ آ گیا ہوں
میں نے اپنا دامن چاک کر ڈالا ہے
میں خاک پر غلطاں ہوں
دردِ فراق کی جلن کے ساتھ
اے صاحبِ بدر الدجیٰ ؐ
آپ ؐ کی ذات ہر خوف ورجا سے بلند ہے
آپ ؐ کی بارگاہ میں التجا ہے
میری دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمایئے
پیمبرِ آخر الزماں ؐ
امت کی شفاعت کرنے والے
اس دنیا کے ہول سے خدا کی پناہ
آپ ؐ پر مہرِ نبوت برحق ہے
میں دل میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں لاتا
تو میرے بارِ گراں کو سبک کر
میری جانب سے التجا ہے اور آپ ؐ کی جانب سے دستگیری

☆☆☆☆

قاضی عبدالرحیم صابر

بلوچی سے ترجمہ: واحد بخش بزدار

میرا گلستاں ہو آباد یا مصطفیٰ
رہوں ہر غم سے آزاد یا مصطفیٰ

حبیبِ خدا، رحمتِ دو جہاں
میری تم سے ہے فریاد یا مصطفیٰ

مسرت و شادمانی کا راج ہو چار سُو
مٹ کے رہیں ظلم و بیداد یا مصطفیٰ

میری زباں پہ ورد تیرا جاری رہے
دل میں ہو تیری یاد یا مصطفیٰ

صابرؔ پہ رہے تیرا لطف و کرم
یہ دل پھر سے ہو شاد یا مصطفیٰ

☆☆☆☆

منظور بلوچ

بلوچی سے ترجمہ: واحد بخش بزدار

رنج و الم کی تمھی ہو دوا یارسول اللہؐ
خطا کاروں کا تمھی ہو آسرا یارسول اللہؐ

حضرتِ آدمؑ سے لے کر نوحؑ کے طوفاں تک
سبھی کے تمھی ہو مشکل کشا یارسول اللہؐ

خدا خود ثنا خوانِ محمدؐ ہے، قرآں اس کا شاہد ہے
بزرگ تر ہے تُو بعد از خدا یارسول اللہؐ

مجھے خوف ہے قبر کے اندھیروں کا نہ عذابوں کا
ہوگا قبر میں تیرا جلوہ یارسول اللہؐ

چار سُو گھیر رکھا ہے رنج و الم نے مجھ کو
ہو تیرے لطف و کرم کی نگاہ یارسول اللہؐ

☆☆☆☆

پیر محمد زبیرانی

بلوچی سے ترجمہ: واحد بخش بزدار

راحتِ قلب و جاں ہے نامِ محمدؐ
زندگی کی تاب و تواں ہے نامِ محمدؐ

میرا دین و ایمان عشقِ نبیؐ ہے
دوائے جسم و جاں ہے نامِ محمدؐ

ہر سُو خوشبو مہک رہی ہے
مُشک و عنبر فشاں ہے نامِ محمدؐ

سانسوں میں بسا ہے تیرا نام آقاؐ
ہر دم وردِ زباں ہے نامِ محمدؐ
طٰہٰ و یٰسین نامِ محمدؐ
لاریب زیبِ قرآن ہے نامِ محمدؐ

☆☆☆☆

محمد اسحاق ساجد بزدار

بلوچی سے ترجمہ: واحد بخش بزدار

تیری شان خیر الامؐ اللہ اللہ
بادشاہِ عرب و عجم اللہ اللہ

بنے ہیں تیری خاطر یہ عرش و کرسی
زمیں، آسماں یہ لوح و قلم اللہ اللہ

ملائکِ عرش بھی نہ پہنچ پائیں وہاں
جہاں تُو نے رکھے قدم اللہ اللہ

آپؐ جنت کے سردار، رہبرِ انبیا ہیں
آپؐ ہی زیبِ بیت الحرم اللہ اللہ

مدینہ کی بستی جنت نما ہے
کہ خدا جس کی خود کھائے قسم اللہ اللہ

دُعا ہے کہ روزِ محشر میسر رہے
ہمیں تیرا لطف و کرم اللہ اللہ

صلِ علیٰ کا ورد جاری رہے
ساجدؔ کی زباں پہ دم بہ دم اللہ اللہ

☆☆☆☆

خوشحال خان خٹک

پشتو سے ترجمہ: سلطان فریدی

کُھلا ہم پہ ثنا خوانِ محمدؐ سے
خدا ظاہر ہے عرفانِ محمدؐ سے

ملا تھا من و سلویٰ چند لوگوں کو
خُدائی پُر ہے اک خوانِ محمدؐ سے

فراخی دو جہانوں کی بتا دُوں میں
بہت چھوٹے ہیں ایوانِ محمدؐ سے

بڑی خلقت، یہ انس و جن یہ دُنیائیں
بہت کم تر ہیں اک جانِ محمدؐ سے

وہ جنت اور اُس کی نعمتیں ساری
ہیں پھیکی رنگ بُستانِ محمدؐ سے

نہیں ہے غم اُسے دونوں جہانوں کا
لگا خوشحال دامانِ محمدؐ سے

☆☆☆☆

رحمان بابا

پشتو سے ترجمہ: پروفیسر داور خان داؤد

صورتِ محمدؐ گر نہ ہوتی جلوہ نما
اس دارِ فانی کی تخلیق نہ کرتا خدا
وہ بندہ ہے بلاشبہ مت سمجھو اسے خدا
ہیں اُس کے جملہ اوصاف صداقت آشنا
اختتام پذیر ہوئی نبوت محمدؐ پہ
بعد از محمدؐ نہیں ہیں انبیا
تب ہویدا ہوا نُورِ محمدؐ
جب ناپید تھے عرش، کرسی اور سماء
نمودار ہوا تب نُورِ محمدؐ جہاں میں
جب بوئے آدمؑ تھی نہ بوئے حواؑ
اگرچہ بلحاظ صورت آخری تھے
لیکن بلحاظ معنی سب سے پہلے تھے پیدا
جن کو قبولیتِ دین ہوئی نصیب
جنتی ہیں چاہے فاسق ہوں یا پارسا
محمدؐ ہیں گمراہوں کے لیے رہنما
محمدؐ ہیں نابیناؤں کے لیے مانندِ عصا
محمدؐ بیچاروں کے چارہ گر
محمدؐ ہیں ہر درد مند کے لیے دوا
محمدؐ کے در کا خاکروب ہوں رحمانؔ
خدا نہ کرے اس در سے مجھے جدا

☆☆☆☆

حمزہ خان شنواری

پشتو سے ترجمہ: پروفیسر داور خان داؤد

یہ اک سلام لے جا یہ اک سلام لے جا
فرقت سے تنگ ہو کر
اے مہرباں برادر!
یثرب میں تو پہنچ کر
بس اک پیام لے جا یہ اک سلام لے جا
شاہِ شہِ عرب کو
اطہر بلند نسب کو
طہ حبیبّ رب کو
یہ اک کلام لے جا یہ اک سلام لے جا
یہ بے کسی و کلفت
یہ درد و سوز و وحشت
یہ عیشِ بے مسرّت
یہ صبح شام لے جا یہ اک سلام لے جا
ہے عشقِ مئے سے خالی
یہ جام مئے سفالی
در کوئے شاہِ عالی
یہ خالی جام لے جا یہ اک سلام لے جا

☆☆☆☆

حافظ محمد ابراہیم فانی

پشتو سے ترجمہ: سلطان فریدی

ہے ہدایت آپؐ کی گویا عطا کی روشنی
بے شبہ شمس و قمر کی سی، صفا کی روشنی

دی صدا فاران کی چوٹی سے جس دم آپؐ نے
ہر طرف چھانے لگی غارِ حرا کی روشنی

تھی جہالت شرک کی اور کفر کی چاروں طرف
آپؐ آئے، آ گئی گویا ہدیٰ کی روشنی

جنت الفردوس کو پانا نہیں ممکن کبھی
ساتھ ہو جب تک نہ اُس خیرالوریٰ کی روشنی

چاہے مشکل ہو زیارت آپؐ کی، پہنچوں گا میں
دل میں پلتی ہے تمنائے رسا کی روشنی

آپؐ کی اُلفت سے قائم ہے مرا ایمان، تو
ساتھ لے جاؤں گا فانیؔ! میں وفا کی روشنی

☆☆☆☆

پشتو تخلیق و ترجمہ: ڈاکٹر محمد ہمایوں ہُما

وہ میرا پیغمبر ہے

حسن کی حد جہاں تمام ہوتی ہے
محبتوں کا سفر جب تمام ہو جاتا ہے
عرش و فرش کے فاصلے باقی نہیں رہتے
جس کی ایک نگاہ سے مِس خام سونے میں بدل جاتا ہے
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے
جس نے خوار و زبوں لوگوں کو انسان بنایا
اُنہیں دنیا میں سرخرو کیا
جس نے انسانوں کو خود آگاہی کا درس دیا
سبک سروں کو عزت و توقیر بخشی
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے
جس کا ہر پیغام لازوال ہے
جس کا ہر قول مبنی بر حقیقت ہے
جو حسن و جمال کا منبع ہے
جو بے مثال اور با کمال ہے
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے
جس نے قیصر و کسریٰ کے تاج کو تاراج کیا
جس نے محبتوں کو عام کیا
جس نے انسان کی صلاحیتوں کو معراج عطا کی
جس نے دراج کو عقاب خو بنایا
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے

کائنات کا حُسن جس سے عبارت ہے
جو ذاتِ برحق کی کرن ہے
جو کم و بیش سے بلند ہے
جس کی دہلیز جبریل کی نشست گاہ ہے
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے
جس کا پھیلاؤ ازل تا ابد ہے
جس کی صفات کی تجدید ممکن نہیں
جس کی ذات کے سامنے میری عقل گُم صُم ہو جاتی ہے
وہ واحد و لاشریک کا محبوب ہے
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے
جو میرے گمان کو یقین میں بدل دیتا ہے
جو میرے ہر صائب فیصلے کو فتحِ مبین کا روپ دیتا ہے
جس نے مجھے دینِ فطرت کی راہ دکھائی ہے
جس نے مجھے مسجودِ ملائک بنایا ہے
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے
وہ جس کے فرق پر آدم کا تاج سجا ہے
وہ دونوں جہانوں کا سراج ہے
ہر خراج کے لائق ہے
جن و انس جس کی ہدایتوں کے محتاج ہیں
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے
وہ ہمارے لیے باعثِ صد ناز ہے
ہر سُو ایک ہی آواز سنائی دیتی ہے
وہ خالقِ کائنات کا ہمراز ہے
وہ وجۂ تخلیقِ کائنات ہے
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے

پروفیسر محمود ایاز

پشتو سے ترجمہ: پروفیسر اسیر منگل

اے تاج دار یثرب و بطحا! میں کیا جانوں آپؐ بیت اللہ کا محراب ہیں یا مدینے کی آنکھ کا تارا،
آپؐ لامکاں کی خوشبو ہیں یا مدینے کی معطر ہوا۔
آپؐ کی محبت بھری ٹھنڈی اوس اب بھی اس پیاسے جہاں پر برستی ہے۔
بلا شبہ آپؐ سحابِ رحمت اور جمالِ کائنات ہیں
آپؐ کا گھر آسمان کے دل میں موجود ہے اور آپؐ قدرت کی آغوش میں خلوت گزیں ہیں۔
یا آپؐ خواب و خیال کا ایک صحیفہ ہیں یا فضائے مدینہ ہیں۔
آپؐ مدینے کی قبا ہیں، خوش جمال ہیں، بے مثال ہیں اور خد و خالِ کائنات ہیں۔
تو بھلا میں کیسے آپؐ جیسی عظیم ہستی کا تعارف کراؤں۔
حیرت کے اس کالے دھوئیں میں گھرا ہوا آپؐ کا امتی،
اس لیے مطمئن نظر آتا ہے کہ آپؐ شفاعت کا کعبہ ہیں اور انسانیت کی شان ہیں۔
آپؐ جنت کے خوشگوار موسم کا ایک جھونکا اور دعائے مدینہ ہیں۔
میں سائے کی طرح چپ چاپ خاموش اور سیاہ رات کی طرح پریشان ہوں۔
آپؐ امید کی کرن ہیں، آپؐ صبحِ مدینہ ہیں۔
اے ساری امت کے کارساز میں آپؐ کی شفاعت کا خواستگار ہوں۔
آپؐ امام الانبیا اور مولائے مدینہ ہیں۔
آپؐ کی ایک نظرِ کرم سے عاصی ایاز غنی ہو جائے گا۔

☆☆☆☆

استاد عبداللہ نوخار

پشتو سے ترجمہ: پروفیسر اسیر منگل

عید وہاں ہوتی ہے جہاں محبوب کبریاؐ ہوتے ہیں۔
عشق کے پیاسے کوثر کی جانب کھچے چلے جاتے ہیں
سارے نبیوں میں میرے آقاؐ نے نبی خیر البشر کا لقب پایا ہے۔
وہ جگمگاتے ہوئے آفتاب کی مانند ہیں۔
دیگر انبیائے کرام ستاروں کی طرح ہیں۔
جب سورج چمک اٹھتا ہے تو ستارے معدوم ہو جاتے ہیں۔
میرے چہرے کا رنگ اُنؐ کے فراق میں مانندِ بلالؓ ہو گیا ہے۔
جیسے وہ صد برگ کا پھول ہو اور میں کالا بھنورا ہوں۔
جہاں صد برگ ہوتا ہے وہاں بھنورے چکر لگاتے رہتے ہیں۔
میں عشقِ نبیؐ میں مجنوں کی طرح صحرا کی خاک چھان رہا ہوں،
میں گرمی کا مارا ہوا عاشق ہوں اور اُنؐ کا دیدار ایک گھنا شجر ہے۔
سفر کی صعوبتیں جھیلنے والے وہاں چلے جاتے ہیں جہاں سایہ دار شجر ہوتا ہے۔
نبی پاکؐ کی فرقت میں بیچارے عبداللہ کا بُرا حال ہے۔
کاش! ایک بار اسے مدینہ منورہ کا دیدار نصیب ہو
جہاں حضورؐ کا مرقدِ پُرنُور موجود ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆

پشتو تخلیق و ترجمہ: محمد جان عاطف

میں اگر چہ ایک خطا کار اور گنہگار انسان ہوں
لیکن آپ سے قدم قدم پر اور ہر وقت مدد اور سہارے کا خواستگار ہوں۔
میرے مالک! مجھے وہ قلم عطا کر
جس سے آپ کے محبوب حضرت محمدؐ کی توصیف و تعریف لکھ سکوں۔
میری خواہش ہے کہ جب آپؐ کے روضے مبارک کی زیارت کروں تو اُس وقت،
آنکھیں پُر نم و اشکبار رہوں اور میری زبان پر درود شریف ہو۔
میرا تو بس یہی اصول اور یہی عادت ہے کہ پورے جہاں کی بھلائی چاہتا ہوں۔
میرے دل میں تو بس یہی ایک ارمان ہے کہ آپؐ کے قدموں میں سدا میرا سر خم رہے۔
میں محمد جان عاطفؔ دولت کو کیا کروں گا؟ مجھے دولت ہرگز نہیں چاہیے۔
میں تو بس اس جہان میں آپؐ سے آبِ زم زم اور پس از مرگ جامِ کوثر کا طالب ہوں۔

☆☆☆☆

حسینہ گل

پشتو سے ترجمہ: محمد کامران خان

میں نے بہت ساری محبتیں کی ہیں
لیکن ایک محبت ایسی ہے
جس نے میرے پورے وجود کو
روشنی کی سفید سفید کرنوں کی
خوبصورت دنیا بنا دیا
تا کہ اپنی ذات اور وجود کا
چہرہ بدل سکوں
ایک ایسا مقدس عشق کروں
جس کی بدولت
مجاز اور حقیقت کے معنی تک پہنچ سکوں
روشنی اور اندھیروں کی پہچان کر سکوں
ایک ایسی محبت
اور جذبہ
اپنی زندگی میں پیدا کر سکوں
تا کہ انسان کی ہستی کے مردہ وجود کو
حیات نو بخش سکوں
ایک ایسا عشق
اور احساس جنوں ساتھ ہو جائے
جس کی بدولت اپنی گمشدہ ہستی کے
وجود کو حاصل کر سکوں
میں ایسی محبت چاہتی ہوں
لیکن دنیا کے لوگو!
ایسا عشق
ایسا محبوب
محبت کے لیے کہاں ہوگا؟
کس جگہ ہوگا؟
لیکن اب میں اپنے ارمان بھر لانے کے لیے
اللہ کے محبوبؐ
پاک محمدؐ! آپؐ کا نام مانگتی ہوں

☆☆☆☆

قمر راہی

پشتو سے ترجمہ: سید ولی خیال مومند

حضورؐ میری اتنی توفیق نہیں
کہ آپؐ کی نعت لکھ سکوں
کیونکہ میرا عشق ابھی خام ہے
اور الفاظ ناپختہ ہیں
جب آپؐ کی ثنا کے لیے بیٹھتا ہوں
تو الفاظ کی کھوج میں دور دور تک نکل جاتا ہوں
پھر ان تمام الفاظ کو مسترد کرتا ہوں
میں ابھی تک ایسے الفاظ تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا
جن سے آپؐ کی عظمت بیان ہو سکے
آپؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
دنیا ایک ظلمت کدہ ہوتی
میرے گناہوں کا بار اگرچہ بہت بھاری ہے
مگر آپؐ شفیع المذنبین ہیں
میں اللہ سے مہلت کا خواستگار ہوں
تاکہ ایسے الفاظ تلاش کر سکوں
جس سے آپؐ کی عظمت بیان ہو سکے
اور آپؐ کی لافانی عظمت کے طفیل
میرا فن بھی امر ہو جائے

☆☆☆☆

غازی سیال

پشتو سے ترجمہ: جاوید احساس

ظلمت و ظلم کی حکومت تھی
سخت سفاکی اور بربریت تھی

انساں برائے نام انساں تھا
یعنی مصلوب انسانیت تھی

جھوٹ کا کاروبار عروج پہ تھا
ہر طرف پھیلی ہوئی نفرت تھی

اک تعصب کا دور دورہ تھا
منافقت اور جہالت تھی

نفسا نفسی کا ایک عالم تھا
زندگی اک بڑی ہزیمت تھی

چار سُو تاریکی کا راج تھا
چار سُو چھائی ہوئی ظلمت تھی

جتنے دامن تھے داغدار تھے سب
نہ شرافت تھی نہ صداقت تھی

آپؐ آئے تو روشنی آئی
بزم عالم میں زندگی آئی

☆☆☆☆

وارث شاہ

پھر رسولِ مقبول کی نعت کہیے
جن کی خاطر خدا نے زمین و آسمان پیدا کیے
حضورؐ کو بشر کہہ کے بڑا رتبہ دیا
اور مخلوق کے عیبوں سے پاک کیا
نبی اکرمؐ نبیوں اور ولیوں کے سردار تھے
لیکن آپؐ نے خود کو فنا فی الحق کیا
قیامت کے روز بھی آپؐ اُمتی اُمتی پکاریں گے
وصالِ حق کی خوشی چھوڑ کر امت کا غم اپنایا

☆☆☆☆

میاں محمد بخشؒ

پنجابی سے ترجمہ: زاہد حسن

واہ کریم اُمت کا والی، ہے مہر شفاعت کرتا
جبرائیل ہیں جس کے نوکر، نبیوں میں جو اعلیٰ
وہ محبوب حبیب خُدا کا، حامی روز حشر کا
آپؐ یتیم، ہاتھ یتیموں کے سر دھرتا
عطر گُلاب سنگ چاہے دھوئیں لاکھ زُبانیں
نام اُن کے لائق نہیں، نہ یہ قلم کی شانیں
ساتھ اشارے ٹکڑے کیا جس نے چاند آسمانی
پتھروں کو پڑھایا اُسؐ نے کلمہ ذکر زبانی
دوست دشمن بھلا بُرا چاہے ہو کوئی سوالی
کب آپؐ کریم کے در سے مُڑے بھلا وہ خالی

……

سلطان باہوؒ

پنجابی سے ترجمہ: زاہد حسن

م من اندر نماز ہماری اک جا نیت کرتے ہیں
ساتھ قیام رکوع سجود کر تکرار پڑھتے ہیں
یہ دل ہجر و فراق جلا، دم دم جیتے مرتے ہیں
راہ محمدؐ والا باہُو، جس راہ رب پکڑتے ہیں

……

ب بسم اللہ اسم اللہ کا یہ ہے زیور بھارا ہُو
ساتھ شفاعت سَرورِ عالم بخشا عالم سارا ہُو
بے حد بے حد درود نبیؐ پر جس کا کھیڑا[1] پیارا ہُو
میں قربان اُن پہ باہو جنہیں ملا نبیؐ سہارا ہُو

---

[1] کھیلا رچایا

اختر شیخ

پنجابی سے ترجمہ: علی یاسر

جسے لفظ خدا کے یاد تھے، فرمان اس کا قرآن
دل اس کا شفاعت بانٹتا اور سب سے اونچی شان

وہ آنکھ کھلی تو صبحِ نو سے روشن ہوگیا شہر
تھیں کرنیں مہرِ علم کی جیسے لہروں پہ لہر

دیا خیر خزینہ دہر کو، بخشی مجھ کو خیرات
سچ سینے سنگ لگا لیا یہ سب سے بڑی سوغات

فصل ایسی بوئی نُور کی صحرا کو کِیا پُرنُور
دیکھا پھر ایک جہان نے جب ریت کو لاگا بُور

دنیا ساری حیران تھی، دِیا ایک ایسا دستور
اک جیسے اس کے شہر میں، کیا شاہ اور کیا مزدور

☆☆☆☆

زاہد نواز

پنجابی سے ترجمہ: زاہد حسن

مہکتا ہے مقدر بھی محمدؐ کے غلاموں کا
دل میں رہے موسم فجروں اور شاموں کا

جن کے لیے ہے رحمت، جو ہم نے دیکھے، سوچ نہیں
خُدا کو ہے پتہ، محبوب کے ان مقاموں کا

میں اب بھی اس کا پھل کھاؤں اور مر کے بھی
جو دل میں اُگا ہے باغ دُرودوں کا، سلاموں کا

زباں میں اُس کی بولنے کا لُطف بھی نرالا تھا
اس کے بعد خُدا نے چھوڑ دیا شوق بھی کلاموں کا

خُدا سے جس نے بھی مانگی اُس کے محبوب کی چاہت
اسے رتبہ بھی ساتھ مِلا قطبوں اور اماموں کا

☆☆☆☆

خواجہ غلام فرید

میں قسمت کی ماری ہجر وفراق میں جاں بلب ہوں، یعنی لبوں پر دم آ گیا ہے اور وہ بے نیاز تو
ملک عرب میں خوش، آباد ہے
ہر وقت محبوب کا انتظار رہتا ہے، اور دلِ برباد میں چاہت کا نیزہ لگا ہوا ہے۔
میرے بیتاب اور دکھی دل کو محض انتظار عطا ہوا ہے۔
تمام رنج والم اکٹھے ہو کر میرے دل پر چھائے ہوئے ہیں
میں سوختہ جان جوگن بن کر محبوب کی تلاش میں ہر طرف دیوانہ وار پھر رہی ہوں،
ہند، سندھ، پنجاب، ماڑ تک پھرتی ہوں۔ کبھی ویرانے اور غیر آباد صحراؤں میں،
مَیں اس لیے پھرتی رہتی ہوں شاید کہیں کسی سبب سے دوست مل جائے
اگر چہ تیری محبت اور تلاش میں دربدر دھکے کھاتی ہوں، پھر بھی تیرے نام پر مفت بک چکی ہوں
اور تیری کنیزوں کی بھی کنیز ہوں، بلکہ تیرے دروازے کے کتوں کا بھی ادب کرتی ہوں
سبحان اللہ! اے میرے محبوب تمام دنیا سے حسین اور پیارے،
ملک حجاز کے سانولے سلونے ''ہوت'' دوست سبحان اللہ!
آ کر فرید کا غم کدہ دیکھ، جو روزِ اول سے تیرے انتظار میں ہے

☆☆☆☆

حمید الفت ملغانی

سرائیکی سے ترجمہ: سونا خان صادق

اُمیؐ

اُنؐ سے بڑھ کر کوئی عالم
اور نہ عامل ہے کوئی
اُنؐ کو العلیم نے سارے
علم سکھائے
نکتے بھی سمجھائے
ایسے علم اور ایسے نکتے
کون پڑھائے
کون سکھائے
اسی لیے تو کوئی بھی مکتب
مولاؐ کے لائق ہی نہیں

سید حسن رضا گردیزی

کون و مکان کی تخلیق کا باعث اور تمام مخلوقات سے افضل و اعلیٰ
حضورِ اکرمؐ کی ذاتِ گرامی ہے
اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بعد ہر ایک سے بلند و بالا شان کی مالک ہے
حور و ملک اور جنات، جن کے نامِ مبارک کا ورد کرتے رہتے ہیں
پانچوں وقت فضائیں جن کے بارے میں شہادت دیتی ہیں
جن کے نام کی اذانیں سن کر شام کی شمعیں روشن ہوتی ہیں
جن کے نام سے صبح کے وقت دن کو روشنی ملتی ہے
ایک دن وہ پاک انسان کسی منزل کی طرف سرگرمِ سفر ہوئے
اور اُنؐ پر قربان جاؤں وہ راستے میں ایک درخت کے نیچے سو گئے
ایک کافر نے اُنؐ کو سوتا ہوا جان کر موقع کو غنیمت جانا
اور اتنا احمق تھا کہ وارثِ کون و مکان کو بے وارث سمجھا
اور حضورِ اکرمؐ کی ذاتِ پاک کے سینے پر تلوار کی نوک رکھ دی
ایسا کرنا تھا کہ خالقِ کائنات کی نظروں سے گر گیا،
اس لیے کہ اُس نے تکبر کے الفاظ کہے تھے
اور کہا کہ اے بلند بخت بتا کون تجھے اسیری سے نجات دلائے گا
کون اس تلوار کی دھار کا راستہ روکے گا اور تجھے بچائے گا
کہاں گئے تیرے نام پر صدقے ہو جانے والے تیرے رفیق و مددگار
اور اب اپنی مجبوری کا اظہار کر لو کہ اب وقت قریب آ گیا ہے
دین کے مالک حضورِ اکرمؐ خواب سے بیدار ہوئے اور کافر کو دیکھ کر ہنس پڑے
اندھے ذرے پر خورشیدِ درخشاں نے جب نگاہِ مہر ڈالی
اور کہا کہ نیم پاگل، موت اور زندگی تو پروردگار کے ہاتھ میں ہے

اور ایک وہی ذات ہے جس کو تمام کبر و غرور اور بڑائی زیب دیتی ہے
اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آگ کے شعلوں میں سے دوست کو بچا لے
اور اگر مرضی ہو تو چڑیوں سے باز مروا دیتا ہے
یہ بات سُن کر، اُس کافر کے ہاتھوں سے تلوار چھوٹ گئی
اور بولنے کی طاقت نہ رہی
وہ یوں کانپ رہا تھا جس طرح
صبح کو شبنم کا قطرہ سورج کو دیکھ کر کانپ رہا ہوتا ہے
اُس کافر کا یہ حال ہوا کہ وہ کلمہ پڑھتا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا ورد کرتا ہوا
حضورِ اکرمؐ کی ذات پاک کے قدموں میں آنسو بہاتا ہوا گر پڑا

☆☆☆☆

محمد اعظم خان چانڈیو

میرے نبیؐ کا جمال دیکھ کر چاند اور سورج شرمائیں
حور و ملائک صدقے جائیں پریاں واری جائیں
بدن مبارک آنحضرتؐ کا تھا عیبوں سے خالی
خالق نے سب سے پہلی تخلیق کی صورت سوہنے والی

☆☆☆☆

عبداللہ یزدانی

سرائیکی سے ترجمہ: حمزہ حسن شیخ

جب آپؐ کی یاد کا چاند طلوع ہوتا ہے تو میری پلکوں پر ستارے جگمگانے لگتے ہیں
اور جب میں آپؐ کے نام کا ورد کرتا ہوں تو میرے تمام دکھ درد دور ہو جاتے ہیں

کہاں عرشِ بریں، کہاں فرشِ زمیں اور کہاں قاب قوسین او ادنیٰ کی منزل
میرا پاک نبیؐ وہاں تک پہنچا ہے جہاں جبرائیل کو بھی جانے کی اجازت نہیں

سب لوگ جھولیاں بھر بھر واپس آتے ہیں، پتھر موتی بن کر لوٹتے ہیں
جو بھی آپؐ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے وہ خالی ہاتھ واپس نہیں جا سکتا

مولاؐ! اب مدینہ سے میری جانب بھی کوئی ساون کا بادل بھیج
ایک مدت سے صبح تا شام یونہی تپتی دوپہروں میں عمر گذار رہا ہوں

یزدانی! میری طرف سے بھی اس پاک نبیؐ پر لاکھوں سلام اور درود ہوں
جن کے در پر جن، انس، ملک اور مرسل درود کی سوغات لے کر جاتے ہیں

☆☆☆☆

سرائیکی کلام و ترجمہ: ڈاکٹر گل عباس اعوان

چلا ہے اب تو ذرا ، دل کو بھی سنبھال کے چل
ان خشک آنکھوں کو اپنی، نمی میں ڈھال کے چل

ہے دل میں جو تیری خواہش، اسے بیاں کر دے
کسی امنگ کو بھی دل سے نہ تو، نکال کے چل

تیری سلامی کو آئیں، یہ چاند، سب تارے
تو، خود کو پاک نبیؐ کے رنگوں میں ڈھال کے چل

یہ خاک ایسی، تجھے عرش تک بھی لے جائے
پیشانی ہو، یا کہ آنکھیں، اسی کو ڈال کے چل

گداگر بھی جو آئے، وہ شاہ بن جائے؟
عباسؔ سوچ میں اپنی فقیری ڈال کے چل

☆☆☆☆

ڈاکٹر سید قاسم جلالؔ

سرائیکی سے ترجمہ: ڈاکٹر گل عباس اعوان

ہے ہر نبی کے لب پہ بشارت حضورؐ کی
مانے ہے ہر رسول، رسالت حضورؐ کی

اُس کو ملی رضائے الٰہی، بہ ہر قدم
کی ہے ہمیشہ جس نے اطاعت حضورؐ کی

پتھر بھی کھا کے ، منہ سے نہ نکلی ہے بد دعا
جگ میں ہے بے مثال شرافت حضورؐ کی

دن رات ہے جلالؔ کے ہونٹوں پہ یہ دعا
اللہ کرے نصیب، شفاعت حضورؐ کی

☆☆☆☆

امان اللہ کاظم

سرائیکی سے ترجمہ: ڈاکٹر گل عباس اعوان

جہان سارا ہوا منور، جو، اب سراج المنیر آئے
فلک پہ حور و ملک ہیں گاتے، حبیبِ رب قدیر آئے

زمیں منور، زماں منور، مکاں مکاں، لامکاں منور
فلک سے انوارِ حق کی بارش، حضورؐ روشن ضمیر آئے

دیارِ بطحا کا ذرہ ذرہ، ہے چاند تاروں سے بڑھ کے روشن
چمن بنا رشکِ طور اب کے، جو نورِ حق کے سفیر آئے

ہبل ولات ومنات مٹ گئے، اڑی ہے خاکِ یعوق وعزیٰ
مچی ہے زلزل صنم کدہ میں، مبشر آئے، بشیر آئے

ملے نہ تمثیل انبیاء میں نہ، جس کا ثانی رسول کوئی
مثال جس کی ملے نہ جگ میں وہی عدیم النظیر آئے

یہ کاظم ہے نعت خواں نبی کا، کوئی نہ ہرگز سوال پوچھے
خدائے برتر یہ حکم دے گا، لحد میں جب وہ نکیر آئے

☆☆☆☆

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ

مجھے اللہ سے امید ہے کہ سید میری خبر گیری کریں گے
ہمارے محبوب سجدہ کر کے، خدا کی منتیں کریں گے
مجھے اللہ سے امید ہے

امت کی خاطر احمدؐ وہاں شفاعت کی بھیک، مانگیں گے
مجھے اللہ سے امید ہے

صورِ اسرافیل کی آواز آئے گی۔ سورج کی تپش سے آنکھیں اندھی ہو جائیں گی
مجھے اللہ سے امید ہے

مومنوں کا اجتماع ہوگا اور محمدؐ خوش ہوں گے
مجھے اللہ سے امید ہے

ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے سب داتا کی طرف بھاگیں گے
مجھے اللہ سے امید ہے

مولا انہیں عزت دے گا اور آپ امت کے گناہ بخشوائیں گے
مجھے اللہ سے امید ہے

☆☆☆☆

مخدوم غلام محمد بگائی

مجھ لاچار پر دستِ شفقت رکھیے، یارسول اللہؐ
آپؐ کے سوا ہماری حمایت کرنے والا اور کون ہے،
اے سیّد! میرا حالِ زار تو آپؐ کو اچھی طرح معلوم ہے
میں اپنے حال کی کیا حکایت بیان کروں،
میں آپؐ کی خدمت کروں تو مجھے ہدایت نصیب ہو،
نہ میں نے عبادت کی، نہ فرض و نفل ادا کیے
تیری عنایت سے میں رحمت کی امید رکھتا ہوں،
غلام محمد کے دکھ درد دُور ہوں اور اس کی خطائیں معاف ہوں
حشر کے دن مجھے اپنے دامانِ رحمت میں جگہ دیں اور میری شفاعت کریں

☆☆☆☆

احمد خان مدہوش

سندھی سے ترجمہ: مرید سندھی

خوش نصیبی کا ہُوا سورج طلوع
حاجت مندوں کی چمکی ہے آرزو

اے بہارِ گلستانِ وحدۂ
تیرے آنے کے جشن ہیں کُو بہ کُو

باغ مہکے، گل کھلے، گلشن کھلے
ہو گئی معطر دنیا سُو بہ سُو

جن کے جلوؤں کی بدولت آج ہے
گلشن دنیا کو حاصل رنگ و بُو

ہے تمنا کہ دم نکلتا رہے
تیرے مدہوشؔ کا تیرے رُوبرو

☆☆☆☆

حاجی مراد خان چانڈیو

سندھی سے ترجمہ: فہیم شناس کاظمی

نعتؐ (در مخمس)

الصلوٰۃ رب نے کہا تجھ کو رحیم
الصلوٰۃ اے نورِ مرسل اے حکیم
الصلوٰۃ اے صاحبِ خُلقِ عظیم
الصلوٰۃ اے مخزنِ لطفِ عمیم
الصلوٰۃ اے صاحبِ شق القمر
الصلوٰۃ اے بادشاہِ بحر و بر
السلام اے مزمل اے مدثر
الصلوٰۃ اے صاحبِ اُم الکتاب
الصلوٰۃ اے ھُو وَحی، تیرا جواب
الصلوٰۃ اے شافعِ یوم الحساب
الصلوٰۃ اے سرورِ عالی جناب
السلام اے ’’انا اعطینٰک الکوثر‘‘
الصلوٰۃ اے منبعِ جود و سخا
الصلوٰۃ اے مخزنِ فضل و عطا
الصلوٰۃ اے پیشوائے انبیا
الصلوٰۃ اے مقتدی الاولیا
السلام اے ’’اِن شانئک ھو الابتر‘‘

الصلواۃ اے ہادیِ ہر دو جہاں
الصلواۃ اے تاجورِ کون و مکاں
الصلواۃ اے در ترا در الاماں
الصلواۃ اے خاتمِ پیغمبراں
السلام اے آمنہ کے پسر!
الصلواۃ اے رہبرِ روشن ضمیر
الصلواۃ اے بشیر و یا نذیر
الصلواۃ اے رُخ ترا بدرِ منیر
الصلواۃ اے تیرا پسینہ بھی عبیر
السلام عبداللہ ہے تیرا پدر
الصلواۃ اے عرب کے عربی امین
الصلواۃ اے رحمۃ اللعالمین
الصلواۃ اے پاک کی ساری زمیں
الصلواۃ اے پیشوائے مرسلیں
السلام ہے فاطمہؓ کا تُو پدر

☆☆☆☆

دادن فقیر

سندھی سے ترجمہ: مرید سندھی

میری ہو جائے مدد رہبر مصطفیٰؐ
اے حبیب خدا خاتم الانبیا

ہے خاتون خیر النساء کا واسطہ
ہے حیدر شہ کربلا کا واسطہ
ہے عباس زین العبا کا واسطہ
مشکل کرو آساں میرے مشکل کشا

آپؐ جیسا نہ رہبر نہ پیغمبر کوئی
آپؐ جیسا نہ عالم نہ سرور کوئی
آپؐ جیسا نہ دیکھا بندہ پرور کوئی
جو تمہاری رضا وہ رب کی رضا

آپؐ یٰسین طہٰ مزمل منیر
آپؐ والیل و الشمس روشن ضمیر
آپؐ محبوب خدا کے ہیں بے نظیر
ہے نام آپؐ کا شہد سے میٹھا

☆☆☆☆

سندھی تخلیق و ترجمہ: سید مقبول حسین مقبول عابدی

دل فائدے میں ہے یہ نظر فائدے میں ہے
کر کے نبیؐ سے عشق بشر فائدے میں ہے

انعام ہے خدا کا یہ رحمت رسولؐ کی
شہرِ نبیؐ کا پاک سفر فائدے میں ہے

نورِ نبیؐ کے فیض سے دونوں میں روشنی
سورج ہے فائدے میں قمر فائدے میں ہے

محشر میں ہم کو ہوگی زیارت رسولؐ کی
مشکل ہے روزِ حشر مگر فائدے میں ہے

ہر رنج کا علاج ہے ہر درد کی دوا
عشقِ نبی میں دردِ جگر فائدے میں ہے

گذری ہے جو طوافِ مزارِ رسولؐ میں
وہ شام فائدے میں سحر فائدے میں ہے

نعتیں لکھے رسولؐ کی حمدیں کریم کی
مقبولؔ شاعری کا ہنر فائدے میں ہے

☆☆☆☆

محمد عرس گل

سندھی سے ترجمہ: فہیم شناس کاظمی

توئی سرتاجِ سبحانی محمدؐ یا رسول اللہ
بکش زحالِ حیرانی محمدؐ یا رسول اللہ

اُمیدیں عرض داروں کی نظر تیری سخاوت کی
رحم کر نورِ رحمانی محمدؐ یا رسول اللہ

محبت میں تری مخمور ہیں لشکر فقیروں کے
کئی دیں سر کی قربانی محمدؐ یا رسول اللہ

توئی دریا عنایت کا محبت کا سخاوت کا
کہے کیا حال زندانی محمدؐ یا رسول اللہ

تمہارے سامنے ہر پل ہے میرا حال جو روشن
مرا ہر دکھ ہوا فانی محمدؐ یا رسول اللہ

ہوا دیدار دلبر کا یقیں آیا ہے پھر ''گُل'' کو
نہیں دل کوئی ارمانی محمدؐ یا رسول اللہ

☆☆☆☆

مرزا فتح علی بیگ فتح

سندھی سے ترجمہ: فہیم شناس کاظمی

کس وجہ یہ ہشیار ہیں رندانِ محمدؐ
پیتے ہیں فقط بادۂ عرفانِ محمدؐ

کیا نشہ ہے وَاللہ مئے حبِ نبی کا
پی کر ہوئے ذی ہوش یہ مستانِ محمدؐ

مقدور کہاں ہے کہ لکھوں نعتِ نبیؐ میں
خلّاقِ محمدؐ ہے ثنا خوانِ محمدؐ

کونین کے بدلے نہ خریدوں کوئی سایہ
کافی ہے مجھے سایۂ دامانِ محمدؐ

شیدا کبھی رُخ پر کبھی گیسو پہ تصدّق
کیا دل کہ میں ہوں جان سے قربانِ محمدؐ

☆☆☆☆

گوجری تخلیق و ترجمہ: رانا غلام سرور

معاشرہ کی حالت بگڑ چکی تھی
ظلم و ستم کا دور دورہ تھا
لوگوں کی اصلاح کے لیے ایک مصلح کی ضرورت تھی
ہر طرف لوٹ کھسوٹ کا عالم تھا
غریب کا جینا دوبھر ہو چکا تھا
انسانوں نے اپنی عزت کو گروی رکھا ہوا تھا
برائیوں کو مٹانے کے لیے
رب کی رحمت جوش میں آئی
چار سُو کفر کے اندھیرے پھیلے ہوئے تھے
آنکھوں کے ہوتے ہوئے لوگ اندھے تھے
ایسے میں جب ظلمت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی
شرافت کی ابدی قدروں کو ختم کر دیا گیا تھا
اُس وقت ایک ہادیؐ کی ضرورت تھی
توحید کے پیغام کو عام کرنا خاصا مشکل تھا
اپنی غرض کے بندوں کو سیدھے راستے پر لانا ضروری تھا
لوگوں کی ہدایت کے لیے رب نے اپنی رحمت کو عام کر دیا
فاران کی چوٹیوں سے نورِ محمدؐ کا ظہور ہوا
کریم آقا نے پسے طبقوں کو بالا دستوں کے ہم پلہ کر دیا
انسانی قدروں کو فروغ دیا
محبوبِ خداؐ نے معاشرتی ناانصافیوں کو ختم کر دیا
سب کو نیک عمل کی ترغیب دی
اس درسِ ہدایت کا مقصد لوگوں کو برائیوں سے دور کرنا تھا
اے سرور ان تعلیمات کے سبب
عربی عجمی ہوں یا کالے گورے سب بھائی بھائی بن گئے

گوجری تخلیق ترجمہ: رانا فضل حسین

احد کے گنج شہیداں کی رسم وفا سے
پروڑی گوجراں را جوی میں بھی ایک شہید گلی ہے
اس رسم وفا کے سچے جذبے کو
بدر، اُحد، کربلا اور ٹنن کے معرکہ حق و باطل میں
کوئی شکست نہیں دے سکا
معوذؓ اور معاذؓ نے اپنی شجاعت سے
ابوجہل کو واصل جہنم کر کے خود کو امر کر لیا ہے
ان معصوموں کے جذبۂ شہادت نے
بوجہلوں پر خوف طاری کر دیا ہے
فضل کے دل میں بھی حُبِ رسولؐ مشعل کی مانند روشن ہے
اسی جذبے نے ہر ایک دل میں شوقِ شہادت کی
جوت جگائی ہے
اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے
یہ کوئی بھولنے والی بات نہیں
ماؤں بہنوں کی قربانیاں کسی سے کم نہیں
بدر و اُحد کے شہیدوں کی تقلید میں
پروڑی گوجراں کے نوٹنگ ٹنن چوٹی کے مقتل میں اُترے
صدیوں بعد یہ معرکہ بھی ایک طرح سے
کربل ہی کی سج دھج کا تھا
پاک رسولؐ کے عاشق
بارگاہِ ایزدی سے اسی طرح کے شوقِ شہادت سے
ابدی زندگی کا اعزاز پاتے ہیں

☆☆☆☆

چوہدری شاہ محمد شہباز

گوجری سے ترجمہ: پروفیسر نازش صبا

نبی کریمؐ ہمارے شہرِ پناہ ہیں
آپؐ کی تعلیمات کو بھلانے کے سبب
ہم پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے ہیں
ہم کشمیری آج کل مجبور ہیں
ظلمت کی آندھی نے امت کو دکھیا کر دیا ہے
اوکھت کے ناسوروں نے دبوچ لیا ہے
امت کی کشتی مصائب میں پھنسی ہوئی ہے
اغیار اُمت مسلمہ کے دشمن بن گئے ہیں
کوئی ساتھی نہیں
امیدوں کے سارے محل مینارے چکناچور ہو گئے ہیں
پیارے آقا اُمت کی بگڑی بنائیں گے
ہماری لاج رکھیں گے
آپؐ کی نظرِ عنایت سے رب کوئی نہ کوئی
سبب ضرور کرے گا۔

☆☆☆☆

منیر حسین چوہدری

گوجری سے ترجمہ: پروفیسر مہوش منیر

آپؐ کی شان سب سے اعلیٰ وارفع ہے
کوئی بھی آپؐ کا ثانی نہیں
آپؐ بلاشبہ لاثانی ہیں کیونکہ
نہ کوئی آپؐ جیسا ہوا ہے نہ ہوگا
آپؐ نورِ ہدایت بن کر دنیا میں آئے
اسلام کی نورانی ہدایت سے کفر کے اندھیرے بھاگ گئے
آپؐ نے شرک کو مٹا کر دنیا میں نورانیت کو عام کر دیا
درسِ ہدایت سے گمراہوں کو سیدھے راستے پر لائے
بھائی چارے کا درس دے کر باہمی یگانگت کو فروغ دیا
پاک محمدؐ سرور پیارے آقا ہیں آپؐ خدا کی رحمت ہیں
لاالہ کے پیغام سے سب کو توحید کے راستے پر لائے
الااللہ کا میٹھا نغمہ سب کو آ کر سنایا
کفر و شرک کے قفل ٹوٹنے سے بانگِ بلالیؓ چار سُو گونجی
کفر اندھیرے دور ہونے سے ظلم کے سیاہ بادل چھٹ گئے
امیدوں کے چراغوں کی روشنی سے خود کو روشن کر رہا ہوں
منیرؔ کو بھی آپؐ کے سہارے کا سہارا ہے
کیونکہ حشر میں یہی سہارا میرا مددگار ہوگا

☆☆☆☆

احمد علی سائیں

حضورِ پُرنُور کا دستِ مبارک چوم کر اور اُس پر بیعت کر کے
اصحابِ رسول جنت کے حق دار ہو گئے
حضور کی زبانِ رفیع الخطاب چوم کر
حضرت علیؓ نے شہرِ علم کا دروازہ ہونے کا شرف حاصل کیا
حضورِ والا جنابؐ کا قدمِ مبارک چوم کر
عرشِ معلیٰ کا رتبہ دوچند ہو گیا
کعب نے حضورؐ کی رکاب چوم کر
اے سائیں قابِ قوسین کی سیر کی

☆☆☆☆

ہندکو تخلیق و ترجمہ: احمد حسین مجاہد

میرا کسی اور سے کوئی تعلق نہیں، میں تیرے دَر پہ آ کر بیٹھ گیا ہُوں
میں نے ساری خدائی کو تج دیا ہے، میں تیرے دَر پہ آ کر بیٹھ گیا ہُوں

میرے سر پر گناہوں کی گٹھڑی ہے، میں بجز خس و خاشاکِ راہ عصیاں اور کچھ بھی نہیں
میں اپنی صفائی میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا بس میں تیرے دَر پہ آ کر بیٹھ گیا ہُوں

تُو بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور میں ایک دنیا دار کمینہ
دنیا میں تیرے در سے بڑی کوئی اور جگہ نہیں، میں تیرے دَر پہ آ کر بیٹھ گیا ہُوں

یہ وہ مقام ہے جہاں میرا بولنا نہیں بنتا، نہ مجھے یہ پتہ ہے کہ میرا مدعا کیا ہے
میں نے آج تک کبھی تیرے حضور لب نہیں کھولے بس میں تیرے دَر پہ آ کر بیٹھ گیا ہُوں

یہاں آ کر میں نے سکھ کا سانس لیا ہے، میں نے یہیں اپنا بوریا بچھا لیا ہے
مجھ سے تیری جدائی اب اور برداشت نہیں ہوتی تھی، میں تیرے دَر پہ آ کر بیٹھ گیا ہُوں

میں نے اپنی تختی پہ کبھی کچھ لکھا ہے نہ لکھ کے مٹایا ہے، نہ میں نے کبھی اپنی کتاب کھول کے دیکھی ہے
میں نے تو بس درسِ عشق ہی لیا ہے، میں تیرے دَر پہ آ کر بیٹھ گیا ہُوں

زندگی تیرے در سے دور، بے معنویت کے اندھیروں میں گزر رہی تھی
میں نے رو رو کے جب یہ نعت کمائی تو میں تیرے دَر پہ آ کر بیٹھ گیا ہُوں

☆☆☆☆

ہندکو تخلیق و ترجمہ: ارشاد شاکر اعوان

حضورؐ کی بعثت کو مومنوں پر اپنا احسان فرما کر
اللہ تعالیٰ نے خود آپؐ کی شان بیان کر دی

اہلِ جہاں (سارے زمانے) جانتے ہیں قرآن میں
واضح طور پر لکھا ہے۔ انَّکَ لعلی خُلُقٍ عظیم
آپؐ بلاشبہ بلند ترین اخلاق کے مالک ہیں

جس مالک الملک نے حضرت موسیٰ سے فرمایا تو نہیں دیکھ سکے گا مجھے۔
اُسی نے سند دی میرے بندے کی آنکھ تک نہ جھپکی

معجزۂ شق القمر دیکھو، آسمان کی بلندیوں پر
آپؐ کی نبوت کا ثبوت لکھا گیا

جس نے بھی محمدؐ، احمد لکھا، اُس نے اُس
محبوب کی مدح لکھ ڈالی

انْ کُنتم تحبُّون الله فَاتَّبِعُونی یُحْبِبکُم الله
محبت ایمان ہے اور ایمان کی شرط اطاعت ہے اسی سے
انسان محبوبِ خدا بنتا ہے

دنیا کی ہر بزرگ شخصیت اور اللہ والوں (ولیوں، قطبوں، غوثوں) نے
حضرت حسّان کی نعت کو حقیقی نعت تسلیم کیا

سبحان اللہ شاکر اعوان نے بھی خوب
نعت کہی۔ صلِ علیٰ۔ صلِ علیٰ

☆☆☆☆

پروفیسر بشیر احمد سوز
ہندکو سے ترجمہ: نوشین اختر

تیری ذات سے نُور وہ پھُوٹا، سارے جگ اُجالے
یوں لگتا ہے، چاند اور سورج تیرے خاص حوالے

کون ہے ایسا جو کہ سمندر کو خالی کر پائے
سیرت پہ تفسیریں لکھیں، لکھے لاکھ مقالے

تیرے حُسن سے نُور وہ پھُوٹا فرش و عرش سب چمکے
تیری ذات کے چار پھیرے مہر و مہ کے ہالے

کیا غاروں کے اندھیرے ہیں اور کیا نورانی چہرے
یارِ غار بھی ساتھ ہیں بیٹھے مکڑی نے تانے جالے

چُوم چُوم کے خاک اُس در کی آنکھوں سے ہے لگائی
کیسی قسمت مولا اُن کی، کیسے بختوں والے

☆☆☆☆

سلطان سکون

ہندکو سے ترجمہ: انجم جاوید

جب عرب کا چاند طلوع ہوا، عالم میں نور ظہور ہوا
جب عرب کے باغ کا پھول کِھلا، جگ خوشبو سے مخمور ہوا

پھر ایواں لرزے باطل کے، مسمار وہ کفر کے محل ہوئے
جب پرچم پیار کے لہرائے، سب کفر اندھیرا دُور ہوا

میں قرباں روضے کی جالی پر، روضے کی شان نرالی ہے
اس نام پہ، میں مِٹ جاؤں گا، جب عشق مرا منظور ہوا

قرباں اُس خُلق عظیم پہ ہوں، آقا کی طبع سلیم پہ ہوں
وہ جن کے نرم سلوکوں سے، ہر غمگیں دل مسرور ہوا

کیا حال سکون کی راتوں کا، اشکوں کی چھل برساتوں کا
یہ اثر درودوں نعتوں کا، ہر دکھ صدمہ کافور ہوا

☆☆☆☆

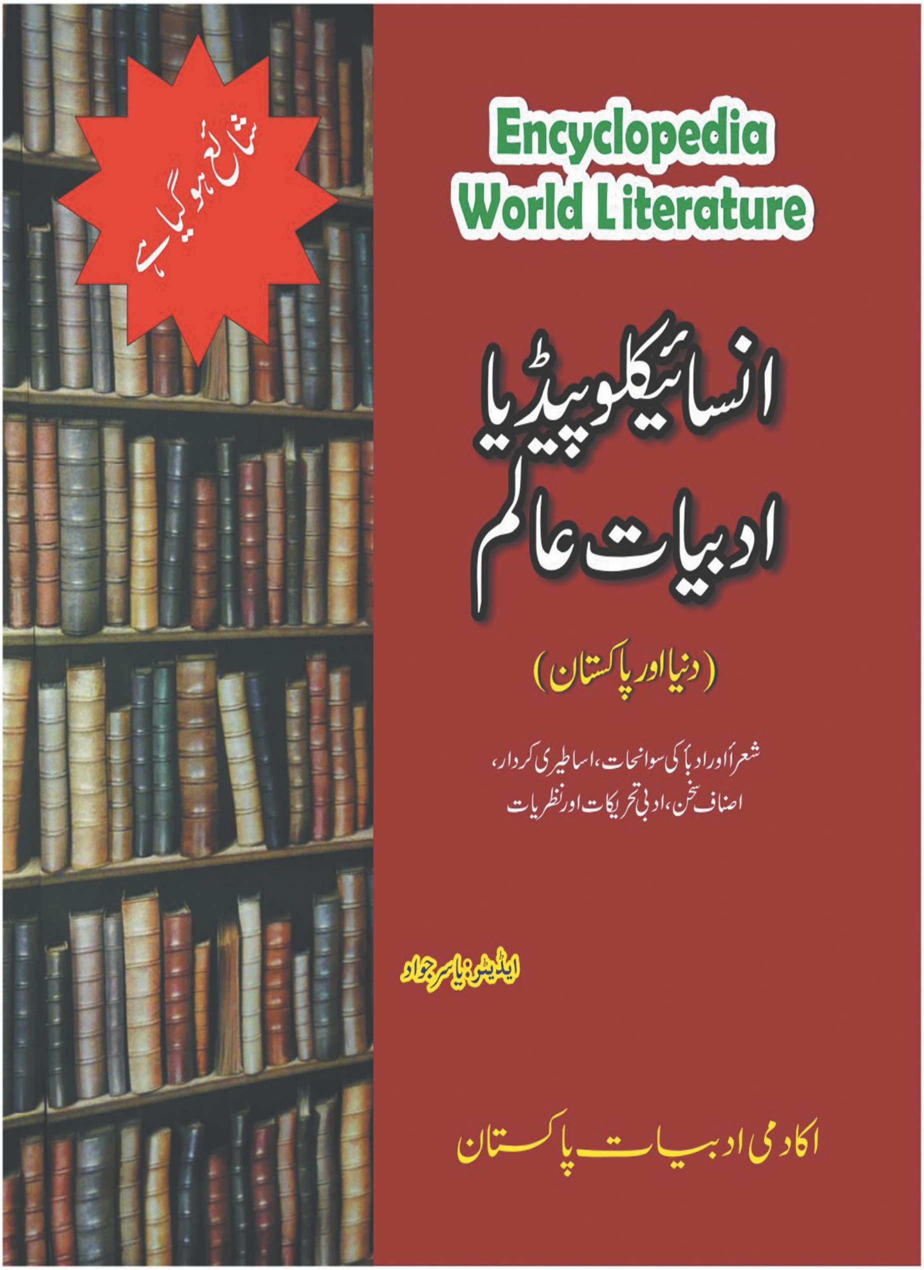

Encyclopedia World Literature

انسائیکلوپیڈیا ادبیات عالم

(دنیا اور پاکستان)

شعرا اور ادبا کی سوانحات، اساطیری کردار،
اصناف سخن، ادبی تحریکات اور نظریات

ایڈیٹر: یاسر جواد

اکادمی ادبیات پاکستان

Quarterly **Adabiyaat** Islamabad

January to June 2014

ادبیات کے خصوصی شمارے

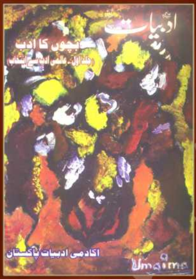

ادبیات

بچوں کا ادب

اکادمی ادبیات پاکستان

ادبیات

1894 - 1982

اکادمی ادبیات پاکستان

ادبیات

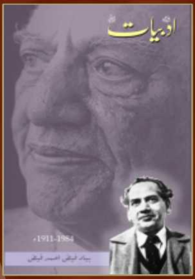

ادبیات

1911-1984

ادبیات

بچوں کا ادب

اکادمی ادبیات پاکستان

ادبیات

1914-1983

1923-1987

1923-2002

اکادمی ادبیات پاکستان

ادبیات

1931-2008

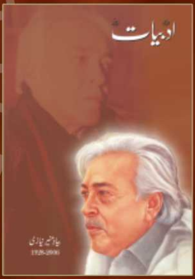

ادبیات

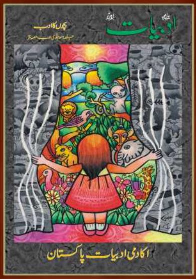

ادبیات

اکادمی ادبیات پاکستان

ادبیات

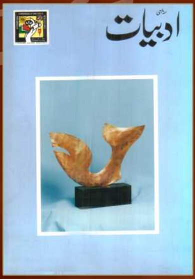

ادبیات

ادبیات

اکادمی ادبیات پاکستان

PAKISTAN ACADEMY OF LETTERS

Patras Bukhari Road, Sector H-8/1,
Islamabad, Pakistan
Phone: +92-51-9250582,9235729 Fax: +92-51-9250590
Website: www.pal.gov.pk - email: adbiyaat@gmail.com

Price Rs.200